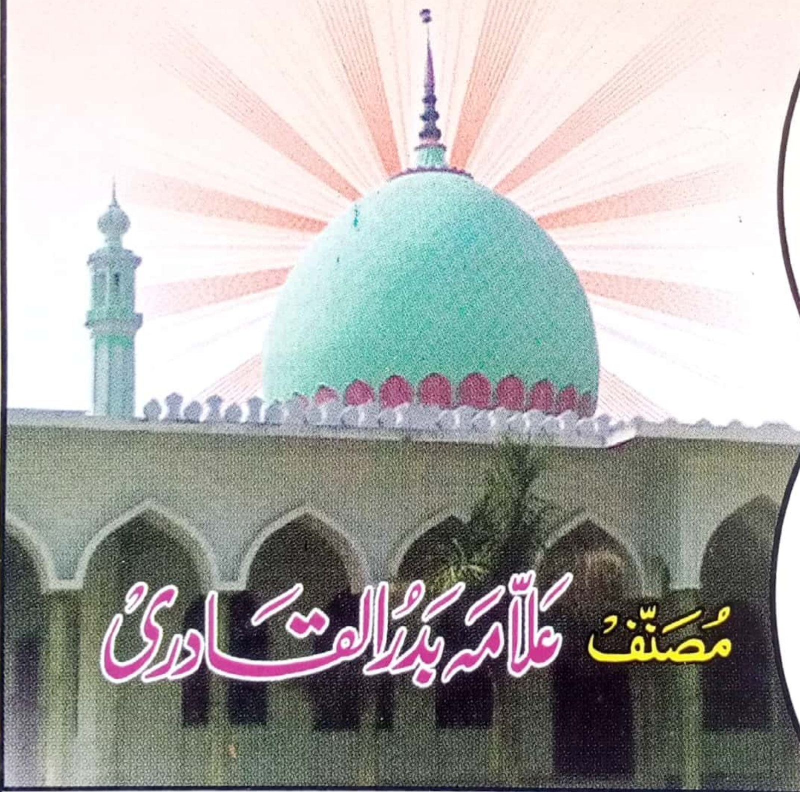
# حیاتِ حافظِ ملّت



مُصنّف علّامہ بدرُ القادری

المجمع الاسلامی
مِلّت نگر، مُبارک پور، اعظم گڑھ، یو۔پی (الہند)

786

# Team of Misbahi Library

| Names | Contact N |
| --- | --- |
| Md Khubaib Raza Misbahi | 9984903158 |
| Md Asjad Raza Misbahi | 8948518993 |
| Md Ahmad Ali Misbahi | 9920278913 |
| Md Abdur Rahman Misbahi | 8009186120 |

## Creator :

Md Saif Khan Misbahi
8081414883

Date

## بارھواں باب

# حافظ ملت مکتوبات کی روشنی میں

خود نہیں آتا مگر اس کے خطوط آتے ہیں
دل کی دہلیز پہ دستک سی لگا جاتے ہیں
اس کے ہر لفظ میں اک پیار بھرا ہوتا ہے
جو مجھے اور ہی عالم میں لیے جاتے ہیں

(بدر)

# مکتوبات کی روشنی میں

شاعری، تصنیفات اور دیگر تحریرات کی طرح مکاتیب بھی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے ذہنی ارتقا کی جستجو میں خطوط بہت زیادہ معین ہوتے ہیں اور سوانحی ادب کی تیاری میں مکاتیب بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز ایک عظیم دینی وروحانی پیشوا تھے اور ان کی عظمت وشہرت کے مدنظر ان کے مکتوب الیہم کا حلقہ بھی وسیع تھا۔ ان کے مکتوب الیہم میں افراد خاندان کے علاوہ اکابر، اصاغر اور معاصر علماء ومشائخ، تلامذہ، مریدین، متوسلین، معتقدین، الجامعۃ الاشرفیہ کے معاونین وغیرہ شامل تھے۔ ان حضرات سے ان کی مراسلت ہوتی رہتی تھی۔ خانوادۂ صدرالشریعہ، خانقاہ بیت الانوار گیا، چہیتے مرید پدم شری بیکل اتساہی، چند مخصوص تلامذہ جیسے علامہ ارشد القادری، علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ عبد اللہ عزیزی، علامہ کاظم علی عزیزی، حافظ عبدالحمید، علامہ غلام محمد عزیزی، شیخ محمد مزمل اللہ وغیرہ سے خصوصی مراسلت تھی۔

تلامذۂ حافظ ملت میں یہ شرف راقم کو بھی حاصل تھا کہ حضور استاذی الکریم نے اپنے مکاتیب گرامی سے نوازا۔

جس عظیم المرتبت شخصیت کے روابط پوری دنیائے سنیت سے رہے ہوں ظاہر ہے اس کے تمام مکاتیب کو جمع کر پانا بہت ہی مشکل ہے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے نہ جانے کتنے مکاتیب ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں اور بہت سے حضرات نے انہیں بطور تبرک محفوظ کرلیا ہے۔

دست یاب خطوط میں سب سے زیادہ خطوط پدم شری بیکل اتساہی کے نام ہیں۔

## بیکل اتساہی:

پدم شری حضرت الحاج بیکل اتساہی واقعی خسرو عزیزی ہیں۔ ان کو بارگاہ عزیزی میں وہی قربت ومحبوبیت حاصل تھی، جو قربت ومحبوبیت حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ نظامی (محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ) میں حاصل تھی۔ حضرت امیر خسرو بھی صوفی اور شاعروفن کار تھے اور حضرت بیکل کو بھی تصوف سے گہرا لگاؤ ہے اور وہ بھی شاعروفن کار ہیں۔ حضور حافظ ملت حضرت بیکل سے بہت پیار فرماتے تھے، ان پر اولاد کی طرح اعتماد کرتے تھے اور حافظ ملت کی یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے جسے اپنا سمجھا اپنے مقاصد جلیلہ میں بھی شریک کیا۔ آج کے دور میں مرشدین یا مشاہیر اساتذہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مرید اور شاگرد کو اس کی جگہ سے بلند نہیں ہونے دیتے تاکہ فاصلہ رکھ کر اپنے مرشدانہ ومربیانہ بھرم کی بحالی قائم رکھ سکیں۔ حافظ ملت کا یہ حال تھا کہ جو ان کا شیدائی ہوا اسے انہوں نے بلندی پر پہنچا دیا۔ دین کا شیدائی بنا دیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ اور اس کے قیام واستحکام سے حافظ ملت کو قلبی لگاؤ تھا اس لیے ان کا ہر پیارا شاگرد الجامعۃ الاشرفیہ کے مقاصد سے بھی پیار کرنے لگا۔ جو ان سے زیادہ قریب تھا اس کے نزدیک الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمت اتنی ہی عزیز ہوئی۔

اس تناظر میں ہم بیکل کو ممتاز پاتے ہیں کہ حضرت حافظ ملت انہیں اشرفیہ کے ہر دور میں اس کے احوال و کوائف، ضروریات اور کار لائقہ سے یاد فرماتے رہتے تھے۔ کبھی اگر دار العلوم کے بجٹ میں کمی آئی تو اس سے انہیں باخبر کرتے۔ دفتری اور انتظامی امور کی اصلاح مقصود ہوتی تو اس پر ان کی رائے لیتے۔ کسی مقدمہ کا مرحلہ آیا تو انہیں کام سپرد کیا، تعمیر جامعہ کے لیے فنڈ فراہم کرنا ہوا تو انہیں وفد کا اہم رکن قرار دیا حتی کہ بعض پروگرامات میں صرف اس لیے چندہ کی اپیل نہیں کی کہ بیکل صاحب وہاں نہ پہنچ سکے۔

علاوہ ازیں کسی اپنے تلمیذ یا محبّ کو کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوئی تو اس کے مسئلہ کے حل کے لیے بیکل صاحب کو لکھا، دینی جلسے یا مشاعرہ وغیرہ کی دعوت کے لیے احباب کی جانب سے بیکل صاحب سے سفارش فرمائی۔

بیکل کو کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوئی تو انہیں تعویذات روانہ کیے، ان کی خیریت، صحت وسلامتی نیز ان کے اہل وعیال کی خیریت، صحت وسلامتی وغیرہ کے لیے دعائیں کیں۔ ان کی ہر خوشی میں خوش اور غم وپریشانی میں خود بھی مغموم ہوئے۔ انہیں عیادت و تعزیت کے خطوط بھی لکھے۔

بلرام پور کے دار العلوم انوار القرآن کی ترقی کے لیے بیکل صاحب کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، بلرام پور کے مسلمانان اہل سنت کے اختلافی مسائل کے حل کے لیے بیکل ہی کو ذمہ داری سونپتے رہے۔

الغرض یہ کہ بیکل کی ہر کامیابی پر انہیں مبارک باد دی، ان کی مزید کامیابی کے لیے دعائیں کرتے رہے، ہر معاملہ میں بیکل پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کیا، ان پر شفقتیں اور محبتیں لٹائیں اور کرم گستری فرما کر ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ آج بیکل شہرت ومقبولیت کے آسمان پر چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتے اور چاندنی لٹاتے نظر آرہے ہیں۔

بیکل صاحب خود فرماتے ہیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے نام، عزت، شہرت سب میرے مرشد برحق حضور حافظ ملت کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

اقتباسات ذیل میں ان تمام حقائق کے ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

## خطوط بابت اشرفیہ:

(۱) ”امسال اشرفیہ کے سفرا کم ہوگئے۔ بہت سے مقامات پر سفیر نہ جا سکے۔ خود مقامی وصولی خطرے میں تھی، مفتی صاحب نے آپریشن کرایا تھا۔ سخت کمزور ہوگئے تھے۔ مولانا عبد الرؤف صاحب بھی علیل ہوگئے۔ ضرورۃً مجھے مبارکپور آنا پڑا۔ اب مفتی صاحب کو آرام ہے۔ کام قریب ختم ہے۔ آج مکان جارہا ہوں۔ میں نے مفتی صاحب کو آپ کا خط دکھایا تھا۔ دیر ہوگئی۔ پہلے سے رسید بھیج دی جاتی تو آپ حضرات وصول کرادیتے، بلرامپور کے خصوصی احباب اشرفیہ کا خیال رکھیں۔ بذریعہ منی آرڈر رقم روانہ کردیں۔ مولوی غلام محمد صاحب وحافظ محمد حنیف صاحب اشرفیہ کے لیے کوشش کریں۔“ (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۱؍رمضان ۸۸ھ)

(۲) ”سیلنگ والے کیس کا فیصلہ ہوگیا۔ جس کی امید تھی وہی ہوا۔ پانچ ایکڑ زمین حاکم نے نکال دی، آگے

مقدمہ کی کارروائی کی جائے گی ۔ حاکم اگر انصاف کریں، تو ہماری زمین محفوظ رہ جائے گی ۔ ورنہ جس رویہ کا مظاہرہ ہوا اس پر غیر محفوظ ہے ۔ رب تبارک وتعالیٰ اپنا فضل فرمائے ۔

مقدمات سے ذہن مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں ۔ تعمیری کاموں میں رکاوٹ ہو رہی ہے ۔

(مکتوبات عزیزی بنام بیکل اتساہی ۲؍جولائی ۱۹۷۲ء)

چیت بڑا گاؤں میں بیکل صاحب کی شرکت نہ ہوسکی تو وہاں کا پروگرام تبدیل کر دیا۔ ۸؍ربیع الاول ۹۴ھ کو لکھتے ہیں۔

(۳) چیت بڑا گاؤں آپ نہ پہونچے اس لیے پروگرام بدل دیا۔ اب ۱۰؍اپریل کو بنارس تعمیری چندہ کے لیے وفد جانا طے پایا ہے ۔ یہ وفد آپ کی قیادت میں زیادہ کامیاب ہوگا۔ تعمیری بجٹ ختم ہے ۔ سخت ضرورت ہے۔ اگر آپ دو روز کا وقت دے دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بنارس میں بڑی کامیابی ہو۔ ۱۰؍اپریل کو آپ دہرہ سے تشریف لائیں۔ ہم لوگ شاہ گنج سے ساتھ ہو جائیں گے ۔ اور اگر صبح بس سے گئے تو بنارس اسٹیشن پر آپ کا استقبال کریں گے۔ امید کہ منظوری سے جلد مطلع فرمائیں''۔

(۴) ''۷؍ستمبر بروز پنجشنبہ آپ مغرب تک بیلتھرا پہونچ رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیلتھرا میں آپ کو آدمی ضرور ملے گا۔ میں کوشش کروں گا کہ کار کا انتظام رہے تا کہ جلد رتسڑ پہونچیں۔

میں اس وقت بہت زیادہ مصروف ہوں، ایک انار صد بیمار والا حال ہے ۔ حاجی حفیظ اللہ صاحب کا اصرار ہے کہ ۱۰؍شعبان کو چیت بڑا گاؤں، عقد نکاح میں ہی پڑھاؤں۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ یہ تاریخ بلرامپور جامعہ انوار القرآن کے جلسہ کی ہے ۔ اگر بیکل صاحب نے اجازت دی تو میں آسکتا ہوں لہذا ان کی خواہش کے مطابق درخواست ہے۔

۱۲؍شعبان بسڈیلہ تدریس الاسلام کے جلسہ کی دعوت منظور کرلی ہے ۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ تاریخ گونڈہ کے لیے رکھتا۔ سہولت بھی ہوتی ۔ ۱۳؍کو ٹاٹا روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اگر علامہ ارشد نے اجازت دے دی تو بریلی شریف ۱۰؍ کو وفد کی روانگی ہے ۔ جس کے قائد آپ ہوں گے''۔

(۵) حضور حافظ ملت، حضرت بیکل کو الجامعۃ الاشرفیہ کے تعمیری چندے کی کیفیت سے انہیں افریقہ خط لکھ کر آگاہ کرتے ہیں۔

''اس وقت مبارکپور میں تعمیری چندہ ہو رہا ہے ۔ غریب مسلمان بڑی دلچسپی سے حصہ لے رہیں، اپنی بساط سے زیادہ چندہ دے رہے ہیں۔ چندہ کا منظر قابل دید ہوتا ہے، ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے، خوش الحان نعت خواں اپنی نعت خوانی اور جوشیلی نظموں سے جذبات میں تلاطم پیدا کر دیتے ہیں''۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۶)

(۶) اپنے مقصد عظیم یعنی الجامعۃ الاشرفیہ کی بابت پریشانی کا اظہار کرتے ہیں، ساتھ میں جلسہ کی سفارش بھی فرماتے ہیں:

''مراد آباد سے مولانا نذیر الاکرم صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ سے سفارش کروں کہ آپ ان کی دعوت

منظور فرمالیں لہذا میں سفارش کرتا ہوں کہ آپ ان کی دعوت منظور فرمالیں۔

جناب مولانا سید حامد اشرف صاحب کی دعوت پر ۱۷، ۱۸؍جنوری کے اجلاس میں ممبئ حاضری کا قصد کرلیا ہے۔ اس کے بعد آنکھ کے معائنے کے لیے بلرامپور کا قصد ہے۔

یہاں اس وقت عظیم مقصد کے پیش نظر پریشانی اور تشویش ہے۔ دعا فرمائیں مولائے کریم اپنے حبیب کے صدقے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین''

(۷) حافظ ملت کے تمام جاں نثار اپنے اپنے حلقۂ اثر میں الجامعۃ الاشرفیہ (عربک یونیورسٹی) پروگرام کے تعارف میں مشغول تھے۔ عامۃ المسلمین کے ساتھ ساتھ برادران وطن میں بھی خوب خوب چرچے تھے، حکومت کے ایوانوں پارلیمنٹ واسمبلی کے کرسی نشینوں اور امرا و وزرا تک الجامعۃ الاشرفیہ کا تعارف کرانے والوں میں حضرت بیکل صاحب کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ ایسے ہی ایک مکتوب کے جواب میں حافظ ملت رقم طراز ہیں:

''وزارت میں چرچا معلوم ہو کر بیحد ہوشی ہوئی۔ مولائے پاک آپ کو زیادہ سے زیادہ کامیاب فرمائے اور آپ کی عربی یونیورسٹی کے لیے ذرائع مہیا فرمائے۔ (آمین)

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۸؍جمادی الاخرہ ۹۳ھ)

الجامعۃ الاشرفیہ کو آپ کی عربی یونیورسٹی یعنی بیکل کی عربی یونیورسٹی کہہ کر ان کی کیسی عزت افزائی کی ہے اور انہیں اشرفیہ کا معتمد اور اہم ذمہ دار قرار دیا ہے۔

(۸) ''دارالعلوم اشرفیہ کی جدید عظیم الشان عمارت کے سنگ بنیاد کے سلسلہ میں آل انڈیا تعلیمی کانفرنس کی تاریخ ۶؍۷؍مئی مقرر ہوگئی۔ چندہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہفتہ عشرہ میں کامیابی کے ساتھ ختم ہوگا۔ کانفرنس کی کامیابی آپ کی توجہ چاہتی ہے۔ آپ کی دین پروری اور مذہبی دلچسپی سے قوی امید ہے کہ آپ ضرور توجہ فرمائیں گے۔ کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں آپ کا تشریف لانا نہایت ضروری ہے۔ آپ کا کیا پروگرام ہے اگر وقت ہو تو ۱۲؍۱۳؍محرم کو آپ تشریف لائیں یا اس کے بعد ۱۷؍۱۸؍جو تاریخ مل سکے مطلع فرمائیں۔ اس کی اطلاع علامہ ارشد القادری صاحب کو کردیں۔ میں نے بھی ان کو خط لکھا ہے''۔ (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۶ محرم ۹۲ھ)

(۹) ''جمشید پور وفد کامیاب رہا۔ دو روز میں ۶۶۸۱۴ روپے کا چندہ ہوا، ایک لاکھ پورا کرنے کی امید دلائی ہے۔ بھیمڑی میں بھی امید افزا کام ہو رہا ہے یہی اندازہ کیا جاتا ہے۔ ممبئ کی کامیابی تشریف آوری پر موقوف ہے اس لیے آپ حسب وعدہ یکم رمضان کو ضرور پہنچیں'' (۲۵؍شعبان ۹۲ھ از بھیمڑی باغ اشرفی)

(۱۰) ''الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر بڑی خوبی اور تیزی سے جاری ہے۔ پہلی منزل قریب الختم ہے۔ بعدہ دوسری منزل شروع ہوگی مصارف بہت زیادہ ہوئے۔ ۲۷؍ہزار روپیہ مصارف جاریہ کی مد کا صرف ہوگیا۔ وجہ یہ ہے کہ کمرہ ۶؍ہزار پر نامزد کیا ہے۔ اور خرچ کم از کم دس ہزار ہے۔ پختہ عمارت ہے ہر کمرہ ہال ہے۔ عمارت بڑی شاندار ہے۔ دیکھنے سے قلعہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسری منزل فلک بوس ہوگی۔

''دارالاقامہ کے لیے ۵، ٦ ر لاکھ کا تخمینہ ہے۔ مسجد کا نقشہ بھی بہت شاندار ہے دو ڈھائی لاکھ کا تخمینہ ہے۔

''سرمایہ کی فراہمی ضروری ہے جناب سید احمد صاحب سے آپ کی مراسلت ہے یا نہیں؟ ممبئی کے لیے کون سا وقت مناسب ہے۔ اپنے ضلع گونڈہ کے لیے آپ کب وقت دیتے ہیں؟ آپ کا تعاون ضروری ہے'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲ر ذوالحجہ ۹۲ھ)

''آپ نے رتسڑ ضلع بلیا کے جلسہ کی تاریخ ۲۹ر رجب جمعہ منظور کرلی ہے۔ مفتی عبدالمنان صاحب کلکتہ سے آج تشریف لائے تو ۲۸ر رجب پنجشنبہ ترمیم ہوئی۔ میری اور مفتی صاحب کی منظوری ہے۔ لیکن ۲۸ر کو آپ کی تشریف آوری نہایت لازمی ہے۔ کیوں کہ بانی جلسہ کی دلی خواہش ہے آپ کے لیے وہ (غیر واضح) شخص ہیں۔ ان سے اشرفیہ کے فائدہ کی بڑی امید ہے۔ اگر آپ اس تاریخ کو منظور کرلیں اور ۲۸ر رجب کو رتسڑ تشریف لائیں تو وفد کا کام ہوسکتا ہے''۔

(۱۲) ''آج جناب حاجی مرشد عبدالغفور صاحب کا خط ملا، فرمایا ہے کہ میری اور سیٹھ شمس الحق صاحب کی رائے ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا وفد محرم سے ایک ہفتہ پہلے ممبئی آئے۔ اور بیکل صاحب ضرور تشریف لائیں۔ میں ۲۰ر ذوالحجہ جمعہ کو پچپڑوا پہونچ رہا ہوں، دو روز کام کرکے قاری محمد یحییٰ کے ہمراہ ممبئی روانہ ہوجاؤں گا، آپ بھی ممبئی ضرور تشریف لے چلیں۔
(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۱۴ر ذی الحجہ ۹۲ھ)

(۱۳) '''پچپڑوا سے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نے الجامعۃ الاشرفیہ کے چندہ کے لیے بلایا ہے۔ ۲۰ر ذوالحجہ ۲٦ر جنوری بروز جمعہ ہم لوگ صبح کی ٹرین سے پچپڑوا پہونچ رہے ہیں۔ آپ بھی جمعہ کو صبح کی ٹرین سے پچپڑوا تشریف لے آئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ وفد کامیاب ہوجائے گا''

''بلرامپور کے لیے جس وقت آپ اور جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب مناسب تصور کریں وقت رکھیں.....
(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۱۴ر ذوالحجہ ۹۲ھ)

(۱۴) ''الجامعۃ الاشرفیہ کی دوسری منزل کی تعمیر شروع ہوگئی۔ تیزی اور عمدگی سے کام ہو رہا ہے۔ سرمایہ کی سخت ضرورت ہے۔ بڑے بڑے پرمٹ منظور ہوگئے ہیں جن کے لیے بڑی رقم چاہئے۔ دس ہزار بورا سیمنٹ کا پرمٹ منظور ہوا۔ جو قسط وار ماہانہ یا حسب ضرورت ایک ہزار بورا ملتا رہے گا۔ ایک ہزار بورا وصول کرلیا ہے۔ ۹۰ر ٹن لوہے کا پرمٹ منظور ہوکر آگیا جس کے لیے ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ چاہئے۔ ابھی یہ وصول نہیں کیا تھا کہ دوسرا پرمٹ ۹۰ر ٹن کا آگیا۔ ہم نے ۹۰ر ٹن پہلے پرمٹ کے لیے تین ماہ کے وعدہ پر مبارکپوری سنیوں سے دست گرداں پچھتر ہزار روپیہ وصول کرکے مال لینے کے لیے کانپور بھیجا۔ کارخانے کے منیجر نے کہا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ تین ماہ میں لے سکتے ہیں بہر حال سرمایہ کی فراہمی کا مسئلہ بنیادی اور بڑا اہم ہے۔ بنارس کا پروگرام بنایا تھا۔ ۲۰ر جمادی الثانی کو بنارس جانے والا تھا۔ مگر میں بیمار ہوگیا۔ آج ۱۲ر روز سے بخار تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ بخار تو اتر گیا لیکن نقاہت زیادہ ہے۔ دو چار روز میں بنارس وفد جائے گا۔ فیض آباد گونڈہ بستی کا بھی خیال ہے۔ بہرحال اپنی کوشش پوری کی جائے گی۔ خدا کرے کامیابی ہو آمین''۔

(۱۵) ''اس وقت لوہے کا پرمٹ ۱۸۰ ٹن منظور ہو کر آیا ہے۔ جس کی مدت صرف پندرہ روز ہے۔ اس لیے سرمایہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا آپ اپنے کمرہ کا روپیہ بھی روانہ کریں۔ دوسرے حضرات کو بھی توجہ دلائیں۔ پرمٹ کی رقم دو لاکھ ستر ہزار ۲۷۰۰۰۰ ہے۔ خاص توجہ کی ضرورت ہے''

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۸ر جمادی الاخریٰ ۹۳ھ)

(۱۷) بفضلہ تعالیٰ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر بڑی خوبی اور تیزی سے جاری ہے۔ پہلی منزل کے کمروں میں پانچ کمروں کا سلیپ لگ گیا ہے، باقی کا سلیپ باقی ہے، سرمایہ ختم ہونے کی وجہ سے کام رک گیا ہے۔''

(۱۲ر شوال ۹۴ھ)

الجامعۃ الاشرفیہ کے جلسۂ دستار فضیلت کی تاریخوں نیز اس میں دبئی سے مولانا محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا شیخ عبد الجبار صاحب وزیر اوقاف دبئی خاص طور سے شرکت کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت بیکل کو اس میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں۔ دراصل یہ بھی اشرفیہ ہی کے تعارف اور اس کی کارگزاریوں کے اظہار کے لیے ہے۔ دیکھئے کس محبت سے لکھ رہے ہیں:

(۱۸) امید کہ آپ جلد تشریف لائیں۔ سبھی لوگ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ حسب معمول سالانہ جلسۂ دستار فضیلت کی تاریخ ۹،۱۰ر شعبان دوشنبہ سہ شنبہ مقرر ہوئی ہے۔ قریب ہی وقت ہے اگر اس وقت موقع نہ ہو تو جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں۔ دبئی سے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا شیخ عبد الجبار صاحب وزیر اوقاف دبئی جلسہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لیے بھی آپ کی شرکت ضروری ہے'' (بیکل اتساہی ۱۸ر رجب ۹۵ھ)

(۱۹) اشرفیہ کی بنیادوں میں جلوہ گاہ امام اعظم اور سرکار بغدا د رضی اللہ عنہما کے آستانہ کی مٹی رکھی گئی۔

بیکل صاحب دیگر ممالک کے ساتھ عراق کے دورے پر بھی گئے تھے۔ وہاں سے وطن آکر اطلاع دی کہ وہ الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیادوں میں رکھنے کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آستانوں کی مٹی لا رہے ہیں، اس پر حضور حافظ ملت نے اظہار مسرت فرماتے ہوئے بہت بہت دعاؤں سے نوازا، اور ان کی ادا کو سراہا۔

مکرم و محترم جناب بیکل صاحب زید مجدکم وعم فیضانکم

السلام علیکم ورحمۃ مزاج شریف! مکتوب گرامی آج ۱۵ر جمادی الثانی یوم جمعہ موصول ہوا۔ آپ کے کامیاب سفر سے بہت مسرت ہے۔ یہ مولائے کریم کا فضل ہے، سرکار کا کرم ہے کہ ہر منزل پر ہر ہر مقام پر آپ کامیاب رہے اور انتہائی کامیابی کے ساتھ کامیاب واپس ہوئے ''فلله الحمد والمنة'' آپ کی یہ ادا نہایت قابل قدر ولائق تحسین ہے کہ آپ تمام بزرگان دین اولیائے کاملین حتی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات مقدسہ کی خاک (اکسیر اعظم) لا رہے ہیں جس کو اشرفیہ کے سنگ بنیاد میں امانت رکھنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ مولائے کریم آپ کو جزائے خیر

دے، دونوں جہان کی نعمتوں برکتوں سے بھر پور حصہ دے، مالا مال فرمائے۔آمین!

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

## (۲۰) مبارک بادی کے خطوط:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اہل تعلق کی خوشیوں اور کامیابیوں پر اظہار مسرت کرتے ہوئے مبارکباد پیش فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

بنگل صاحب کے گھر فرزند کی ولادت پر مبارکبادی کا خط ان الفاظ مبارکہ پر مشتمل ہے۔

(ا) ''آج تہنیت نامہ حاضر ہے۔فرزند سعید کی ولادت مبارکباد، مولائے کریم کا بے شمار شکر و احسان اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے کہ آپ کو فرزند عطا فرمایا۔خداوند قدوس اس نور چشم کو عمر خضر وطالع اسکندری عطا فرمائے۔علم وعمل کی لازوال دولت سے سرفراز فرمائے۔آپ کے گھر کا چراغ بنائے، اپنی حفاظت وحمایت کے ظل کرم میں پروان چڑھائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔'' (انوار حافظ ملت ص ۹۶)

## (ب) سفر مبارک:

جناب بنگل صاحب نے ساؤتھ افریقہ پہونچ کر اطلاعی تار حضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔حضرت نے اس کا جواب بذریعہ خط دیا اور ان سے دینی وملی خدمات کی امید ظاہر کی۔

''بخیریت افریقہ پہونچنے سے خوشی ہوئی، مولائے نعیم وغافر آپ کے اس سفر کو مبارک کرے، قوم وملت مذہب اہل سنت کے لیے مفید ثابت ہو۔آپ کے جذبات صادقہ، اور دین پروری مخلصانہ قومی ملی جماعتی ہمدردی سے قوی امید ہے کہ آپ کا یہ سفر ملک وملت اور مذہب اہل سنت کے لیے ضرور مفید ثابت ہوگا۔(انوار حافظ ملت ص ۹۶)

## (۲۱) اپنوں کی پریشانی سے پریشان ہوتے:

حافظ ملت اپنے احباب اور اہل تعلق کی خوشیوں کے ساتھی ہی نہیں تھے بلکہ ان کی ہر تکلیف اور پریشانی میں غم گسار بھی تھے، جناب بنگل صاحب ایک بار ایک کار میں سفر کر رہے تھے۔کنارے پر بیٹھے تھے، چلتی کار کا دروازہ کھل گیا۔مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان کہ بنگل صاحب کو کوئی زیادہ جسمانی گزند نہیں پہونچا۔حافظ ملت کو اطلاع ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کی صحت سے بے اندازہ مسرت ہے، آپ کو اور آپ کے تمام احباب کل متعلقین کو مبارکباد۔مولائے کریم کا ہزار بلکہ بے شمار شکر واحسان کہ اس نے آپ کی حفاظت فرمائی۔اور صحت بخشی۔خداوند قدوس ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔دین متین کی ممتاز ونمایاں بیش از بیش خدمات انجام دلائے۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ

اجمعین۔آج مبارکبادی کا تار بھی حاضر کیا ہے۔ ملا ہوگا۔ اشرفیہ کے پورے اسٹاف واراکین ومسلمانانِ مبارکپور کی طرف سے مبارکباد۔

سواری کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے، یہ دعا نہایت مجرب ہے۔ گویا خطرات سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اور بلاشبہہ کلام حق کا ضرور ضرور یہی اثر ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہر سواری پر سوار ہوتے وقت اس کو ضرور پڑھے۔ صرف ایک ہی بار پڑھنا کافی ہے سواری خواہ رکشہ ہو، یکہ ہو، کار ہو، موٹر ہو، ریل ہو، ہوائی جہاز ہو بحری جہاز ہو پالکی ہو، جس قسم کی سواری ہو جب سوار ہو ایک بار ضرور پڑھے۔ دعا یہ ہے "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اٰمنت باللّٰہ وتوکلت علی اللّٰہ سبحان الذی سخرلنا ھذا وماکُنّا لہ مقرنین وانا الیٰ رَبنا لمُنقلبون" (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۹/ربیع الاول ۱۳۸۵ھ)

(ب) جناب بیکل صاحب مداح رسول ہونے کی برکت سے اپنے زمانے کے تمام اسٹیج شعرا میں ممتاز اور فائق رہے۔ اس لحاظ سے ان کے حاسدین اور دشمنوں کی بھی کمی نہیں۔ انہی میں سے کسی نے ایک بار ممبئی میں انہیں کھانے پینے کی چیز میں زہر دے دیا۔ جس سے تکلیف پہونچی اور آواز متاثر ہوگئی۔ نسبت رسول اور مرشد کامل کی توجہ کامل سے زہر اپنا پورا کام تو نہ کر سکا البتہ گلے پر اثر انداز ہوا۔ مرشد کامل کو خبر ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

(۲۲) "محترم جناب بیکل صاحب!

سلمکم اللّٰہ تعالیٰ من شر الحاسدین زید مجدکم

ادعیہ وافرہ متکاثرہ متزائدہ وسلام مسنون! خط ملا۔ ممبئی کے حادثہ سے بیحد صدمہ ہوا، مولائے کریم کا شکر واحسان کہ اس نے آواز واپس دی۔ دعا ہے کہ آواز کی تزئین وتحسین بھی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں واپس کردے۔ بلکہ مزید رفعت وبلندی اور مزید برکت وعظمت کے ساتھ۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وما ذالک علیہ بعزیز"

اسی کے بعد ۲۶/ذوالحجہ ۸۱ھ کے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں!

بفضلہٖ تعالیٰ بخیر رہ کر آپ کی صحت وسلامتی امن وعافیت اعزاز واکرام کے لیے دعا کرتا ہوں، مولائے کریم مقاصد دارین میں کامیاب وفائز المرام فرمائے۔ آمین آمین۔ آپ مطمئن رہیں انشاء المولیٰ القدیر، کرم سرکار شامل حال رہے گا۔ تائید غیبی، حمایت ربانی پشت پناہی فرمائے گی۔ آمین ثم آمین

## دینی درد:

حضور حافظ ملت ہر امر میں غلبۂ دین کو مدنظر رکھتے تھے اور جہاں کہیں بھی دین وسنیت کے مسئلہ میں کوئی بگاڑ یا سنیوں میں نا اتفاقی دیکھتے تو بے چین ہوجاتے۔ سنیت کی خدمت اور اصلاح فساد کے لیے جو سعی کرتا اسے سراہتے، اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور دعا بھی فرماتے۔

(۲۳) دارالعلوم انوار القرآن بلرامپور اور وہاں کے سنیوں کے تعلق سے مندرجہ ذیل خطوط ملاحظہ کریں:

بلرامپور کے سنیوں کے جذبات تو بڑے قیمتی اور قابل قدر ہیں ۔ مولائے کریم ان سب کی حفاظت فرمائے، مدد فرمائے ۔ مگر ہنگامہ آرائی کا انجام یہی ہوتا ہے کہ سفینہ طوفان میں ہے ۔ غربا کے لیے یہ منزل بہت ہی دشوار گزار ہے، مولائے کریم آپ کی عمر میں برکت، عظمت ووقار میں قوت دے۔ اب آپ ہی کی ضرورت ہے ۔ آپ کی مخلصانہ سعی انشاء المولیٰ القدیر ساحل مراد اور منزل مقصود تک پہونچائے گی۔ آپ کامیاب رہیں گے۔ اور ضرور کامیاب ہوں گے ۔ حالات ماضیہ اور ساری گزشتہ کامیابیاں۔ اسی اخیر کامیابی پر موقوف ہیں۔ آپ کی کوشش سے یہ مرحلہ طے ہوگیا تو انشاء المولیٰ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے کامیابی اور اہل سنت کی سرخروئی ہے۔ (آمین آمین آمین) (بیکل اتساہی ۲۴ر جمادی الثانی ۸۷ھ)

(ب) ''بلرامپور کے سنیوں کی کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر ہے ۔ خداوند کریم غیبی امداد فرمائے ۔ کامیاب فرمائے، سنیوں میں یہ مرض وبائی شکل اختیار کرگیا ہے کہ وہ آپس میں مخالفت کرتے ہیں۔ بالخصوص اس باہمی کشاکش سے دینی اداروں کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ خداوند کریم ہدایت دے۔ آمین

آپ حضرات بالکل مطمئن رہیں۔ انوارالقرآن... مخالفت نقصان نہ پہونچا سکے گی...

(۶ر جمادی الثانی ۸۸ھ)

(۲۴) وہابی اپنی سیاست کے ماتحت نہیں آئے، یہ خطرہ محسوس کیا کہ مناظرہ کی صورت در پیش آئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جال میں پھنسی ہوئی چڑیاں سب اڑ جائیں گی ۔

بہر حال اچھا ہی ہوا۔ خداوند کریم مسلمانوں کو عقل دے کہ وہ حق و باطل کو پہچانیں اور بہت جلد بدمذہبیت سے تائب ہوں۔'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۹ر جمادی الثانی ۸۷ھ)

## (۲۵) تلقین:

جناب بیکل اتساہی کی والدہ ماجدہ سخت علیل تھیں۔ اور انہی دنوں بیکل صاحب کو پروگرام کے سلسلہ میں حضرت کے پاس ممبئی پہونچنا تھا، حافظ ملت کو خبر ہوئی تو انہیں تلقین لکھی۔

''بلاشبہہ ایسی حالت میں سفر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ وقت ان کی خدمت گزاری کا ہے، آپ جیسے فرزند سعید کا ایک لمحہ جدا رہنا بھی کسی طرح مناسب نہیں۔ ہم لوگ مخدومہ کے لیے دعا گو ہیں، خداوند جل وعلا اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں ان کو شفا عطا فرمائے''۔ (آمین) (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی یکم محرم ۹۳ھ)

مگر افسوس اس کے چند روز بعد موصوفہ خدا کو پیاری ہوگئیں، حضرت کو پتہ چلا تو لکھتے ہیں:

## (۱) تعزیت:

''آج اخبار بینوں سے یہ خبر ملی کہ آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ سے سخت صدمہ ہے (استرجعہ) خداوند کریم مرحومہ کو مغفور فرمائے ۔ اپنے جوار رحمت خاص میں جگہ دے ۔ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بیکل صاحب آپ صبر کریں۔ متعلقین کو صبر کی تلقین کریں، حکم ربی اور مشیت ایزدی میں بجز صبر چارہ نہیں۔ بلاشبہہ آپ کے سر سے یہ سایۂ کرم (ایک نعمت عظمیٰ) اٹھ گیا لیکن دنیا میں آدمی ایک متعین عمر لے کر آتا ہے جس کے پورا کرنے پر جانا ضرور ہے۔ یہ وہ منزل ہے کہ میاں ایسی مجبوری ہے جس کا کوئی بدل نہیں، علاج نہیں بجز صبر چارہ نہیں، میری طرف سے مخدومہ مرحومہ کو...... (غیر واضح) قرآن مجید کا ہدیہ ایصال ثواب ہے مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (بنام بیکل اتساہی ۶ر محرم ۱۳۹۳ھ از مصطفیٰ بازار ممبئ)

(ب) اس کے دو سال بعد حضرت بیکل اتساہی کے سر سے ان کے والد ماجد کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو فوراً لکھا۔ ''آج تار ملا، حضرت والد صاحب کے انتقال سے صدمہ ہوا (استرجعہ) ''له ما اعطى وله ما اخذ وكل شيئ عنده باجل مسمى فلتبصر ولتحتسب'' دنیا میں ہر شخص معین وقت لے کر آتا ہے، پورا ہونے پر جانا ضروری ہے۔ مرحوم کا وقت پورا ہو گیا۔ مشیت ایزدی میں مجال دم زدن نہیں، آپ صبر کیجئے۔ متعلقین کو تلقین صبر۔ میں دعا کرتا ہوں۔

مولائے کریم حضرت مرحوم کو مغفور فرمائے۔ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ سب متعلقین کو تعزیت وسلام مسنون۔'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۷ر شعبان ۹۵ھ)

## (۲۶) دعا نامہ:

بیکل صاحب کے مکان کی تعمیر اور ان کے بچوں کی صحت پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے اشرفیہ کی بابت بھی امید افزا اطلاع دیتے ہیں نیز بلرام پور کے مدرسہ و مسجد کی بحالی کے لیے دعا کرتے ہوئے ایک جلسہ اور ایک عازم حج کی منظوری کے لیے سفارش بھی کرتے ہیں۔ اس سے بیکل سے محبت، بیکل پر اعتماد اور بیکل کے اثر ورسوخ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

مکتوب ملاحظہ ہو:

از اشرفیہ، مبارکپور

۷۸۶

مکرم ومحترم جناب بیکل صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ۔ مزاج شریف!

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ تعمیر مکان اور بچوں کی صحت سے خوشی ہوئی۔ انشاء المولیٰ القدیر تعمیری تکمیل جلد ہوگی اور اس کے مصارف کے سلسلہ میں بھی جلد تکمیل ہوگی اور وہ منصوبہ زمین بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد عمل میں آئے گا۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

انجمن ترقی اہل سنت مدنپورہ بنارس کے اجلاس منعقدہ ۲۴، ۲۵ر شعبان کا دعوت نامہ آیا ہے، میں نے دعوت منظور

کرلی ہے ۔آپ کے لیے سفارش کرائی ہے، آپ کو دعوت بھی دی ہے خط ملا ہوگا۔ اگر پروگرام میں گنجائش ہو تو منظور کرلیں۔

ملا جی کی ساری حرکتوں کا انجام انہیں کے لیے مضر ہے، انشاء اللہ تعالیٰ مدرسہ یا مسجد کا نقصان نہیں ہوگا۔

ایک بہت ضروری کام ہے اگر ممکن ہو تو آپ ضرور کریں وہ یہ ہے کہ آپ کے برادر سلسلہ سیٹھ محمد حسین صاحب مبارکپوری میرے پڑوسی نے اپنی اور اپنی اہلیہ کی مغل لین درخواست بھیجی تھی جو نا منظور واپس آئی۔ اب وہ سخت پریشان ہیں، نہایت مغموم ہیں وہ اسی سال حاضری چاہتے ہیں۔ بعد رمضان کسی بھی جہاز سے ان کو دو سیٹیں مل جائیں تو ان پر بڑا احسان ہو۔ وہ آپ کی ملاقات کے لیے بلرام پور آنے والے تھے لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آپ مکان پر ہیں، بہر حال اگر ممکن ہو سکے تو کوشش کر کے ان کو سیٹ دلائی جائے۔

عبدالعزیز عفی عنہ

## سفارش نامہ:

(۲۷) حضرت حافظ ملت کو بکل کے اثر ورسوخ کا علم تھا اور انہیں ان پر ناز بھی تھا اور اعتماد بھی کہ ان کی سفارش سے بکل حاجت مندوں کا کام ضرور کرادیں گے۔ بلاشبہہ یہ بکل کی خوش نصیبی ہے کہ حضرت ان سے اس طرح کے کام لے کر ان کی اہمیت اور مقبولیت میں اضافہ کراتے تھے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔

(ا) ''آپ کے مدرسہ میں شاید کوئی جگہ ماسٹری کی خالی ہے۔ ایک امیدوار طفیل احمد صاحب کی درخواست اترولہ سے آئی ہے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں آپ سے سفارش کردوں، یہ لفافہ انہیں کا ہے۔ اگر آپ ان کو مناسب سمجھیں تو درخواست منظور فرمالیں۔ (۲۹؍ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ)

۷۸۶

(ب) از اشرفیہ، مبارکپور

مکرم و محترم جناب بکل صاحب زید مجدکم

دعوت وافرہ متکاثرہ سلام مسنون!

مولوی عبدالحفیظ کی طرف آپ کی مخلصانہ توجہ قابل قدر ہے۔ مولائے کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

ٹریننگ کے تین ماہ باقی ہیں اس کے بعد جو آپ مناسب سمجھیں اور جہاں مناسب سمجھیں۔ بہر حال آپ جو صورت مناسب ہو عمل میں لائیں۔

اس وقت ایک بہت ہی اہم ضرورت پیش آئی ہے جس میں فوری طور پر آپ کی توجہ درکار ہے۔ مولوی قمر الہدیٰ صاحب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے پوتے نورنگ ڈیہہ مدرسہ میں کام کر رہے تھے بہت مقبول تھے۔ وہاں کے پیر صاحب سے ان کی مخالفت ہوگئی اس وجہ سے انہوں نے استعفیٰ دیا تھا۔ اس لیے کہ پیر صاحب پر بات آئی تھی

لہذا مریدوں نے ایسی صورت پیدا کی ہے جس سے مولوی قمر الہدیٰ انتہائی پریشان ہیں۔ ان کا خط ہم رشتہ ہے، آپ ان کی مدد کیجیے۔

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ استعفیٰ دیتے وقت وہ اس قدر مقبول کہ استعفیٰ واپس لینے اور ان کو روکنے پر سب لوگ زور دے رہے تھے اور اس کے بعد جب وہ مدرسہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو وہ ایسے مجرم ہو گئے کہ سارا گاؤں ظلم پر آمادہ ہے۔ اس مختصر تحریر کو زیادہ سے زیادہ سمجھیں گے اور ضرور ان کی مدد کریں گے۔ احباب کو سلام ودعا۔ بچوں کو دعا و پیار۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

۱۴؍جمادی الاولی ۱۳۹۰ھ

(ج) ''آج یہ دعا نامہ کچھوچھہ مقدسہ سے لکھ رہا ہوں، حضرت محدث صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں حاضر ہوا۔ جناب فاروق صاحب سکریٹری مدرسہ فاروقیہ بنارس بھی تشریف لائے، بنارس میں مدرسہ فاروقیہ وحمیدیہ رضویہ دونوں ایک ہو کر ایک ہی سالانہ جلسہ کر رہے ہیں۔ جس کی تاریخ ۱۸/۱۹؍اکتوبر بروز شنبہ یکشنبہ ہے۔ اراکین جلسہ کی دلی تمنا ہے کہ آپ شریک اجلاس ہوں۔ پہلے اجلاس میں انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی شرکت کروں گا، اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ بھی تشریف لائیں۔'' (انوار حافظ ملت ص:۹۹)

## (۲۸) پروگرام تلقین:

حضور حافظ ملت وقت اور وعدہ کے بڑے پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔ مذہبی پروگراموں میں اس پابندی کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور دوسرے شرکا کو بھی اس کی تلقین کرتے اور ضروری ہدایات بھی دیتے نیز ضرورت والے علاقوں کے پروگراموں کو مقدم رکھتے تھے۔

مکاتیب کے حسب ذیل اقتباسات میں ان حقائق کو ملاحظہ کریں:

''آپ نے بنارس کے لیے ۲۷؍اپریل تاریخ دی ہے۔ میں نے اسی تاریخ کی اطلاع بنارس کر دی ہے، بنارس اس تاریخ پر آپ کی تشریف آوری انتہائی ضروری ہے۔ کئی بار بنارس کا پروگرام مرتب ہوا اور ملتوی ہوتا رہا۔ اس سے بد دلی ہوتی ہے لہذا اس مرتبہ ۲۷ کو حتمی جزمی طور پر بنارس پہونچنا ہے۔ جمدا شاہی میں بھی حاضر ہو رہا ہوں۔ جمدا شاہی سے چل کر دہرہ پکڑنا ہے۔ تاکہ ۴؍بجے بنارس پہونچیں۔ حاجی محمد حسین وغیرہ مبارکپور سے صبح بس سے روانہ ہو جائیں گے۔ بنارس جا کر جلسہ کا اعلان کرا دیں گے۔ ۲۷ کو آپ بنارس تشریف لائیں اس میں فرق نہ ہونے پائے۔

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۰؍اپریل ۷۴ء)

(ب) ''میں نے ہزاری باغ اپنی معذرت لکھ دی تھی مگر علامہ ارشد کا خط ملا جس میں میری حاضری پر اصرار کیا ہے۔ میں نے ۲۱؍فروری کے اجلاس میں شرکت کا ارادہ کر لیا ہے، یہ ۷؍شوال ہے۔ ۹؍شوال کو گورکھپور حضرت مولانا مفتی

عبدالمنان صاحب کے صاحبزادہ کی شادی ہے۔ان کا بیحد اصرار ہے اس لئے شریک ہوں گا۔۱۱/۱۲ر شوال اور ۱۴و۱۵ر بھی آپ کا (بلرام پور انوارالقرآن) کا جلسہ ہوسکتا تھا۔لیکن ۱۱/۱۲ر شادی قریب ہونے کی وجہ سے اور ۱۴/۱۵ر روانگی حج کی وجہ سے شاید مفتی عبدالمنان صاحب منظور نہ کریں۔(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ...رمضان ۸۳ھ)

(ج) ''مغربی پروگرام ملتوی ہوا، مشرقی پروگرام نہایت مناسب ہے۔چندوسی، جسپور، رام نگر، کے پروگرام منظور ہیں، انشاء اللہ المولیٰ القدیر ان سب میں شرکت کروں گا۔اگر چہ اشرفیہ کی حاضری میں خلاف معمول تاخیر ہوگی مگر رام نگر تک ضرور آپ کے ساتھ رہوں گا۔

سہنسپور کا جلسہ کچھ قطعی نہیں معلوم ہوتا، اس لئے کہ ابھی سہنسپور سے کوئی دعوت نامہ نہیں آیا ہے، راجپور میں چیرمین صاحب نے سہنسپور والوں کی طرف سے دعوت دی تھی۔''

(د) ''حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب وحضرت مولانا شاہ شمس الہدیٰ صاحب کا خط آیا ہے۔تحریر فرمایا ہے کہ گڑھوا سے جلسہ گاہ کا فاصلہ ۲۰ رمیل ہے۔گڑھوا شام کی ٹرین پانچ کے بعد پہونچتی ہے۔خدانخواستہ اور لیٹ ہو جائے یا کار میں کوئی خرابی ہو جائے تو شب میں جلسہ کے وقت تک پہونچنا دشوار ہوگا۔اس لئے بجائے شام کو گڑھوا پہونچنے کے جمعہ کی صبح کو ۴ر بجے گڑھوا پہونچیں۔جس کے لئے پنج شنبہ کو دہرا اکسپریس سے ڈیری اون سون پہونچیں۔اور شب کو ایک بجے گڑھوا روانہ ہوجائیں، ۴ر بجے صبح جمعہ کو گڑھوا پہونچیں۔وہاں سے بذریعہ کار جلسہ گاہ مقام ٹاٹی ڈیری پہونچیں لہذا میرا ارادہ ہے پنج شنبہ کو دہرہ، شاہ گنج سے سوار ہوکر تحریر کے مطابق جمعہ کی صبح کو ۴ر بجے گڑھوا پہونچوں گا۔آپ کے پروگرام میں گنجائش ہوتو ضرور آپ بھی دہرہ سے تشریف لائیں۔''(۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ)

(ہ) ''الموڑہ آپ نے ۲۷/۲۸ر ستمبر مقرر کی ہے اگر الموڑہ سے اس تاریخ کی دعوت آئی تو میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پہونچوں گا۔اس کے بعد اگر چندوسی والے یکم دوم جلسہ کریں تو وہاں بھی حاضر ہوسکتا ہوں لیکن اس کی اطلاع مجھے جلد ملنا چاہئے۔''(یکم ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ)

## (۲۹) بیکل سے غایت محبت:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بیکل اتساہی سے اولاد کی طرح محبت فرماتے تھے، ان کی بیماری و پریشانی میں تعویذ ودعا کا خاص خیال رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں بیکل کے احباب کی بھی قدر فرماتے تھے۔مندرجہ ذیل مکاتیب کے اقتباسات اس سچائی پر شاہد ہیں، ملاحظہ کریں:

(۱) آپ کا خط ملا جس میں لکھنؤ کا ذکر کرتے ہوئے میری ناراضگی کا شبہہ ظاہر کیا ہے۔آپ قطعا مطمئن رہیں، آپ جیسے پیکر اخلاص سے نہ میں کبھی ناراض ہوا نہ ہوسکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے میزبان خان صاحب بڑے ہی نفیس، نہایت قابل قدر شخص ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا

فرمائے، ہمیشہ بصحت و سلامتی مع متعلقین کے شاد و آباد رکھے۔ان کی اہلیہ محترمہ کو صحت عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔"(۲ رربیع الاول ۱۳۸۶ھ)

بریلی شریف کی تشخیص اور حکیم صاحب کی تجویز ہوسکتا ہے دونوں صحیح ہوں۔اثرات و امراض سبھی تحت قدرت زیر مشیت ہیں۔تمام اثرات و امراض کا ازالہ سرکار کے ایک اشارۂ ابرو اور جنبش لب سے ہوسکتا ہے۔بارگاہ الٰہی اور سرکار مصطفوی میں درخواست ہے کہ اپنا خاص کرم فرمائیں۔"

"پینے والا تعویذ ۴۰ عدد روزانہ ہے صبح کو باوضو تازہ پانی میں حل کر کے قدرے آب زمزم شامل کر کے مع کاغذ کے پی لیا کریں۔شہد یا مناسب شربت بھی شامل کر سکتے ہیں۔اگر روزانہ تین گھونٹ کے انداز سے ۱۱ رروز تک آب زمزم مل سکے تو ۱۱ رروز خالص آب زمزم ہی میں استعمال کریں۔بعدہ پانی لیکن قدرے آب زمزم ضرور شامل کیا جائے، خواہ دو ہی قطرہ ہو۔"(۱۰ ررمضان المبارک ۱۳۸۷ھ)

اس خط میں اصل اعتماد اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر ظاہر فرمادیا ہے اور انہیں کے فضل و کرم پر بھروسہ کی تلقین فرمائی ہے۔

(ج)"واقعی بلاشبہہ مولوی عبدالحفیظ کی کامیابی پر آپ مٹھائی کے مستحق ہیں یہ آپ کی کمال محبت کی دلیل ہے اور آپ کے ساتھ بلاشبہہ حافظ محمد حنیف صاحب بھی مستحق ہیں آج بذریعہ منی آرڈر دونوں کی مٹھائی انتہائی مسرت کے ساتھ روانہ ہے۔"(۱۱ رمحرم الحرام ۱۳۸۱ھ)

## (۳۰) درس تصوف

"ممکنات میں تاریکیاں اور انوار، پستی و بلندی اثبات و نفی، اسی قادر مطلق کی کارفرمائی اسی کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے وہی تاریکی کو نور اور پستی سے بلندی اور نفی سے اثبات کو تبدیل فرماتا ہے۔اسی سے اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر دعا ہے۔مولائے قدیر اپنا خاص فضل فرمائے۔اپنی طلب کا ذوق دے۔اپنی اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رضا عطا فرمائے۔آمین۔(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۱۹ ررمضان ۸۳ھ)

اس مکتوب کی شان ادبیت بھی لائق دید ہے۔

## شوق تحریر:

حضور حافظ ملت کو تحریر کا شوق بھی تھا اور لکھنے پر ملکہ بھی لیکن گوناگوں دینی و علمی مصروفیات کے سبب وہ تحریر کا موقع نہ نکال سکے۔مندرجہ ذیل خط سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے، ساتھ ہی بیکل پر اعتماد اور ان سے محبت بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

"احباب کا اصرار ہے کہ سفر حجاز کے حالات قلم بند کر کے طبع کرا دیا جائے اس لئے کچھ لکھا ہے۔یہ بطور مسودہ

ہے اور ناتمام ہے۔دوران قیام بمبئی کے حالات ذہن میں نہیں رہے، نیز حرمین طیبین کے بھی بہت سے حالات رہ گئے۔مضمون تشنہ ہی ہے، اب اس کو بنظر اصلاح وتکمیل بغور ملاحظہ فرمائیں اوراپنی معلومات سے اس کی تکمیل فرمائیں۔

## نوٹ:

پہلے خواب کی تعبیر ظاہر ہے، سخت قوی دشمن کے مقابلہ میں آپ ہی کامیاب ہیں انشاء اللہ۔دوسرا بھی کامیابی پر دلیل ہے، بفضلہٖ تعالیٰ۔

دعا ہے رب جلیل ہمیشہ ہر منزل ہر موڑ پر اپنی حفاظت میں کامیاب فرمائے ،اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کے صدقہ وطفیل میں کامراں وشادماں فرمائے۔آمین وبہ نستعین

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نیاز کر دی جائے۔

## بنام حضرت صدرالشریعہ وشاہزادگان:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کوحضرت صدرالشریعہ مولانا حکیم امجد علی صاحب علیہ الرحمہ سے استاذ ومرشد اور مربی ہونے کے ناطے نہایت درجہ محبت اور شیفتگی تھی اس لئے کہ انہیں کی نگاہ کرم نے انہیں خذف سے کیمیا بنایا تھا۔

حضرت صدر الشریعہ سے حضرت حافظ ملت کی نیاز مندی ،وفا کیشی اور محبت و جاں نثاری کے ثبوت ان کی عملی زندگی سے ملتے ہی ہیں ،ان کے مکاتیب بنام صدرالشریعہ بھی اس سچائی کوخوب خوب اجاگر کرتے ہیں۔

حضرت حافظ ملت اپنے مرکز عقیدت سرکار صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے لئے اپنے مکاتیب میں اکثر یہ القابات استعمال فرماتے تھے:

''سیدی ومولائی ،مرشدی وملجائی دامت معالیکم''

پتہ اس طرح تحریر فرماتے:

'بشرف ملاحظہ اقدس حضرت عظیم البرکت ،مولائے نعمت ،عالی جناب معلی القاب حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب قبلہ زید فیضانہ''

اور بالاستقلال خط کے تمام پر اپنے نام سے پہلے ''کفش بردار'' کا لفظ تحریر فرماتے۔

حضور حافظ ملت حضرت صدرالشریعہ کو''اپنا مالک'' کہا کرتے تھے۔جب سے صدرالشریعہ نے آپ کو دارالعلوم اشرفیہ کی خدمت کے لئے بھیجا بس انہیں''اشرفیہ''ہی کی ترقی اور استحکام کی فکر رہتی اور ہمہ وقت یہ خیال رہتا کہ مالک کی سونپی ہوئی پاسبانی میں کہیں کوتاہی نہ ہونے پائے۔''اشرفیہ'' کے نشیب وفراز اور تمام حالات سے انہیں باخبر کرتے رہے، ان سے مشورہ طلب کرتے اور ان کی دعائیں چاہتے۔

صدرالشریعہ کے نام چند خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کریں:

(۱) مدرسہ کی انتظامی حالت ابھی اسی رفتار پر ہے۔آج چوتھے مہینے کی چار تاریخ ہوگئی لیکن تنخواہ تقسیم نہیں ہوئی، سفارت کی آمدنی بھی سال گزشتہ کے برابر ہوئی۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۲۵۴)

مگر اس کے باوجود حافظ ملت ہمت نہ ہارے اور پوری لگن اور ہمت و ثابت قدمی کے ساتھ اپنے فرائض میں لگے رہے۔اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

(۲) ''غلام نہایت خاموشی سے مدرسہ کا کام کرتا ہے اور اسی طرح ارشاد عالی کے مطابق جب تک منظور رب ہے خدمت کرتا رہے گا حضور سے التجا ہے کہ اس ناکارہ غلام کے لئے دعائے خیر فرمائیں''۔(ایضاص ۵۴)

ادارہ کی بدنظمی، چڑھتی ہوئی گرانی، جاگیریں ختم ہونے لگیں، طلبہ حیران و پریشان لیکن عزم و استقلال کے کوہ گراں کے پائے ثبات میں لغزش نہ ہوئی۔خود قصبہ مبارکپور میں ان پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے دن رات ایک کردیا اور بالآخر راستے کی رکاوٹیں ان کے قدموں کے لئے مخمل بن گئیں۔ایک مکتوب میں اپنے آقائے نعمت صدر الشریعہ کو لکھتے ہیں:

''مدرسہ کی بدنظمی سے قصبہ کے لوگ بہت بددل ہیں۔طلبہ کی جاگیر کا انتظام سب سے ضروری اور سب سے مشکل ہے جس کو کئی سال سے اراکین نے چھوڑ دیا ہے اس سال بڑی دقت پیش آئی۔اول مدرسہ کے اس رویہ سے لوگ بددل ہیں دوسرے روزگاری حالت خراب ہے، جاگیریں چھوٹیں اور نئی جاگیر کی ایسی صورت میں کیا امید جب کہ اراکین اپنے اس فریضہ سے سبکدوش ہوگئے، تاہم میں نے خود ہی قصبہ میں کوشش کی، حضور کی دعا سے مشکل حل ہوگئی اور سال گزستہ سے کئی جاگیریں زیادہ ہوگئیں۔'' (مرسلہ ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ)

حضرت حافظ ملت کی محنت اور خلوص رنگ لایا۔پہلے سے اشرفیہ کی حالت بہتر ہوئی، اس کی بھی رپورٹ بذریعہ خط اپنے مربی و مرشد کو دیتے ہیں:

(۳) مدرسہ کی حالت اچھی ہے۔اہل شہر کی توجہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔اگر ملکی حالت کی نزاکت نہ ہوتی تو مدرسہ فوری ترقی کرجاتا''۔(ایضاص ۲۵۳)

اشرفیہ دھوپ چھاؤں کی منزلوں سے گزرتا رہا۔حافظ ملت ہر اتار چڑھاؤ سے سرکار صدر الشریعہ کو خبر کرتے رہے اور اس کی ترقی کے لئے ہر طرح کی محنت کرنے اور ایثار پیش کرنے کے لئے صدر الشریعہ سے حکم طلب کرتے رہے۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کچھ لوگوں نے اشرفیہ کے متعلق حضرت صدر الشریعہ کے تعمیری مشوروں کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور نتیجۃً حالات کی خرابیاں بار بار رنگ لاتی رہیں۔کچھ ایسے ہی دشوار گزار حالات نے حافظ ملت کو اشرفیہ چھوڑنے پر مجبور کردیا اور آپ ۱۳۶۱ھ میں ''جامعہ عربیہ'' ناگپور چلے گئے۔ناگپور پہنچتے ہی وہاں ایک نئی روح دوڑ گئی حضرت حافظ ملت کی محنت اور لگن سے جامعہ عربیہ میں چار چاند لگتے چلے گئے۔البتہ صدر الشریعہ حافظ ملت کو اپنے ادارہ ''اشرفیہ'' سے کہیں اور دیکھنا نہیں چاہتے تھے لہذا اس بات پر زور دیا کہ آپ (حافظ ملت) کو صرف مبارکپور ہی کی سرزمین پر رہ کر کام کرنا ہے۔ادھر اہل مبارکپور کو بھی اب حافظ ملت کی قدر و قیمت کا احساس ہوا، حضرت صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو مبارکپور واپس آنے کا

حکم مرحمت فرمایا، سعادت مند شاگرد اور جاں نثار مرید نے اپنے سرکار کے حکم کی تعمیل میں گردن خم کردی۔مبارکپور تشریف لے آئے ،ارادت مندان مبارکپور نے آپ کی راہ میں پلکیں بچھا دیں۔رب عظیم کی بارگاہ میں سجدہ شکر لٹائے ایک گوہر نایاب کی بازیافت پر!

حافظ ملت مبارکپور آکر اپنے مرشد و مربی صدر الشریعہ کی خدمت میں خط تحریر کرتے ہیں:

(۴)''کل بروز یک شنبہ بوقت عصر مبارکپور آگیا۔آج مدرسہ جا کر کام شروع کردیا۔مولوی محمد سلیمان صاحب ہفتہ کے روز مکان گئے ہیں، سنا ہے کہ آٹھ روز میں آئیں گے۔باقی حالات بدستور ہیں۔'' (ایضا ۲۵۸)

## مکتوب بنام قاری رضاء المصطفیٰ قادری کراچی

### وقت کی قدر:

حضور حافظ ملت صاحبزادگان صدر الشریعہ سے بھی انہیں کی نسبت سے ادب و نیاز مندی روا رکھتے تھے لیکن ان کے تعلیمی سلسلے میں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ پڑھنے ہی پر متوجہ رکھتے تھے اور اس معاملہ میں شفقت و محبت کو تعلیم کے راستے میں کسی طرح حارج نہیں ہونے دیتے تھے بلکہ معلمانہ اصولوں کی پابندی فرماتے ہوئے موقع بموقع تنبیہ و تلقین بھی فرماتے اور وقت کی پابندی کی بطور خاص تلقین فرماتے۔رخصت کے لئے گھوسی سے بھیجی ہوئی علامہ قاری رضاء المصطفےٰ صاحب کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے انہیں لکھتے ہیں:

''ضروری کاموں کی فراغت تک رخصت منظور ہے مگر جلد فارغ ہونے اور جلد پہنچنے کی کوشش کرو۔اب آپ کو بڑی جدوجہد سے تکمیل کرنی ہے۔وقت کی قدر کرنا اور اس کو غنیمت جاننا آپ کا فرض ہے۔'' (محررہ ۱۱رذی قعدہ ۱۳۶۷ھ حافظ ملت نمبر ص ۲۵۳)

(۲) حافظ ملت کے آنے سے قبل مبارکپور کا دینی ماحول کیسا تھا اور ان کی آمد کے بعد کیسی تبدیلی آئی۔اشرفیہ ترقی کی شاہراہ پر کس تیزی سے گامزن ہوا اسکا ایک نقشہ علامہ قاری رضاء المصطفی صاحب کے نام سے ارسال کئے گئے مکتوب میں ملاحظہ کریں:

''میرے آنے سے قبل مبارکپور رشک نجد تھا، وہابیت کا غلبہ، بے دینی کا زور تھا۔اس وقت بفضلہ تعالی مرکز سینت ہے، وہابیت مردہ اور مدرسہ کو نمایاں ترقی ہوئی کہ ہندوستان میں دھوم ہے۔مدرسہ کی جدید عمارت زیر تعمیر ہے جس کی تیاری کا تخمینہ پچیس تیس ہزار روپیہ ہے۔یہ عمارت وسط قصبہ بازار میں لب سڑک ہے۔صدر دروازہ کی طرف دس دکانیں ہیں، دو منزلہ نقشہ تیار کرایا ہے، ایک منزل قریب الختم ہے۔انشاء اللہ المولیٰ تعالی ایک مہینہ بعد اس میں درس شروع ہو جائے گا۔طلبہ کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے، فوقانی جماعت کے طلبہ ہندوستانی اور عموما محنتی اور ذہین ہیں جنکی تقریر اور علمی لیاقت کا اعظم گڑھ اور دیگر اضلاع میں شہرہ ہے۔

عزیز محترم ماشاء المولیٰ آپ عقیل فہیم ہیں، آپ کو کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے مگر محبت قلبی اتنا عرض کرنے

پر مجبور کرتی ہے کہ اپنے مقصد پر نظر رکھتے ہوئے حضرت والد صاحب دامت برکاتہم کے طرز عمل کو اپنا معمول رکھیں۔"
(حافظ ملت نمبر ص ۲۵۹)

## پاسِ امانت اور اپنے وصال کی خبر:

صادق وامین رسول علیہ التحیۃ والثنا کے نائب حافظ ملت قدس سرہ کی ہر ہر ادا جلوۂ سنت مصطفیٰ تھی۔ امانت دار کو اس کی امانت لوٹانے کے لیے بے قرار رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب صاحبزادہ صدر الشریعہ کے نام ایک مکتوب میں اس تڑپ کو ملاحظہ کیجیے گا۔

حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب کو جس القاب وآداب سے مخاطب کیا ہے نیز ان کے مکتوب میں ان کے اہل وعیال اور ان کے برادر اکبر علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ و مفتی ظفر علی صاحب نعمانی علیہ الرحمہ کے لیے بھی جس طرح احترام ومحبت کے الفاظ لکھے ہیں وہ حضرت حافظ ملت کی اپنے مرشد واستاذ حضرت صدر الشریعہ اور ان کے خانوادہ سے ازحد نیازمندی کا اظہار ہے۔

اسی مکتوب میں آپ نے ایک طرح سے اپنے وصال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے، مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کریں:

"محبّ من ذوالمجد والفضل والعز والکرم حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ۔ مزاج شریف!

آپ حضرات کی خوش حالی باعث مسرت ہے۔ محبّ محترم جناب مفتی ظفر علی صاحب زید مجدہم کے کارخانے کا حال معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی۔ مولانا ازہری صاحب دامت برکاتہم وجناب مولانا مصلح الدین صاحب کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ ابھی تک آپ کی وہ امانت محفوظ ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ جلد از جلد تحریر فرمائیں کہ وہ میں کس کو دے دوں۔ اگر بالفرض آپ نے خاموشی اختیار کی اور ایک مہینے تک متعین نہ فرمایا تو آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد میں اس امانت کو آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ گھوسی کو دے دوں گا، ان سے وصولی کی تحریر بھی لے لوں گا"۔

(۲۰/اپریل ۱۹۷۶ء حافظ ملت نمبر ص ۴۴۸)

اس خط کی روشنی میں مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں "حضرت کے اس مکتوب کے بعد مجھے ظن غالب ہو گیا کہ سفر کی تیاری آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ چنانچہ ٹھیک اس تحریر کے چالیسویں دن یعنی ۳۱/مئی ۱۹۷۶ء کو حضرت حافظ ملت کا وصال ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنے نیک بندوں کو سفر آخرت کی تیاری کا خصوصی موقع مرحمت فرماتا ہے تاکہ دنیا سے نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ہلکے پھلکے آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۴۸)

## بنام صاحبزادگان خانقاہ بیت الانوار گیا

### تعزیتی خط:

مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کی پہلی اہلیہ کے وصال پر حضرت حافظ ملت نے جو مکتوب تحریر فرمایا، تراشہ ملاحظہ کریں:

''مرحومہ مغفورہ غفرلہا المولیٰ الغفور الرحیم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا، مشیت ایزدی وقضائے الٰہی میں چارہ نہیں،''لہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شئ عندہ باجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب '' خداوند کریم مرحومہ کو اپنے جوار رحمت اور آغوش کرم میں جگہ دے جنت الفردوس میں بہترین مقام عطا فرمائے آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے برخوردار مبین الہدیٰ سلمہ کو صبر دے بجائے آغوش مادری کے آغوش رحم وکرم میں پرورش فرمائے۔

(حافظ ملت نمبر ص ۳۰۰)

حضرت سراج العلماء مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب ہی کے نام ''چھوٹے صاحب'' اور'' بڑے صاحب'' کی علالت کے سلسلے میں دعائیہ خطوط تحریر کرتے ہیں:

دوبارہ ''حضرت بڑے صاحب'' کے وصال پر انہیں ''تعزیتی مکتوب'' تحریر فرماتے ہیں۔ تینوں خطوط کے اقتباسات نیز حضرت مولانا ''شاہ نور الہدیٰ'' صاحب والد سراج العلما کے وصال پر حضور صدر الشریعہ کے نام جو مکتوب ہے اس کا بھی تراشہ شامل ہے۔ اقتباسات ملاحظہ کریں:

محبّ محترم جناب چھوٹے صاحب کی علالت سے بہت افسوس ہوا مگر مژدۂ صحت بھی ساتھ ہی تھا جس سے اطمینان، ہوا خداوند کریم ان کی یہ صحت دوامی صحت قرار دے اور بہ صحت وسلامتی آپ سب حضرات کو اپنی حمایت وحفاظت میں پناہ گزیں فرمائے آمین۔

حضرت بڑے صاحب زید مجدہم کی تکلیف دورہ کی شدت معلوم ہوکر صدمہ ہوا ان کی علالت سے بے حد افسوس ہے خداوند کریم شفائے عاجل وکامل عطا فرمائے اپنا خاص فضل فرمائے جلد صحت دے اور اطمینان بخشے آمین ثم آمین!

آج آپ کا خط ملا اور اسی کے ساتھ حضرت بڑے صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال کا تار ملا استرجعہ، حضرت موصوف کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا مولائے نعیم وغافر اپنے جوار کرم میں مغفور ومقبول فرمائے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آپ صبر فرمائیں جملہ متعلقین کو صبر کی تلقین فرمائیں۔

حضرت سراج العلما علیہ الرحمہ کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ نور الہدیٰ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت صدر الشریعہ کو لکھا۔

حضرت شاہ نور الہدیٰ صاحب قدس سرہ العزیز ۱۷/ جمادی الاولیٰ یوم پنجشنبہ ساڑھے پانچ بجے بوقت عصر راہی ملک بقا ہوئے موصوف کی وفات سے سخت افسوس ہے مولیٰ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

اتباع سنت حضور حافظ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف ہے اور وہ صرف عیادت اور تعزیت تک ہی محدود نہیں بلکہ انہوں نے ہر گام پر اسے مدنظر رکھا وہ ایک ایسے متبع سنت ہیں کہ جس کی نظیر دور حاضر میں مشکل سے نظر آتی ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۰۱)

## منشا، مقصد اور نظریہ:

حافظ ملت کی تحریک اور ان کا مشن معلوم کرنے کے لیے مکتوبات کے تراشے ملاحظہ کیجیے جو مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کے نام ہیں۔

''میرا منشا صرف خدمت دین ہے''

''میرا نظریہ.........مدرسہ ہے''

مکتوبات کے اقتباسات حاضر ہیں۔

''میرا مقصد یہ ہے کہ سنی علما زیادہ سے زیادہ اور قابل سے قابل تیار ہوں جو دین متین کی نمایاں اور زریں خدمات انجام دیں اسی کے لیے میری تمام تر سعی اور کوشش ہوتی ہے۔

## ملت کا درد وغم

حافظ ملت واقعی اسم با مسمیٰ تھے ملت کے ایک عظیم محسن ہونے کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کا درد وغم ان کے سینے میں موجود تھا اور وہ جماعت کی زبوں حالی پر بے چین و بے قرار ہوجایا کرتے تھے اس سلسلہ میں مکتوبات حافظ ملت کے ان اقتباسات کا مطالعہ کیجئے۔

''دینی خدمات کا مخلصانہ جذبہ ہم سے رخصت ہوگیا اور بہ نصیب دشمناں ہوگیا۔ ۲۰، ۲۵ر روپے پر کافی تعداد میں مل جاتے ہیں نہ معلوم وہ کیسے گزر کرتے ہیں خداوند کریم ہم کو توفیق خیر بخشے، جو ہر اخلاق عطا فرمائے۔

## بدعملی کا شکوہ:

''فی زمانہ اخلاص و ایثار تو کیا دیانتداری بھی ختم ہورہی ہے ہماری تمام خصوصیات ہم سے رخصت ہوگئیں مولیٰ تعالیٰ رحم فرمائے''

## عدم خلوص کا شکوہ:

''افسوس ہے کہ لوگوں میں اخلاص واستقلال نہیں، کہتے کچھ ہیں، کرتے کچھ ہیں، وعدہ کا بھی خیال نہیں کرتے۔

## کام کے آدمی نہیں ملتے:

''عجیب قحط الرجال ہے کام کے آدمی دستیاب ہی نہیں ہوتے سینوں میں آرام طلبی زر پرستی کا مرض بھی ہے۔ جن کو کام کا سمجھا جاتا ہے وہ بھی نتیجۃً ناکارہ ہی ثابت ہوتے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۰۶، ۳۰۷)

## بنام مولانا مبین الہدیٰ:

آپ کی تو بڑی خصوصیت ہے کہ آپ حضرت سراج الملت دامت برکاتہم کے چشم و چراغ ہیں، آستانہ عالیہ کے نونہال ہیں محض آپ ہی کی وجہ سے میں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں اور کافی محنت کی ۔ میں آپ کا مخلص بہی خواہ ہوں، آپ کو بہتر سے بہتر اور قابل سے قابل تر دیکھنا چاہتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں مولائے قدیر آپ کی عمر میں برکت، علم وفضل میں وسعت عطا فرمائے، عالم دین، خادم دین، اور آستانۂ عالیہ کا روشن چراغ اور اپنے وقت کا آفتاب بنائے"

(ایضاص ۳۰۳)

## مکاتیب بنام مولانا تجمل ہدیٰ صاحب:

حضرت مولانا تجمل ہدیٰ صاحب بھی خانوادۂ بیت الانوار گیا کے صاحبزادے ہیں۔ آپ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلمیذ بھی ہیں اور مرید بھی۔ حضور حافظ ملت کی آپ سے بھی مراسلت تھی۔

## بغیر فوٹو کے حج وزیارت کی تمنا:

جب مولانا تجمل ہدیٰ صاحب نے حج وزیارت کا ارادہ کیا مرشد کو اطلاع دی اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے جواب میں جو مکتوب ارسال فرمایا اس سے بے فوٹو حج وزیارت کی تمنا اور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ خط کا اقتباس ملاحظہ کریں:

(۱) "محبّ محترم ذوالمجد والکرم زیدت مکارمکم ۔ ادعیہ وافرہ وسلام مسنون!

مولائے کریم اپنے دربار اور اپنے حبیب کی سرکار میں باریابی نصیب کرے اور حرمین طیبین کے برکات وحسنات سے بھرپور حصہ دے، حج وزیارت قبول فرمائے۔ بلاشبہہ حرمین طیبین کی حاضری زندگی کی معراج ہے۔

بہزار ادب میرا سلام بارگاہ رسالت میں پیش کرنا اور حاضری کی درخواست بھی۔ کسی طرح فوٹو کی لعنت اٹھ جائے یا مجھ پر کسی طرح مسئلہ کا انکشاف ہوجائے۔ بہرحال کسی طرح حاضری نصیب ہو۔

زمانے نے دیکھا کہ عالم ربانی اور زہد وتقویٰ کے اس پیکر ۔ عاشق مصطفیٰ حافظ ملت کو بغیر فوٹو حج وزیارت کی اجازت ملی اور ان کی تمنا پوری ہوئی ۔ یہ ہے شریعت وسنت پر اٹل رہنے کا ثمرہ کہ "محمدی قانون" کے آگے دنیا کے ہر قانون کو جھکنا پڑجاتا ہے بشرطے کہ نیت صادق ہو اور جادہ شریعت پر استقامت۔

## (۲) دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت:

مولانا تجمل ہدیٰ صاحب نے مرشد برحق حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سے "دلائل الخیرات" شریف پڑھنے کی

اجازت اور طریقہ طلب کیا تو حضرت نے جو خط تحریر فرمایا ہے اسے ملاحظہ کریں کہ کس طرح محبت کے ساتھ بالتفصیل پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے اور اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

''محبّ محترم جناب مولوی تجمل ہدیٰ صاحب سلمہ۔۔۔ دعائے خیر وسلام مسنون!

آپ کو خط لکھا لیکن کثرت کار دماغ پر بار ہے اس لیے بڑی ضروری بات رہ گئی۔ آپ نے دلائل الخیرات شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تھی

اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا طریقہ معلوم کیا تھا دلائل الخیرات شریف کے ورد کے تین طریقے ہیں اول روزانہ پوری ساتوں حزب ختم کرنا مع اسمائے حسنیٰ واسمائے طیبہ بھی پڑھے (ا)۔ تیسرے اسمائے حسنیٰ واسمائے طیبہ صرف پہلی حزب دوشنبہ کے ساتھ پڑھے اور ہر روز ایک ہی حزب بغیر اسمائے حسنیٰ واسمائے طیبہ کے پڑھے۔ ایک ماہ میں ختم کا طریقہ نہیں آپ تیسرا طریقہ اختیار کریں اور روزانہ وقت مقررہ پر پڑھنے کا عزم کرلیں روزانہ وقت معہود پر پڑھیں پندرہ منٹ کے اندر ہوجاتی ہے دلائل الخیرات شریف کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جو بلا ناغہ پڑھنے کا عزم کرتا ہے اس سے ناغہ نہیں ہوتی اچھا عطر پڑھتے وقت روزانہ استعمال کرنا چاہیئے یہ بھی اس کے خواص میں سے ہے کہ جو اس پر کار بند ہوتا ہے غیب سے اس کا انتظام ہوجاتا ہے کوئی دقت نہیں ہوتی۔

هو الكـــــــــــريم

لقد اجزتك بقراءة دلائل الخيرات على بركة الله وبركة رسوله كما اجازنى شيخى ومرشدى صدرالشريعة العلامة الشاه محمد امجد على عليه الرحمة والرضوان واجازه شيخ الدلائل الشاه محمد عبد الحق أفندى قدست اسرارهم وانا ادعولك بان اعطاك الله بركات دلائل الخيرات وحسناتها تاما وافيا كافيا جميعا وافاض عليك شآبيب النعم فى الدنيا والأخرة بحق حبيبه عليه وعلىٰ اٰله واصحابه افضل الصلوٰة والتسليم وانا الفقير۔

عبدالعزیز عفی عنہ

مولائے قدیر آپ کو توفیق رفیق بخشے اس کے پورے برکات وحسنات عطا فرمائے باوضو روبقبلہ خوشبو کا استعمال پڑھنے کے وقت اس کے آداب سے ہے۔ اپنے والد صاحب قبلہ اور چھوٹے حضرت ومنجھلے حضرت سے سلام مسنون کہہ دیجئے مولوی حافظ محمد جمیل احمد وغیرہ حضرات کو سلام ودعا۔

عبدالعزیز عفی عنہ

۲؍محرم ۱۳۸۰ھ)

---

(ا) طریقہ دوم چھوٹ گیا ہے۔ فقیر محمد اسلم مصباحی کو حضرت نے اس باب میں جو تعلیم فرمایا تھا اسے درج کردیا ہے حضرت کا معمول بھی اسی طریقہ پر تھا اور اس ناچیز کو اسی طریقہ کی ترغیب دیا تھا۔ دوم یہ کہ اسماء حسنیٰ اور اسماء طیبہ روزانہ کے حزب کے ساتھ پڑھے اتوار کو، اتوار اور سوموار کا آخری حزب پڑھ کر ختم کرے پھر دوشنبہ سے اسماء حسنیٰ اور اسماء طیبہ کے ساتھ شروع کرے۔

## (۳) تعزیت، قلبی تاثرات:

مولانا تجمل ہدیٰ صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ فیض الہدیٰ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال پر اپنے قلبی تاثرات قلم بند فرما کر مولانا موصوف کو ارسال فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ فیض الہدیٰ صاحب حضور حافظ ملت کے استاذ بھائی تھے۔ انہیں حضرت حافظ ملت سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ مکتوب ملاحظہ کریں:

''یادگار سلف و صالحین حضرت مولانا شاہ ابو محمد فیض الہدیٰ صاحب گیاوی رحمۃ اللہ علیہ با خدا عالم، نہایت متقی، پرہیزگار، پاک باز، پاک طینت، نیک سیرت بزرگ تھے۔ زہد و تقویٰ، اخلاص و دیانت آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ دین پروری، خداترسی گویا آپ کی فطرت تھی۔ زمانہ طالب علمی میں عرصہ دراز تک میرا ساتھ رہا۔ دار الخیر اجمیر شریف حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں ہم لوگ مدت دراز تک حاضر رہے۔ مولانا فیض الہدیٰ صاحب شروع ہی سے کافی صلاحیتوں کے مالک تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت صدر الشریعہ قبلہ قدس سرہ العزیز مولانا موصوف سے بہت محبت فرماتے تھے، مولانا سے اکثر نعت سنا کرتے تھے اور تحسین فرمایا کرتے تھے۔ مولانا نعت خوب پڑھتے تھے۔ علم ظاہری کی تکمیل استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ سے کی، بیعت و خلافت میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نور الہدیٰ صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کے مجاز و خلیفہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی نظر کرم نے مولانا کو جامع الکمالات بنا دیا تھا۔ مولانا فیض الہدیٰ صاحب نہایت قابل طبیب بھی تھے۔ بہت کامیاب معالج تھے۔ مولائے کریم نے ان کو دست شفا عطا فرمایا تھا۔ جس مریض پر ہاتھ رکھ دیا شفا یاب ہوا، بڑے بڑے مایوس العلاج مریض آپ کے علاج سے صحت یاب ہوئے، رأی العلیل علیل مشہور ہے مگر حضرت مولانا فیض الہدیٰ صاحب کا یہ کمال تھا کہ اپنے اس مرض میں جس میں صاحب فراش تھے، قوت گویائی جواب دے چکی تھی، ایسی حالت میں بھی جس مریض کے لیے جو نسخہ تجویز کر دیا وہ اس کے لیے تریاق ہی ثابت ہوا۔ یوں تو مولانا کمالات کے جامع تھے، بڑی خوبیوں کے مالک تھے لیکن ساری خوبیوں میں آپ کا اخلاق بڑی خصوصیت رکھتا تھا۔ ساری زندگی اور زندگی کے تمام شعبے مخلصانہ دینی پابندیوں کے ساتھ گزرے، معلوم ہوتا تھا کہ مولانا پیکر اخلاص اور مجسمہ خلوص ہیں جو بات کہتے دل کی آواز ہوتی، جو کام کرتے قلبی جذبات کے تحت ہوتا، اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی بات یا واقعہ کے بیان میں رنگ آمیزی کرتے ہیں، مبالغہ سے کام لیتے ہیں، مولانا کی یہ عادت نہ تھی بڑی احتیاط سے گفتگو کرتے اور خلاف واقعہ بات زبان پر نہ لاتے، عبادت الٰہی والہانہ انداز میں کرتے، فرائض و واجبات کے ساتھ سنن و مستحبات کی بھی پوری رعایت کرتے تھے اور اوراد و وظائف کے ایسے پابند تھے کہ سفر ہو یا حضر، صحت ہو یا مرض اوقات معینہ پر ادا کرتے، کبھی ترک نہ کرتے۔ حد ہے کہ سالہا سال تک صاحب فراش رہے اور ایسے کہ خود کروٹ نہیں بدل سکتے تھے لیکن اس حال میں بھی اپنے اوراد و اشغال کو جاری رکھا اور دم اخیر تک اپنے معمولات کے پابند رہے۔ ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی بے پایاں اخلاص کا یہ اثر تھا کہ سالہا سال کی علالت، بے انتہا ضعف وناتوانی کے باوجود آپ کا چہرۂ مبارک اس قدر بارونق معلوم ہوتا تھا گویا ایمانی انوار جھڑ رہے ہیں۔

مولانا موصوف اپنی کامیاب زندگی گزار کر ۸ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کو اپنے رب کی آغوش رحمت میں پہنچے۔

عبدالعزیز عفی عنہ

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تعزیت کا دینی روایتی انداز اختیار کیا ہے۔ مرحوم کے فضائل بیان کئے ہیں اور مغفرت کی دعا کی ہے۔

# بنام علماے اکابر واصاغر

## حق گوئی وبے باکی:۔

حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان حافظ ملت کے اکابر میں بھی تھے اور آپ کے پیر طریقت حضرت قبلہ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز کے نواسے ہونے کے ناطے آپ کے مرشد زادے بھی تھے، علاوہ ازیں سادات کرام میں بھی تھے۔ لہذا ہر حیثیت سے قابل احترام تھے۔

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محدث اعظم ہند کے نیاز مند تھے اور ان کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے لیکن اگر دینی تصلب کی راہ میں کوئی مصلحت آڑے آتی تھی، عقائد حقہ پر ضرب پڑتی تھی اور سنیت کی ضرر رسانی اور رسوائی کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں وہ ادب واحترام اور نیاز کیشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اظہار حق گوئی میں جھجکتے نہیں تھے۔

''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی جو خدمت حافظ ملت نے انجام دی اور محدث اعظم ہند کے حکم پر جس طرح اس تحریک کے فروغ میں سرگرمی دکھاتے ہوئے آپ نے مبارکپور میں اس کے (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے ڈھائی ہزار ممبر بنائے تھے لیکن جب کانفرنس نے مسلم لیگ کی کھل کر حمایت شروع کردی یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ اس میں وہابی، ندوی، نیچری، رافضی، قادیانی سب شامل ہیں اور مسٹر جناح ان لیگی لیڈران علماء کرام کو کٹھ ملے بتارہے ہیں اور بد مذاہب کو بھی ساتھ لے کر چل رہے ہیں بلکہ مسلم لیگ میں انہیں کا عمل دخل ہے تو آپ اسے برداشت نہیں کرسکے اور آل انڈیا سنی کانفرنس سے علیحدگی کا استعفیٰ حضرت محدث اعظم ہند کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضور محدث اعظم ہند کے نام آپ کے مکتوب سے حقیقت عیاں ہوجائے گی اور آپ کے دینی تصلب، سنیت کے دفاع اور سیاسی بصیرت کا بھی اظہار ہوجائے گا اس مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کریں:

''سیدی وسندی حضرت محدث صاحب قبلہ دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ!

اس دور پرفتن میں سنی کانفرنس کی نئی زندگی سے روحانی مسرت تھی ۔ بڑی امید تھی کہ یہ خالص دینی مذہبی جماعت کانگریس، لیگ، احرار وغیرہ سب سے بے تعلق اور علیحدہ رہ کر اہل سنت کی تنظیم کرے گی اور تمام بے دینوں بد مذہبوں سے مسلمانان اہل سنت کو علیحدہ اور محفوظ رکھتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی فرمائے گی ۔

مگر جب سے ہندوستان میں الیکشن کا دور شروع ہوا کارکنان سنی کانفرنس نے لیگ کی حمایت شروع کردی، منفرداً مجتمعاً ہر طرح لیگ کی تائید کرتے رہے، بڑے بڑے عمائد کانفرنس نے پوری طاقت سے لیگ کا ورک کیا چنانچہ ان کی محنتوں کا نتیجہ یہ شائع ہوا کہ لیگ کی نوے فیصد کامیابی کا سہرا اسی سنی کانفرنس کے سر ہے۔ کارکنان سنی کانفرنس کی اس لیگ نوازی سے خادم متاثر ضرور تھا تاہم اس کی تاویل کرتا تھا اور اس کو ان حضرات کی شخصی اور مقامی خصوصیت پر محمول کرتا تھا۔ یہ خیال کرتا تھا کہ سنی کانفرنس کا مقصد لیگ کی تائید نہیں ہے اس لیے امید ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اس کی تلافی ہوجائے گی مگر بنارس کے اجلاس کا دعوت نامہ آیا تو اس میں بھی مقاصد سنی کانفرنس میں پاکستان اور لیگ شامل ہے۔

لہذا اگر کسی کانفرنس کی تائید وحمایت سے بالفرض پاکستان ملا بھی تو لیگ کو ملے گا اور وہ لیگی پاکستان ہوگا جس کی تشریح مسٹر جناح نے بارہا کی ہے کہ پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز قائم نہیں ہوسکتی ۔ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جس میں غیر مسلموں کا بھی حکومت میں حصہ ہوگا۔ لیگی اخبار تنویر ۱۲؍اپریل میں ہے، قائد اعظم نے کہا ہے کہ پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی۔

لہذا جب کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں بھی لیگ کی تائید ہورہی ہے تو اب میرے نزدیک نہ کسی تاویل کی گنجائش نہ اس کی تلافی کی امید باقی، اس لیے سنی کانفرنس کی خدمت سے معذور ہوکر نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس تحریر کو بطور استعفیٰ پیش کرتا ہوں اور نہایت ہی ادب سے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اگر سنی کانفرنس نے لیگ سے اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کردیا تو میں بسر وچشم اس کی خدمت کے لیے حاضر ہوں ۔"

عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۳؍جمادی الاولیٰ ۶۵ھ)

## مکتوب بنام شیر بیشۂ اہل سنت:

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمہ جماعت کے ایک نامور مناظر اور عالم دین تھے ۔ حضرت حافظ ملت ان کے بڑے قدر داں تھے ۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کو مسلمانان اہل سنت کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے ۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی لیگ نوازی اور حمایت دین وسنیت

ہی کی وجہ سے وہ اس کے خلاف تھے۔انہوں نے اپنے نظریہ کی وضاحت فتویٰ کی شکل میں ''اجمل انوار الرضا'' نامی کتاب سے کی۔ جب یہ فتویٰ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی نظر سے گزرا تو انہوں نے اپنا تاثر بذریعہ خط بنام حضرت شیر بیشۂ اہل سنت اس طرح کیا۔

''حضور والا کے فتویٰ ''اجمل انوار الرضا'' کا مطالعہ کیا۔ واقعی لیگ کی شرکت واعانت تو حرام وناجائز تھی ہی مگر سنی کانفرنس کی لیگ نوازیوں نے اسے بھی بے اعتماد کردیا۔

اراکین سنی کانفرنس نے اب تک جو منفرداً لیگ نوازیاں کیں مجھے ان سے بھی سخت تکلیف تھی اور شدید اختلاف تھا لیکن امید یہ تھی کہ ممکن ہے آل انڈیا اجلاس میں اس کی تلافی ہوسکے مگر یہاں بھی وہی صورت نظر آتی ہے اس سے وہ امید ختم ہوگئی اور آج سے میں نے سنی کانفرنس سے علیحدگی اختیار کرکے استعفیٰ داخل کردیا''۔

(غلام حسین، فتاویٰ اہل السنۃ لکد اہل الفتنۃ ص ۱۹)

## مکتوب بنام علامہ مشتاق نظامی:

پاسبان ملت مولانا مشتاق احمد نظامی نے ستمبر ۱۹۵۳ء میں ماہ نامہ پاسبان کا دوبارہ اجرا کیا۔ تو حافظ ملت نے ان کی ان الفاظ میں حوصلہ افزائی کی اور صحافت سنیت کی اہمیت پر زور دیا۔

''اس دور الحاد میں تبلیغ وہدایت کی جس قدر شدید ضرورت ہے اظہر من الشمس ہے۔ مسلمان اپنی جہالت سے بے دینی کا شکار ہورہا ہے۔ دولت ایمان کھورہی ہے۔ کفر کی تاریکی، ظلم وطغیان کی اندھیری چھائی ہوئی ہے۔ حق وصداقت کی آواز کان تک پہونچنا سخت دشوار ہوگیا ہے۔ ایسے نازک دور میں پاسبان کی دوبارہ زندگی سے بیحد مسرت ہے۔ پاسبان بڑا ہی زرین مقصد لے کر اٹھتا ہے دین وملت کی پاسبانی کرنا چاہتا ہے۔ مولائے کریم اس کو ثبات ودوام اور استحکام عطا فرمائے اور اسی مقصد کے تحت چلنے کی توفیق رفیق بخشے'' (انوار حافظ ملت ص ۴۹، ۵۰)

## بنام محمد حکیم موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا، لاہور

۸ر جون ۱۹۷۵ء

مکرم ومحترم حامی دین متین جناب مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ

مزاج شریف!

آپ کی مرسلہ کتب ''اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری'' ''اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر'' ''امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں'' ''محاسن کنز الایمان'' موصول ہوگئیں جن کے مطالعہ سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ آپ کے ادارہ مرکزی مجلس رضا نے دین متین، مذہب اہل سنت کی بڑی زریں خدمت کی۔ اس خصوص میں آپ کا ادارہ بلاشبہہ منفرد ہے۔ قابل قدر ولائق تحسین ہے۔ مولائے قدیر اس ادارہ کو ترقی دے، بام عروج پر پہنچائے، دین متین کی بیشمار خدمات انجام

دلائے۔آمین وبہ نستعین
جملہ اراکین ادارہ کی خدمت میں سلام مسنون ومبارکباد

عبدالعزیز عفی عنہ
خادم دارالعلوم اشرفیہ۔مبارکپور، اعظم گڈھ (یوپی)
(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبرص)

## بنام مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف

مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری بریلوی کے والد ماجد نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال (۱۳۸۵ھ) پر انہیں تعزیتی خط ارسال کرتے ہوئے صبر کی تلقین کی نیز موصوف علیہ الرحمہ کی خوبیاں بھی بیان کیں۔ لکھتے ہیں:

"مکرم ومحترم ومحتشم جناب مولانا اختر رضا خاں صاحب زیدمجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ!

طویل سفر سے واپسی پر آپ کے والد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی خبر رحلت ملی۔ حضرت موصوف صوری ومعنوی تمام خوبیوں کے جامع تھے، جامع الکمالات تھے، دین متین کی بڑی زریں خدمت انجام دیتے تھے۔ حضرت مرحوم کا وجود بڑا ہی قیمتی تھا رحلت سے ایک خلا محسوس ہورہا ہے۔ سخت صدمہ ہے، نہایت افسوس ہے، مشیت ربانی میں بجز صبر چارہ نہیں "له ما اعطیٰ وله ما اخذ وکل شیئ باجل مسمّیٰ فلتصبر ولتحتسب'

حضرت قبلہ کے لیے دارالعلوم اشرفیہ میں جلسۂ تعزیت منعقد ہوا۔۲۲؍ختم قرآن مجید، اور ۱۷؍ پارہ کا ایصال ثواب کیا گیا۔

عبدالعزیز عفی عنہ
(مفسر اعظم ہند ص ۶۷، ۶۸ از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

## بنام تلامذہ، مریدین ومعتقدین:

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ، مریدین ومعتقدین سے مثل اولاد پیار کرتے تھے۔ طلبہ پر تو بہت ہی مہربان وشفیق اور انہیں قابل سے قابل تر دیکھنا چاہتے تھے۔

ویسے تو حافظ ملت خطوط کے جوابات میں بڑی مستعدی برتتے تھے مگر تلامذہ وزیر تعلیم طلبہ کے خطوط کے جوابات میں خاص طور سے مستعدی برتتے تھے۔ آپ کی شاگرد نوازی، مرید نوازی، خوردہ نوازی، کریمی وشفقت، حوصلہ افزائی وغیرہ دیکھ کر اسلاف کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں۔ لاریب آپ ایک مثالی استاذ ومرشد اور دینی پیشوا تھے۔

## خط بنام علامہ ارشد القادری:۔

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ حافظ ملت کے عزیز ترین اور ذی علم تلامذہ میں ایک تھے۔ آپ حضرت علامہ کی علمی استعداد اور فہم وتدبر، عزم وہمت، ایثار واخلاص اور دینی دردمندی وغیرہ کی بڑی قدر کرتے تھے اور ان پر ناز بھی فرماتے تھے۔ انھوں نے بھی حافظ ملت سے زندگی بھر مکاتبت کی۔

## ادبی ذوق اور صحافتی اہمیت:۔

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نے ۱۹۶۶ء میں کلکتہ سے پندرہ روزہ رسالہ ''جام کوثر'' جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے علامہ کو جو مکتوب ارسال فرمایا اس سے ان کے ادبی ذوق، صحافتی اہمیت اور ادب وانشا میں بھی ان کے رسوخ کا پتہ ملتا ہے۔

''آپ کا ''جام کوثر'' جمشید پور میں ملا تھا۔ جام کوثر کے متعلق یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ ایک ہی جام پی کر پیاس ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گی۔ مگر یہ آپ کا جام کوثر وہ ہے جس نے بے پناہ تشنگی بڑھادی جی چاہتا ہے کہ اس کو پندرہ روزہ نہیں، ہفتہ وار نہیں، روزانہ بار بار پیا جائے۔ یہ جام کوثر اپنی صوری ومعنوی خوبیوں میں آپ اپنا نظیر ہے۔ پہلا ہی قدم اتنی بلندی پر ہے کہ چاروں طرف سے متوالے ٹوٹ پڑے۔ ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔ جو پڑھتا ہے پرچہ دینا نہیں چاہتا۔ بہ دشواری ایک پرچہ مبارک پور تک لایا۔ بحفاظت اپنے پاس رکھا۔ مگر حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب نے اس پر بھی قبضہ کرلیا امید ہے کہ وہ اس سے جام کوثر کا کچھ کام ہی کریں گے۔ مگر میں بے جام ہی رہ گیا۔ چاہتا ہوں کہ سب پرچہ اپنے پاس محفوظ رکھوں۔ میری دلی منشا اور قیمتی مشورہ ہے کہ مسلمان اس کو اس طرح اپنائیں کہ جام کوثر ہر مسلمان کے گھر میں رہے اور ہر ہر پرچہ محفوظ رہے۔

بفضلہ تعالیٰ آپ صاحب لسان ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر ایثار واخلاص ہیں، پھر جام کوثر کے ثبات ودوام میں کیا کلام ہوسکتا ہے؟ صرف استقلال کی ضرورت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کرم فرمائے۔ جام کوثر کو زیادہ سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائے، بام عروج وترقی کی انتہائی منزل پر گامزن فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

## جلسہ میں عدم شرکت کی اطلاع:۔

حضرت حافظ ملت اپنے محبین ومخلصین کو اپنی خیریت سے آگاہ بھی کرتے تھے اور جلسہ وغیرہ میں کسی سبب شرکت نہ کرنے پر احساس ذمہ داری کے تحت وقت سے پہلے اطلاعی خط بھی تحریر فرمادیا کرتے تھے دو خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔

جناب حافظ عبد الحمید صاحب کو ان کے جلسہ مقررہ ۴،۵/ جون کی دعوت میں عدم شرکت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں بلرام پور سے آکر پھر دوبارہ بیمار ہوگیا۔ اب کی مرتبہ زیادہ بیمار ہوگیا۔ حالت مایوس کن حد تک پہونچ گئی

تھی ۔ شافی مطلق نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں شفا عطا فرمادی ۔ تین روز سے صحت ہے ۔ لیکن ضعف وناتوانی کی وجہ سے نقل وحرکت دشوار ہے، میں قابل سفر نہیں ۔ اس لیے معذور ہوں ۔ ( مکتوب حافظ ملت بنام حافظ عبدالحمید ۲۰ رمئی ۷۶ء )

''بفضلہ تعالیٰ آنکھ کی حالت ٹھیک ہے ۔ ضعف ونقاہت اور کھانسی کی شکایت ہے ۔ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ صحت وقوت دے ۔ آمین ۔ ( مکتوب حافظ ملت بنام حافظ عبدالحمید ۶ رجنوری ۱۹۷۶ء )

## بنام شیخ مزمل اللہ:

''کاروباری لوگوں کو زیادہ اوراد و وظائف پر دوام مشکل ہوتا ہے اس لئے اتنا ہی اختیار کرنا چاہئے جو بآسانی ہمیشہ ہو سکے ۔ ( مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام ۱۹ ر جمادی الاولیٰ ۷۹ھ )

## تعویذ و دعا:۔

''برکت وحفاظت مال کے لئے نقش روانہ ہے داہنے بازو پر باندھیں یا گلے میں پہنیں''

''درخت کے لئے کوئی نقش میرے پاس نہیں ہے دعا کرتا ہوں خداوند کریم اس کو اپنی حفاظت میں بارآور وتوانا کرے ۔ آمین'' ( ۵ رصفر ۱۳۹۲ھ )

''بدخوابی کا تعویذ روانہ ہے گلے میں پہنیں'' ( مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام ۲۸ ر ربیع الثانی ۸۶ھ )

## درس توکل:۔

''عزیز مکرم ! مستقبل کا بھی وہی مالک ہے جو ماضی کا تھا، وہی کریم و کارساز ہے، اسی پر بھروسہ اسی پر اعتماد ہر دکھ کی دوا اور ہر پریشانی کا علاج ہے ۔ انسان کا کام صرف کوشش ہے کامیابی فیروز مندی مالک حقیقی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ انسان کو چاہیے کہ نیک نیتی کے ساتھ کوشش کرے بھروسہ اور اعتماد اپنے رب پر رکھے ۔ انشاء اللہ تعالی کامیاب رہے گا'' ( مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ ۲۱ ر ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ )

حافظ ملت کے خطوط سے بہت سے لوگوں کو اطمینان کی دولت نصیب ہوتی تھی اور اگر حضرت کے خط میں تاخیر ہوتی تو بعض لوگ سخت مضطرب ہوجاتے ۔ ایک ایسے ہی موقع پر شیخ مزمل اللہ صاحب کو لکھتے ہیں :

## اطمینان قلبی:۔

''ایک ماہ بیمار رہا صحت پر کلکتہ چلا گیا اب واپس آ کر مدرسہ کے کام میں مصروف ہو گیا اس دوران میں بہت سے خطوط لاجواب رہ گئے ۔ آپ کی پریشانی سے افسوس ہے ۔ مولائے قدیر اپنا خاص فضل فرمائے تفکرات وترددات دفع کرے اور اطمینان قلب عطا فرمائے آمین''

## دل جمعی:۔

''ملازمت ہو یا گھر کا کاروبار دل جمعی واطمینان قلبی کامیابی کے لئے ضروری ہے''

(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ ۶رشعبان ۱۳۸۲ھ)

## تلقین:۔

''دعاجب تک خطرہ ہو پڑھتے رہنا چاہئے جب اطمینان ہو تو ختم کرنا چاہئے''(۶رمحرم الحرام ۱۳۸۲ھ)

## فکر اشرفیہ:۔

الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر،استحکام اور ترقی ہی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کا مقصد خاص تھا۔اس تعلق سے حسب ذیل خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کریں:۔

## وفد کے التوا کی وجہ:۔

.میں بیمار ہو گیا اور ابھی تک قابل سفر نہیں ہوں ۔دوسری وجہ یہ ہوئی کہ جناب مولوی حافظ قاسم صاحب جو دارالعلوم اشرفیہ سے فارغ ہیں وہ آسام کے پیر ہیں ۔بڑا سلسلہ ہے۔انہوں نے ماہ رجب کا پروگرام رکھا تھا لیکن وہ اپنی ضرورتوں میں ایسے مصروف ہوئے کہ سفر نہ کر سکے ۔وہ ہمراہ رہتے تو وفد کے لئے سہولت ہوتی کیوں کہ ان کا اثر ہے،لوگ جانتے پہچانتے ہیں اور وہ آسامی زبان سے واقف ہیں ۔ہمارا نہ تعارف ہے نہ ہم آسامی زبان سے واقف اس لئے سفر ملتوی کرنا پڑا۔اب یہی صورت ہے کہ جناب مولوی قاسم صاحب جس وقت تیار ہوں گے اس وقت سفر کیا جائے گا۔آپ کو پہلے سے مطلع کیا جائے گا''(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام ۲۶ررمضان ۱۳۹۳ھ)

آپ کا یہ جذبہ ضرور قابل قدر اور لائق تحسین ہے کہ آپ نے اخبارات میں مضامین شائع کرائے اور وفد کے آنے کا چرچا کیا۔خداوند کریم آپ کو جزاء خیر دے''(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام)

''۱۹؍۲۰رشوال جمعہ سنیچر عربی یونیورسٹی کی کانفرنس ہے اگر آسام کے کچھ حضرات بھی شریک ہو جائیں تو بڑی سہولت ہو جاتی ۔آپ نے بھی عمارت نہیں دیکھی ہے وہ ایک مستحکم قلعہ ہے مگر شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام)

''آپ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ہوشیاری کے ساتھ کام کرتے رہیں،اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ پر بھروسہ رکھیں۔انسان کا کام کوشش ہے اس میں کمی نہ ہو۔انشاء اللہ تعالیٰ غیبی امداد ہوگی اور کوئی خرابی پیدا نہ ہوگی''(۵رمارچ ۷۶ء)

''عربی یونیورسٹی کے تعمیری چندہ کے لئے آسام کے دورے کا ارادہ ہے ۔اسی لئے آپ کو لکھا تھا کہ مقامی اخبارات میں اطلاع دے دیں۔اور خصوصی احباب سے تذکرہ کردیں کام بہت بڑا ہے ۔بڑی زبردست کوشش کی ضرورت ہے''(۲۴رجمادی الآخر ۱۳۹۳ھ)

## تعارف الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

قصبہ مبارک پور۔ضلع اعظم گڑھ۔صوبہ یوپی میں یہ عظیم الشان عربی یونیورسٹی قائم ہوئی ہے پچیس اکڑ وسیع زمین میں جس کی نہایت شان دار، پرشکوہ عمارت تعمیر ہو رہی ہے اس یونیورسٹی میں علوم دین کے ہر شعبہ اور ہر فن کی مکمل تعلیم ہوگی۔اردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی۔پانچوں زبانوں کا پورا درس دیا جائے گا اس یونیورسٹی کا فاضل پانچوں زبانوں میں صاحب قلم وصاحب لسان ہوگا۔یعنی قلم اٹھائے گا تو عربی انگریزی ہندی وغیرہ میں مضمون لکھے گا۔زبان کھولے گا تو ان زبانوں میں تقریر کرے گا۔تاکہ ہندوستان اور بیرون ہند ہر ملک میں جا کر دینی خدمات انجام دے۔یہ پورے ہندوستان کا واحد ادارہ ہے۔مسلمان اس کی امداد واعانت کی طرف پوری توجہ فرمائیں۔اس کے عمارتی چندہ کے لئے ماہ رجب میں وفد آسام کا دورہ کرے گا۔فقط''

## کمال علم کی طرف متوجہ کرنا:۔

بنام مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی (موجودہ صدرالمدرسین الجامعۃ الاشرفیہ)

اقتباسات

محبّ محترم مولوی محمد احمد صاحب زید مجدکم۔

آپ کے متعلق میرا خیال ہے کہ ابھی آپ اشرفیہ کو کچھ وقت اور دیں تو آپ اور زیادہ قیمتی ہوجائیں گے چنانچہ آپ کے والد صاحب سے میں نے کہا تھا۔آپ کی اور آپ کے متعلقین کو جورائے ہو'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۹۰)

## پابندی وقت کی قدر دانی:۔

محبّ محترم مولوی محمد احمد صاحب زید مجدکم دعوات وافرہ

سلام مسنون!

مجھے خوشی ہوئی کی آپ وقت پر مدرسہ پہنچے سب سے بڑی بنیادی چیز احساس ذمہ داری ہے جس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ ہمیشہ کامیاب رہے گا'' (ایضاص ۱۹۱)

## علما کی ملازمت کا خیال:۔

مولانا محمد احمد صاحب نے دارالعلوم فیضیہ نظامیہ کے حالات ناسازگار دیکھتے ہوئے وہاں سے سبکدوش ہونا چاہا، اس سلسلے میں حضور حافظ ملت کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس کا جواب حضرت نے اس طرح دیا۔

''محبّ محترم جناب مولوی محمد احمد صاحب زید مجدکم۔دعوت وافرہ وسلام مسنون!

آپ نے وہاں کے حالات اور مستقبل میں مزید خرابی کا اندازہ بتایا تھا۔اس وقت میں نے آپ سے کہہ دیا تھا

کہ آپ کو اختیار ہے وہی اس وقت کہتا ہوں کہ آپ مختار ہیں میں مدرس کا تقرر کرتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں۔ مدرس اپنی خوشی سے خود چھوڑ دے اسے اختیار ہے۔"

## یک در گیر محکم گیر:۔

مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں علامہ ارشد القادری صاحب نے مولانا محمد احمد صاحب کی تقرری کر لی اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔

"فیض العلوم بھی اپنا ہے، اپنا ہی سمجھ کر محنت سے کام کرنا چاہئے۔ بار بار مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی مضر ہے۔ وثوق واعتماد جاتا رہتا ہے اور کام بھی نہیں ہوتا۔ بزرگوں نے بتایا ہے۔ "یک در گیر محکم گیر" بہر حال آپ جم کر محنت سے کام کریں"

## تحسین وحوصلہ افزائی:۔

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی نے مزید علمی حصول اور جدید عربی کی مہارت میں حضور حافظ ملت سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ جواب میں اظہار مسرت کرتے ہوئے اس طرح لکھا۔ اقتباسات ملاحظہ کیجئے:۔

"حصول کمال کا ذوق معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی۔ مولائے قدیر پورا فرمائے، ہر فن میں کمال عطا فرمائے۔ عربی ادب کی خود ہی کوشش کرتے رہئے۔ باہر جانے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ اپنی سعی سے کم از کم قدیم عربی پر قدرت ہوسکتی ہے، اس کے بعد جدید کے لئے بھی کوئی سبیل نکل آئے گی۔ میری دعائیں شامل حال ہیں اور رہیں گی۔ مدرسین وطلبہ اور علامہ ارشد القادری صاحب کو سلام ودعا فقط۔۔۔ عبدالعزیز عفی عنہ"

## بدر القادری اور اس کے والد کے نام:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ الرضوان راقم کے استاذ بھی تھے اور مربی بھی۔ حضرت کی کرم فرمائیوں اور نوازشات کے لیے تو ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔ اس کے پاس جو کچھ بھی نام ونشان ہے حضرت ہی کی نگاہ کرم اور دعاؤں کا صدقہ ہے آپ راقم کے ہر خط میں محبت وشفقت کا اظہار فرماتے، نصیحت بھی کرتے اور ہدایات بھی دیتے۔ ایک خط راقم کے والد ماجد مرحوم کے نام بھی ہے راقم کے نام حضور حافظ ملت کے چند مکاتیب بطور تبرک محفوظ ہیں۔ اقتباسات ملاحظہ کیجیے:۔

## حوصلہ افزائی، مطالعہ کی ہدایت:۔

فراغت کے بعد حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے حکم پر راقم برائے تدریس ہبلی ہوتا ہوا انکولا پہنچا۔ ہبلی سے راقم نے حضرت کو انکولا پہنچنے کی اطلاع دی اس پر اظہار مسرت فرمایا اور دعاؤں سے نوازا نیز تدریسی فریضہ کی بحسن خوبی انجام دینے کی تلقین فرمائی۔ راقم کی جدائی پر اظہار قلق فرمایا اور مطالعہ کرتے رہنے کی ہدایت بھی فرمائی۔

از: اشرفیہ مبارک پور۔ ۷/ذوالحجہ ۹۰ھ

محبّ محترم جناب مولوی بدر عالم صاحب زید مجدکم۔ السلام وعلیکم ورحمۃ!

ہبلی سے آپ کا خط آیا تھا اس کے بعد معلوم ہوا کہ آپ انکولا پہنچ گئے۔ میں نے آپ کو انکولا ہی بھیجا تھا خوشی ہوئی دعا ہے کہ خداوند کریم آپ سے ممتاز دینی خدمات انجام دلائے۔ آمین!

مجھے آپ کی سعادت مندانہ صلاحیتوں سے قوی امید ہے کہ آپ کار لائقہ کو بحسن خوبی انجام دیں گے، اراکین و ذمہ داران کو اپنی دینی خدمات سے مطمئن کریں گے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

مجھے آپ کی جدائی سے قلق ہے یہ آپ کے والد ماجد کا کرم ہے بہر حال آپ اپنی ادبی مشق جاری رکھیں، کتابیں ضرور دیکھتے رہیں مطالعہ سے ترقی ہوتی ہے۔

میں ۲۷/۲۸/ بمبئی مدرسہ محمدیہ کے اجلاس دستار فضیلت میں جا رہا ہوں۔ احباب کو سلام مسنون۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

فکر اشرفیہ :۔

''آپ کا خط ملا، خیریت سے خوشی ہوئی، قوی امید ہے کہ آپ جہاں رہیں گے کامیاب رہیں گے، مقبول رہیں گے، دینی خدمات انجام دیں گے لیکن مجھے آپ کی جدائی کا افسوس ہے میرا خیال تھا کہ دو سال اپنے پاس اور رکھوں من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال۔ میرا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

جدید تعمیر کا ارادہ ہے کام بہت بڑا ہے، دارالعلوم اشرفیہ کو جامعہ (یونیورسٹی) میں تبدیل کرنا ہے اس کے لیے آپ حضرات کی پوری دل چسپی کے ساتھ سعی درکار ہے''

تالیف قلب :۔

''آپ کا دوسرا خط ملا جواب تو پہلے کا بھی روانہ کیا لیکن تاخیر سے، مصروفیت زیادہ ہے اسی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے ورنہ آپ جیسے مخلص سے ناراضگی کا خواب بھی خیال خواب ہے

(۴) احباب کی ملاقات سے تو خوشی ہوتی ہے لیکن بعض احباب ایسے ہیں کہ ان کا تصور باعث مسرت ہے۔ اس فہرست میں آپ بھی ہیں۔

خواب کی تعبیر ظاہر و باہر ہے جلد وہ وقت آئے گا کہ عربی یونیورسٹی میں آپ اپنے دونوں بھائیوں کی مدد سے قلمی کمی کو پورا کریں گے کم از کم ماہ نامہ شائع کریں گے آمین!۔۔ میرا منشا ایسے طلبہ تیار کرنا ہے جو انگریزی عربی ہندی تینوں زبانوں پر قابو یافتہ ہوں، تینوں زبانوں میں قلمی ولسانی خدمات کرسکیں۔''

راقم نے الجامعۃ الاشرفیہ سے رسالہ کے اجرا کے مقصد'' اس رسالہ کے ذریعہ حضور حافظ ملت کی قیادت میں

الجامعۃ الاشرفیہ تحریک سے دنیا کو روشناس کرایا جائے'' کے تعلق سے رسالہ کے نام مدیر کے تعین۔گورنمنٹ سے رجسٹریشن۔مضامین کی فراہمی۔کتابت وطباعت کے انتظام۔رسل ورسائل۔دفتر۔رسالہ کی ممبر سازی۔اخبارات ورسائل میں رسالہ کے اجرا کے اشتہارات وغیرہ کی بابت ایک تفصیلی عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔اس کے جواب میں حضور حافظ ملت نے جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا ہے ملاحظہ کریں:۔

''از اشرفیہ مبارک پور

۷۸۶

۱۹؍رجب ۹۲ھ

محبّ محترم مولانا بدر القادری صاحب زید مجدکم

السلام وعلیکم ورحمۃ۔محبت نامہ صادر ہوا۔آپ کے ساتھیوں کے جذبات صادقہ مخلصانہ قابل قدر ولائق تحسین ہیں اللھم زد فزد۔رسالہ کے اجرا کی ضرورت اور افادیت مسلم، میں چاہتا ہوں کہ جاری ہو تو جاری رہے اور جاری رہنے اور دائمی ہونے کے لئے کم ازکم آپ کا اور آپ کے ایک معاون اور پریس کا ہونا ضروری ہے،اسی لئے یہ خیال تھا کی عربی یونیورسٹی کی تعمیر کے بعد آپ اسی عمارت میں باطمینان کام کریں۔

آپ نے جس کام کو بہت آسان سمجھا ہے وہی سب سے زیادہ مشکل ہے اور وہی مدار ہے عمدہ مضامین کی فراہمی۔اپنے لوگوں کی تعداد تو بہت ہے اور صاحب قلم بھی ہیں مگر سنیوں میں تعاون نہیں ہے،احساس ذمہ داری نہیں ہے ،وعدہ کی پابندی بھی نہیں ہے الا ماشاء اللہ کا استثنا ہے اور رہے گا۔

اسی لیے میرا ذاتی خیال یہی ہے ویسے اگر آپ اور آپ کے رفقا تیار ہیں تو میری دعائیں آپ حضرات کے ساتھ ہیں،شروع کردیں۔

فقط

عبد العزیز عفی عنہ

اس مکتوب گرامی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حافظ ملت رسالہ کے اجرا کے زبردست حامی تھے اسلیے کہ وہ اس کی ضرورت وافادیت سے بخوبی واقف تھے البتہ رسالہ کے دائمی ہونے کے لئے پہلے سے ہر بات کی پیش بندی یعنی مدیر معاون، پریس اور دفتر وغیرہ کا انتظام کر لینا چاہتے تھے۔مضامین کی اہمیت کی جانب بھی انہوں نے اشارہ کیا ہے اور اہل سنت کے عدم تعاون،ذمہ داری کے عدم احساس وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

راقم سے حضرت آقائے نعمت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی محبت اور کرم فرمائی بھی ظاہر ہے۔

بالآخر مطلع اشرفیہ سے ''ماہنامہ اشرفیہ'' کا نیر تاباں طلوع ہوا،تاریکیوں میں صبح مسرت کا نغمہ گونجا،راقم کو اس موقر رسالہ کا مدیر اول ہونے کا شرف حاصل ہوا اور اسی کی ادارت میں اس رسالہ ''اشرفیہ'' کا ضخیم ووقیع حافظ ملت نمبر شائع ہوا۔اور آج اس نیر تاباں کی تب وتاب اور توانائی سے علم وادب وصحافت کے جہاں میں حرارت اور اجالا برپا ہے۔

جس چمنستان تربیت میں پروان چڑھا تھا آج اس کی عطر بیز اور رنگیں فضاؤں اور نشیلی ہواؤں سے دور ایک اور دیار میں بیٹھا اس گلستان علمی کی بہاروں کے ایک نئے شباب سے ہم کنار ہونے کی خبریں سن رہا تھا۔ جذبہ شوق کی آگ بھڑکتی ہی جارہی تھی۔ احباب کے خطوط سے مبارک پور اور تعلیمی کانفرنس کے حالات برابر موصول ہورہے تھے۔ میں بہرائچ میں رہ کر بھی ذہنی طور پر خود کو مبارکپور میں پاتا رہا۔ حضرت حافظ ملت کے مکتوب نے مجھے سراپا اشتیاق بنادیا۔ حضرت کا مکتوب گرامی ملاحظہ کیجیے:

۸۶

"۱۵؍مارچ ۱۹۷۲ء

محبّ محترم ذوالمجد والکرم زید مکارکم۔

دعوت وافرہ متکاثرہ متزائدہ وسلام مسنون۔ محبت نامہ صادر ہوا آپ کے جذبات صادقہ قابل تحسین ہیں اس سے بے اندازہ مسرت ہوئی کہ آپ اس وقت اپنا کام چھوڑ کر کانفرنس کے کام کے لیے مبارک پور آنا چاہتے ہیں یہ اشرفیہ سے پوری وفاداری کا ثبوت ہے۔ بلاشبہہ آپ اشرفیہ کے سعادت مند فرزند ہیں۔۔

کانفرنس کا پہلا کام اس کے مصارف کی فراہمی تھی، خرچ کا اندازہ پچیس ہزار ہے۔ یہ مصارف صرف مبارک پور ہی سے پورا کرنے کے عزم پر چندہ شروع کیا، بفضلہ تعالیٰ قوم بیدار ہوگئی پچیس ہزار کی وصولی پر ختم کردیا فللہ الحمد والمنہ چندہ کی وصولی ایک تاریخی ہے، الفاظ اس کیف کے حامل نہیں۔ مسلمانان مبارک پور میں یہ جوش وجذبہ ہے کہ پانچ مسلمانوں نے پانچ تعلیمی کمروں کی تعمیر کا بھی اعلان کردیا پانچ اور مسلمان تیار ہوجائیں گے ہر کمرہ کا اسٹیمیٹ کم ازکم پانچ ہزار ہے۔ یہ غربائے امت تن من دھن کی بازی لگارہے ہیں۔ یہ آپ کی خوشی کے لیے لکھ دیا ہے۔

اخبارات میں مضامین جارہے ہیں، اشتہارات بھی طبع ہورہے ہیں۔ دعوت نامہ بھی مطبوعہ غیر مطبوعہ روانہ کیے جارہے ہیں۔ آپ کانفرنس سے ایک ہفتہ قبل آجائیں تاکہ آپ کے مدرسہ کا زیادہ نقصان نہ ہو۔ خصوصی احباب کو بھی دعوت دیں وہ کانفرنس میں شرکت کریں۔ اراکین سید العلوم کی خدمت میں سلام مسنون!

فقط عبدالعزیز

راقم الحروف کی شادی والدین کریمین رحمۃ اللہ علیہما نے جناب علیم الدین ابن صوفی علی رضا کی صاحبزادی سے ۷؍مئی ۱۹۷۴ء کو طے کی اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں نکاح پڑھانے کی درخواست لکھی۔ حضرت ان دنوں سفر میں تھے۔ واپسی کے بعد والد مرحوم کو تحریر فرمایا۔

مکرم ومحترم جناب حافظ محمد رمضان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ! مزاج شریف

طویل سفر کی واپسی پر آج ۱۴؍مئی کو شادی کا کارڈ نظر نواز ہوا۔ ۸،۹؍مئی ٹاٹا سے سفر میں گزری۔ بعدہ بالا بالا

گھوسی وغیرہ کے پروگرام پر رہا۔ آج ۱۴ر کو واپسی پر ڈاک دیکھی تو عزیز مکرم مولانا بدر عالم صاحب سلمہ کی شادی کا دعوت نامہ پڑھا۔ مسرت ہوئی وقت گزر گیا۔ میری مخلصانہ دعا ہے کہ خداوند کریم محبّ محترم جناب مولانا بدر عالم وعزیز مکرم جناب ارشاد احمد صاحب سلمہ کی شادی خانہ آبادی ہمیشہ کی خوشی ومسرت کا باعث ہو۔ انجام بخیر ہو۔ مولیٰ تعالیٰ اس سنت کریمہ کے برکات وحسنات سے طرفین کو مستفیض فرمائے۔ آمین

آپ کو اور جملہ احباب واعزا کو مبارکباد

والدعا والسلام

**عبدالعـــزیـــز غفر لہ**

(مکتوب حافظ ملت بنام حافظ محمد رمضان مرحوم گھوسی ۱۴ر مئی ۱۹۷۴ء)

☆☆☆



تیرہواں باب

# حافظ ملت بحیثیت مصلح

مصلح قوم نے جب تھاما قیادت کا علَم

یاس وحرماں کے اندھیروں میں کرن جاگ اٹھی

حسن گفتار سے جب تونے پکارا ان کو

نوجوانوں میں مرے رسم کہن جاگ اٹھی

(بدر)

# حافظ ملت بحیثیت مصلح

حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے ایک ایسے دور میں آنکھیں کھولیں جب دنیا کا سب سے عظیم مذہب، واحد دین الٰہی، دین فطرت ''اسلام'' سب سے مظلوم مذہب بنا دیا گیا تھا۔ اور دنیا کی سب سے عظیم قوم، قوم مسلم جس نے حق وصداقت کا پرچم بلند کیا، زمانے کو علم وہنر سکھائے، جہانگیری وجہانبانی کے آداب بتائے، اپنی عظمت کردار، اخلاق عالیہ اور مومنانہ فراست وبصیرت سے اس دنیا کو امن وآشتی کا گہوارہ بنایا، شرافت وانسانیت اور تہذیب کی روشنی پھیلائی، وہی قوم مسلم مسلسل شکستوں اور پیہم ہزیمتوں سے عاجز آ کر حالات کے رحم وکرم پر ٹِک کر رہ گئی تھی۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال نے نہ صرف یہ کہ اس قوم سے قوت عمل چھین لی بلکہ مذہب اسلام نے جو اسے عزم وحوصلہ اور احساس برتری تھی وہ پست ہمتی اور احساس کمتری میں تبدیل ہو چکی۔ انہیں حالات میں برصغیر ہندو پاک میں کچھ مصلحین اٹھے مگر چوں کہ وہ خود فریب خوردۂ حالات تھے اس لیے بجائے اسلام کی طرف دعوت دینے کے مغربیت کی طرف دعوت دینے لگے۔ ان مصلحین اور ریفارمرس (Reformers) کی تمام تر جدو جہد اور مساعی کا مقصد مسلمانوں کو اسلام سے دور کر کے مغرب کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی کے لیے تیار کرنا تھا۔ مختصر یہ کہ مسلمان اپنے دین اور علم وعمل سے دور، دنیا طلبی، عیاشی وفحاشی، خرافات وخرابات، بدعات ومنکرات اور بھانت بھانت کی برائیوں، آپسی رسہ کشی، مقدمہ بازی، تجارت سے بے رغبتی، نااتفاقی وغیرہ کا شکار تھا۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ کی مومنانہ بصیرت نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ قوم وملت کو سب سے زیادہ نقصان تعلیم وتربیت کی راہ سے پہنچایا جا رہا ہے۔ اب باطل کے حملوں کا زاویہ تبدیل ہو گیا ہے۔ اب شمشیر بکف مجاہدین سے زیادہ قوم کو ضرورت ہے ایسے بیدار مغز اور پختہ کار علما، دانشوران اور مصلحین کی جو اسلام کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کر سکیں، اس لیے کہ باطل اب زیور فکر وفن سے آراستہ ہو کر نظریات اسلامی کی سرحدوں پر تاخت وتاراج کے لیے بڑھ رہا ہے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ایک ایسا عظیم اصلاحی منصوبہ بنایا کہ اسلامی نظریات پر حملہ خواہ سوشلزم اور کمیونزم کی جانب سے ہو خواہ الحاد وبے دینی کی سمت سے ہو خواہ مادہ پرستوں کی طرف سے ہو خواہ مغربی تہذیب اور مغرب زدہ جدیدیوں کی طرف سے ہو، حملہ داخلی ہو یا خارجی ہر محاذ پر باطل سے نبرد آزمائی کر کے نظریات اسلامی کا نہ صرف تحفظ کیا جائے بلکہ غلبۂ اسلام کا رنگ عام کیا جائے۔ یہی سبب تھا کہ حضور حافظ ملت نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کو پورے عالم اسلام کی ایک مثالی درس گاہ بنانے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف فرما دی۔

لیکن! ایسا نہیں کہ صرف الجامعۃ الاشرفیہ ہی کے توسط سے حضرت حافظ ملت نے اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیا ہو بلکہ آپ نے تعلیم وتربیت، پندونصائح، وعظ تقریر، تصنیف وتالیف اور بیعت وارشاد وغیرہ کے ذریعہ بھی اصلاح معاشرہ کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور زمانہ پر آپ کے مصلحانہ کردار کی عظمت آشکارا ہو گئی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ وہ خیر امت جس کے لیے رب کائنات نے فرمایا:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" الآیہ۔ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ (کنزالایمان)

وہ خود خیر سے دور ہو چکی تھی۔ ایک حقیقی نائب رسول و عالم ربانی نیز ایک قومی و ملی قائد ہونے کی حیثیت سے حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف طریقوں سے اصلاح امت کا فریضہ انجام دیا۔ انہوں نے پہلے شریعت و سنت پر عمل پیرا ہو کر خود کو ایک مثالی مصلح و قائد اور مبلغ و معلم و مرشد کے پیکر میں ڈھالا اور پھر اصلاح معاشرہ کے لیے میدان عمل میں اترے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا امت مسلمہ عام طور سے دین سے دوری اور بے راہ روی میں مبتلا تھی لہٰذا ایسے عالم میں اصلاح معاشرہ کا فریضہ سخت دشوار مسئلہ تھا۔ در اصل فرد واحد کی بیماری کا علاج بڑا آسان ہوتا ہے جب کہ معاشرہ و سماج میں سلامت روی، اصلاح حال، اصلاح باطن، فلاح آخرت اور مقاصد حیات کی طرف گامزن ہونے کی لگن پائی جاتی ہو، کیوں کہ ماحول خود اس کو صحیح راستے پر چلنے کے لیے مجبور کر دیتا ہے لیکن اگر قوموں اور جماعتوں میں اخلاقی گراوٹ، طبیعت کی گندگی، بغض و عناد، حسد و کینہ پروری، بے حیائی، بے شرمی کذب و افترا، افتراق و اختلاف جیسے صفات ذمیمہ وبائے عام کی شکل اختیار کر لیں تو ان کی اصلاح و تدارک میں بڑی دماغ سوزی و جگر کاوی کی ضرورت پڑتی ہے۔

حافظ ملت طبیب روحانی، اور معالج خصائل تھے۔ وہ ملتِ مسلمہ کی اخلاقی پستی، اس کی بیماریوں اور مفسدات سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے ان کی تحریر و تقریر اور مجلسی گفتگو میں وقت اور حالات و ضرورت کے لحاظ سے تعمیر اخلاق پر پورا پورا زور ملتا ہے۔ وہ مسلم معاشرہ کو اس کی بیماریوں سے الگ کر کے اس میں صحت بخش عادات و اطوار کا رواج چاہتے تھے، کذب، کینہ، بغض، حسد، غیبت، چغلی، بدظنی، عیب جوئی اور ان جیسی سینکڑوں مہلک عادتیں ہیں جو مسلمانوں کو اندر سے کھوکھلا کر رہی ہیں۔ ان عیوب کے ہوتے ہوئے کوئی شخص نہ عبادتوں کی چاشنی حاصل کر پاتا ہے اور نہ اسے ایمانی حلاوتوں سے آشنائی ہو پاتی ہے۔ بلکہ اس کی ساری مثبت توانائیاں ضائع ہوتی چلی جاتی ہیں۔

حافظ ملت مسلمانوں کے معاشرہ سے ایسی تمام برائیوں کا قلع قمع کر کے ان میں صدق بیانی، محنت جفاکشی، بہادری، شجاعت و دلیری، حسن ظن، عدل و مساوات، باہمی تعاون اور ہمدردی کے جوہر پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جہالت جو ایسے تمام عیبوں کی بنیاد ہے اس کا خاتمہ کر کے انوار علم سے مسلمانوں کے دل و دماغ کو منور کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے جب ہم حافظ ملت کی زندگی کا اس نہج سے مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے دور اور ماحول میں ایک عظیم مصلح امت نظر آتے ہیں۔

اوصاف ذمیمہ اپنے اندر ایسے جراثیم رکھتے ہیں جو اس کی راست مساعی کے برکات کو ضائع کر دیتے ہیں یہ وہ بیماریاں ہیں جن کا علاج اطبا اور ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں، بلکہ اخلاق حسنہ کی تعلیم کے لیے رب کائنات نے انبیا و مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا۔ اور انسانی معاشرہ کی اصلاح باطن میں فلاح آخرت کا شعور پیدا

کرنے، سلامت روی سکھانے اور صالح مقاصد حیات کے زینے طے کرانے کے لیے رب کریم کی جانب سے معصوم جماعت انبیاومرسلین کا سلسلہ ابتدائے انسانیت سے دور اخیر تک قائم رہا حتی کہ حضور خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین اس اہم فریضہ کے متمم بن کر مبعوث ہوئے۔اور اب رہتی دنیا تک سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائبین اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کرتے رہیں گے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ دور حاضر میں مسلمان قوم وملت جن عیبوں کا شکار ہے، ان میں پستی اخلاق، دنائت طبع، بغض وعناد، حسد وکینہ، کذب وافترا، اختلاف وافتراق، بے حیائی وبے شرمی سبھی کچھ ہے، حافظ ملت علیہ الرحمہ نے زندگی بھران برائیوں کے خلاف زبان وقلم نیز اپنی عملی زندگی سے جہاد کیا۔ وہ اپنے دلنشیں اور من موہنے انداز میں نہایت سادہ وپُر اثر الفاظ کا سہارا لے کر لوگوں کے قلوب میں اخلاق عالیہ کی عظمت، بزرگی اور فوائد کے نقوش بھی مرتسم کرتے تھے۔ اور چھوٹی چھوٹی مثالوں، عام فہم جملوں اور حکمت موعظت سے بری عادات کی قباحتوں اور مہلکات سے نفرت بھی دلاتے تھے۔آیئے ہم پہلے یہ دیکھیں کہ وہ بروں سے برائیاں دور کرنے کے لیے کون سے انداز اختیار کرتے تھے۔

معاشرہ کی شیرازہ بندی کے ماتحت فرماتے ہیں:

''اسلامی اصول کے ماتحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں سے دلی ہمدردی، امداد واعانت اور اس کی پردہ پوشی مسلمان کا ملی فریضہ ہے، اگر مسلمان اس کے عامل ہوجائیں تو ان کی ساری مصیبتیں ختم ہوجائیں، تمام تر پراگندگی اور تشتت کا خاتمہ ہوجائے اور اتفاق واتحاد سے قوم مسلم کی شیرازہ بندی ہوکر وہ طاقت پیدا ہوجائے کہ قوم مسلم کی عظمت رفتہ واپس آجائے'' (معارف حدیث ص ۸۵)

## اتفاق واتحاد:

مسلمانوں کے باہمی اختلاف ونزاع اور ان کی نااتفاقی سے حضرت حافظ ملت سخت کبیدہ خاطر رہتے تھے۔اس کا اندازہ آپ کے اس حکیمانہ قول سے کیا جاسکتا ہے کہ

''اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے''

بات دراصل یہ ہے کہ جب تک جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے یا یوں کہیے کہ روح اور بدن میں اتفاق رہتا ہے آدمی زندہ رہتا ہے اور جب یہ تعلق ختم ہوجاتا ہے، ساتھ چھوٹ جاتا ہے، جسم وروح الگ الگ ہوجاتے ہیں اور دونوں میں اختلاف ہوجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ آدمی مرگیا۔ پس کیا یہ حقیقت نہ ہوئی کہ جسم وروح کا اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے۔اسی طرح دنیا کی ہر چیز میں اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے۔

جس گھر کے سب افراد باہم متحد ہوں تو وہ گھر زندہ ہے، اگر ایک محلّہ کے لوگ باہم اتحاد واتفاق سے رہ رہے ہیں تو وہ محلّہ زندہ ہے اور اگر اختلاف ہو کہ یہ اس کی پگڑی اچھال رہا ہے، وہ اس کی ٹانگ گھسیٹ رہا ہے تو یہ اختلاف ہی اس محلّہ کی موت ہے۔یہی حال شہر کا اور ملک کا ہے اور قوم وملت کا ہے۔

''وہ قوم زندہ قوم ہے جس کے افراد میں باہم ہم دردی، غم گساری اور اتحاد آرا کا خیال ہے اور وہ قوم زندہ رہ کر مُردوں سے بدتر ہے جس کے افراد میں خودغرضی، نفس پرستی اور دوسرے بھائی کی ترقی دیکھ کر بغض وحسد کی آگ میں جلنا پایا جائے''۔ (حافظ ملت نمبر ملخصا ص ۱۴۷ تا ۱۴۸)

## غیبت سے باز آؤ:

غیبت کی مذمت میں فرماتے ہیں:

''اس زمانے میں چغلی غیبت مسلمانوں میں عام ہوگئی ہے۔ یہ مرض اس درجہ ترقی کرگیا ہے گویا وبائی صورت اختیار کرگیا ہے۔ عام طور پر مسلمان اس مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ لوگ کان کھول کر چغلی کی برائی سنیں اور اس کے عذاب سے ڈریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کا سبب چغلی بتایا ہے۔ یہ بھی فرمایا "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ" کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جارہے ہیں۔ یعنی چغلی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے آدمی نہ بچ سکے۔ اس بری لت کو نہ چھوڑ سکے۔ چغلی ہے تو بہت معمولی سی چیز، مگر اس کے اثرات بڑے ہی زہریلے اور تباہ کن ہیں چغل خوری دنیا میں بے عزت کرتی ہے۔ بے اعتبار بناتی ہے۔ اس سے اپنے غیر ہوجاتے ہیں۔ چغلی عذاب قبر کا سبب ہے۔ عذاب آخرت کا موجب ہے۔ اسی لیے شریعت مطہرہ نے اسے حرام کیا ہے، قرآن مجید کا ارشاد ہے "اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ" (الحجرات: آیت ۱۲) اتم میں کا کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو چغلی کو برا جانو اور اس سے بچو۔ معلوم ہوا جس طرح اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا حرام ہے۔ چغلی بھی حرام ہے۔ مسلمانوں کو چغلی سے نفرت لازم ہے۔ (معارف حدیث ص ۴۳،۴۴)

ایک بار خطیب شہیر مولانا عبید اللہ خاں اعظمی حضور حافظ ملت سے دریافت کرتے ہیں کہ حضرت کی زبان مبارک میں یہ حیرت انگیز تاثیر اور تسخیری قوت کس طرح پیدا ہوئی۔ آپ نے ایسا کون سا عمل اور مجاہدہ فرمایا ہے کہ جو بات ارشاد فرماتے ہیں دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ اور لوگوں کے قلوب سے تاعمر اس کی اثر انگیزی نہیں مٹتی؟

حافظ ملت نے جواب دیا: میاں ہمیشہ سچ بولا کرو، یہ تاثیر پیدا ہوجائے گی۔ (انوار حافظ ملت ص ۴۶)

## بدظنی عیب جوئی اور حسد سے بچو:

حضور حافظ ملت کے قلم سے بدظنی، عیب جوئی اور بغض وحسد کے مفسدات، ان کی برائیوں، اور مہلکات کے بارے میں نہایت حکیمانہ اور پرزور بیان ملاحظہ فرمایئے۔ جس کے مطالعہ سے حافظ ملت کے قالب میں ایک دردمند مصلح امت کی بے قرار روح کا ادراک آسان ہوگا۔ فرماتے ہیں:

''حسد، غیبت اور چغلی، یہ وہ امراض ہیں جن کے مریض ہمیشہ حیران وپریشان اور سرگرداں رہتے ہیں اور ذلیل وخوار ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ ان برائیوں سے دور رہیں اور ان بدعادتوں سے بچیں اور آپس مین متفق ومتحد رہ کر اخوت اسلامی کے تحت زندگی گزاریں۔

بدظنی کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں ۔ جب کسی سے بدظنی ہوتی ہے تو اس کی اچھی بات بری معلوم ہوتی ہے ۔اچھا فعل بھی برا معلوم ہوتا ہے ۔ اس کی طرف سے دل میں ہر وقت ایک خلش رہتی ہے ۔ دغدغہ رہتا ہے، خواہ مخواہ خوف وہراس رہتا ہے کہ وہ کہیں کوئی خلاف کارروائی نہ کرے، کوئی نقصان نہ پہنچا دے، حالاں کہ نفس الامر میں کوئی بات نہیں، یہ سب اسی کے سینہ کی کدورت، اسی کے قلب کی ظلمت وتاریکی کا اندھیر ہے ۔ اگر بدظنی نہ ہوتی، اس کا سینہ صاف ہوتا تو ہرگز ایسا نہ ہوتا ۔ اس سے خود اسی کو تکلیف ہوتی ہے اور بلا وجہ تکلیف، اس نے خود اپنی بدظنی کی وجہ سے اپنے خیال میں سب کچھ سمجھ رکھا ہے ۔ خیالی عمارت تعمیر کی ہے اور واقعہ کچھ نہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بدظنی کے تحت اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو اس شخص کی بدظنی اور عداوت کا سبب بن جاتی ہیں ۔ بالآخر دونوں میں پوری عداوت ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کا دشمن ہو جاتا ہے، اگر بدظنی نہ ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدظنی سے ڈرایا اور بچایا ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! بدظنی سے دور رہو، یہ بڑی خطرناک ہے، بڑی بری بات ہے ۔ دل میں جو باتیں پیدا ہوتی ہیں ان میں مسلمانوں سے بدظنی بہت ہی بری بات ہے ۔ اس کو دل سے دور کردو ورنہ خود تمھیں تکلیف اٹھانی پڑے گی، انجام یہ ہوگا کہ تمھارے دوست دشمن ہو جائیں گے ۔ تمھاری زندگی تلخ ہو جائے گی ۔ اسی طرح مسلمانوں کی عیب جوئی، مسلمانوں کی برائی تلاش کرنا، یہ بھی بڑا عیب ہے، بے ضرورت کسی مسلمان کے عیب تلاش کرنا لا حاصل ہی نہیں بلکہ سخت مضر ہے ۔ جب اس کا اظہار ہوتا ہے تو عیب جو، سخت ذلیل ہوتا ہے اور جس کی عیب جوئی کرتا ہے وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے، اس کے دل سے اس کی وقعت نکل جاتی ہے، وہ بھی اس کی تذلیل وتحقیر کے لیے تیار ہو جاتا ہے جس کے نتائج دونوں کے لیے مضر ہو جاتے ہیں، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس برائی سے روکا اور منع فرمایا کہ مسلمانو! مسلمانوں کے عیب نہ تلاش کرو ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھارے ہی لیے سخت مضر ہوگا ۔ جس کا انجام تمھاری عزت ریزی ہے ۔ تمھارے دوست دشمن بن جائیں گے، آپس میں نفاق وشقاق پیدا ہوگا ۔ تمھاری طاقت ختم ہو جائے گی ۔ لہذا اس برائی سے باز آؤ اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو ۔ البتہ اگر بغیر تلاش کے کسی کے عیب پر مطلع ہو جاؤ تو سلامت روی کے ساتھ اس کی فہمائش کرو اور اس کو اس عیب سے روکنے کی سعی کرو، یہ اسلامی ہمدردی ہے ۔ (معارف حدیث ص ۱۰۳، ۱۰۵)

## حسن سلوک:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ خود حسن اخلاق کے پیکر تھے ۔ آپ اپنے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر تو خصوصی توجہ دیتے ہی تھے ۔ اپنے تلامذہ، مریدین اور غربا و یتامیٰ پر حد درجہ مہربان تھے، کرم فرماتے تھے ۔ لیکن ہر مسلمان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاو کرتے تھے۔

## پڑوسی کے ساتھ سلوک:

مقتضائے ایمان یہی ہے کہ مومن کا کردار اور اس کا اخلاق اس بلندی پر ہو کہ سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرے۔ یوں تو تمام دنیا کے مسلمان اس میں شریک ہیں، سبھی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے، سبھی کے ساتھ نیک کردار کے ساتھ پیش آنا ہے، مگر پڑوسی چوں کہ اس کے قریب ہے، نزدیک ہے، دن رات اس کے ساتھ رہتا ہے اس لیے نسبتاً اس کا حق زیادہ ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پڑوسی کا پڑوسی پر خاص طور پر حق مقرر فرمایا ہے۔ (معارف حدیث ص۹۸)

مسلمانو! اپنی صلاح وفلاح کے لیے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرو اور اس اصول کے پابند ہو جاؤ، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، ان کی خبر گیری رکھو، ان کی امداد واعانت کرو، مولائے قدیر تمھاری مدد فرمائے گا۔ (معارف حدیث ص۹۹)

مذہب اسلام ہر بھلائی کا ضامن اور ہر چیز کا جامع ہے۔ بھلائی خواہ ظاہری ہو یا باطنی، دنیوی ہو یا اخروی، اسلام نے ساری بھلائیوں کا احاطہ کرلیا ہے۔ (معارف حدیث ص۱۰۰)

## محارم ومعصیت سے اجتناب:

حضرت حافظ ملت حدیث مصطفوی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

اصل مقصود عبادت میں محارم ومعصیت سے بچنا ہے اگر چہ احکام وفرائض خداوندی پر عمل اشد ضروری ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص محرمات ومکروہات سے پرہیز کرتا ہے اگر چہ عبادات نافلہ، صدقات، خیرات وغیرہ میں مبالغہ نہیں کرتا، وہ اس شخص سے افضل ہے جو باوجود ادائے فرائض کے عبادات نافلہ میں تو بڑا غلو کرتا ہے مگر معاصی سے بچنے کی فکر کم کرتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عابد کو پہلے محارم سے بچنا ضروری ہے۔ معصیت سے تائب ہوکر عبادت الٰہی میں مصروف ہو تو نور عبادت حاصل ہوگا اور یہ عابد بہترین عابد ہوگا، مقبول بارگاہ ہوگا۔ صراط مستقیم کی یہی تعلیم ہے۔ (معارف حدیث ص۶۶)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان خدائے تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں، عبادت الٰہی میں مصروف رہیں، تقدیر الٰہی پر راضی رہیں، صبر وقناعت اپنا شیوہ بنائیں، پڑوسیوں کے ساتھ احسان کریں، دوسرے مسلمانوں کی بھلائی کے خواہاں رہیں، لغو گوئی، فضول ہنسی مذاق سے پرہیز کریں، قلب کو خوف الٰہی کا نشیمن بنائیں، ذکر الٰہی سے قلب کو منور کریں۔ (معارف حدیث ص۶۷)

## زبان اور شرمگاہ پر قابو رکھو:۔

ایک حدیث پاک کی تشریح میں زبان اور شرم گاہ کی بے احتیاطیوں کے تباہ کن اور جہنم رساں نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسان کو زیادہ تر دوزخ میں لے جانے والی دو چیزیں بیان فرمائیں۔
''انسان کا منہ اور شرم گاہ'' یہ اس لیے کہ دونوں سے معصیت زیادہ ہوتی ہے، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا، گالی بکنا حرام پینا، حرام کھانا، یہ تمام معصیتیں منہ سے ہوتی ہیں۔

شرم گاہ کی شہوت تمام شہوتوں پر غالب ہے۔ بسا اوقات عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ اگر انسان اپنی زبان اور شرم گاہ پر قابو پا جائے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہ برائی سے بچ سکتا ہے۔ اور تمام خطرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من یضمن لی ما بین لحییہ ورجلیہ اضمن له الجنة" (کنز العمال حدیث ۷۸۷۳ الاخلاق، الترھیب فی الاخلاق بحوالہ بخاری شریف)

جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

مسلمانو! زبان اور شرم گاہ کی معصیت زیادہ تر دوزخ میں لے جانے والی ہے، لہذا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ صداقت اور سچائی کا عادی بناؤ۔ جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، گالی دینے، بے ہودہ بکنے سے باز آؤ۔ شرم گاہ کو حرام سے بچاؤ۔ یاد رکھو! زبان اور شرم گاہ دونوں کی حفاظت پر اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(معارف حدیث ص ۷۷، ۷۹)

حافظ ملت حقیقی معنوں میں مصلح امت تھے۔ ان کی اصلاح اور تربیت کا طریقہ فطری تھا۔ وہ جبری اصلاح پر اسے فائق جانتے تھے۔ طلبہ کی عزت نفس کا انھیں بے حد خیال تھا۔ اور تعلیم و تربیت کے دور میں وہ انھیں اسلاف کرام کے طریق پر اخلاق سے سجاتے اور سنوارتے تھے۔ ان کی شیریں گفتار، محبت اور پیار بھرا انداز، اور خلوص دیکھ کر علما، طلبہ اور عوام سبھی اثر قبول کرتے تھے۔ وہ کسی کی دل شکنی کرنا تو جانتے ہی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ ان سے اپنے مزاج کے مطابق کوئی بات کہلوانا یا کوئی کام کروانا چاہتے۔ مگر حافظ ملت کو ایسے لوگوں کا بھی دل دکھانا گوارہ نہیں تھا۔ اس لیے صاف انکار نہ فرماتے۔ البتہ حکمت عملی سے انہیں ٹال دیا کرتے تھے۔

مسجد میں کسی کی اصلاح مقصود ہوتی تو نماز کے بعد عام لوگوں کو مخاطب بنا کر اس بات کا ذکر کرتے جس کی غلطی ہوتی وہ سمجھ لیتا اس طرح دوسروں کی معلومات میں اضافہ ہوتا اور وہ شخص شرمندگی سے بھی بچ جاتا۔

کبھی کسی کو تنبیہ کرنی ہوتی تو تنہائی میں بلا کر خبر دار کرتے۔ البتہ طلبہ کی بری عادتوں کا سخت نوٹس لیتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ شروع شروع دور میں جب میں مبارک پور دار العلوم میں گیا تھا۔ اس وقت میرے ساتھ ہی میرا ماموں زاد بھائی شمیم احمد بھی داخل ہوا تھا۔ اس کے بارے میں شکایت ہوئی کہ اس نے گالی دی ہے۔ یہ سن کر حضرت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور حافظ ملت نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ تا کہ وہ یہ بری عادت چھوڑ دے مگر افسوس پھر وہ مبارک پور ٹھہر نہ سکا۔ کسی طالب علم کے اندر کسی خصلت بد کی شکایت ہوتی تو اسے سخت سے سخت سزا دیتے۔ حافظ ملت اپنے طلبہ کو علم اور اخلاق میں بلند تر دیکھنا چاہتے تھے۔

## تقویٰ کی راہ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ قرآن حکیم کے رمز شناس تھے انھیں اس بات کا یقین کامل تھا کہ جب تک مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت میں کامل استحکام نہ ہوگا اس وقت تک وہ ہر قسم کی برائیوں اور بدکاریوں میں ملوث ہو سکتے ہیں، اس لیے وہ بار بار مقصد آخرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں، جنت نعیم کی نعمتوں کی خوش خبریاں سناتے ہیں اور جہنم کے ہولناک عذاب سے ڈراتے ہیں۔

## انسان کو بگڑنا نہیں چاہیے:

نوجوان فاضل مولانا مبارک حسین مصباحی راوی ہیں:

"ایک صاحب نے راقم سطور سے اپنا حال بیان کیا۔ وہ جن دنوں زیر تعلیم تھے آواز اچھی تھی، جلسوں میں نعتیں پڑھتے تھے۔ اور آج بھی ایک اچھے خطیب اور خوش گلو نعت خواں کی حیثیت سے لوگوں میں مشہور و مقبول ہیں۔ وہ اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ بتاتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت کا ساتھ ہوگیا... ٹرین رکی، اور حضرت حسب معمول نماز پڑھنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر گئے۔ اور میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ جب حضرت نماز کی ادائیگی کے بعد ٹرین میں سوار ہوئے تو مجھ سے فرمایا"

آپ نے نماز نہیں پڑھی؟

میں نے حیلہ بہانہ کرتے ہوئے جواب دیا، حضور وضو نہیں تھا اور (پانی کی) مشین بگڑی ہوئی تھی، اس جواب پر حضرت نے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا: "مگر انسان کو نہیں بگڑنا چاہیے" (انوار حافظ ملت ص ۴۷)

حافظ ملت وعظ و نصیحت کے دوران بعض ترہیبی مضامین کو آسان تمثیل کا ایسا جامہ پہنا کر پیش فرماتے کہ سامع قبول کیے بغیر نہ رہتا۔

ایک جلسہ میں نماز فجر کے وقت سو جانے کے عذر کا دفعیہ کرتے ہوئے سمجھایا:

"ایک ایسا انسان جو کئی راتوں سے بیداری کا شکار ہو۔ تھکا ہارا ہو، اس کے لیے کسی صاف ستھرے کمرے میں آرام دہ بستر لگا دو۔ اور آسائش کے سامان مہیا کردو۔ اور اس سے کہہ دو کہ سو جاؤ۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ اس کمرے میں ایک زہریلا سانپ رہتا ہے۔ تو کیا اس تھکے ماندے شخص کو نیند آئے گی؟" نہیں۔ کیوں کہ اس کے دل میں سانپ کا ڈر سما گیا۔ سانپ کا خوف پیدا ہوگیا تو اب اس کی نیند غائب ہوگئی۔

عزیزو! جب سانپ کے خوف سے نیند اڑ سکتی ہے۔ تو خوف خدا جس کے دل میں ہو نماز کے وقت کیا وہ سوتا رہے گا۔؟

## کردار سازی:

حافظ ملت صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ وہ اپنے تلامذہ، علما حتی کہ عوام اہل سنت کو بلند

کردار، خوش اخلاق، پابند شرع اور ہر لحاظ سے کامیاب، وکامراں، دیکھنا چاہتے تھے۔ اور انھیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ انسان کو باکردار بنانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچہ میں ڈھال لے۔ سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدکرداری کے خار وخس کو اخلاق کی کشت زار سے کس کس طرح اکھیڑا ہے۔ اور مصلحین امت اپنے مخاطبین کو ان کی روشنی کس طرح پہنچاتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

افعال وکردار ہی کی بلندی سے انسان کی بڑائی ہے۔ اچھے کردار سے انسان سرخرو اور بدکرداری سے آدمی ذلیل ورسوا ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے ہر موقع پر اچھے کردار کی تعلیم دی اور بدکرداری سے بچایا۔ حد ہے کہ راستے پر بیٹھنے سے بھی روک دیا اور منع کردیا کہ نظر خطا کرے گی، دل میں بدی آئے گی، نتیجہ بدکرداری ہوگا، جس کو ذلت ورسوائی لازم ہے، اس لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کی جڑ ہی کاٹ دی جس کے برگ وثمر سے عزت انسانی کو خطرہ تھا۔

(حدیث) "عن أبی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوسَ علی الطرقات فقالوا مالنا بد انما هو مجالسنا فنحدث فيه قال فاذا ابيتم الا المجالس فاعطوا الطريق حقها قالوا وما حق الطريق قال غض البصر وكف الأذى ورد السلام وأمر بالمعروف ونهى عن المنكر" (بخاری ج ا ص ۳۳۳ ابواب المظالم رافنیۃ الدور فیھا مجلس برکات مبارک پور)

(ترجمہ) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، راستوں پر نہ بیٹھو، لوگوں نے عرض کیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں وہی ہماری مجلسیں ہیں، وہیں بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا، جب تم نہیں مانتے، راستوں پر بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ عرض کیا، راستہ کا حق کیا ہے۔ فرمایا نظر نیچی رکھنا، راستہ کی تکلیف دہ چیز دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

مسلمانو! غور کرو! کس قدر بلند کردار کی تعلیم ہے کہ پہلے تو اس جگہ بیٹھنے ہی سے روکا، مگر جب نہ مانے تو ایسا پابند کردیا کہ کسی طرح بھی پائے استقامت کو لغزش نہ ہو، انسان راستہ پر بیٹھا ہوا بھی اپنے اسی بلند مقام پر فائز رہے۔ اس کا منارۂ وقار اس پستی میں بھی اسی بلندی پر رہے۔ اسی لیے فرمایا، دیکھو نظر نہ اٹھنے پائے، کیوں کہ نظر ہی ایک زہریلا تیر ہے، جس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور انسان متاثر ہو کر بدکرداری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ جس کو ذلت ورسوائی لازم ہے۔ جب نظر ہی نہ اٹھے تو دل میں بدی کا خیال ہی نہ آئے گا۔ پھر برائی کیوں کر ہوگی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے بدی کا دروازہ بند کردیا۔ راستہ میں ایسی کوئی تکلیف دہ چیز جیسے کانٹا، پتھر وغیرہ پڑا ہو، جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہو تو انسانی ہمدردی کے ماتحت اس کا دور کرنا ضروری ہے۔ تاکہ گزرنے والے تکلیف سے بچیں اگر ایسی چیزوں کو راستہ سے ہٹادیا تو چلنے والوں پر اس کردار کا اثر پڑے گا اور ان کے دلوں میں ایسے شخص کی محبت اور عزت ہوگی اور اگر راستہ سے ایسی چیزوں کو دور نہیں کیا تو راستہ چلنے والے ان چیزوں سے اذیت پاکر ان بیٹھنے والوں سے نفرت کریں گے، یہ کہیں گے کہ یہ لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے، ان سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ اس خطرے کی چیز کو دور کر کے راہگیروں کو تکلیف سے بچالیتے، اسی لیے حکم دیا کہ "کف الأذی" یعنی راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرو۔

سلام کا طریقہ یہی ہے کہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ لہذا اسلامی طریقے کے مطابق جب گزرنے والے سلام کریں تو بیٹھنے والوں کو سلام کا جواب دینا ضروری ہے، اس لیے فرمایا، سلام کا جواب دو۔

گزرنے والوں میں ہر قسم کے لوگ ہوں گے، فاسق و فاجر بھی اور متقی پرہیزگار بھی نیک بھی ہوں گے اور بد بھی، بدوں کو نصیحت و ہدایت کی ضرورت ہے۔ لہذا بیٹھنے والوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ڈیوٹی لگا دی، جس سے بدوں کی اصلاح ہو، ان کی بدکرداری دور ہو، وہ نیک بنیں، جب بیٹھنے والوں پر ہدایت و نصیحت لازم کر دی گئی تو ان کو خود نیک کردار ہونا ضروری ہو گیا۔ پہلے یہ خود بدکرداری سے بچیں پھر دوسروں کی راہ نمائی کریں۔ یہ ہے سرور دو عالم محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور یہی صراط مستقیم ہے۔(معارف حدث ص ۷۱، ۷۳)

## انداز ترغیب:

حافظ ملت امت مسلمہ کو رحمت باری کی طرف بلند آہنگی اور پوری قوت سے پکارتے رہے تا کہ مسلمان اپنی زندگی کے شب و روز غفلت شعاری میں ضائع نہ کر دیں بلکہ ان میں آخرت کے لیے توشہ جمع کریں۔ انھوں نے یقین آفریں طور پر یہ واضح فرمایا کہ رب کی خوشنودی کسی خاص طبقہ یا جماعت یا زمانہ کے افراد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ رحمت باری تعالی کی چادر ہمہ وقت ہر اہل ایمان کے لیے وسیع اور دراز ہے۔ رحمٰن و غفار خدا اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے مائل بہ کرم ہے۔ اب صرف بات ہمت مردانہ اور عزم محکم کی ہے کہ مسلمان کب بڑھ کر اپنی منزل مقصود پا لیں۔ نیکیوں کی ترغیب اور ان پر عمل کے لیے حافظ ملت کس دردمندی اور دل سوزی سے دعوت دے رہے ہیں، دیدنی ہے۔

ایک حدیث کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”مسلمان اپنے رب کی بارگاہ میں مقبولیت چاہتے ہیں تو اعمال صالحہ کی پابندی کریں، فرائض کی پوری پابندی کریں، نماز فرض نہایت ذوق و شوق سے ادا کریں اور نماز تحیۃ الوضو بھی پابندی سے پڑھا کریں۔ خداوند کریم اپنا خاص فضل فرمائے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مقبولیت تو انھیں کے ساتھ خاص ہے۔ مگر محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں رحمت الٰہی ہر وقت اپنے آغوش کرم میں لینے کے لیے تیار ہے۔ اس بارگاہ عالی کا یہ اعلان ہے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روِ منزل ہی نہیں

مسلمانو! آؤ، آؤ، خواب غفلت سے اٹھو، خداوند کریم کی یاد میں دل لگاؤ، زندگی غنیمت جانو، نماز کی پابندی کرو، حتی کہ نوافل پر بھی مداومت کرو، یہی کام آنے والا ہے۔

## فائدہ:

جب جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بارہا پایا، بارہا ان کی آہٹ محسوس کی تو ثابت ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار جنت میں تشریف لے گئے ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور منامی معراج کے واقعات ہیں۔ روحانی معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرتبہ ہوئی البتہ جسمانی معراج ایک مرتبہ ہوئی، جس کا قرآن مجید اور احادیث میں مفصل ذکر ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلنا خادمانہ حیثیت سے تھا، خدام آگے بھی چلا کرتے ہیں، راستہ صاف کرتے، آقا کی تشریف آوری کا اعلان کرتے اور بشارت دیتے چلے جاتے ہیں۔
(معارف حدیث ص ۸۸،۸۹)

## انسانی ہمدردی:

حافظ ملت نے جب سے عملی میدان میں قدم رکھا کبھی وطن میں آرام طلبی کے لیے رہنے کی پروا نہیں کی۔ مرادآباد، اجمیر مقدس اور بریلی شریف میں حصول تعلیم کے لیے رہے۔ اس کے بعد مبارکپور اور ناگپور میں تدریس اور خدمت اسلام و مسلمین کے لیے قیام فرمایا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے حصوں میں رواں دواں رہے کس لیے؟

اگر ان سوالات کا جواب تلاش کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ''صرف دین کے لیے، دین داروں کے لیے'' جلسوں، جلوسوں کانفرنسوں، مناظروں، مباحثوں، عرسوں اور زیارتوں کے علاوہ حافظ ملت علما و مشائخ اور بعض مسلمانوں کی عیادت یا ان کی کسی نجی ضرورت اور کام کے لیے بھی اپنی ضعیفی، کمزوری، نقاہت، اور عدیم الفرصتی کا خیال کیے بغیر طویل سفر کیا کرتے تھے۔ سیکڑوں خوش پوش علما اور طلبہ ان کی عطا پر پرورش پاتے۔ آیئے ان کے اس عمل کو ان کے قول سے ملا کر قول وعمل کی یکسانیت کے سنگم سے ان کی مصلحانہ خدمات کے جلوے دیکھیں۔ فرماتے ہیں:

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ!
ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

انسان کو انس لازم ہے، وہ کیا انسان ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی نہ ہو، صرف اپنی ضرورتیں پوری کر لینا انسانیت نہیں، انسان وہی ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی اور غم خواری ہو، اسی لیے اسلام کا زریں اصول مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد و اتفاق ہے، آپس میں ایک دوسرے کی غم خواری و ہمدردی ہے، امیر کو غریب کی، مالدار کو نادار کی ہمدردی، امداد و اعانت نہایت ہی مستحکم اور بڑا ہی زرّیں اصول ہے۔ جب کبھی غربا و مساکین کو حاجت پیش آئے تو فوراً مسلمان ان کو سہارا دیں اور اپنی طاقت بھر ان کو قوت پہنچا کر ان کی ضرورت کو پورا کریں۔

حافظ ملت اپنے اس فرمودہ پر اس سختی سے عامل تھے کہ دستر خوان پر بیٹھے کھانا تناول فرماتے ہوتے ہیں۔ سامنے صرف ایک روٹی ہوتی ہے، سائل دروازہ سے صدا لگاتا ہے، فوراً نصف روٹی موجود طالب علم کے ذریعہ سائل کو بھیج دیتے

ہیں اور نصف کھا کر صبر کرتے ہیں، ایسی ذات اگر یہ فرمائے تو کیوں نہ لفظ لفظ سے تاثیر کا آبشار پھوٹے۔ ایسا نہیں کہ بڑے بڑے رؤسا، امرا اور بڑے بڑے دولت مندوں ہی کو یہ حکم ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کے لیے دوسروں کی غم خواری اور اپنے مقدور بھر ہمدردی لازم ہے۔

(حدیث) "عن أبی بردة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ ان الأشعریین اذا أرملوا فی الغزو أوقل طعام عیالهم بالمدینة جمعوا ماکان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینهم فی اناء واحد بالسویة فهم منی وانا منهم" (کنزالاعمال حدیث ۷۳/۳۳ الفضائل، الاشعریون)

(ترجمہ) حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریین جب غزوہ میں بے توشہ ہو جائیں یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جائے تو ان کے پاس جو ہو ایک کپڑے میں جمع کریں پھر آپس میں برابر تقسیم کریں تو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (بخاری شریف)

سفر اور بے وطنی میں جب ایسی صورت پیش آجائے کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا ہو، کسی کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں، کسی کے پاس کم ہے، کسی کے پاس زیادہ ہے تو سب اپنا اپنا سامان ملا کر یک جا کر لیں اور پھر آپس میں برابر تقسیم کر لیں، اسی طرح ان حضرات کے لیے بھی حکم ہے جو شہر میں رہتے ہوں اور عسرت وفلاکت کی صورت پیدا ہو جائے کہ بعض کے پاس ہے بعض کے پاس نہیں۔ کسی کے پاس کم ہے، کسی کے پاس زیادہ ہے تو سب مسلمان اپنا اپنا سامان ملا کر یک جا کر لیں اور آپس میں برابر تقسیم کر لیں، ایسا نہیں کہ جس کے پاس کھانا ہے وہ کھائے اور جس کے پاس نہیں وہ بھوکا رہے۔ مالدار کھائیں، اور نادار منہ تکیں، اسلامی غیرت اس کو گوارا نہیں کرتی۔ اس لیے اللہ کے حبیب سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر ہو یا حضر، آبادی ہو یا ویرانہ، جہاں ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مسلمان نادار ہو جائیں اور ان کے پاس کھانا نہ رہے تو جن لوگوں کے پاس جو کچھ ہو وہ سب کو ملا کر یک جا کر لیں اور آپس میں سب برابر تقسیم کر لیں اس لیے کہ وہ سب آپس میں ایک ہیں، برابر ہیں، اسلامی اخوت ان کو یہی سبق دیتی ہے رشتہ اخوت کا یہی مقتضیٰ ہے، اسلامی مساوات وہمدردی یہی چاہتی ہے۔

فرمایا ایسا کرنے والے مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں یعنی وہ مجھ سے قریب تر ہیں اور میں ان سے بہت نزدیک ہوں۔ یہ وہ انعام ہے اور اتنا بڑا احسان ہے جس پر قربان ہو جانا چاہئے۔ اللہ کے حبیب اس کو اپنا قریبی بنا رہے ہیں خود اس سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ یعنی دامنِ رحمت میں چھپا رہے ہیں، کالی کملی میں پناہ دے رہے ہیں۔ قرب مصطفےٰ جس کو نصیب ہوا اس خوش نصیب کا کیا کہنا، جس کو یہ دولت ملی اس کو سب کچھ مل گیا وہ کونسی دولت ہے، کونسی نعمت ہے جو باقی رہی، دارین کی نعمتیں دامن مصطفےٰ سے وابستہ ہیں کالی کملی میں جسے پناہ ملی اسے اور کیا چاہیے، دامنِ رحمت میں جو چھپ گیا وہ کبھی زحمت نہیں اٹھائے گا۔

خلق مصطفےٰ جود وعطا ہے رحم وکرم ہے۔ لہذا ایسے لوگ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں، مورد انعام ربانی ہیں۔ مولائے کریم ان کے کھانے میں بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ وہ قادر مطلق اس تھوڑے کو بہت کر دے گا۔ ان غربا اور

ناداروں کا کام بھی چلے گا اور مالداروں کو کوئی تکلیف بھی نہ ہوگی ۔ بہر حال اس مختصر فرمان میں بڑی گہری ہدایت ہے اور اس اصول کے تحت ہر مسلمان کو ایک دوسرے سے ہمدردی اور غم خواری کی تعلیم ہے ۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں، غربا و مساکین کی اعانت کریں۔ ناداروں کی امداد کریں، بے سہاروں کو سہارا دیں ۔ یہی اسلامی تعلیم ہے، یہی صراط مستقیم ہے ۔ (معارف حدیث ص ۱۱۲، ۱۱۴)

## تعلیم عفت وتقویٰ:

عفت وتقویٰ اور پاک دامنی فلاح دارین کی ضمانت اور تقویٰ اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے ۔ اہل تقوی خدا کے پیارے اور نوازے ہوئے ہیں۔ رب کائنات نے متقیوں کی تعریف قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے ۔ حافظ ملت خود بھی متقی تھے اور تعلیم تقویٰ کو دنیا میں عام کرنا ان کا مقصود حیات تھا ،انسانی اعضا میں زبان اور شرم گاہ وہ دو اعضا ہیں جن سے زیادہ تر لوگ تقویٰ شکنی کے وبال میں مبتلا ہوتے ہیں جیسے حضور سیدنا معلم اخلاق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے ۔

حافظ ملت اسی حدیث پاک کے حوالے سے تقویٰ، پرہیزگاری کے موضوع پر اپنی ملت کو نصیحت فرماتے ہیں:

مسلمان کا مقصد آخرت ہے، دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے، دوزخ سے نجات پائے جنت میں داخل ہو، انعامات واکرامات کا مستحق ہو، یہی اس کا مطمح نظر ہو اگر چہ جنت کی تمام نعمتیں، ساری خصوصیتیں محض فضل ربانی وعطائے الٰہی ہے، لیکن اس مولائے نعیم وغافر نے ان کے حصول کے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں ۔ جنت کے ان خصوصی انعامات واکرامات کا ذریعہ تقویٰ اور حسن خُلق ہے ۔ یوں تو ہر نافرمانی اور معصیت دوزخ کا سبب ہے ،مگر دو چیزیں خاص طور پر انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ انسان کا منہ اور اس کی شرم گاہ ۔سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(حدیث) عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أتدرون ما أكثر مايدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن الخلق أتدرون ما أكثر مايدخل الناس النار الاجوفان الفم والفرج۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۱۲ باب حفظ اللسان رالفصل الثانی مجلس برکات )

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو جنت میں پہنچاتی ہے، وہ تقویٰ اور حسن خلق ہے۔ کیا جانتے ہو وہ کیا چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو دوزخ میں لے جاتی ہے، وہ دو چیزیں کیا ہیں جو اندر سے خالی ہیں، وہ انسان کا منہ اور شرم گاہ ہے۔

اس حدیث شریف میں جنت اور اس کے بلند درجات کے حصول کا ذریعہ دو چیزیں بیان فرمائیں ،تقویٰ اور حسن خلق ۔

تقویٰ شریعت مطہرہ میں ہر معصیت سے بچنا اور تمام احکام الٰہی بجالانا ہے، لہذا تقویٰ کے اندر تمام بھلائیاں

داخل ہیں، اس لیے تقویٰ حسن خلق کو بھی ضرور شامل ہے۔ پھر اس کو علیحدہ ذکر کرنا یہ تخصیص بعد تعمیم ہے جو حسن خلق کی عظمت پر دلیل ہے۔ یا تقویٰ سے مراد اعمال ظاہری اور خلق سے مراد اخلاق باطنی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعمال وافعال خداوند کریم کے مرضی کے مطابق ہوں اور باطنی اخلاق وعقائد بھی اسی کی خوشنودی کے مطابق ہوں تو وہ شخص جنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات واکرامات کا مستحق ہے۔ یا تقویٰ اشارہ ہے بندہ کا حسن معاملہ اپنے خالق کے ساتھ۔ اور حسن خلق اشارہ ہے حسنِ معاملہ مخلوق کے ساتھ۔ تو جو شخص ان صفات کا جامع ہے کہ اپنے خالق کے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے، جو ایک فرمانبردار بندہ کا ہونا چاہیئے۔ اور مخلوق کے ساتھ اس کے وہی تعلقات ہیں جو عنداللہ حسن ہیں۔ تو ایسا شخص ضرور اپنے رب کے خصوصی انعامات کا مستحق ہے۔ لہذا طالب جنت کے لیے تقویٰ وطہارت سے آراستہ ہونا چاہیے اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونا ضروری ہے۔ (معارف حدیث ص ۵۹،۶۰)

## مصالحت کوشی:

آج مسلمان بد خلقی اور اختلاف وانتشار کے خطرناک کانٹوں میں الجھا ہوا ہے۔ باہمی اخوت ومساوات، رعایت حقوق رخصت ہوگئی ہے۔ مال وزر اور دنیوی محبت ذہنوں پر اس طرح حاوی ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑنا، بھڑنا، بد کلامی کرنا کوئی اہم بات نہیں رہی۔ ایک وہ دور تھا کہ مسلمان کسی سے صرف اللہ اور رسول کے لیے لڑتے تھے۔ اب مصلحت اندیشی کا لیبل لگا کر دشمنان خدا سے دوستی اور معمولی بات پر اہل قرابت حتی کہ بھائی بہنوں اور والدین سے ناراضگی لے بیٹھتے ہیں۔ اور نتیجتاً دنیا اور آخرت کا وبال مول لیتے ہیں۔

حافظ ملت مسلم معاشرہ کی اس بیماری کو بہت گہرائی سے جانتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اس کے دفعیہ کے لیے ہر ممکن مساعی فرمائی۔ اس باب میں ان کی پر سوز تحریر آج بھی لفظ لفظ میں ایک دھڑکن رکھتی ہے۔ حدیث رسول کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام نے مسلمانوں کے باہمی اتفاق واتحاد کو قوم وملت کے عروج وارتقا کے لیے انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔ نفاق وشقاق اور باہمی اختلاف وتشتت کو سخت مضر اور انتہائی نقصان دہ فرمایا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب کبھی مسلمانوں میں کشیدگی یا لڑائی جھگڑا شروع ہو تو فوراً اس کے دفع کرنے کی پوری سعی کی جائے۔ اور ان کوشش کرنے والوں کے لیے بڑے بڑے انعامات واجر وثواب مقرر فرمائے ہیں۔

(حدیث) عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ألا أُخبركم بِأفضل من درجة الصيام والصدقة والصلوٰة قال أبو درداء قلنا: بلى، قال اصلاح ذات البين وفساد ذات البين هى الحالقة۔ (مشکوۃ شریف ۴۲۸ص باب ماینھی عنہ من التھاجر، الفصل الثانی مجلس برکات)

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے عمل کی خبر نہ دوں جس کا درجہ روزہ، صدقہ، نماز سب سے زیادہ بڑا ہے۔ حضرت ابودردا نے کہا کہ ہم سب صحابہ نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ خبر دیجیے ایسے عمل کی جو ان سب مذکورہ عبادتوں سے افضل ہے حضور نے فرمایا، آپس کے بگڑے ہوئے حالات کی درستگی اور فساد ذات البین

ہلاکت ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمانوں کی باہمی کشیدگی ومخالفت دفع کرنے، آپس میں صلح کرادینے اور لڑائی جھگڑا دفع کر کے میل ومحبت کرادینے کو تمام نفلی عبادتوں سے افضل فرمایا۔ وہ عبادت بدنی ہو یا مالی ہر عبادت سے یہ افضل ہے۔ نماز ہو کہ روزہ، صدقہ ہو یا خیرات، کوئی بھی نفلی عبادت ہو، ہر عبادت سے افضل مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی کشیدگی، آپس کی مخالفت اور باہمی جنگ وجدال ایسے نقائص ہیں جن کا انجام مسلمانوں کی رسوائی، پامالی اور حد درجہ بے اطمینانی ہے۔ اس سے اطمینانِ قلب رخصت ہوجاتا ہے، پریشانی لاحق ہوتی ہے، رسوائی اور ہواخیزی ہوتی ہے اور اصلاح ذات البین سے یہ سب خرابیاں دور ہوجاتی ہیں۔ اس لیے اصلاح ذات البین کا درجہ تمام نفلی عبادتوں سے بڑھ کر ہے کیوں کہ بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں کی عزت، مسلمانوں کا اطمینان اور مسلمانوں کی سر بلندیاں بڑی چیز ہیں اور یہ آپس کی مصالحت اور اتفاق واتحاد ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے بڑا درجہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذات البین بغض وعناد، باہمی جنگ وجدال جو ہلاکت ہے اور صلاح ذات البین ان خرابیوں کو دفع کرنا ہے۔ مثلاً بغض وعناد کو محبت ومودت سے تبدیل کرنا، جنگ وجدال کو صلح وآشتی سے بدل دینا اصلاح ذات البین ہے گویا اصلاح ذات البین مسلمانوں کو کامیاب زندگی دینا ہے اور فسادات ذات البین موت ہے، اسی لیے ارشاد فرمایا:

"وفساد ذات البین ھی الحالقۃ" فساد ذات البین ہلاکت ہے۔ یعنی بغض وعناد اور جنگ وجدال مسلمانوں کے لیے ہلاکت ہے، ذلت ورسوائی ہے اس لیے ان کی اصلاح، اس کو دفع کرنا عند اللہ بڑا اجر وثواب ہے لہٰذا مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوں اور باہمی مناقشت ومخالفت، بغض وعناد اور عداوت ودشمنی کو جلد از جلد دور کر کے آپس میں میل محبت، اتفاق واتحاد قائم کریں دنیا وآخرت میں سر بلند وسرفراز ہوں۔ (معارف حدیث ص ۱۰۶، ۱۰۸)

## غربا نوازی:

مسلمانوں کی قوت وشوکت کا سرچشمہ ایمان وعمل کے تقاضوں کی تکمیل، حسن اخلاق، باہمی اخوت ومساوات اور اپنے زیر دست بھائیوں اور پڑوسیوں کی مدد کرنا ہے۔ حافظ ملت اس پر خود بھی عمل پیرا تھے اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم ارشاد فرماتے تھے اور اسی کو انسانی ترقی کا ''اصول زریں'' قرار دیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

''یہ وہ زرّیں اصول ہے کہ جب تک مسلمان اس کے پابند تھے، ان میں اتحاد، اتفاق، یک جہتی وہمدردی، ایک دوسرے کی خیر خواہی اس درجہ تھی کہ وہ ہر مسلمان کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھتے تھے، دوسرے کی تکلیف اپنی مصیبت تصور کرتے اور ظاہر ہے کہ جب یہ جذبہ پیدا ہوجائے تو مسلمانوں کی طاقت مضبوط ومستحکم ہوگی۔ غربا کو امرا سے امرا کو غربا سے کس درجہ کا ربط واتحاد ہوگا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ وقوت بازو ہوگا۔ اگر پوری دنیائے اسلام اس اصول کی پابند ہوجائے تو مسلمانوں کی تمام پریشانیاں دور ہوجائیں جو حوادثات زمانہ سے بے خوف ہو کر نہایت اطمینان کی زندگی بسر کریں۔

مسلمانو! اپنی صلاح وفلاح کے لیے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرو اور اس اصول کے پابند ہوجاؤ، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، ان کی خبر گیری رکھو، ان کی امداد واعانت کرو، مولاے قدیر تمھاری مدد فرمائے گا۔ (معارف حدیث ص ۹۸، ۹۹)

آج مسلم معاشرہ کو طرح طرح کی گندی خصلتوں، بری عادتوں، فحش انگاریوں نے گھیر رکھا ہے۔ جو ہماری ایمانی غیرت، اسلامی حمیت، جذبۂ عبادت وریاضت کے حق میں سم قاتل ہیں۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے خطہ اور حلقۂ اثر میں جب کسی ایسی برائی اور فحش کاری کا دروازہ کھلتا دیکھتے تھے تو اس کے خلاف بلا لومۃ لائم اٹھ کھڑے ہوتے تھے ... لوگوں کو اس سے نفرت دلاتے تھے، اس کی نحوستوں، قباحتوں اور مفسدات بیان کرتے تھے۔

## جب مبارکپور میں سنیما شروع ہوا:

میری طالب علمی کا ابتدائی دور تھا، مجھ میں اتنا کچھ شعور ابھی بیدار نہیں ہوا تھا تاہم اہم باتیں سمجھ لیا کرتا تھا۔ انھیں دنوں مبارک پور میں ''فحشا ومنکر'' کے تاجروں میں سے کسی نے سنیما گھر بنوانے کا ارادہ کیا۔ حافظ ملت تک بات پہنچی آپ نے اس کے خلاف اپنی تقریروں اور نجی مجلسوں میں لوگوں کو سمجھانا شروع کیا۔ اسی دوران جمعہ کے خطبہ میں جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کے منبر سے نہایت مؤثر خطبہ دیا۔ جس کا پورا متن تو میں محفوظ نہ رکھ سکا۔ البتہ چند باتوں کا مفہوم ذہن میں باقی ہے۔

''یاد رکھو! یہ منحوس چیز اگر مبارک پور میں شروع ہوگئی تو وہ مبارک پور کی ترقی کا آخری اور تنزلی کا پہلا دن ہوگا۔ اور جو لوگ اس میں جائیں گے وہ بے حیائی کے کاموں میں مددگار کی حیثیت سے اللہ اور رسول کے مجرم ہوں گے''۔

مسلمانو! یہ ایک نہایت دور رس نحوست ہے جس نے مبارک پور میں قدم جمانے کی کوشش کی ہے، تم اس کا عملاً بائیکاٹ کرو اور ثابت کرو کہ ہم مبارک پور کے مبارک باشندے ہیں''

## گناہ صغیرہ کو بھی معمولی نہ سمجھو:

گناہ بہر حال گناہ ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ خدا نہ کرے ہم رب تعالیٰ کی نافرمانی کے کسی کام پر اڑے رہیں۔ حافظ ملت اپنے اتباع کو چھوٹے چھوٹے معاتب اور گناہوں سے بھی پاک اور صاف رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ بے اعتدالیوں کی یہی عادتیں انسان کو بڑے گناہوں تک لے جاسکتی ہیں۔ بحوالۂ حدیث فرماتے ہیں:

بلا شبہہ خداوند قدوس کی نافرمانی بہت ہی بری چیز ہے۔ سبب ذلت اور باعث ہلاکت ہے۔ انسان کو پستی میں لے جانے والی اور اس کے سر کو نیچا کرنے والی اس کی نافرمانی ہی ہے۔ نافرمانی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ باعثِ ذلت اور سبب ہلاکت ہے۔ اسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچتے اور چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بھی باعث ہلاکت جانتے تھے اور ان سے پرہیز کرتے تھے۔

(حدیث) "عن انس قال انكم لتعلمون اعمالا هي ادق فى اعينكم من الشعر كنا نعدها على عهد رسول الله صلى اللِه عليه وسلم من الموبقات يعني المهلكات" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مخاطب خیر القرون میں دوسرے دور کے مسلمان ہیں جن کو تابعین کہتے ہیں، وہ حضرات عموماً گناہوں سے بچتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے۔ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے تھے۔ لہٰذا یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حضرات گناہ کبیرہ کے اس درجہ مرتکب تھے کہ گناہ کبیرہ ان کی نظر میں اس درجہ ہلکا تھا کہ اس کو بال سے زیادہ باریک جانتے تھے۔

لہذا اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ جن اعمال کا تذکرہ فرمارہے ہیں وہ تابعین کے وہی اعمال ہیں جو گناہ صغیرہ ہوسکتے ہیں، چوں کہ صغیرہ تھے، چھوٹے گناہ تھے۔ اس لیے بعض مسلمانوں کی نظر میں ہلکے معلوم ہوتے تھے، مگر عہد رسالت کے تعلیم یافتہ اور دور رسالت کے پروردہ وتربیت یافتہ حضرات ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بھی مہلکات ہی جانتے تھے، باعث ہلاکت شمار کرتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ گناہ صغیرہ بھی سبب ہلاکت ہی ہے۔

اول اس لیے کہ گناہ صغیرہ بھی معبود برحق کی نافرمانی ہے اور معبود کی نافرمانی میں بندہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔

دوسرے اس لیے کہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب بھی الٰہی عظمتوں کے خلاف ہے۔ کہ اس کی حکم عدولی کسی طرح بھی نہ ہو، اس کا کوئی حکم بھی ٹالا نہ جائے، کسی فرمان کی خلاف ورزی بھی نہ کی جائے۔

تیسرے اس لیے کہ گناہ صغیرہ پر دوام وثبات صغیرہ کو گناہ کبیرہ کردیتا ہے، اس چھوٹے سے گناہ کو گناہ کبیرہ کردیتا ہے

چوتھے اس لیے کہ انسان جب گناہ صغیرہ کا عادی ہوجاتا ہے اور بے پرواہی برتنے لگتا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا بھی مرتکب ہوجاتا ہے۔ لہذا وہ گناہ صغیرہ جس کو ہلکا سمجھا جاتا تھا۔ گناہ کبیرہ کا سبب ہوجاتا ہے اور سبب ہلاکت بن جاتا ہے۔ اسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چھوٹے گناہوں کو بھی باعث ہلاکت جانتے تھے اور ان سے دور ہی رہتے تھے۔ شامت اعمال سے کبھی کوئی گناہ صادر ہوا بھی تو لرز جاتے تھے اور فوراً توبہ کرتے اور اس سے پاک ہوجاتے تھے، گناہوں سے بے پرواہی خود بہت بڑا گناہ ہے۔ لہذا مسلمانوں کو آنکھ کھول کر، ہوش سنبھال کر اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے، اپنے کردار کو سدھارنا چاہیے، بداعمالیوں سے باز آنا چاہیے۔

بداعمالی بلاشبہہ سبب ذلت اور باعث ہلاکت ہے، مسلمان اگر اپنی عزت چاہتے ہیں اور دونوں جہان کی سربلندی وسرفرازی مقصود ہے تو جلد از جلد تمام گناہوں سے سچی توبہ کرکے نہایت مضبوطی کے ساتھ صراط مستقیم پر قائم ہوجائیں۔ حضرت شاہ آسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کارِ امروز بفردا مگزار اے آسی
آج ہی چاہیے اندیشۂ فردا دل میں

(معارف حدیث ص ۱۱۸، ۱۲۰)

## بے ثباتی عالم کی بات:

دانایان عالم اور مفکرین دہر نے ہر زمانے میں دنیا کی بے ثباتی پر انمول باتیں کہی ہیں اور اپنے اپنے عہد اور زمانے میں لوگوں کو دنیا میں دل لگانے سے باز رکھنے کی تلقین کی ہے تا کہ اہل ایمان آخرت کی تیاری پر متوجہ رہیں۔ حافظ ملت بھی ان ہی بندگانِ باخدا میں سے ایک تھے۔آپ اکثر خطبہ جمعہ میں یہ شعر پڑھتے

انما الدنیا فناء لیس للدنیـــا ثبوت

انما الدنیا ومافیها کنسج العنکبوت

بیشک دنیا مٹنے والی ہے، دنیا کو پائیداری نہیں ہے، بیشک دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مکڑی کے جالے کی طرح ہے۔

حدیث رسول کے حوالے سے آپ نے حسن عمل کی ترغیب پر نہایت موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے اور اسے توشۂ آخرت قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست

در پریشاں حالی و در ماندگی

بلا شبہہ دوست وہی ہے جو پریشانی، عاجزی، ناداری اور محتاجی کے وقت کام آئے، ضرورت پر امداد کرے جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے: ع

اپنا وہی ہے وقت پر جو کام آ گیا

وہی اپنا خیر خواہ اور سچا ہمدرد ہے جو کس مپرسی کے وقت اپنا ساتھ دے، جب کوئی پرسان حال نہ ہو، جو مونس وغم خوار بنے وہی دوست ہے، وہی اپنا ہے، سچے دوست کا یہی معیار ہے، یہی کسوٹی ہے۔

دنیوی زندگی بہت ہی قلیل اور جلد ختم ہونے والی ہے، اس لیے اس کی ضرورتیں بھی قلیل اور ختم ہونے والی ہیں، حیات اخروی ابدی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی ہے۔لہذا اس کی ضرورت بھی شدید ہے، وہاں جو کام آئے وہ بڑا ہی خیر خواہ اور بہت ہی قابل قدر ہے۔ یاد رکھو۔ وہاں کام آنے والا تمھارا نیک عمل ہے وہی ساتھ جانے والا اور ساتھ دینے والا ہے

(حدیث) عن أنس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يتبع الميت ثلثةٌ فيرجع اثنان ويبقى معه واحد يتبعه أهله وماله وعمله فيرجعه أهله وماله ويبقى عمله۔ (کنز العمال حدیث ۴۲۶۸۷/۴۲۷۶۱، الموت واحوال تقه بعد ر لواحق کتاب الموت)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: مردہ کے ساتھ تین چیزیں ہوتی ہیں، دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ باقی ہوتی ہے۔ ساتھ چلتے ہیں اس کے رشتہ دار اور اس کا مال اور اس کا عمل، رشتہ دار اور مال واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

انسان جب دنیا سے جاتا ہے تو اس کے ساتھ جانے والوں میں اس کے اہل وعیال، عزیز واقارب اور اس کا مال (غلام) اور اس کا عمل ہوتا ہے۔ خویش واقارب مال وغلام قبر تک جاتے ہیں اور دفن کے بعد واپس آجاتے ہیں۔ قبر میں اس کے ساتھ اس کا عمل جاتا ہے اور وہی کام آتا ہے۔ اس تیرہ وتاریک کوٹھری میں نہ کوئی مونس ہے نہ غم خوار ہے نہ رشتہ دار سبھی ساتھ چھوڑ کر منہ موڑ کر چلے گئے، اپنے ہاتھوں سے دفن کر گئے۔ اب قبر ہے اور یہ صاحب قبر۔

تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیس
ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

کوئی پُرسان حال نہیں، بڑے بڑے گہرے دوست تھے، جاں نثاری وفدا کاری کا دم بھرتے تھے۔ سب رخصت ہوگئے، قریبی رشتہ دار تھے جن کی دل جوئی کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں جھیلیں، سختیاں اٹھائیں اور مصیبتیں برداشت کیں، وہ سب علیحدہ ہوگئے اور اکیلا چھوڑ کر چلے گئے، ایسی کس مپرسی کے عالم میں ساتھ رہنے والا اور ساتھ دینے والا صرف اس کا نیک عمل ہے، وہ اس کے ساتھ ہے، وہی اس کے کام آنے والا ہے۔

پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اے غافل انسان تجھے اپنے کردار درست کرنا چاہیے۔ نیک عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا تیرا ساتھ دے گا، تیرے کام آئے گا تو اپنے عزیزوں، قریبی رشتہ داروں، دوستوں کی خوشنودی، رضا جوئی میں منہمک ہے۔ مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے، ان کو اپنا مونس وغم خوار اور خیر خواہ سمجھتا ہے، یہ تیری نادانی ہے، غفلت ہے، تیرا خیر خواہ اور مونس وغم خوار تیرا نیک عمل ہے۔ یہ وہاں کام آئے گا جہاں تیرا کوئی نہ ہوگا تو قبر میں اکیلا ہوگا۔ تنہا ہوگا۔ بڑے بڑے گہرے دوست اور مخلص خیر خواہ، قریبی رشتہ دار سب علیحدہ ہوجائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے تجھے ہزاروں من مٹی کے اندر دفن کرکے چلے آئیں گے، تیری اس تاریک قبر میں اگر روشنی ہے تو تیرا نیک عمل، لہذا تو اپنے مخلص دوست کو پہچان اور اس کی قدر کر، زندگی غنیمت جان تمام بدکرداریوں سے توبہ کر اور اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہو توشۂ آخرت جمع کر یہی تیرے کام آئے گا۔ (معارف حدیث ص ۱۰۹، ۱۱۱)

## ایثار وقربانی:

دین ودنیا کا ہر کام ایثار وقربانی چاہتا ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی دین میں کامیاب ہوتا ہے۔ نہ دنیا میں۔ دین سراسر خدا اور سول کی رضا حاصل کرنے کا کام ہے، اس لیے اس راہ میں نفس اور شیطان دونوں ہی سخت رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، انسانی خواہشات قدم قدم پر سر اٹھاتی ہیں۔ اللہ کی راہ کا راہی ان تمام کو ٹھوکر مارتا ہے۔ خواہشات کی قربانی پیش کرتا ہے، وقت کی قربانی پیش کرتا ہے، اور اپنی راہ میں چل پڑتا ہے۔ حتی کہ اس کے مال وجان سب اللہ ورسول پر وقف ہوجاتے ہیں۔ یہ مقام اہل رضا کا ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کا واقعہ

قربانی ہے۔

مصلح امت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سیدنا خلیل وذبیح کی اس قربانی کے حوالہ سے ایثار واطاعت اور فرماں برداری کی جو تعلیم دیتے ہیں وہ قابل ملاحظہ ہے۔

”الٰہی عظمتوں اور رفعتوں کے سامنے سرنیاز جھکانا ہی شان بندگی ہے۔ اس مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندی اور اپنی قربانی پیش کرنا ہی سرمایۂ عبودیت ہے۔ عبد ومعبود کا رشتہ وعلاقہ وہ ہے کہ جان ومال عزت وآبرو ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے۔ معبود حقیقی کی رضا وخوشنودی کے لیے قربانی بندہ کی سرفرازی وسربلندی ہے۔ قربانی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بال بال پر نیکی اور خون کے ہر ہر قطرہ پر ثواب ہے۔

(حدیث) عن زید بن أرقم قال قال أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم ماهذه الأضاحی قال سنة أبیکم ابراهیم علیه السلام قالوا فما لنا فیها یارسول اللّٰہ قال بکل شعرة حسنة قالوا فالصوف یا رسول اللّٰہ قال بکل شعرة من الصوف حسنة۔(رواه احمد وابن ماجه مشکوٰة شریف ص ۱۲۹ باب فی الاضحیة الفصل الثالث، مجلس برکات)

(ترجمہ) زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور نے فرمایا تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، عرض کیا اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ عرض کیا اون میں کیا ہے۔ فرمایا اون میں بھی ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ اکبر! قربانی کی مقبولیت بارگاہ الٰہی میں کس بلند مرتبہ پر ہے، بال میں نیکی ہے۔ بکری کے جسم پر جتنے بال ہیں اسی کو شمار میں لانا مشکل ہے۔ چہ جائے بھیڑ کی اون کا شمار، بال بال پر اجر ہے۔ یوں تو ہر عمل باعث اجر وثواب ہے، تمام اعمال صالحہ پر اجر وثواب کا وعدہ ہے مگر قربانی میں اجر وثواب کی نرالی ہی شان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قربانی اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک پیاری ادا ہے۔ ان کے رب کو بھا گئی اور پسند آگئی ہے۔ منیٰ کی وادی میں رب جلیل کی رضا جوئی کے لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا لختِ جگر نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا۔ یہ وہ ادا ہے کہ زمین وآسمان کی وسعتیں، اس کی رفعت وعظمت سے تنگ ہیں، اور مخلوقات کی زبانیں اس کی تعریف وتوصیف سے قاصر ہیں۔ اللہ اکبر کتنی تمناؤں اور آرزؤں کے بعد بڑھاپے میں یہ فرزند عطا ہوئے ہیں جو بلا شبہہ اپنی جان سے بدرجہا زیادہ عزیز ہیں۔ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر واہ رے حضرت خلیل قربان آپ کی اس ادا کے کہ اپنے رب کا حکم پاتے ہی اس کی رضا وخوشنودی کے لیے اس فرزند دل بند کو قربان کردیا، خلت اسے کہتے ہیں، خلیل ایسے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دوستی اس کا نام ہے۔ حکم الٰہی پہنچا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل کو ہماری راہ میں قربان کرو۔ فوراً بلا پس وپیش بغیر تامل اپنے ہاتھ سے اپنے نورِ نظر لختِ جگر کو قربان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہی کو ذبح کیا تھا، انہیں قربان کیا تھا، یہ تو رب جلیل کا کرم ہے اس کا احسان ہے کہ بجائے حضرت اسمٰعیل کے دنبہ ذبح ہوا۔

اس تبدیلی میں یہ بھی حکمت تھی کہ سنت ابراہیم تا قیامت جاری رکھنا ہے، اس لیے سہل فرمادی کہ ہر فرماں بردار بآسانی بارگاہِ الٰہی میں قربانی پیش کر سکے۔ فرزند کو ذبح کرنا تو حضرت خلیل کا جذبۂ عبودیت تھا۔ ہر شخص کا یہ حوصلہ کہاں، اس لیے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بجائے دُنبہ ذبح کرادیا تاکہ حضرت خلیل کی سنت قیامت تک جاری رہے اور مسلمان تا قیامت اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی اپنی قربانیاں پیش کر کے اجر و ثواب کے ذخیرے جمع کرتے رہیں۔ اسی لیے حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"سنة أبيكم ابراهيم" یہ قربانی تمھارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ سنت ابراہیمی ہی ہونے کی حیثیت سے قربانی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بال بال پر نیکی ہے اور اس کے خون کے ہر ہر قطرہ پر ثواب ہے۔

بڑے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو اپنے جذبۂ عقیدت اور جوش محبت میں اس سنت کریمہ پر عمل کر کے بارگاہ الٰہی میں قربانی پیش کرتے ہیں، مولائے کریم توفیق رفیق بخشے۔ آمین (معارف حدیث ص ۱۱۵۔۱۱۷)

## دینی قربانی کی ترغیب:

حافظ ملت کے لاڈلے اور چہیتے مرید جناب الحاج بیکل اتساہی اپنی شاعرانہ خوبیوں اور ادبی خدمات کی بنا پر حکومت ہند سے متعدد تمغات حاصل کر چکے ہیں اور حکومتِ ہند انھیں ملک کی ادبی و شعری نمائندگی کے لیے بارہا دوسرے ممالک میں بھی بھیجتی رہتی ہے۔

حضرت بیکل اپنی ان تمام کامیابیوں اور سرفرازیوں کو اپنے مرشد کی نگاہِ کرم کا فیضان تصور کرتے ہیں، اسی لیے جہاں بھی جاتے حافظ ملت کے مشن کو مقدم رکھتے۔ ایسے ہی ایک دورہ کا موقع انھیں افریقی ممالک میں ملا جس سے نہایت کامیاب و کامران لوٹے۔ حافظ ملت کو روداد لکھی تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

"مسلمان کی شان ہی یہ ہے کہ جہاں رہے جس منزل اور مقام پر ہو دین دار رہے۔ مذہب کا پابند رہے، مذہب کا کام کرے۔ اس کی زبان پر کلمہ حق جاری ہو۔ اس کا مطمح نظر خدمت دین اور اشاعت حق ہو۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کا پورا سفر اسی اصول پر گزرا۔ اس لیے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں" ادبی کامرانی اور اعزازی سرفرازی سے مسرت ہے، یہ آپ کا مقام ہے کہ شخصی مفاد کو نظر انداز کر کے قومی ملی جماعتی مفاد پر پوری توجہ ہے"۔

(مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۳ر رجب ۹۵ھ)

## پُرتاثیر زبان:

حافظ ملت کو قدرت کی جانب سے علم و عمل تقویٰ اور صالحیت کے ساتھ ساتھ قوم و ملت سے ہمدردی اور محبت کا جذبہ بھی وافر مقدار میں ملا تھا۔ ان کے اسی جذبہ نے عمر بھر انھیں چین سے سونے کا موقع نہیں دیا۔ بلکہ عمل کے میدان میں شعلۂ جوالہ بنائے رکھا۔ چناں چہ ان کا یہ فرمودہ کہ "زمین پر کام اور زمین کے نیچے آرام" خود ان کے سوانح کی تصویر بھی ہے۔

رب کریم نے انھیں گفتار کی وہ شگفتگی اور تاثیر عطا فرمائی تھی کہ زبان مبارک سے جب کچھ فرماتے تو محسوس ہوتا کہ وہ اپنے الفاظ سامعین کے تار قلوب میں دانہ تسبیح کے مانند پروئے چلے جا رہے ہیں۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ انہوں نے عہدِ جواں سالی سے دور پیری تک اپنی زبان کو کلام اللہ اور حدیث رسول کے انوار سے جلا بخشی تھی۔ یہی سبب ہے کہ اس زبان سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ مثل تریاق زود اثری کا جوہر لیے ہوئے ہوتے تھے۔

حافظ ملت نے روحانیت اور تصوف کے باریک نکات کو بھی نہایت سادہ اور بے تکلف لب ولہجہ میں لوگوں تک پہنچایا۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

''برادران اسلام! عبادت الٰہی طاعت ربانی رضائے الٰہی کا سبب ہے، بالخصوص نماز دنیا و آخرت کی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ ادائے فرض کے بعد نوافل کی مداومت بارگاہ خداوندی میں بڑی مقبولیت رکھتی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفل نماز کے پابند تھے۔ اذان کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے۔ جب بے وضو ہوتے وضو کرتے اور دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کی پابندی نے ان کو زندگی ہی میں جنت میں پہنچا دیا۔ (معارف حدیث ص ۸۶)

طہارت ظاہر و باطن کے موضوع پر نور افشانی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہر سلیم الفطرت انسان طہارت اور پاکیزگی پسند کرتا ہے۔ طہارت دو قسم کی ہوتی ہے، ظاہری جو محسوس ہوتی ہے، باطنی وہ جو غیر محسوس ہے۔ انسان جس طرح ظاہری طہارت پسند کرتا ہے۔ باطنی طہارت کو بھی مرغوب رکھتا ہے۔ باطنی طہارت معصیت اور گناہوں سے پاک ہونا ہے''۔ (معارف حدیث ص ۸۰)

ہجرت باطنی، یعنی توبۂ صادقہ مسافران روحانی کا بنیادی توشہ ہے، اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ہجرت کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام میں بود و باش اختیار کرے۔ یہ ظاہری ہجرت ہے۔ باطنی اور حقیقی ہجرت یہ ہے کہ طبیعت واخلاق میں ذمیمہ اور نفس میں جو شیطانی شرارتیں ہیں ان کو چھوڑ دے۔ اور ان سے باز آجائے۔ اور حقیقت میں شرعی ہجرت کی یہی غرض ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائے۔ اگر یہ غرض وطن میں پوری ہو رہی ہے تو وہ بھی فی الحقیقت مہاجر ہے۔ ورنہ صرف ترک وطن سے کیا فائدہ؟۔ اگرچہ ظاہری ہجرت بھی بحکم شرع واجب ہے جیسا کہ قبل فتح مکہ مکرمہ سے ہجرت واجب تھی۔

(معارف حدیث ص ۱۰)

کمال روحانی کا حصول کن ذرائع سے ہوتا ہے اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نور ایمان سے جب مومن کا دل جگمگا اٹھتا ہے تو اس کا پاکیزہ اثر روحانیت پر اس درجہ پڑتا ہے کہ روح مرتبۂ کمال پر پہنچتی ہے۔ حیوانیت و درندگی دور اور لوازم بہیمیت کافور ہو جاتے ہیں۔ اس وقت انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ''انسان کامل'' ہو جاتا ہے۔ اور اپنے خالق و مالک کو خوب پہچانتا ہے۔ اس کی طاعت وعبادت میں لذت پاتا ہے۔ پیکر اخلاص بن جاتا ہے۔ جو کام کرتا ہے رضائے الٰہی اور خوشنودی، خداوندی ہی مقصود ہوتی ہے۔ زبان اور ہاتھ

ہی کیا۔جسم کے تمام اعضا حکم الٰہی کے ماتحت ہی کارفرما رہتے ہیں۔ ہر حرکت وسکون خوشنودی معبود ہی کے لیے ہوتا ہے"
(معارف حدیث ص ۸)

اسلام جامع دین ودنیا ہے ۔ ایک سچا مسلمان شریعت کی پابندی کر کے جس طرح اخروی نعمتوں کا سزاوار قرار پاتا ہے دنیوی امور میں بھی سرفرازی حاصل کرتا ہے۔ حافظ ملت فرماتے ہیں:

ترے مئے کدے میں کمی ہے کیا، جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے

جو ہوں پینے والے تو آج بھی، وہی بادہ ہے وہی جام ہے

مذہب اسلام ہر بھلائی کا ضامن اور ہر خیر کا جامع ہے۔ بھلائی خواہ ظاہری ہو یا باطنی، دنیوی ہو یا اخروی، اسلام نے ساری بھلائیوں کا احاطہ کرلیا ہے۔

"مذہب اسلام دونوں جہاں کی بھلائی جمع کرنے کی تعلیم دیتا ہے ۔ اسلام کے قوانین، اللہ عزوجل اوراس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہیں۔ ارشاد الٰہی اور ارشاد رسول میں نہ صرف آخرت کی ہی بھلائی ہے ۔ بلکہ دونوں جہان کی سرفرازی سربلندی ہے ۔ اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں پر دنیا بھی تنگ نہیں کی بلکہ جس طرح آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے ۔ دنیا کی بھلائی اور دنیا کی خوبی سے بھی محروم نہیں رکھتا" (معارف حدیث ص ۱۰۰)

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلمان بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے ۔ یہ بیمار سخت مریض تھا، نہایت ہی ضعیف ونحیف ۔ لاغر ودبلا۔ سکڑ کر مثل چڑیا کے ہوگیا تھا۔ حضور نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے کسی بھلائی کی دعا کی ہے ۔ یا کسی بلا ومصیبت کا سوال کیا ہے جس میں تو مبتلا ہے ۔ تو اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں نے بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کی تھی کہ خداوندا! اگر تو مجھے آخرت میں عذاب دے تو وہ دنیا ہی میں پورا کردے ۔ تو حضور نے تعجب سے سبحان اللہ فرمایا۔ اور فرمایا تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تجھے اس کی قوت نہیں تو یہ دعا کیوں نہیں کرتا۔ "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّار" اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے ارشاد کے مطابق اس بیمار نے جب یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کو شفا عطا فرمادی ۔ اور وہ تندرست ہوگیا۔

نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس تعلیم سے ثابت ہوا کہ اسلام نے مسلمانوں کے لیے دونوں جہان کی بھلائی ، دارین کی صلاح وفلاح کے دروازے کھول دیے ہیں۔ یہ گوارہ نہیں کہ مسلمان دنیا کی بھلائی سے محروم رہے۔ یہ مسلمانوں کی غلطی ہے کہ وہ قوانین اسلام پر پورے طور پر عامل نہیں ۔ ورنہ اسلام دارین کی خوبیوں کا جامع اور ہر

بھلائی کا ضامن ہے، خدا کے پرستار کے لیے دنیا وآخرت دونوں جہان کی سرفرازی وسربلندی ہے۔عزت وشوکت اسی کے لیے ہے۔(معارف حدیث ص ۱۱۱،۱۱۲)

## اپنی ذمہ داری کا خیال:

یہ ایک عام روش چل پڑی ہے کہ ہر شخص دوسروں پر اس کی نااہلی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، افراد سے جماعت تک ہر جگہ لوگ دوسروں کے عیبوں کمزوریوں کوتاہیوں اور غلطیوں پر منہ بھر بھر کر باتیں کرتے ہیں اور خود اپنے کردار وعمل کا جائزہ نہیں لیتے۔حافظ ملت کا مزاج اس کے بالکل برخلاف تھا۔

ایک مرتبہ حافظ ملت کو جلسہ کے لیے مدعو کیا گیا۔رات کو جلسہ ختم ہونے کے بعد نہ داعی کا پتہ، نہ منتظمین کا، جلسہ گاہ سے قریب ہی مسجد تھی۔علما نے مسجد کے فرش پر شب گزاری۔اور فجر بعد واپس ہوئے، مولانا شمس ضیائی صاحب خیرآبادی ہمراہ تھے۔انھوں نے میزبانوں کی بدخلقی پر ناراضگی کا اظہار کیا تو حافظ ملت نے فرمایا:

''انسان کو دوسروں کی ذمہ داریوں کے بجائے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے، الحمدللہ ہم لوگوں نے اپنا کام کر دیا''

(حافظ ملت نمبر ص ۵۰۹)

حافظ ملت مثبت عمل کے قائل اور اسی کے نقیب تھے منفی کوئی بھی کام ان کی ڈائری سے خارج تھا۔

مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے مدرسہ فیضیہ نظامیہ اشی پور۔بھاگلپور سے مستعفی ہونے کی اجازت مانگی تو حافظ ملت نے فرمایا:

''آپ کا خط ملا جس میں مدرسہ فیضیہ سے مستعفی ہونے کی اجازت طلب کی ہے۔جواباً تحریر ہے۔آپ نے وہاں کے حالات۔اور مستقبل میں مزید خرابی کا اندازہ بتایا تھا، اس وقت میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کو اختیار ہے، وہی اس وقت کہتا ہوں کہ آپ مختار ہیں۔''میں مدرس کا تقرر کرتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں'' مدرس اپنی خوشی سے خود چھوڑ دے اسے اختیار ہے''۔(مکتوب حافظ ملت۔ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۹۲)

حافظ ملت جب کسی مدرس، معلم، مفتی امام وخطیب کو کسی دارالعلوم ادارہ مسجد یا دارالافتا میں مقرر فرماتے تو اسے تاکید کرتے کہ ادارہ کو اپنا ادارہ۔اور کام کو اپنی ذمہ داری اور خدمت دین سمجھ کر کرے۔برادر محترم مولانا محمد احمد مصباحی کا تقرر فیض العلوم جمشید پور میں ہوا تو انھیں لکھتے ہیں:

''مجھے یہ معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی، فیض العلوم بھی اپنا ادارہ ہے۔اپنا ہی سمجھ کر محنت سے کام کرنا چاہیے، بار بار مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی مضر ہے۔وثوق واعتماد جاتا رہتا ہے۔اور کام بھی نہیں ہوتا۔بزرگوں نے بتایا ہے۔

یک در گیر محکم گیر

(حافظ ملت نمبر ص ۱۹۳)

حافظ ملت قرآن وحدیث کی روح سے مناسبت رکھتے تھے، وہ محض حدیث وتفسیر کی تعلیم دینے والے ایک معلم

ہی نہیں تھے بلکہ انھوں نے انوار قرآن اور انوار حدیث میں اپنی زندگی کو رچا بسا لیا تھا۔ اسی لیے انھوں نے جب اصلاح امت کے لیے زبان کھولی تو ان کے الفاظ سامعین ومخاطبین کے قلوب پر مرتسم ہوتے گئے، حافظ ملت کے فیض علمی وباطنی سے اکتساب کرنے والے ایک فاضل جلیل مولانا عبد اللہ خاں عزیزی لکھتے ہیں:

''دنیوی امور سے قطع نظر صرف دینی امور پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت زیادہ آشکارا ہوکر سامنے آئے گی کہ اگر کوئی شخص علم حدیث، فقہ وتفسیر، کلام واصول میں عبقری شخصیت کا حامل ہو لیکن ان علوم سے اس کی روح متأثر نہ ہوئی ہو دین داری ودیانت داری۔ تقویٰ وخشیت الٰہی اس میں نہ پیدا ہوئی ہو تو اس کے یہ سارے کمالات ادنی درجے کی وقعت وحیثیت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کے اندر حقیقی عظمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کمالات انسانی کے ساتھ ساتھ طہارت نفس ونکوکاری کا جذبہ غالب ہوجائے، شمائل کریمہ وخصائل حمیدہ کے انوار وتجلیات سے اس کا ظاہر وباطن جگمگا اٹھے۔

اس نقطۂ نظر سے جب میں غور کرتا ہوں تو مرشد کامل آقائے نعمت نائب رسول مولانا واولانا حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات کو میں ایک عظیم انسان قرار دیتا ہوں ............... وہ اگر چہ اہل تصوف کے ایسے گروہ میں نہیں شمار کیے جاتے تھے جنھوں نے حیات کے ہنگاموں سے قطع تعلق کر کے تجرد کی زندگی اختیار کرلی ہوتا ہم ان کا باطن یاد الٰہی اور رضائے حق میں مصروف تھا.............. ان کا ظاہر عام انسانوں جیسا ظاہر نہیں تھا بلکہ شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ ان کا باطن معمولی انسانوں جیسا باطن نہیں تھا بلکہ اس میں خلوص وللّٰہیت کا بحر بیکراں تلاطم خیز تھا۔ ان کے اطوار وعادات کے آئینے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی تھیں۔ ان کی روحانی قوت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہزاروں موانع کے سیل رواں کے باوجود ملت اسلام کے اس بلند مینارہ کو پستی کی طرف مائل نہ ہونے دیا بلکہ طوفان حوادث سے ان کے عزم وہمت میں استحکام پیدا ہوا۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۷۰)

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اصلاح امت کا جو عظیم کام سر انجام دیا اور اس کے جو دور رس اثرات مرتب ہوئے اسے قدیم وجدید علم کے ایک ماہر جناب ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبۂ اردو شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ۔ اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں:

''یہ صحیح ہے کہ صالح انسانی فطرت ہمیں خدا کے وجود کا براہ راست یقین بخشتی ہے لیکن اکثر ہم فطرت کی گہرائیوں پر غور نہیں کرتے یا تعصّبات کے زنگ ہماری نگاہوں کے لیے پردہ بن جاتے ہیں اور ہمیں معرفت نفس اور معرفت الٰہی تک پہنچنے میں مانع ہوتے ہیں، ایسے میں ایک مرد مومن اٹھتا ہے جس کا دل عشق وفقر کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے اور جس کا سینہ خدا کے نور سے روشن، اس کے بازوؤں میں مژدۂ لاتخف سے بے پایاں قوت ہوتی ہے، وہ ہر طاقت سے نڈر ہوتا ہے اور ہر مصیبت سے بے پروا وہ موت کو زندگی سمجھتا ہے اور اس کا وجود موت کی دسترس سے بالا تر ہوتا ہے، وہ مادی دنیا میں رہتا ہے مگر آب وگل کی قیدوں سے آزاد اور بے نیاز ہوکر وہ براہ راست سرچشمۂ وجود سے فیض اور ہدایت حاصل کرتا ہے، وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے عشق کی شراب پیتا ہے، دینی احکام اس کے لیے مرضی

غیر کی خارجی بندشوں کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ وہ اپنی فطرت میں ان کی اصل دیکھتا ہے، وہ ہمہ کردار ہوتا ہے مگر کم سخن، صلح میں وہ محبت ورافت کا مجسمہ ہوتا ہے اور جنگ میں عزم وثبات کا پیکر، اس کے ہاتھ میں قوموں کی ترقی ہوتی ہے، اپنے عزم وعمل سے وہ زندگی کا نقشہ بدل دیتا ہے، اس کی صحبت کیمیا اثر رکھتی ہے، وہ دوسروں میں بھی نصب العین کی تڑپ پیدا کردیتا ہے اور بے حس دلوں کو سوز آرزو بخش دیتا ہے، وہ غلاموں میں جذبہ حریت بیدار کرتا ہے اور ان کو موجودہ نظام سے غیر مطمئن کرکے ایک بہتر نظام کی تعمیر وتشکیل کا جذبہ عطا کرتا ہے، ایسے ہی مرد مومن کے لیے اقبال نے کہا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ ملت کی ذات باصفات ایسے ہی دیدہ ور کی مثال تھی جو ہزاروں سال بعد اس دنیا میں آتی ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی ایک بڑے نصب العین کے لیے وقف کردی، ان کا سونا اور جاگنا جینا، اور مرنا سب اسی نصب العین کے لیے تھا، انھوں نے سوز یقین سے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا عزم پیدا کیا، انھوں نے اپنی سعی وکوشش سے مبارکپور جیسے معمولی قصبہ کو ایک علمی مرکز بنادیا، واقعی اہل مبارکپور ان کو جتنا یاد کریں، ان کی جتنی عزت وتوقیر کریں کم ہے"۔

(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۹۷، ۹۸)

## مسلمانوں سے حافظ ملت کی گزارش:

برادران اسلام! پیارے بھائیو!

دنیا چند روزہ ہے اس کی راحت ومصیبت سب فنا ہونے والی ہے۔ یہاں کی دوستی اور دشمنی سب ختم ہونے والی ہے۔ دنیا سے چلے جانے کے بعد بڑے سے بڑا رفیق وشفیق بھی کام آنے والا نہیں، بعد مرنے کے صرف خدا اور اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آنے والے ہیں، سفر آخرت کی پہلی منزل قبر ہے، اس میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اسی کے ساتھ نبی کریم رؤف رحیم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مردے سے دریافت کرتے ہیں "مَا تَقُولُ فِی ھٰذَا الرَّجُل" یعنی حضور کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ ان کی شان میں کیا کہتا ہے، اگر اس شخص کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عقیدت ومحبت ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ تو ہمارے آقا ومولیٰ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان پر تو ہماری عزت وآبرو جان ومال سب قربان، اس شخص کے لیے نجات ہے اور اگر حضور سے ذرہ برابر کدورت ہے۔ دل میں آپ کی عظمت و محبت نہیں ہے جواب نہیں دے سکے گا، یہی کہے گا، میں نہیں جانتا لوگ جو کہتے تھے میں بھی کہتا تھا، اس پر سخت عذاب اور ذلت کی مار ہے۔ العیاذ باللہ

معلوم ہوا کہ حضور کی محبت مدار ایمان اور مدار نجات ہے، مگر یہ تو ہر مسلمان بڑے زور سے بڑے دعوے کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم حضور سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ کی محبت ہمارے دل میں ہے۔ لیکن ہر دعوے کے لیے دلیل چاہیے اور ہر کامیابی کے لیے امتحان ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ امتحان ہے کہ جن لوگوں

نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں ان سے اپنا تعلق قطع کریں، ایسے لوگوں سے نفرت اور بیزاری ظاہر کریں اگرچہ وہ ماں باپ اور اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ بڑے سے بڑے مولانا پیر واستاد ہی کیوں نہ ہوں لیکن جب انھوں نے حضور کی شان میں بے ادبی کی تو ایمان والے کا ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص ان کی بے ادبیوں پر مطلع ہوجانے کے بعد پھر بھی ان کی عزت ان کا احترام کرے اور اپنی رشتہ داری یا ان کی شخصیت اور مولویت کے لحاظ سے نفرت وبیزاری ظاہر نہ کرے وہ شخص اس امتحان میں ناکامیاب ہے۔ اس شخص کو حقیقۃ حضور کی محبت نہیں صرف زبانی دعویٰ ہے۔ اگر حضور کی محبت اور آپ کی سچی عظمت ہوتی تو ایسے لوگوں کی عزت وعظمت ان سے میل محبت کے کیا معنی؟ خوب یاد رکھو پیر اور استاذ مولوی اور عالم کی جو عزت وعظمت کی جاتی ہے اس کی محض یہی وجہ ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور نسبت رکھنے والا ہے۔ مگر جب اس نے حضور ہی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی پھر اس کی کیسی عزت اور اس سے کیسا تعلق؟ اس نے تو خود حضور سے اپنا تعلق قطع کرلیا پھر مسلمان اس سے اپنا تعلق کیوں کر باقی رکھے گا۔

اے مسلمان! تیرا فرض ہے کہ اپنے آقا ومولیٰ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت پر مر مٹے، ان کی محبت میں اپنا جان ومال، عزت وآبرو قربان کرنے کو اپنا ایمانی فرض سمجھے اور ان کے چاہنے والوں سے محبت ان کے دشمنوں سے عداوت لازمی اور ضروری جانے۔ غور کرو کسی کے باپ کو گالی دی جائے اور بیٹے کو سن کر حرارت نہ آجائے تو وہ صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔ اسی طرح اگر نبی کی شان میں گستاخی ہو اور امتی سن کر خاموش ہوجائے اس گستاخ سے نفرت و بیزاری ظاہر نہ کرے تو یہ امتی بھی یقیناً صحیح معنی میں امتی نہیں ہے بلکہ ایک زبانی دعویٰ کرتا ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ مسلمان ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی صداقت ایمانی کے ساتھ انصاف کریں کہ ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو کیا تعلق رکھنا چاہیے؟ بلا رعایت اور بغیر طرف داری کے کہنا اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اگر کسی کی شخصیت ومولویت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی رعایت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے۔ نبی کے مقابلہ میں نبی کے گستاخ کی طرف داری ورعایت تمھارے کام نہیں آسکتی؟ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

## عقائد کی اصلاح:

عقائد حقہ جو فی زمانہ عقائد اہل سنت وجماعت ہے، اسی پر اٹل رہنے سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ عقائد وایمان کے بعد علم وعمل اور خیر کا درجہ ہے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اصول معاشرہ، معاشرہ کی شیرازہ بندی، مسلمانوں میں میل ملاپ، صلح وآشتی، حسن سلوک، معصیت ومحارم سے اجتناب وغیرہ کے بارے میں ان کے اقوال وپیش کیے جاچکے ہیں۔

حضرت حافظ ملت نے جہاں مسلمانوں کو عقائد حقہ پر قائم رہتے ہوئے ان کی اصلاح اور ان کی فلاح وکامرانی

کا فارمولہ ونسخہ عطا کیا ہے وہیں انھوں نے مسلمانوں کو بدمذہبی وبدعقیدگی سے دور رہنے کا بھی درس دیا ہے۔

اس حقیقت سے ہر صحیح العقیدہ مسلمان خوب واقف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی عزت وتکریم ہی ایمان ہے۔

امام احمد رضا نے کیا خوب فرمایا ہے:

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں — ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

نیز ایک شاعر کہتا ہے:

محمد کی محبت دین کی حق شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اور شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

پس حضرت حافظ ملت ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) بدعقیدگی بڑا ہی مہلک روحانی مرض ہے اور متعدی بھی ہے۔ اس مرض کا مریض دوسروں کو اپنے ہی جیسا بیمار کردیتا ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بدعقیدہ لوگوں سے پرہیز وگریز لازم جانیں، ان کی صحبت ان کی دوستی کو ایمانی ہلاکت تصور کریں، ہمیشہ ان سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں، اسی لیے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ مجلس برکات)

ان سے دور رہو، ان کو اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی حفاظت کا یہ بہترین نسخہ تجویز فرمایا ہے۔ مسلمان اس کو استعمال کریں، اپنے نبی کے فرمان پر عمل اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں"۔

(معارف حدیث از حضور حافظ ملت ص ۱۹)

(۲) شان رسالت میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا خواہ اپنا باپ، استاذ اور پیر ہی کیوں نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم وفاضل ہی کیوں نہ ہو قلب مومن میں قطعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ باپ کا ادب، استاذ کا احترام، پیر کی تعظیم وتوقیر، عالم دین کا عزو وقار صرف رضاے الٰہی وخوشنودئ رسول کے لیے کیا جاتا ہے اور جب وہ گستاخ اللہ ورسول کا باغی ہوگیا تو پھر اس گستاخ خدا ورسول سے کیا علاقہ، ایمان والوں کا اس سے کیا تعلق؟ (معارف حدیث ص ۲۶، ۲۷)

## مذہب اہل سنت و جماعت ہی سچا اسلام ہے:

مسلمان کہلانے والے اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے ، شان الوہیت اور شان رسالت میں گستاخیاں کرنا اپنا ایمان بنالیا اور اس درجہ اختلافات پیدا کیے کہ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کردیا، صحیح عقائد اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والے صرف اہل سنت و جماعت ہیں، ان کے علاوہ تمام فرقے گمراہ و بد دین ہیں، یہ بدعقیدہ لوگ اگر اپنی ظاہری صورت کو درست بھی کریں تو کیا فائدہ؟ یہ تو ملمع سازی وفریب کاری ہے جو بدترین جرم ہے۔ صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کے لیے پہلے عقائد کی درستگی ضروری ہے اس کے بعد اعمال صالحہ کا عامل ہونا لازمی ہے۔

## مسلمانوں کی فلاح:

مسلمانو! جاگو اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ تمھاری صلاح وفلاح کا راز اسی میں مضمر ہے کہ تم سچے اور پکے مسلمان ہو جاؤ، تمھاری کامیابی اسی پر موقوف ہے کہ تمھاری زندگی اسلامی زندگی اور موت اسلامی موت ہو۔ تمھاری صورت اسلامی صورت ہو اور تمھاری سیرت اسلامی سیرت ہو، تمھارا ظاہر بھی اسلامی ہو اور تمھارا باطن بھی اسلامی، تمھارے عقائد اسلامی عقائد ہوں۔ (ارشاد القرآن ص ۹۰۸)

## عزت ووقار کی کلید:

حضرت حافظ ملت فرماتے ہیں:

"واقعی مسلمانوں کی تباہی وبربادی کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے رحمت عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کرم چھوڑ دیا، احکام الٰہی کی پابندی سے منہ موڑ لیا۔

طریق مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

## گنبد خضرا کی جانب لو لگاؤ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ مسلمانوں کو درس دیتے ہیں:

"مسلمانو! تمھاری ہوا کا رخ وہی گنبد خضرا ہے، تمھارا مقصود وہی تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تمھاری مشکلات کا حل انھیں کی نظر کرم اور اشارۂ ابرو پر موقوف ہے۔ تمھارے مقاصد کا حصول انھیں کی تعلیم پر عمل ہے جس کو مسلمان اپنی بدنصیبی سے فراموش کر چکے ہیں" (ارشاد القرآن از حافظ ملت ص ۶)

حضرت حافظ ملت نے مسلمانوں کو اسراف بیجا اور تضیع اوقات سے بھی روکا ہے۔ اسراف بیجا سے مسلمانوں کی معاشی حالت کمزور ہوتی ہے نیز تضیع اوقات سے اس کا کام پایہ تکمیل کو نہیں پہونچ پاتا۔

آپ نے اسراف بیجا کو نمائش اور تضیع اوقات کو محرومی قرار دیا ہے۔

## ردبدعات ومنکرات:

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو خرافات وخرابات سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ۔ بدعات ومنکرات کا ردفرمایا۔ بے حیائی، بے پردگی، میلوں ٹھیلوں، کھیلوں تماشوں، ناچ رنگ، سنیما تھیٹر وغیرہ سے روکا اور ان کی مذمت فرمائی، ان کی برائیوں سے آگاہ فرمایا۔ غیر اسلامی رسوم اور تقریبات کا ردفرمایا۔

آپ نے اپنے شجرہ شریف میں ضروری ہدایات کے تحت جہاں مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم رہ کر بدمذہبوں کو دشمن جاننے اور فرائض کی ادائیگی واعمال صالحہ کی تلقین فرمائی ہے وہیں کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی منڈانے یا کتروانے والے، فاسقوں کی وضع اختیار کرنے وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے ان سے بچنے کی سخت تلقین فرمائی ہے۔

آپ صرف مبارک پور یا قرب وجوار ہی میں نہیں وعظ وتقریر کے لیے ملک کے جس مقام اور حصہ پر بھی تشریف لے جاتے وہاں مسلمانوں کو ان تمام برائیوں اور بدعات ومنکرات سے باز رہنے کی تلقین فرماتے۔

## تلقین توبہ:

کسی کو اس کی شرعی غلطی پر اصلاح کی نیت سے تنبیہ کرنا امر بالمعروف کا ایک حصہ ہے ۔ ایسے مواقع پر عوام تو اصلاح قبول کرلیا کرتے ہیں۔ مگر خواص کو اصلاح کی نیت سے کچھ کہنا بڑا دشوار امر ہے جب کہ خواص کو اس کا زیادہ حق پہنچتا ہے کہ اصلاح کو بلاچون وچرا تسلیم کرلیں تاکہ عوام ان کی پیروی کرکے راہ راست پر آسکیں۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی موجودگی میں ایک مقرر سے باب عقائد کے کسی مسئلہ کے بیان میں غلطی ہوگئی تھی۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت پر جب کرسی پر تشریف فرما ہوئے تو خطبہ مسنونہ کے بعد تلاوت کردہ آیت کریمہ کی تشریح کے بعد فرمایا:

" توبة السر بالسر وتوبة العلانية بالعلانية" آدمی سے اگر غلطی کا صدور خفیہ اور پوشیدگی میں ہو تو اس کی توبہ بھی خفیہ اور پوشیدگی میں ہوگی اور اگر انسان سے غلطی کا صدور علانیہ ہو تو اس کی توبہ بھی علانیہ ضروری ہے تاکہ علانیہ غلطی سے جو لوگ غلطی کا شکار ہوگئے ہوں ان کی اصلاح ہوجائے ،اس کے بعد مقرر صاحب کے بیان کردہ مسئلہ کی غلطی کو واضح کرکے مسئلہ کی صحیح صورت سے آگاہ فرمایا اور کچھ کتابوں کے حوالے سے مسئلہ کو مبرہن فرماکر مقرر صاحب کو مائک پر آکر اپنے بیان کردہ مسئلہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا"۔ (معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم مصباحی)

## گداگری کی مذمت:

محمد اسلام اللہ خاں ساکن پہاڑ پور ضلع گورکھپور نے ۳رذی الحجہ ۱۳۶۹ھ کو حضرت حافظ ملت سے سوال کیا تھا کہ:

"بعض مسلمانوں کو سوال کرنے کی لت پڑگئی ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے۔

حالاں کہ یہ لوگ تندرست ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو دینا جائز ہے کیا شرع شریف میں کوئی ممانعت نہیں ہے؟

جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا:

''پیشہ ور اور نام کے فقیر جو کما سکتے ہیں گھر سے آسودہ حال ہیں ان کو دینا بھی منع ہے کہ اعانت فی المعصیۃ ہے۔ فقیر کہ جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب تک پہونچے یا بقدر نصاب ہو مگر اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو اسے بھی بغیر ضرورت مجبوری سوال کرنا ناجائز ہے اگر چہ اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ مسکین جس کے پاس کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی نہیں ہے اسے اپنے کھانے اور بدن چھپانے کے لیے سوال کرنا حلال ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۱ء، فتاوائے حافظ ملت ص ۹،۸)

## ستر پوشی کی تلقین:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ پیکر حیا تھے۔ حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ حضرت بے حیائی سے سختی سے روکتے تھے، ستر پوشی مردوں کے لیے بھی ضروری ہے۔ آپ ستر پوشی کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے:

جمعہ کا دن تھا اور جامع راجہ مبارک شاہ میں نماز جمعہ کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ استنجا کی جگہ کم تھی اور حاجت مند زیادہ، نتیجہ یہ تھا کہ دو آدمی استنجے کے لیے بیٹھے تھے اور متعدد اشخاص لوٹا لیے کھڑے انتظار میں تھے۔

طہارت کے لیے بیٹھنے والوں کی رانیں کھلی ہوئی تھیں۔

حافظ ملت جن کے لیے جامع راجہ مبارک شاہ کا پرشکوہ منبر منتظر تھا۔ صدر دروازہ سے داخل ہوئے اور اتفاقاً حضرت کی نگاہیں گھٹنا کھولے استنجا کرتے شخص پر پڑ گئی تھی مسجد میں پہونچ کر منبر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور آدھ گھنٹہ تک غیظ میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی ستر پوشی سے متعلق رسول اللہ کی تعلیمات، بے حیائی پر وعیدیں اور طہارت کے احکام و آداب آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔

## حافظ ملت کا مصلحانہ کردار:

جب ہم حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مصلحانہ کردار کو سیاسی، معاشی، تعلیمی، بلکہ یوں کہا جائے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی پستی اور شکست وریخت وغیرہ کے نظریے سے دیکھتے ہیں تو یقیناً آپ کے مصلحانہ کردار کی عظمت عیاں ہو جاتی ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ کشتیٔ ملت کے ایسے ناخدا کی حیثیت سے اٹھ کھڑے ہوئے جنھوں نے کشتی کو تمام تر طوفانوں سے نکال کر وقار و طمانیت اور کامیابی وکامرانی کے ساحل پر لا کھڑا کر دیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا قمر الزماں خان صاحب اعظمی حضور حافظ ملت کی قیادت و مصلحانہ کردار کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قوم کو تعمیری راہ پر لگانے کے لیے زبان وقلم کی توانائیاں صرف کیں، ان کے اندر عشق رسول کی شمع روشن

کرنے کے لیے جسمانی مشقتیں جھیلیں، باطل کے مقابلے میں صبر واستقلال، ثبات ووقار عطا فرمانے کے لیے اپنے وجود مقدس کو ہر طرح سے ہر محاذ پر سب سے آگے رکھا۔قوم کے اندر باطل قوتوں کے خلاف مدافعانہ جذبات بیدار کرنے کے لیے مصائب وآلام کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے، غریب قوم کو ایثار وقربانی پر مائل کرنے کے لیے فاقہ کشی کی زحمتیں برداشت کیں، اساتذہ کے اندر دنیاوی مطالبات سے بلند ہوکر دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے خودزندگی کے جملہ معاشی مطالبات سے دستبردار رہے۔ طلبہ کے اندر زہدواتقا پیدا کرنے کے لیے آپ اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق ہمیشہ پابند شریعت رہے۔ لوگ آداب وشریعت کتابوں میں پڑھ کر جانتے ہیں مگر حضور حافظ ملت کی حیات مقدس شریعت مطہرہ کی ایک روشن کتاب تھی جسے دیکھ کر لوگ قانون زندگی اور دستور حیات سیکھتے تھے۔ ایسے ماحول میں جہاں رخصتیں تلاش کی جاتی ہیں آپ ہمیشہ پابند عزیمت رہے۔

وہ اگر ایک طرف اسلام کا نظام عبادت پیش کرتے ہیں تو دوسری طرف اسلام کا اخلاقی اور روحانی نظام۔ اگر ایک طرف سیاست اسلامیہ عصر جدید کی زندہ حقیقت بن کر نمودار ہوتی ہے تو دوسری طرف وہ اسلام کے ماضی کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ صرف مرثیہ نہ بن جائے بلکہ مستقبل کی راہوں میں امیدوں کے چراغ روشن کرے۔

(حافظ ملت نمبر ۳۲۴، ۳۲۵)

## تعلیمی زاویے سے مصلحانہ کردار:

حضور حافظ ملت نے اپنا جو نظریہ تعلیم پیش فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

مولانا ایاز احمد صاحب مصباحی رقم طراز ہیں:

”ایک انٹرویو کے موقع پر جامعہ کے مقصد اور غرض وغایت کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ: الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامیہ کے طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم اور صاحب لسان بنانا ہے تا کہ وہ ہند اور بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کرسکیں“۔ (حافظ ملت ،افکار اور کارنامے ص ۵۹)

حافظ ملت کے نظریۂ تعلیم کے تعلق سے حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب رقم طراز ہیں:

”وہ اپنے نظریۂ تعلیم کے مطابق قوم کے نونہالوں کو کتنی بلندی پر پہنچانا چاہتے تھے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کا نظریۂ تعلیم افادی تھا۔ اس کے عناصر ترکیبی صرف اتنے سے تھے کہ علم کو اسلام کا خادم بنادیا جائے اور ایسا شعور بیدار کیا جائے جس سے انسان محض علمی بن کر نہ رہ جائے بلکہ وہ عمل کا پیکر مجسم ہوجائے اور فروعی علوم وفنون میں غلو کی حد تک ایسا انہاک نہ ہو کہ علوم اصلیہ یعنی قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر سے صرف نظر ہوجائے۔

ان کی وضع قطع، ان کا طور زندگی، ان کے اخلاق وعادات سب کچھ اسلامی سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہوں، ساتھ ہی ساتھ جدید نظریات وافکار سے مکمل واقفیت رکھتے ہوں تا کہ وہ اسلام کے دفاع میں قدیم آلات حرب کے ساتھ جدید آلات حرب سے بھی مسلح ہوں۔ اگر ایک طرف ان کی قدامت پسندی ان کو سماج ومعاشرہ میں عزت کا مقام عطا کرتی ہو

تو دوسری جانب وہ عصر حاضر کے جدید ذہنوں کو متاثر کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں یہی نظریہ دے کر حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے قدیم وجدید دونوں ذہنوں کو اس طرح اپنی طرف مائل کیا کہ یہ دونوں گروہ آپ کے گرویدہ وشیفتہ نظر آتے ہیں۔ (حافظ ملت، افکار اور کارنامے ص ۹۵،۴۱)

## سیاسی نہج سے مصلحانہ کردار:

سیاسی رخ پر حضرت حافظ ملت کے مصلحانہ کردار کی بابت مولانا احمد القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"قوم مسلم کو جب بھی جس قسم کی ضرورت پیش آئی حافظ ملت نے ان کی دست گیری فرمائی۔ اسی طرح سیاست میں بھی اپنی قوم کو راہ راست پر لگانے سے دلچسپی لی اور مستقل سیاست میں حصہ لیا بلکہ حافظ ملت نے ہندوستانی سیاست پر ایک مستقل رسالہ "الارشاد" کے نام سے تصنیف فرمایا:

حصول آزادی کی کوشش اور مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس تنظیم نے سیاست اور حصول آزادی میں بھر پور حصہ لیا۔ (افکار اور کارنامے ص ۸۲)

اس وقت ہندوستان میں دو بڑی سیاسی جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں۔

(۱) انڈین نیشنل کانگریس اور (۲) مسلم لیگ

کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہ بعد آزادی یعنی ملک کو غلامیٔ فرنگ سے آزاد کرانے کے بعد ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی ہندوستانی قوم کی ملی جلی حکومت یعنی سیکولر حکومت قائم کرے گی۔

اِدھر کچھ مسلم لیڈران جو کل تک کانگریس بھگت تھے، کانگریس کے سیاسی لیڈروں سے ان کی ان بن ہوگئی، لہذا انہوں نے بنام "مسلم لیگ" ایک علیحدہ سیاسی پارٹی قائم کرلی۔

مسلم لیگ کی جانب بھاگ دوڑ میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نمائندے بھی شامل ہوئے۔ انھوں نے اپنی تحریر وتقریر، جان ومال ہر طرح سے لیگ کی حمایت کی۔

لیکن! حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لیگ کی قیادت کرنے والے مذہب بیزار لیڈروں کے نظریات کا خوب جائزہ لیا تھا، لہذا وہ ان سے علیحدہ ہوگئے۔

لیگی لیڈران کے رویوں سے حافظ ملت نے خوب سمجھ لیا تھا کہ یہ مسلمانوں کے قطعاً ہمدرد نہیں ہیں اور نہ ہی انھیں پاکستان بنا کر حکومت الٰہیہ قائم کرنا ہے۔

اس موقع پر حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے جو سیاسی نظریات پیش فرمائے ہیں اور جس سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا ہے یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

بہر حال حافظ ملت کی سیاسی بصیرت اور سیاسی نہج سے ان کے مصلحانہ کردار کی وجہ سے سنی مسلمانوں کا ایک

بڑا حلقہ جو تصلب دین کے بجائے جھوٹی سیاست کے لیے استعمال ہو رہا تھا پھر مذہب کی طرف مڑ گیا۔

(۲) اسی طرح سے جب پاکستان بننے کے بعد مسلمانان ہند دیوانہ وار ہجرت کے نام پر ہندوستان سے پاکستان کی طرف کوچ کرنے لگے اور اسی ہجرت کی رو میں مبارک پور کے مسلمان بھی بہنے کے لیے تیار ہو گئے تو حافظ ملت کو کھل کر انھیں روکنے کے لیے میدان عمل میں اترنا پڑا۔ آپ نے قوم کی کھلی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور خون کے آنسو رو پڑے، اس لیے کہ ان کے سامنے آبادیاں ویران ہو رہی تھیں، اثاثے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرح پھونکے جا رہے تھے، مسلمان زندگی سے مایوس ہو رہے تھے خود اس پریشانی کے ماحول کو یوں تحریر فرمایا:

''مسلمانوں پر جو مصیبتیں آئیں تکلیفیں پہونچیں اور شدائد و آلام کے پہاڑ ٹوٹے سب جانتے ہیں، جانی مالی اعزازی نقصانات سب پر روشن ہیں۔ ہر شخص بجائے خود خطرہ محسوس کرتا ہے، تردد و تفکر، اضطراب و بے چینی کے عالم میں حیران و پریشان ہے، گرفتار بلا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے مگر نجات نہیں ملتی۔ (الارشاد القرآن ص ۱)

حافظ ملت نے اس موقع پر نہایت ہی حکمت عملی سے کام لیا اور منتشر و متوحش اذہان کو ترک وطن سے منع فرمایا۔

آپ نے محلّہ پورہ صوفی میں شیخ محمد امین صاحب کے دروازہ پر مسلمانان مبارک پور کے سامنے ترک وطن کے خلاف زبردست تقریر فرمائی، اور فرمایا کہ وطن کا سچا شیدائی وہ ہے جو اس کے ہر غلط اقدام کو اپنی غلطی سمجھ کر اصلاح کی کوشش کرے تا کہ غیر ممالک کی نگاہوں میں ملک و وطن کا وقار مجروح نہ ہو۔

اس حکمت عملی اور بروقت اقدام سے صرف مبارک پور اور ضلع اعظم گڑھ ہی نہیں بلکہ یوپی اور بہار کے بہت سے خطے جہاں حافظ ملت کے ہمنوا علماے کرام کی تقریریں ہوئیں اور حافظ ملت کا رسالہ'' ارشاد القرآن'' تقسیم کیا گیا، لوگ بے وطن اور خانماں برباد ہونے سے بچ گئے اور ہندوستان میں زندگی گزارنے کے لیے اس مثبت نظریہ پر کار بند ہو گئے۔

## عظیم منصوبہ: الجامعۃ الاشرفیہ اور اس کی تعمیر:

الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام حافظ ملت کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ آج جامعہ اشرفیہ ہی کے فارغین ہند کی سرزمین سے لے کر ایشیا کے مختلف ممالک نیز یورپ و امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں غلبۂ اسلام کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ اگر جامعہ اشرفیہ نہ ہوتا تو مسلمانان ہند جہالت و پسماندگی اور احساس کمتری کے جانے کس تاریک صحرا میں بھٹک رہے ہوتے۔

اپنی ایک نجی مجلس میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے وہابیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بہت اہم اور مفید دلائل و براہین سے مضبوط کتابیں تصنیف کیں اور

وہابیوں نے کثرت سے مولوی پیدا کیے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے میگزین تیار کی، سپاہی نہیں پیدا کیے اور وہابیوں نے زیادہ سے زیادہ سپاہی پیدا کیے۔ (حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص ۳)

لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے، سارا عالم اسلام دیکھ رہا ہے کہ امام احمد رضا نے جو میگزین تیار کی تھی، اس کے استعمال اور اس کے توسط سے غلبۂ اسلام کا کارنامہ انجام دینے کے لیے حافظ ملت نے جامعہ اشرفیہ سے ایسی تربیت یافتہ فوج تیار کردی جو صرف وہابیت ہی نہیں بلکہ ہر باطل کو شکست وریخت سے دوچار کردے۔

حافظ ملت کے اس کارنامہ عظیم سے متاثر ہو کر ڈاکٹر شکیل اعظمی نے بہت ہی سچی بات کہہ دی ہے کہ:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کے بعد نہ جانے کتنے مخلص بزرگوں نے ایسے تعمیری منصوبے بنائے مگر خواب وخیال کی منزل سے آگے نہ بڑھ سکے اور قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ مشیت الٰہی کہ حافظ ملت ہی کے مقدس ہاتھوں سے یہ مہتم بالشان کام انجام دلانا تھا اور دلایا''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۰۷)

الجامعۃ الاشرفیہ کے توسط سے حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے مصلحانہ کردار کی بابت پروفیسر شمیم قریشی رقم طراز ہیں:

''حضرت حافظ ملت ایک زبردست معلم تھے۔ بڑا منصوبہ بنانے والا ذہن رکھتے تھے۔ عزم کار سے بہرہ مند تھے۔ اور قوت وصلاحیت کے آخری حربے کو بھی داؤ پر لگانے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ انھوں نے لاکھوں انسانوں کے تصور کو پیکر حقیقت بخش دیا۔ اور اتنے بڑے کام کا سلسلہ ڈال دیا کہ نسلیں اس سے لپٹی رہیں گی۔ اور خیر جاریہ کا اجر جنت الفردوس کی نورانی دنیا میں انھیں برابر ملتا رہے گا''۔

عمر ہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات　　　تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

راقم الحروف نے حافظ ملت کی عظمت کے اسی گوشہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

افتخار ملل کے شیشہ و سنگ
فکر جرأت اثر میں ڈھلتے ہیں
تو نے دنیا پہ کردیا ثابت
آندھیوں میں بھی دیپ جلتے ہیں
(حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی تحریر کرتے ہیں:

''تقسیم ہند کے بعد ملک میں اہل سنت وجماعت کے اندر تاریخ وادب کا مذاق اور علمی ودینی تعلیم وتحقیق کی ایک نئی روایت اشرفیہ نے قائم کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق۔ مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت میں تیزی اور گرمی اشرفیہ نے پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت کے کتب ورسائل کی اشاعت نیز ان میں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام اشرفیہ نے انجام دیا۔

۱۴ اروین صدی ہجری کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی، تبلیغی اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے اور اعلیٰ حضرت اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی، تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل اشرفیہ نے کی۔

دینی تعلیم کو فروغ اشرفیہ نے دیا۔ طلبۂ اسلام وعلمائے دین کو جدید تعلیم یافتہ پروفیسروں اور اسٹوڈنٹس کے سامنے ایک نئی جرأت واحساس اور وقار وطمانیت کے ساتھ اشرفیہ نے لا کھڑا کر دیا۔

مغربیت کے سامنے مشرقیت کو سرخرو اشرفیہ نے کیا۔ قدیم وجدید کو اسلامی دائرہ کار میں شیر وشکر اشرفیہ نے کیا۔ مسلمانوں کے جمود میں رخنے اشرفیہ نے پیدا کیے اور انہیں جہد وعمل کی راہ اشرفیہ نے دکھائی''۔

(حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص ۱۳۱،۱۷)

لاریب! جامعہ اشرفیہ کے توسط سے حافظ ملت نے قومی وملی قیادت اور مصلحانہ کردار کا جو عظیم ثبوت پیش فرمایا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے۔





## چودھواں باب

# معمولات عزیزی

جلوت ہے تو ہے زیب دہ مسند ارشاد
خلوت ہے تو انوار حقیقت میں نہاں ہے
پنہاں ہے خموشی میں تکلم کی حلاوت
گفتار میں پوشیدہ معانی کا جہاں ہے

(بدر)

# معمولات عزیزی

ارشادرسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”احب الاعمال الی اللہ ادومہا“ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہیشگی ہو حافظ ملت فرائض وسنن کے بچپن سے پابند تھے جب سے بالغ ہوئے نماز تہجد شروع کردی جس پر آخری عمر تک عمل رہا۔ صلوٰۃ الاوّابین ودلائل الخیرات شریف وغیرہ روزانہ بلا ناغہ پڑھتے آخری ایام میں پڑھنے سے معذور ہوگئے تو دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے صبح کو ہر روز سورۂ یٰسین وسورۂ یوسف کی تلاوت کا التزام رکھتے اور جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کا بھی معمول تھا۔

اعمال سے دور ونفور قوم کو دعوت عمل دینا حافظ ملت کا خصوصی وصف ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے غافل انسان تجھے اپنا کردار درست کرنا چاہیے نیک عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا تیرا ساتھ دے گا تیرے کام آئے گا تو اپنے عزیزوں قریبی رشتہ داروں دوستوں کی خوشنودی رضا جوئی میں منہمک ہے۔ مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے۔ ان کو اپنا مونس وغمخوار اور خیر خواہ سمجھا ہے۔ یہ تیری نادانی وغفلت ہے۔ تیرا خیر خواہ وغمخوار تیرا نیک عمل ہے یہ وہاں کام آئے گا جہاں کوئی تیرے کام نہ آئے گا۔ (معارف حدیث ص ۱۴۳)

حافظ ملت کو نماز سے قلبی عشق تھا۔ اللہ کے مقرب بندے قیام صلوٰۃ کے ذریعہ اپنے دین کی عمارت مضبوط کرتے ہیں۔ اور ایک منزل پر پہونچ کر ان کی نمازیں خود ان کی حیات جاودانی کی ضمانت بن جاتی ہیں۔ اس مرحلۂ روحانی کا اگر کوئی چلتا پھرتا نمونہ مجھ بے بصیرت نے دیکھا تو وہ حافظ ملت کی ذات میں دیکھا۔ قیام مبارک پور کے دوران پرانے مدرسہ میں رہتے ہوئے حافظ ملت اپنے گھر میں کوئی نماز (نماز پنجگانہ میں سے) پڑھیں۔ یہ ہم نے نہیں دیکھا۔ صحت مند ہوں یا بیمار۔ پیروں میں چلنے کی طاقت جب تک رہی ان کی نماز مسجد ہی میں جا کر باجماعت ادا ہوتی سفر کے حال میں بھی دوران قیام جماعت کی پابندی کرنا آپ کا وتیرہ تھا۔ حافظ ملت نے اپنی حیات مبارکہ میں افضل العبادات کی اس طور پر محافظت فرمائی کہ نماز حافظ ملت کے لیے خود محافظ بن گئی۔ سفر ہو یا حضر ٹرین میں ہوں یا بس میں وقت، حالات، ماحول چاہے جیسا ہو نماز کا وقت ہوجانے کے بعد وہ اس اہم الفرائض کو ادا کرنے میں تاخیر نہ کرتے۔ متعدد ایسے مواقع آئے کہ وقت پر نماز کو پکڑنے کے لیے انہوں نے ٹرینوں بسوں اور دوسری سواریوں کے چھوٹ جانے کی قطعاً پرواہ نہیں کی۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے جس کی رضا جوئی کے لیے نماز کو اہمیت دی اس نے ان کے لیے سواریوں کو مسخر کردیا۔ جن سواریوں کو چھوڑ کر انہوں نے نماز کو لیا خود وہ سواریاں انہیں لیے بغیر آگے نہ گئیں۔

سچ ہے ”من کان للہ کان اللہ لــــــہ“

شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　　　که گردن نه پیچد ز حکم تو ہیچ

خطیب اعظم سرمایہ اہل سنت علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری دی ورلڈ اسلامک مشن رقم طراز ہیں:

نماز سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ سفر وحضر میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے سراپا اشتیاق وانتظار رہتے تھے۔ میں نے بار بار ان کے ساتھ سفر کی سعادت حاصل کی ہے۔ نماز کو چھوڑنا تو درکنار۔ کبھی سنن ونوافل کو بھی چھوٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ٹرین میں سفر فرما رہے ہیں یا بس میں یا کسی اور سواری سے، نماز کا وقت آتے ہی من جانب اللہ کچھ ایسی صورت پیدا ہوتی تھی کہ آپ نماز بخوبی ادا فرما لیتے تھے۔ اہل عقیدت اللہ کی بخشی ہوئی اس توفیق کو حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا نام دیں گے۔ مگر میں عرض کروں گا کہ یہ تو اللہ کا وعدہ ہے۔ "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنی راہ دکھائیں گے۔ (عنکبوت ۲۹/۶۹)

آنکھوں کے آپریشن کے بعد جب کہ ڈاکٹر حرکت کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے حضور حافظ ملت جملہ نمازیں قیام ورکوع وسجود کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ بلرامپور کے دوران قیام آپ پر کئی روز استغراق کی کیفیت طاری رہی مگر اوقات نماز میں آپ عالم صحو میں آجاتے اور نماز ادا فرماتے پھر وہی کیفیت ہو جاتی۔

(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۳۴۹)

جناب حکیم محمد یوسف عزیزی بستوی بیان کرتے ہیں:

"بستی ضلع کے بیشتر مقامات ایسے تھے جہاں کے جلسوں کے منتظمین و اراکین حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شرکت ضروری سمجھتے تھے اور جلسوں کی تاریخیں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے ہی مانگتے تھے۔ اگر چہ مقامی حالات کے پیش نظر کچھ اپنی طرف سے تذکرہ لکھ دیا کرتے تھے مثلاً مہنداول کے سہ روزہ اجلاس کے لیے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا دن بہتر ہوتا تھا" جلسوں کے لیے چاندنی رات بھی مفید ہوتی تھی لیکن فیصلہ ہر حال میں حضرت پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ حضرت بھی بستی ضلع کا خاص خیال فرماتے تھے۔ غرضیکہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بغیر جلسے نہیں ہوتے تھے یہی وجہ تھی، امرڈوبھا، مہنداول بسڈیلہ وغیرہ کے جلسوں میں حضرت برابر شریک ہوتے تھے۔

"ایک بار حضرت امرڈوبھا کے جلسے میں تشریف لے گئے تھے۔ مہنداول کے چند مریدین ومعتقدین نے مجھ سے کہا کہ حضرت کو مہنداول لے جانے کی کوشش کیجیے۔ یہ بات میرے جذبہ دل کی ترجمانی تھی چنانچہ میں نے حضرت سے جا کر فوراً عرض کیا کہ حضور صبح تھوڑا وقت مہنداول کو عنایت فرما دیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا حکیم صاحب! کل میرا بذریعہ بس لمبا سفر ہے اور بس کے سفر سے اب پریشان ہوتا ہوں۔ اس کے علاوہ بس کے ٹکٹوں پر نمبر کچھ ایسا لکھتے ہیں جس کو وہی پڑھ سکتے ہیں اس لیے میں صبح ہی جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ وقت پر پہونچ سکوں۔ میں نے عرض کیا حضور! میں ساتھ چلا چلوں گا۔ آپ صبح ایک گھنٹہ کا وقت مہنداول دیدیں۔ حضرت راضی ہو گئے۔ اور میں صبح کو بذریعہ رکشہ حضرت کو مہنداول لے گیا۔ تقریباً ۱۱ر بجے دن میں مہنداول سے گورکھپور کے لیے حضرت کے ساتھ چلا۔ تقریباً ڈیڑھ بجے گورکھپور

پہونچا۔ حضرت کو نچلول ضلع گورکھپور کے جلسہ میں جانا تھا۔ اس لیے میں تیزی سے ٹکٹ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ دیکھا نچلول کے لیے ٹکٹ مل رہا ہے۔ اور بھیڑ بھی نہیں تھی ۔آسانی سے ٹکٹ مل گیا۔ اور گاڑی کی تلاش میں گیا گاڑی بھی قریب میں کھڑی تھی ۔ سیٹ پر رومال رکھ کر نیچے آیا تو دیکھا حضرت وضو کر چکے ہیں اور مصلی بچھاتے ہوئے فرماتے ہیں حکیم صاحب ٹھیک ہے؟

میں نے قیاس کیا کہ حضرت سمت کے بارے میں دریافت فرمارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی حضور! ٹھیک ہے ۔لیکن متصلا دوسرا جملہ بھی عرض کیا۔ حضور گاڑی چھوٹ جائے گی ۔حضرت نے نہایت سنجیدگی اور اطمینان سے فرمایا۔ ’’نہیں چھوٹے گی‘‘

اور نماز ظہر کے لیے حضرت نے نیت باندھ لی ۔ میں بھاگا گاڑی کے پاس آیا تو دیکھا کنڈکٹر پسنجروں کا شمار کرنے کے بعد اونچی آواز میں کہتا ہے۔ ’’ارے بھائی دو آدمی کہاں ہیں‘‘؟ چونکہ میں گاڑی سے نیچے ہی تھا اس لیے دو آدمیوں کی کمی پڑ رہی تھی ۔ میں نے کنڈکٹر کی آواز سننے کے بعد بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اور خاموش رہا۔ کیوں کہ کنڈکٹروں کے مزاج سے میں واقف تھا۔ نماز کی عظمت اور حضرت کی ذات گرامی سے متعلق کوئی ایسا جملہ سننے کے لیے میں تیار نہیں تھا، جس سے مجھ کو تکلیف پہونچے ۔ اس لیے میں نے چپ رہنا ہی بہتر سمجھا۔ بلکہ دو چار قدم اور ہٹ گیا۔ جیسے میں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ کنڈکٹر گاڑی سے نیچے آیا۔ اور بکنگ آفس میں گیا۔ بکنگ کلرک نے ٹکٹ کی گڈیوں سے ٹکٹ نمبروں کو ملایا۔ اور حساب درست پایا۔ پھر قبل اس کے کہ کنڈکٹر گاڑی میں آئے ۔حضرت نماز پڑھ چکے۔ ہم لوگ بس میں بیٹھ گئے ۔ کنڈکٹر آیا۔ مسافروں کو شمار کیا اور گاڑی چالو ہوگئی ۔ سواریاں کم تھیں۔ اس لیے آرام سے بیٹھنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ حضرت بائیں جانب دو سیٹ پر اور میں دائیں اسی کے مقابل جانب تین سیٹ والی جگہ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد حضرت نے چابی دیتے ہوئے فرمایا۔ اٹیچی میں حلوہ رکھا ہے نکال کر کھالیں۔ گاڑی چلتی رہی سفر لمبا تھا۔ نماز عصر کی ادائیگی کا مسئلہ تھا۔ چلتی گاڑی میں فرض نماز نہیں پڑھی جاسکتی ۔لیکن جب وقت جارہا ہو تو حکم یہی ہے کہ جیسے ممکن ہو ادا کرلی جائے ۔ پھر بعد میں اعادہ کیا جائے ۔ اس لیے حضرت نے نماز عصر گاڑی کی سیٹ پر کھڑے ہو کر ادا فرمائی ۔ نماز کے لیے کھڑا ہوتا دیکھ کر میں پیچھے کھڑا ہوگیا کہ اگر گاڑی نے اچھال لیا تو سہارا دے دوں گا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ایسی نوبت نہیں آئی۔ مغرب کے تھوڑے دیر بعد نچلول کے بس اسٹینڈ پر پہونچے۔ خیال تھا کہ لوگ استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔ لیکن وہاں کوئی نہیں ملا۔ ہم لوگ سیدھے مسجد میں گئے حضرت نے پہلے نماز عصر کا اعادہ کیا۔ پھر نماز مغرب پڑھ کر نکلے ۔ دیکھتے ہی نعرہ تکبیر اور نعرۂ رسالت بلند ہونے لگا‘‘ (انوار حافظ ملت ص ۶۶/۶۷)

حضرت مولانا غلام محمد بھیروی عزیزی لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ ٹرین سے سفر فرمارہے تھے عصر کا وقت کم رہ گیا تھا ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی حضرت نے اتر کر وضو فرمایا۔ اتنی دیر میں سگنل ہوگیا۔ گارڈ نے ویسل بھی بجا دی ۔ٹرین نے رینگنا شروع کردیا۔ ہمسفر نے کہا حضور ٹرین چل پڑی ہے آپ فورا سوار ہوجائیں ۔ لیکن حضرت نے ٹرین پر سوار ہونے کے بجائے پلیٹ فارم پر نماز کے لیے مصلی

بچھادیا۔ سامان ٹرین پر تھا اس لیے ہمسفر فوراً ٹرین پر سوار ہو گیا۔ ٹرین نے اسپیڈ لے لی۔ اور حضرت بڑے اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ ہمسفر کا بیان ہے کہ نماز کے لیے حضرت نے ٹرین کو چھوڑ دیا۔ یہ اور بات ہے کہ ٹرین نے حضرت کو نہیں چھوڑا۔ ٹرین آؤٹر سگنل سے واپس آئی۔ آپ سوار ہوئے۔ پھر روانہ ہوئی۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۸)

مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری فرماتے ہیں:

''میلاد شریف کے چھوٹے جلسوں کا ذکر ہی کیا بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نہ بعد مغرب سوتے اور بعد عشا جلسہ سے پہلے بھی اکثر آرام نہیں فرماتے اختتام جلسہ پر قیام گاہ تشریف لاتے۔ مگر معتقدین حصول برکت کے لیے قیام گاہ پر بھی پہنچ جاتے۔ معتقدین کی واپسی کے بعد ذرا سو لیتے پھر تہجد وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے اور فجر کے وقت مسجد میں موجود رہتے۔

مبارکپور میں الجامعۃ الاشرفیہ کے چندہ کا سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ نماز عشا کے بعد چندہ کے لیے جانا رات کو لگ بھگ دو بجے واپس آنا اس کے بعد معمولات کی ادائیگی پھر بھی آرام کے بعد برابر فجر کے وقت مسجد میں موجود رہتے جب کہ دن میں بھی دوپہر کو کھانے کے بعد صرف قیلولہ فرماتے نہ کہ لیلولہ۔ دوپہر میں کسی کو سوتا دیکھتے تو فرماتے'' یہ قیلولہ کہاں رہا یہ تو لیلولہ ہو گیا۔

جمشید پور میں ایک بار ۱۴ر شعبان کو دن میں دس بجے مدرسہ فیض العلوم پہنچ گئے ملاقاتیوں کی آمد ورفت اور چائے وغیرہ نے کافی ٹائم لے لیا ناشتہ ہی دوپہر کا مختصر کھانا ہو گیا۔ کئی دنوں سے سفر میں تھے اس لیے گیارہ بجنے کے بعد آرام کے لیے حکم دینے کے ساتھ نماز سے پہلے جگا دینے کا حکم بھی فرمایا۔ میں نے ذمہ داری محسوس کرنے والے دو طالب علموں کو بلا کر کہہ دیا کہ حضرت کو پونے ایک بجے جگا دینا۔ میری نگاہ خود بھی بار بار گھڑی پر جاتی رہی۔ پونے ایک بجے خود ہی حضرت کی آرام گاہ میں دبے قدموں چارپائی کے پاس پہنچا ہی تھا کہ سر سے چادر اٹھا کر نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی دعا "الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیه النشور" پڑھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ (معارف حافظ ملت ص ۷۰/۷۱)

## نماز نصف شعبان:۔

پندرہویں شعبان کی رات میں سو رکعت نماز پڑھنا حافظ ملت کا معمول تھا۔ اس بارے میں مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں۔

حافظ ملت نے پندرہویں شعبان کے اجلاس (منعقدہ جمشید پور) میں شب برات کی فضیلت پر تقریر فرمائی اور اس میں حاشیہ جلالین للعلامۃ احمد الصاوی المالکی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی۔

''من صلی فیها مائة رکعة ارسل الله تعالیٰ الیه مائة ملک ثلاثون یبشرونه بالجنة وثلاثون یؤمنونه من عذاب النار، وثلاثون یدفعون عنه اٰفات الدنیا وعشرة یدفعون عنه مکاید الشیطان''

(صاوی سورۂ دخان پ ۲۰)

جس نے اس شب میں سو رکعت نماز پڑھی۔ خدائے تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتے بھیجتا ہے۔ تیس اسے جنت کا مژدہ سناتے ہیں۔ تیس اس کو عذاب دوزخ سے مامون رکھتے ہیں۔ تیس آفات دنیا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دس فرشتے شیطان کے مکروفریب اس سے دور کرتے ہیں۔

حافظ ملت نے فرمایا ''ان عظیم فوائد کے پیش نظر، شب برات میں نماز پڑھ لینی چاہیے سو رکعت پڑھنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ بس ڈیڑھ گھنٹہ لگتا ہے۔ میں اس نماز کا پابند ہوں امسال شب برات میں اختلاف رہا، تو میں نے کل بھی سو رکعتیں پڑھیں، اور آج بھی پڑھیں''

حافظ ملت ایک زمانہ سے بلا ناغہ، شب برات جمشید پور میں کیا کرتے۔ اسی شب میں مدرسہ فیض العلوم کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوتا ہے جس میں حضرت کی شرکت لازمی سمجھی جاتی۔ میں نے چار سال تو خود مشاہدہ کیا کہ حضرت جلسہ گاہ تشریف لے جانے سے پہلے بعد مغرب فوراً اور کبھی ذرا دیر بعد یہ نماز ضرور پڑھتے آخری سال ۱۳۹۵ھ جس میں حضرت کی طبیعت مضمحل اور نقاہت زیادہ تھی، اس سال بھی یہ نماز فوت نہ ہونے دی۔

حدیث پاک ''افضل الاعمال ادومها'' (بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ رہے) کا جلوہ اگر دیکھنا ہو تو کوئی حافظ ملت کے صبر آزما، اور مشقتوں سے لبریز معمولات زندگی دیکھے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۸۳)

## قرآن عزیز سے عشق:۔

قرآن مجید سے حافظ ملت کو والہانہ عشق تھا۔ دراصل جس شفیق باپ کے زیر سایہ آپ نے تربیت پائی اور جس ماں کی آغوش محبت میں پروان چڑھے انہیں بھی قرآن پاک سے انتہائی شغف تھا۔ بلکہ جس گھر میں در و دیوار سے شب و روز قرآنی نغمے ابلتے تھے آپ نے اس میں پرورش پائی تھی اپنے والد بزرگوار سے حفظ کی تکمیل کے بعد قرآن کی تلاوت سے ایسا شغف ہو گیا تھا کہ ایک ختم قرآن معمول زندگی بن گیا ایک بار خود فرمایا:

''پانچ سال تک میں چار مستقل کام کرتا رہا گھر کا کام اپنے پڑوسیوں سے زیادہ آبادی کے مدرسہ کی معلّمی، مسجد کی امامت اور ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت''

ابتداءً جب میں تعلیم کے لیے مبارکپور آیا اس وقت حضرت کے چھوٹے شہزادے قاری عبدالقادر بھائی درجہ حفظ میں زیر تعلیم تھے۔ ہم دونوں پرانے مدرسے سے ساتھ ساتھ دارالعلوم آتے جاتے تھے۔

ساتھ ساتھ مدرسہ آنے جانے کے علاوہ ہم لوگ ساتھ ساتھ کھیل کود بھی کرتے۔ ایک دن چار بجے شام کو دارالعلوم میں چھٹی کی گھنٹی بجنے کے بعد میں فارسی خانہ سے اور عبدالقادر بھائی حفظ خانے سے نکلے۔ دفتر دارالعلوم کے عقبی زینے سے اتر کر نیچے اس مقام پر پہونچے جہاں عام طور پر نوٹس بورڈ۔ اور اعلانات لگائے جاتے تھے۔ نوٹس بورڈ دیکھ لینے کے بعد ہم لوگ مین گیٹ کی جانب بڑھنے ہی والے تھے کہ زینے سے حضرت کو اترتے دیکھ کر وہیں رک گئے۔ حضرت کے پیچھے اور بھی علما اور طلبہ تھے۔ حضرت ہمارے نزدیک تشریف لائے تو ہم نے سلام کیا۔ حافظ ملت نے عبد القادر

بھائی سے کہا آگے چلیے ۔عبدالقادر بھائی حضرت کے احترام میں پیچھے کی جانب سمٹنے لگے تو حضرت نے فرمایا۔''آپ قرآن مجید لیے ہوئے ہیں اس لیے میں نے آپ کو آگے چلنے کے لیے کہا قرآن ہمارا امام ہے اسے آگے ہونا چاہیے''۔

سبحان اللہ کلام اللہ کا کتنا احترام تھا حافظ ملت کے دل میں کہ مصحف شریف اٹھائے ہوئے بچے سے آگے چلنا انہیں گوارا نہ تھا۔یقیناً ہمارے اسلاف کرام قرآن مجید کی تعظیم وتکریم کر کے عزت ووقار کے مالک ہوئے تھے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر

اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

آپ سفر حضر خلوت جلوت جہاں جس حال میں ہوتے یا تو کسی کام میں مصروف ہوتے ورنہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ایک بار فرمایا:

''الحمد للہ اپنی جوانی کے ایام میں چھ گھنٹے میں پورا قرآن مجید مصلی پر کھڑا ہو کر پڑھتا تھا۔اور کھانسنے یا ناک صاف کرنے کی حاجت نہیں ہوتی تھی''

## سوتے میں تلاوت:۔

محبّ گرامی حضرت مولانا قاری وحافظ قمر الحسن صاحب خطیب ٹکساس (امریکہ) قرآن مجید سے حافظ ملت کے قلبی عشق کا ایک واقعہ اپنے حسین پیرائے میں بیان فرماتے ہیں۔

''مشہور ہے کہ حافظ ملت قرآن پاک بہت پڑھا کرتے تھے۔لیجیے اس حقانیت کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ کوئی ۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی میں سالانہ امتحان کی تیاری زور وشور پر ہے۔استاذ العلما جلالۃ العلم کی آمد آمد ہے۔ہم گداگران بارگہ کج کلاہ علم کے در حکمت پر اپنا اپنا کشکول تمنا لیے کھڑے ہیں۔امتحان تھا ہو گیا۔نماز فجر کے بعد راقم (محمد قمر الحسن غفرلہ) کو بھی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ استاذ محترم حضرت مولانا اعجاز احمد خاں صاحب قبلہ اعظمی ادام اللہ ظلالہ نے میرا نام لیا اور میں جھٹ تیل کی شیشی لے کر حاضر بارگاہ ہوا۔کتنی خوش نصیب ساعت تھی میرے لیے جب ایک مومن کامل کے سر پر روغن آمیزی سے میں اپنے بخت خفتہ کو جگا رہا تھا۔سر پر علمی حرارتوں کا اثر نمایاں تھا۔بال بہت خفیف رہ گئے تھے۔میں نے مالش شروع کی اور چند منٹ بعد حضرت کو نیند آگئی۔لیکن یہ کیا...... نیند میں بھی تلاوت قرآن مقدس کا فریضہ انجام پا رہا ہے۔توجہ سے سنا تو ساتویں پارہ سورہ انعام کی آیت شریفہ ''ان اللہ خالق الحب والنوی'' تھی۔چوں کہ حفظ کر رہا تھا اس لیے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ساتواں پارہ ختم کے قریب ہے۔اس وقت شعور بالیدہ نہ تھا۔مردان خدا کی داخلی کیفیات سے واقف نہ تھا اس لیے اس کو ایک واقعہ سمجھ کر بھول گیا۔مگر آج ان لمحات کو یاد کرتا ہوں تو عارفین کے نقوش ذہن ودماغ میں مرتسم ہو جاتے ہیں۔بات یہ ہے کہ جب ذہن ودماغ،قلب وجگر میں محبوب کی یاد بس جاتی ہے تو سوتے جاگتے وہی نغمہ زبانوں پر مچلتا رہتا ہے۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۰)

حافظ ملت نے جن امور کو اپنے معمولات میں شامل کر لیا اسے حتی الوسع ترک نہیں کیا۔ زندگی کے اخیر ایام میں جمعہ کا دن تھا۔ سفر سے بخار کی حالت میں واپسی ہوئی تھی ۔ اسی عالم میں کسی طرح جمعہ پڑھایا۔ گھر پہونچ کر بیہوش ہو گئے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا تو فرمایا۔

''جمعہ کے میرے معمولات میں سورۂ کہف شریف کی تلاوت رہ گئی ۔ میں نقاہت کے باعث پڑھ نہیں سکتا۔ کوئی مجھے پڑھ کر سنادے''

شہزادۂ گرامی وقار حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب نے حضرت کو سورہ کہف پڑھ کر سنائی تو اطمینان ہوا۔

استاذ مکرم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان الاعظمی فرمایا کرتے ۔

''حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرائض وواجبات کے سلسلہ میں اتنے زیادہ پابند تھے کہ سفر میں بھی کوئی نماز قضا نہ ہوتی تھی''

شہزادۂ حافظ ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور فرماتے ہیں:

''وصال سے پہلے رمضان میں...... ایک ہفتہ تک غذا بند رہی ۔ علاج ہوتا رہا۔ ایسی حالت میں بھی روزہ نہیں چھوڑا۔ درخواست پیش کی گئی کہ شریعت نے ایسی حالت میں رخصت دی ہے فرمایا ''ہاں'' لیکن جو ثواب رمضان میں ملتا ہے وہ تو نہیں ملتا۔ ایسا مسکت جواب سن کر ہم لوگ منہ تکتے رہ گئے ۔ اس پر مزید پنجوقتہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا تہجد کے وقت اٹھ کر وضو کرنا، کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۲۳۹)

حضرت کے تلمیذ رشید ومرید محب حضرت مولانا غلام محمد خاں عزیزی بھیروی علیہ الرحمہ صدرالمدرسین انوارالقرآن بلرامپور۔ جو حافظ ملت کے خدمت گزار مسترشد میں ہیں۔ ان کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''پوری زندگی سراپا نمونہ تھی اور ظاہر و باطن کی یکسانیت کے ساتھ ساتھ ایسے تقویٰ شعار، نگاہوں کے سامنے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ حضر میں فرائض ونوافل کی پابندی قدرے آسان ہے۔ لیکن سفر میں پابندی کرنا بڑا مشکل نظر آتا ہے۔

حضرت بہت تیز رفتار تھے ۔ اور چلنے میں انداز واطوار مسنون ہوتا مولانا غلام محمد عزیزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

دورۂ حدیث کے سال موسم سرما میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا جیسا کہ میرا معمول تھا حضرت جب راستہ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین سمٹی جارہی ہے لوگ ہزار کوشش کرتے لیکن حضرت سب کے آگے ہی رہتے تھے ۔ اس لیے کہ انہیں ''طی ارض کی صفت حاصل تھی'' میں نے بھی کوشش کی کہ قریب ہو جاؤں لیکن نہ ہو سکا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان لال چوک کے قریب پہونچ گئے تھے۔ حضرت کی رفتار میں غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھا۔ جب قریب پہونچا تو حضرت نے مجھ سے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے یک بیک ایسا سوال جس کا جواب سوچنے کا بھی موقع نہیں تھا۔ میری زبان سے برجستہ نکل گیا کہ بہت بڑا فرق ہے پھر سوال فرمایا کہ کیا فرق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ حضور کا سایہ

ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے۔فرمایا یہ نہیں ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے۔اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سر مبارک چلنے میں متحرک نہیں نظر آتا ہے بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جارہا ہے۔اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آرہا ہے۔اس پر حضرت نے فرمایا کہ میاں یہی تو بات ہے میں نے چلنا بھی حضرت صدرالشریعہ سے سیکھا ہے۔ چلا اس طرح جاتا ہے۔اب ذرا غور کیجیے کہ چلنا فطری انداز ہے اور جو انداز شروع شروع میں اختیار ہوجاتا ہے اس کے برخلاف چلنا بڑا دشوار ترین امر ہے بلکہ قریب المحال ہے۔لیکن حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے روش میں بھی بزرگوں کا انداز روش اختیار فرمایا اور اپنے انداز روش کو بزرگوں کے انداز روش میں (جو عین سنت کے مطابق ہوتی ہے) ڈھال لیا۔(انوار حافظ ملت ص ۹۷)

## زندگی کی یکسانیت اور سادگی:۔

حافظ ملت کی زندگی کے سادے اوراق پر حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے فیضان نے جو علمی اور اخلاقی گل بوٹے بکھیر دیے تھے اس کی عطر بیزی کسی دور اور کسی زمانے میں کم نہ ہوئی۔حافظ ملت علیہ الرحمہ کو ان کی نوجوانی میں دیکھنے والوں نے جس روش پر پایا۔ان کی ضعیفی اور بڑھاپے کے دور میں بھی اس کے اندر نکھار تو ضرور محسوس ہوا۔مگر تنزل اور تبدیلی کبھی نظر نہیں آئی۔انہوں نے جو عادات واطوار اپنے استاذ ومرشد اور مربی سے اپنائے تھے عمر بھر اس سے خصوصاً مبارک پور اور عموماً ہندوستان بھر کو فیض پہنچاتے رہے۔

حافظ ملت پختہ کردار، اور اٹل اصولوں کے مالک تھے۔ان کی زندگی اور پیغام میں نہایت حسین یکسانیت تھی وہ قرآن وحدیث صرف پڑھاتے نہیں تھے۔ بلکہ کتاب وسنت کی شعاعیں ان کے عمل سے پھوٹ پڑتی تھیں۔وہ سلف صالحین کی طرح اسلامی انقلاب کے محرک تھے۔تا حیات وہ اسلام کا پرچم بلند کرنے کے جذبہ سے سرشار رہے۔مزاج اور ماحول کی کوئی ناہمواری ان کے اندر کوئی منفی تبدیلی نہیں لاسکی۔

وہی آبلے ہیں وہی جلن، کوئی سوز دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگ گئے ہو تم، وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

حافظ ملت کے پڑوسی حاجی محمد حسین مبارکپوری کہتے ہیں:

''یہ عجیب بات ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا۔اور شعور کی آنکھیں کھولیں حضرت کی زندگی میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں دیکھا۔ جو انداز زندگی شروع میں دیکھا تھا۔ انہیں اخیر دم تک اسی پر قائم ودائم پایا۔نشست وبرخاست،اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، ملنا جلنا، تمام چیزوں کا وہی رنگ تھا۔ جو مبارک پور میں قدم رکھتے وقت تھا۔شروع سے جس شخص سے جو برتاؤ رہا اسے آخری سانس تک نبھایا۔تعلقات میں کسی طرح کی تبدیلی نہ آنے دی۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی یہ وہ خصوصیت تھی، جسے اپنے تو اپنے بیگانوں نے بھی تعجب سے بیان کیا'' (حافظ ملت میری نگاہ میں ص ۲۵)

مبارک پور کے محلہ حیدرآباد میں ایک صاحب کے گھر میلاد شریف کی مجلس تھی۔کافی رات گئے مجلس ختم ہوئی اس وقت تک مبارکپور میں بجلی نہیں آتی تھی۔اور حضرت تنہا تشریف لے گئے تھے،کوئی طالب علم بھی ہمراہ نہیں تھا۔اس دور

میں قصبہ کے اندر چوری وغیرہ کے واقعات زیادہ ہوتے تھے۔ حضرت اپنی قیامگاہ پرانے مدرسے کے لیے چل کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ صاحب خانہ بھی حضرت کو پہونچانے کے لیے آمادہ کھڑے ہیں۔ اورعرض کرتے ہیں۔ حضرت فاصلہ کافی ہے اور آپ اس اندھیری رات میں تنہا کس طرح جائیں گے۔ میں چل کر پہنچادیتا ہوں۔

حضرت نے جواباً فرمایا: اس کا مطلب ہوا کہ پھر میں تمہیں پہونچانے آؤں، اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے جاؤ آرام کرو۔ میں بحمدہ تعالیٰ ڈرتا نہیں، تنہا چلا جاؤں گا۔ (انوار حافظ ملت ص ۱۸)

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سرانجام دینے میں کبھی عار نہیں محسوس کرتے تھے۔ گھر پر تنہا ہوتے تو اپنے لیے چائے ناشتہ خود تیار کرلیتے۔ اگر کوئی مہمان آتا۔ تو موسم کی مناسبت سے شربت چائے وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنا کر ضیافت کرتے۔ اکثر طلبہ، مدرسین اور علما حضرت کے گھریلو کاموں میں مدد کرنا چاہتے مگر آپ منع فرمادیتے۔ چولہے میں حضرت اکثر ارہر کی لکڑی جلاتے۔ آگ جلانے کے لیے آگ میں پھونکنا پڑتا۔ جس سے راکھ اڑتی اور دامن پر لگتی۔ مگر حضرت اس کو کبھی برا خیال نہ کرتے۔ بلکہ اس لکڑی کے چولہے کو اسٹوو پر ترجیح دیتے۔ کئی لوگوں نے حضرت کی سہولت کے لیے اسٹوو لانا چاہا۔ مگر حضرت نے یہ پسند نہیں کیا۔

مبارکپور میں الیکٹرک لائن لگنے کے بہت دنوں بعد تک حضرت اپنے گھر مٹی کے تیل کی چمنی اور لیمپ ہی استعمال کرتے رہے۔ اور لیمپ کی روشنی میں مطالعہ وغیرہ فرماتے رہے۔ پرانے مدرسہ میں الیکٹرک کی فٹنگ کے بعد بھی حضرت نے اپنے گھر میں بجلی کا پنکھا ہرگز نہیں لگنے دیا۔ بجلی کی لائن لگوانے پر اس غرض سے راضی ہوگئے کہ طلبہ کو مطالعہ میں آسانی ہوگی۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ سر پر ہمیشہ سرسوں کے تیل کی مالش کراتے تھے۔ طلبہ اسی بہانے سے حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے اور حضرت سے علمی استفادہ بھی کرتے۔ سفر میں بھی تیل کی شیشی حضرت کی اٹیچی میں پڑی رہتی تھی۔ حضرت کی زندگی چوں کہ نہایت سادی اور بے لوث تھی، اس لیے جن ضروری اشیا نے حضرت کے استعمال میں جگہ پالی، حضرت ان کی حفاظت کرتے تھے۔ مثلاً تیل رکھنے کی عام شیشیاں جو دستیاب ہوتی ہیں۔ اگر ان میں تیل رکھ کر سوٹ کیس کے کپڑوں میں ڈال دیا جائے تو ڈھکن کی خرابی کے باعث شیشیوں سے تیل گر جائے گا۔ حضرت کے پاس ایک عمدہ ڈھکن کی شیشی تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت کے ایک عالم مرید مولانا عبداللہ خاں عزیزی کے ساتھ ایک لطیفہ ہوگیا۔

مولانا عبداللہ خاں صاحب ان دنوں فیض الرسول براؤں میں مدرس تھے۔ حافظ ملت وہاں تشریف لے گئے، شب کو مولانا ہی کے کمرے میں استراحت فرمائی۔ جہاں طلبہ نے حضرت کے سر پر مالش کی، واپسی میں شیشی وہیں رہ گئی۔ مبارکپور پہونچ کر حضرت نے مولانا عبداللہ خاں صاحب کو لکھا کہ میری تیل کی شیشی آپ کے کمرے میں رہ گئی ہے کوئی آنے والا ہو تو بھیج دیں۔ خط پڑھ کر مولانا عزیزی سخت بےچین ہوئے۔ کیوں کہ انہوں نے حضرت کی شیشی کا تیل تبرک سمجھ کر خود استعمال کرلیا تھا۔ فکر میں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ سوچنے لگے شیشی کے اندر تیل تو بہت تھوڑا ہی سا تھا۔ ضرور اس میں کوئی خاص دعا کی گئی ہوگی۔ یا اس میں کوئی دوا شامل رہی ہوگی؟ جس کی اہمیت کے باعث حضرت نے خط

ارسال فرمایا ہے۔ چنانچہ اسی اضطراب کے عالم میں مولانا عزیزی صاحب براؤں شریف سے اپنے گھر گئے۔ خاصی مقدار میں خالص تل کا تیل خریدا۔ اور لے کر مبارک پور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں دیکھا تو اچانک آنے کا سبب پوچھا۔

مولانا عزیزی صاحب نے جواب دیا حضور آپ کے تیل کو میں نے تبرک سمجھ کر استعمال کرلیا تھا۔ معاف فرمائیں اب یہ تیل لے کر حاضر ہوا ہوں اسے قبول فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا: آپ کو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ وہ خط میں نے تیل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس شیشی کی وجہ سے لکھا تھا۔ اس کا ڈھکن اتنا اچھا ہے کہ سفر میں تیل گرتا نہیں۔

## مشقتوں کے پانچ سال:۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حفظ قرآن اور کچھ فارسی کی تعلیم کے بعد گاؤں کے مکتب کی مدرسی اور فرائض امامت کی ادائیگی کے ساتھ گھر کا کام اپنے پڑوسیوں سے زیادہ کرلیا کرتے رہے، اس کے باوجود روزانہ ایک ختم قرآن کریم کا معمول بھی تھا ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ یومیہ ختم قرآن کا یہ سلسلہ مکمل پانچ سال تک چلتا رہا، تاعمر ختم قرآن کی کوئی روایت راقم کے علم میں نہیں ہے تاہم اتنا جانتا ہوں کہ حضور حافظ ملت کے والد گرامی حافظ غلام نور علیہ الرحمۃ والرضوان کا معمول یومیہ ایک ختم قرآن کا تھا اور اسی گود کے پروردہ حضور حافظ ملت بھی تھے۔

## کلکتہ سے شاہ گنج تک ختم قرآن:۔

حضرت مولانا مبین الھدیٰ صاحب گیاوی نے جو حافظ قرآن بھی ہیں بیان کیا کہ ایک بار کلکتہ سے حضور حافظ ملت کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ شاہ گنج پہنچے تو فرمایا مبین تم نے کتنے پارے کی تلاوت کی ہے، خاموشی دیکھ کر فرمایا ''الحمد للہ'' کلکتہ سے ٹرین چلی تو شروع کیا تھا اور یہاں شاہ گنج میں ختم ہوگیا۔

خود راقم شعبان ۱۳۹۵ھ ستمبر ۱۹۷۵ء میں جمشید پور سے حضرت کے ساتھ سفر میں تھا، نماز عشا کے بعد تھوڑی دیر آرام فرمایا پھر تہجد کی ادائیگی میں مصروف ہوگئے اس کے بعد پوری رات سیٹ پر بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے کثرت تلاوت کا یہ عالم کہ زبان سے کچھ بولنے اور سونے کے علاوہ تمام اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت کا معمول تھا۔

## قرآن سے محبت:۔

مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں نماز عصر کے بعد فرمایا قرآن شریف لے آؤ قرآن شریف لے کر حاضر ہوا تو فرمایا۔ بحمدہ تعالیٰ قرآن شریف مجھ کو ایسا یاد ہے جیسے اور لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہے۔ مگر وقت ملنے پر دیکھ کر پڑھتا ہوں اس لیے کہ پڑھنے کا ثواب الگ ہے اور قرآن شریف کو دیکھنے کا ثواب الگ۔

## قرآن سننے کا ادب:۔

ایک جلسہ میں راقم نے دیکھا کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اول وقت میں جلسہ گاہ کے لیے نکلے راقم کے ساتھ چند لوگ پیچھے چل رہے تھے، ابھی ایک گلی میں تھے کہ اسٹیج سے قرآن کریم کے تلاوت کی آواز اعوذ باللہ شروع ہوئی۔ یہ آواز سنتے ہی حضرت حافظ ملت کے قدم رک گئے۔ جب قاری نے قراءت ختم کرلی اس کے بعد آگے بڑھے۔

کسی قاری کی قراءت کے وقت قرآن کریم کا حکم سماع قرآن اور خاموش رہنے کا ہے گویا حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک کسی قاری کی قراءت قرآن کے وقت زبان کو روک کر کان کو سماع کی طرف متوجہ رکھنے کے ساتھ اعضا و جوارح کو بھی اپنے اپنے عمل سے روک لینا ضروری تھا۔





پندرہواں باب

# حافظ ملت بحیثیت مرشد

تو کسی دلق نہ سجادہ کا مرہونِ کرم
بس تری سادگی پُرکاری جواہر تیرے
تیرے ہم عصروں پہ بھی کھل نہ سکا راز ترا
دیکھ پایا نہ کوئی جھانک کے اندر تیرے

(بدر)

# حافظ ملت بحیثیت مرشد

## بیعت کی حقیقت:

بیعت یعنی پیری اور مریدی ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے اور عہد باندھنے کا نام ہے جیسا کہ پیران طریقت نے اپنے ہاتھ سچے مریدوں کے ہاتھوں پر رکھے اور رکھتے ہیں اور کلمہ استغفار اور توبہ کی تلقین کی اور کرتے ہیں اور مریدوں سے یہ عہد لیتے ہیں کہ:

"مَاآتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" (حشر ۵۹/۷)

یعنی ''جو رسول تمہیں دیں اسے لو اور جس سے تمہیں منع کردیں اس سے باز رہو۔''

اس بیعت کی اصل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخت کے نیچے بیعت کی تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا چنانچہ ارشاد فرمایا۔"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ" کہ بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہوا مسلمانوں سے جب اے رسول وہ تمہارے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کرتے ہیں'' نیز خدائے قدوس نے ارشاد فرمایا کہ اے رسول تمہارے صحابہ نے جو بیعت تم سے کی ہے وہ مجھ سے کی ہے اور تمہارا وہ پیارا ہاتھ جو اصحاب کے ہاتھوں پر تھا وہ میرا دست قدرت تھا۔ چنانچہ فرمایا:۔"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کہ بیشک وہ لوگ جو تم سے بیعت کرتے ہیں اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

(حضرت میر عبدالواحد بلگرامی سبع سنابل مترجم ۱۰۵-۱۰۶)

## پیری مریدی کیا ہے؟

پیری مریدی کی بابت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی لکھتے ہیں:۔

''ارادت وعقیدت یعنی مریدی اور پیری کا رشتہ اپنے بنیادی مقصد کے لحاظ سے بہر حال مبارک اور مسعود رشتہ ہے یعنی طہارت قلب اور تزکیہ نفس جو قرآن وحدیث کا منشا اور سیرت رسول ﷺ کا کھلا ہوا تقاضا ہے پیری مریدی کو ہم نرا اجتہادی مسئلہ نہیں کہہ سکتے بلکہ دین وشریعت کے اور مسائل کی طرح یہ بھی کھلا ہوا اور مطلوب مسئلہ ہے چنانچہ قرآن پاک میں جہاں اور بہت سی آیات اس باب میں موجود ہیں وہاں ایک آیت کا یہ ٹکڑا ''وَیُزَکِّیْھِمْ'' بھی ہمیں صاف صاف بتا رہا ہے کہ تزکیہ قلب قرآن کا مطلوب حکم ہے اور اسی مبارک ومسعود مقصد کے لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔

اسی طرح احادیث کریمہ میں جہاں اس باب میں واضح بیانات موجود ہیں وہاں ''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ'' سے بھی صاف صاف پتہ چل رہا ہے کہ مکارم اخلاق کی تکمیل سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح پہلو ہے لہذا تزکیۂ نفس اور مکارم اخلاق سے تطہیر قلب کرنا قرآن وحدیث کا محکم حکم ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ پیری اور

مریدی کا مقصد در حقیقت تطہیر قلب اور تزکیۂ نفس ہے پس اس مبارک اور مسعود مقصد کے تحت پیری اور مریدی کا مسعود اور مبارک ہونا غیر اجتہادی مسئلہ ہے۔(حافظ ملت نمبر۱۴۲،۱۴۳)

صاحب سبع سنابل حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز بھی یہی بات فرماتے ہیں:

"پیری مریدی کا انکار کسی زمانہ میں نہ پایا گیا اور نہ بیعت کے قبول میں کسی مجتہد نے کوئی بات نکالی"۔

(سبع سنابل مترجم ۱۰۷)

مریدی دراصل اپنے گناہوں سے توبہ اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کرنا ہے۔بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق رہتا ہے لہٰذا مریدی بے حد ضروری ہے۔

بغیر پیر کے مرجانا مردار موت کے مانند ہے۔مریدی دین اور ایمان کی چار دیواری ہے اور ہر مرد مسلمان کو اپنے دین کی فکر رہتی ہے۔(ملخصا سبع سنابل ص ۱۰۹،۱۱۰)

مذکورہ بیانات سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ پیری مریدی سے مراد ہے تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب۔پیر یا مرشد کا کام فریضۂ ہدایت انجام دینا ہے اور مرید کا کام ہے ہدایت کو قبول کرنا۔پیر ہادی ہوتا ہے جو مرید سے توبہ کراتا ہے۔اس کے باطن کی صفائی کرتا ہے اور اسے صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے۔

بیعت و ارشاد بہت ہی عظیم ،مقدس اور ذمہ دارانہ منصب ہے جس پر ہر کس و ناکس فائز نہیں ہوسکتا۔اللہ کے احسان یافتہ بندے یعنی"صالحین"ہی اس منصب کے اہل ہیں۔

## پیری کے شرائط:

علما و عرفا نے پیری کے حسب ذیل شرائط بیان کئے ہیں۔

(۱)سنی صحیح العقیدہ ہونا۔

(۲)پیش آمدہ مسائل ضروریہ کتابوں سے نکال سکے تا کہ احکام کی بجا آوری اور منہیات سے پرہیز کی صورتوں پر عمل کرنا اور عمل کرانا ممکن ہوسکے۔

(۳)سلسلۂ خلافت حضور ﷺ تک بلا انقطاع پہنچتا ہو(سراج العوارف ص ۲۸)

## حافظ ملت بحیثیت مرشد:

پیری کی عام شرائط پر تو حضرت حافظ ملت بدرجۂ اتم کھرے اترتے تھے۔وہ سنی ہی نہیں سنی گر تھے۔عمر بھر عقائد اہل سنت کی تبلیغ فرمائی ،مسائل شریعت کی خدمت کی اور دین وسنیت کے لئے خود کو ایسا وقف رکھا کہ زمانہ نے انہیں "حافظ ملت" کہہ کر یاد کیا اور آج وہ دنیا میں اسی لقب وخطاب سے جانے ،پہچانے اور مانے جاتے ہیں۔

آپ نے ۴۴ رسال تک تدریسی فریضہ انجام دیا ،فتویٰ نویسی فرمائی،شرعی احکام بتائے ،بدعات ومنکرات کا رد فرمایا۔آپ عالم ہی نہیں ہزاروں علما کے استاذ اور استاذ الاستاذ ہیں۔جلالۃ العلم اور استاذ العلما کا سہرا حقیقتاً آپ ہی کے

سرزیب دیتا ہے۔

فرائض و واجبات کی ادائیگی تو اپنی جگہ،آپ سنن و مستحبات کا بھی اہتمام فرماتے اور منہیات سے تو اس درجہ پرہیز تھا کہ مکروہ تنزیہی سے بھی احتراز کا التزام فرماتے ۔کبھی صدری یا شیروانی کا بٹن کھول کرنہیں پہنتے۔

حضرت حافظ ملت کوسلسلہ اشرفیہ معمریہ،سلسلہ قادریہ رضویہ امجدیہ میں خلافت واجازت تھی ۔سلسلہ کہیں سے بھی منقطع نہیں تھا اور مرشد اعظم رسول معظم ﷺ تک پہنچا ہوا تھا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں شرائط پر آپ بدرجہ اتم پورے اترتے تھے۔

## آداب:

اب ہم طریقت کے شرائط پیری پر حافظ ملت کا جائزہ پیش کرتے ہیں:۔

اسلاف کرام اور پیران عظام نے تزکیۂ نفس اور طہارت باطن کا حصول کرنے کے لیے کم خوردن کم گفتن کم خفتن پر عامل رہے حضرت حافظ ملت بھی اپنے طالب علمی کے زمانہ سے اخیر عمر تک کم خوردن، کم گفتن، کم خفتن پر عامل رہ کر تزکیۂ نفس اور طہارت ظاہر وباطن حاصل کیا ہے۔

## صدق مقال:

آپ کی زبان پر کبھی کوئی لغو یا فحش کلمہ نہ آیا نہ ہی کسی کی غیبت کی، نہ سننا گوارہ کیا۔فرماتے ہیں:۔''مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ اپنی زبان سے نہ جھوٹ بولے، نہ غیبت کرے، نہ چغلی کھائے، نہ گالی بکے، نہ کسی مسلمان کو برا کہے، نہ ہاتھ سے مارے نہ ستائے ،نہ تکلیف پہنچائے۔'' (معارف حدیث ص۸۔۹)

## حرص اور تکبر سے دوری:

حضرت حافظ ملت تاحیات خدمت اسلام کے جذبے کے ساتھ دین کے اکثر شعبوں میں خدمت انجام دیتے رہے مگر کبھی کسی بھی مقام پر دنیوی منفعت کا خیال ذِہن میں نہ گزرا۔

جب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو مبارکپور بھیجا تو صاف ارشاد فرمادیا تھا کہ آپ کو خدمت دین کے لئے بھیج رہا ہوں، یہ نہ دیکھئے گا کہ کیا مل رہا ہے۔الحمد للہ عمر بھر آپنے ادھر دیکھا ہی نہیں کہ اشرفیہ مجھے کیا دے رہا ہے اور میں اس سے کیا لے رہاہوں۔

آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ دارالعلوم اشرفیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے گزارا مگر کبھی کمیٹی کو تنخواہ کے اضافہ کی کوئی درخواست نہیں دی۔

آپ علما وطلبہ کو ہمیشہ دین کی پرخلوص خدمت کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا:۔

''گورکھپور کے ایک وکیل صاحب نے میلاد شریف کے لئے ایک بار مدعو کیا،تقریر ہوئی اور واپسی ہوگئی،اس کے بعد ہر سال دعوت آتی رہی ،بخوشی منظوری دیتا اور حاضر ہوتا کہ نہ جانے میں دنیوی منفعت کے دخل کا شائبہ تھا۔(معارف حافظ ملت ص ۷۲ از مولانا محمد اسلم عزیزی)

آپ نے جلسوں میں یا مریدین کے حلقہ میں کبھی بھی نذرانہ کی طرف توجہ نہیں کی ۔اسی سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو دنیوی حرص تھی نہ ہی مال و زر کی تمنا۔صرف اور صرف اللہ اور رسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اورخوشنودی کے لئے زندگی کی آخری سانس تک خدمت دین میں مصروف رہے۔

حافظ ملت ہمیشہ دوسروں کے دکھ درد کا مداوا کرتے رہے ۔پوری زندگی خدمت دین وملت میں صرف کردی مگر اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ بھی نہ جمع کیا۔پسماندگان کے لیے جو سرمایہ چھوڑا وہ دنیوی جائیداد کے اعتبار سے نہ کھیت نہ مکان نہ زر و مال کی شکل میں ہے لے دے کر صرف افلاس وغربت اور کچھ بھی نہیں !حضرت کوخودنمائی سے سخت پرہیز تھا ۔کسی طرح کی علمی بڑائی یا کبر ونخوت سے آپ بہت دور ونفور تھے۔

## سبب کبر سے احتراز:

زیارت حرمین طیبین سے واپسی کے بعد ایک موقع پر کسی نے حاجی صاحب کہہ دیا تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا الحمدللہ بچپن سے نماز کا پابند ہوں۔کوئی نمازی صاحب نہیں کہتا حج کرلیا تو لوگ حاجی صاحب کہنا چاہتے ہیں ۔

مطلب یہ ہوا کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے جب کسی کو نمازی نہیں کہا جاتا ہے تو حج کر لینے کے بعد حاجی کیوں کہا جائے''(معارف حافظ ملت ص ۶۶ از مولانا محمد اسلم مصباحی)

(ب)''جناب الحاج حفیظ اللہ بلیاوی مرحوم حافظ ملت کے مرید اور اشرفیہ کے مخلصین میں تھے ۔انہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ سنٹرل بلڈنگ میں دارالحدیث کی تعمیر کے سلسلے میں ایک بار عرض کیا کہ اسے میں اپنے خرچ پر رفتہ رفتہ بنوانا چاہتا ہوں اور میری خواہش یہ ہے کہ اس پر میرے بجائے آپ کے نام نامی اسم گرامی کی تختی لگے ۔حافظ ملت نے فرمایا ''حاجی صاحب !وہ آپ ہی کی طرف منسوب ہوگا اور اس پر آپ ہی کا نام کندہ ہوگا۔''

(ماہنامہ اشرفیہ بابت ماہ اگست ۱۹۷۶ء ص ۲۱)

## انکسار وتواضع:

حضور حافظ ملت لاریب خلوص واخلاق ودیانت وامانت اور انکسار وتواضع کے پیکر تھے ۔آپ حیا کے حلۂ ایمانی سے آراستہ تھے ۔راستہ چلتے تو نظریں نیچی رکھتے۔فرماتے لوگوں کے عیوب میں نہیں دیکھنا چاہتا۔گھر کے اندر بھی انداز حیادارانہ ہوتا۔غیر محرم عورتوں کو کبھی سامنے نہ آنے دیتے ۔عورتوں کو بیعت فرماتے وقت اپنے رومال کا ایک حصہ پردے کی اوٹ میں دیدیتے۔

آپ بمبئی میں سیٹھ عبدالمجید صاحب ،مرغی محلہ کے مکان میں قیام پذیر تھے ۔بلڈنگ میں رہنے والی عوتوں نے

مشہور کردیا کہ مولانا صاحب عورتوں سے پردہ کرتے ہیں ۔جب یہ بات آپ تک پہنچی تو فرمایا۔" کیا کیا جائے یہ ایک اچھی چیز ہے،عورتوں نے پردہ چھوڑ دیا تو ہم نے اپنالیا۔

آپ وعدہ کے پابند اور توکل و استغنا کے پیکر تھے ۔تواضع آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔بڑوں کا احترام تو دیدنی تھا۔ان کے ذکر کے وقت بھی اس طرح باادب ہو کر بیٹھتے جیسے وہ سامنے تشریف فرما ہوں ۔طلبہ پر شفقت،چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور خرد نوازی تو مشہور ہے ۔آپ اپنے معاصرین کی خوبیوں کا دل کھول کر تذکرہ کرتے اور کبھی ان کی یا کسی کی بھی برائی یا غیبت سننا گوارہ نہیں کرتے حتی کہ اپنے مخالفین اور حاسدین کے خلاف بھی کوئی کلمہ سننا پسند نہیں کرتے تھے۔آپ کا تو اخلاقی نظریہ یہ تھا کہ :مومن کے جوہر اخلاق سے یہ بھی ہے کہ دوسروں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے ۔اپنی برتری وتفوق کا خواب نہ دیکھے ۔لہذا جو اپنے لیے پسند کرے دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

"یعنی جیسی اپنی عزت پسند کرے دوسروں کی عزت بھی پسند کرے یہی مسلمانوں کی شان ہے۔"

(معارف حدیث)

## شاگرد کے لیے چائے بنائی:

تواضع کا تو یہ عالم تھا کہ اپنے شاگردوں،مریدوں اور خادموں تک کے لئے خود چائے لے کر آتے اور اگر وہ بحیثیت مہمان آپ کے ہاں حاضر ہوتے تو انہیں خود اپنے ہاتھ سے ناشتہ کھانا وغیرہ بنا کر کھلاتے ۔(مولانا قمر الحسن بستوی صاحب)

مولانا عبد الرحیم فیض آبادی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کا طالب علم تھا ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ مضافات اعظم گڑھ میں ایک جلسہ میں گیا۔حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اور حضرت مولانا علی احمد مرحوم بھی اس جلسہ میں شریک تھے ۔جلسہ ختم فرما کر صبح کی نماز ادا کر کے ٹرین پکڑی ۔جب ٹرین اعظم گڑھ رکی حضرت اتر کر نیچے تشریف لے گئے ۔دیر ہوئی۔ پھر مفتی صاحب بھی گئے ۔اور بعد میں مولانا علی احمد مرحوم بھی چلے گئے۔میں اکیلا بیٹھا رہا۔میں نے سمجھا کہ حضرت اشراق کے لئے تشریف لے گئے ہیں ۔تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ بہ نفس نفیس ناشتہ ہاتھ میں لیے چلے آرہے ہیں ۔میرے اندر عقیدت و پشیمانی کے ملے جلے جذبات ابھرے ۔مگر پیشانی کی لکیریں دیکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا۔ چلا گیا تھا کہ تمہارے لیے ناشتہ لے آؤں ۔"

(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۳)

## مرید کا ہاتھ دھلایا:

مرید حافظ ملت ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مہمان نوازی کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں وہ مرشد برحق کی زیارت کے لئے مبارکپور حاضر ہوئے ۔جس روز وہ پہونچے اسی روز حضرت کو کہیں باہر جانا تھا لہذا حضرت نے انہیں اپنے کاشانۂ اقدس کے سامنے کے ایک حاجی صاحب کے حوالے کیا اور فرمایا : یہ میرے مہمان ہیں آپ ان کا ہر طرح خیال رکھیں میں پرسوں سفر سے واپس آجاؤں گا۔

دو روز تک وہ حاجی صاحب کے یہاں مہمان رہے ۔تیسرے روز حضرت تشریف لائے اور پہلی ہی فرصت میں

انہیں شرف باریابی عطا کی۔ جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن لیا اور جو کچھ پانا تھا پالیا۔

اب وہ آگے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

”بعد نماز فجر حضور نے خود اپنے ہاتھ سے حلوا تیار کیا دیسی گھی سے بہت ہی لذیذ، میں نے بہت کوشش کی مگر حضور نے کسی بھی طرح کی خدمت یا ہاتھ بٹانے سے روک دیا۔ ناشتہ تیار ہوجانے کے بعد حضرت نے لوٹا اٹھایا تو میں لپکا کہ ان کے ہاتھ دھلانے کا شرف حاصل کروں مگر حضرت نے لوٹا خود ہاتھ میں لے لیا اور مجھ سے فرمایا: ہاتھ دھوئیے۔ میں حیران و پریشان! یا اللہ کیا سرکار مجھ سے ناراض ہیں۔ میں پورے جسم سے لرز اٹھا۔ حضرت نے میری کیفیت بھانپ لی اور فرمایا: آپ مہمان ہیں، ہاتھ دھوئیے، مہمان کا ہاتھ دھلانا اور مدارات کرنا سنت ہے“

(اشرفیہ، مارچ ۱۹۹۳ء ص ۲۷، ۲۸)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سادات کرام کا از حد احترام کرتے تھے۔

آپ خدمت خلق اور خیر خواہی میں بہت آگے تھے۔

آپ ہمیشہ اور ہر حال میں علما وطلبہ اور عوام وخواص کی خیر خواہی ملحوظ رکھتے۔ آپ نے ہمیشہ طلبہ اور علما کی رہنمائی کی۔ اپنے نیاز کیشوں، مریدوں اور جس نے بھی آپ سے اپنی کسی کٹھنائی میں مشورہ چاہا یا مدد طلب کی تو اس کی خیر خواہی فرمائی۔

بیماروں کی عیادت، احباب اور متعلقین نیز جاننے والوں کے یہاں کسی کی موت پر تعزیت فرماتے، صبر کی تلقین کرتے۔ پڑوسیوں اور اہل محلہ کی ہر حال میں خبر گیری کرتے۔

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکھتے ہیں:

قصبہ مبارکپور کے مخلص اور بے لوث عوام پر جب بھی کوئی ارضی یا سماوی آفت آتی حافظ صاحب (حافظ ملت) اپنے جہد وعمل اور کشف باطن کی پوری قوتوں کے ساتھ سینہ سپر ہوگئے بہ تقاضاے فطرت ہر گھر کا ایک سرپرست ہوتا ہے جس پر پورے گھر کو ڈھارس رہتی ہے مگر حافظ ملت تو ہر گھر کے سرپرست تھے اور ہر گھر کے محافظ تھے، شادی کی تقریب ہو، کوئی بیمار ہو، کسی کے مقدمہ میں بے گناہ پھنس جانے کا اندیشہ ہو یا کسی کے گھر میت ہوگئی ہو غرضکہ ہر سکھ دکھ میں حافظ صاحب یاد کیے جاتے تھے“۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۵)

انسان تو انسان آپ تو جانوروں اور پرندوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔

حضرت قاری عبدالحکیم صاحب عزیزی تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت کے دروازے پر ایک کتا رہتا تھا۔ صبح وشام اسے روٹی دیتے، جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اپنے پڑوسی حاجی سلامت اللہ صاحب سے بتاکید کہہ جاتے کہ حاجی صاحب! کتے کو روٹی دے دیا کریں گے۔ گھر کے آنگن میں چڑیوں کو روزانہ صبح وشام چاول ڈال دیتے اور پیالہ میں پانی رکھ دیتے۔ باہر تشریف لے جاتے تو کسی طالب علم کو

گھر کی چابی دے کر ارشاد فرماتے کہ تھیلے سے چاول نکال کر چڑیوں کے لیے ڈال دینا اور پانی بھی رکھ دینا"
(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص۹۳،۹۴)

## مرید بنانے پر حریص نہیں تھے:

حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہما سے خلافت واجازت عطا ہونے کے بعد اگر آپ چاہتے تو بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کر دیتے اس لیے کہ پیری کے تمام شرائط آپ کے اندر جوانی کے ایام سے ہی بدرجۂ اتم موجود تھے لیکن آپ نے درس وتدریس، شخصیت سازی، اشرفیہ کی ترقی اور دیگر دینی خدمات کے علاوہ اس طرف کبھی دھیان ہی نہ دیا۔ ہاں جو از خود رجوع کرتا اسے بیعت فرما لیتے۔

اس ضمن میں حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی عزیزی لکھتے ہیں:

"راقم الحروف نے مولانا منور حسین صاحب گورکھپوری کے ساتھ حاضر بارگاہ ہو کر داخل سلسلہ ہونے کے لیے عرض کیا تو فرمایا سرکار مفتی اعظم ہند ولایت کے تاجدار ہیں، ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے، میں ایک سیہ کار انسان ہوں، اتنا فرما کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے پھر جب دیکھا کہ ہم لوگ ٹلنے والے نہیں ہیں تو داخل سلسلہ فرمایا اور پھر بیعت وارادت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: نماز کی پابندی اور جھوٹ نہ بولنے کو اپنے لیے لازم کر لو"
(معارف حافظ ملت ص۱۱۰)

آپ کے ارشاد وہدایت کی قلیل مدت کی بابت حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی تحریر فرماتے ہیں "دنیائے اہل سنت کا باخبر حلقہ اس سے خوب واقف ہے کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی باطنی اور عرفانی حیثیت کو پوری طرح چھپائے ہوئے مریدوں کی جماعت پیدا کرنے کے بجائے علما کی فوج تیار کر رہے تھے۔

اس خصوص کے ساتھ حافظ ملت نے جب لوگوں کے اصرار پر ارشاد ہدایت کا ہاتھ عمر کے آخری حصہ میں بڑھایا تو عقیدت وارادت کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں نے آپ کی عالمانہ شان کے ساتھ آپ کی عارفانہ آن بان کو بھی اسی طرح لبیک کہا جس طرح الجامعۃ الاشرفیہ کی طرف ہزاروں ہاتھ آگے بڑھے"۔ (حافظ ملت نمبر ص۱۴۳،۱۴۴)

## حافظ ملت پیشہ ور پیر نہیں تھے:

آپ کسی جلسہ یا کانفرس کی دعوت نہ اس شرط پر قبول کرتے تھے کہ وہاں لوگ آپ سے بیعت ہوں گے نہ ہی جلسہ میں اعلان کرانے دیتے کہ جنہیں مرید ہونا ہو وہ آپ سے بعد جلسہ مرید ہو جائیں۔

مولانا محمد اسلم مصباحی لکھتے ہیں:

(۱) بنگال کے ایک جلسہ میں اختتام جلسہ کے بعد حافظ محمد شریف صاحب نے جو اس جلسہ کے روح رواں تھے اعلان کیا کہ جن لوگوں کو مرید ہونا ہو وہ حضور حافظ ملت سے مرید ہو جائیں یہ سن کر حضور حافظ ملت مائک پر تشریف لائے اور انتہائی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میں وہ پیر نہیں ہوں جس کا اشتہار اور ایڈورٹائز کیا جائے۔ جب کہ جلسہ گاہ میں

ایسے لوگوں کی کثرت تھی جو مرید ہونے کے ارادہ سے آئے تھے مگر حضرت کو اس کا علم نہیں تھا‘‘۔(معارف حافظ ملت ص۱۱۴)

## زیادتیوں پر صبر:

حضور حافظ ملت نے مخالفت کا جواب کام سے دیا۔ ہمیشہ صابر وشا کر رہے۔ زیادتیاں برداشت کرتے رہے۔ اس طرح کے متعدد واقعات ہیں۔صرف ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے:

۱۹۷۱ء میں جب حضور حافظ ملت کے خلاف پمفلٹ چھاپے گئے تو اہل مبارکپور نے پمفلٹ کے جواب کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ ’’یہ مخدوم زادوں کی طرف سے ہے۔ خدام کو کوئی حق نہیں کہ مخدوم زادوں کا جواب دیں، اس لیے میری طرف سے جواب دینے کی اجازت نہیں ہے اگر ایسا کیا گیا تو مجھے بے حد تکلیف ہوگی۔

(معارف حافظ ملت ص۱۰۴)

زبانی اور تقریری جواب سے بھی ہمیشہ روکتے ہی رہے کبھی کسی کو جواب دینے نہ دیا۔فرماتے لوگ مجھے الجھا کر مقصد کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں جواب دینا مخالف کو مضبوط کرنا ہے، میرا مقصد کام کرنا ہے نہ کہ مخالفت۔

## اتباع شریعت:

حضرت حافظ ملت نے قدم قدم پر شریعت وسنت کا اتباع کیا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا آپ تو زہد وورع کے پیکر تھے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ آپ کے بہت سے تلامذہ ومریدین اور فیض یافتہ زہد وتقویٰ کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے ہیں۔

مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

’’بہت سے تلامذہ اور آپ کے در سے فیض یافتہ اشخاص ایسے بھی ہیں جو علم وعمل زہد وتقویٰ میں حافظ ملت کی تصویر نظر آتے ہیں۔ ان کے ارشاد وہدایت سے دلوں کی دنیا آباد ہورہی ہے۔قریہ قریہ ان کی روحانی تربیت کا سلسلہ عام ہوتا جارہا ہے۔تصفیہ قلوب، اور تزکیۂ نفوس کا کام حکمت وموعظت اور جذبۂ دروں کے ساتھ جاری ہے۔‘‘

(حافظ ملت نمبر ۳۹۷)

حضور حافظ ملت: ’’اجتناب عن المعصیۃ‘‘ کی بابت خود تحریر فرماتے ہیں:

’’عبادت الٰہی بڑی چیز ہے۔ فلاح دارین وعزت کونین کا باعث ہے۔خوشنودی خداوندی ورضایے مولیٰ کا سبب ہے بڑی نعمت بڑی دولت ہے، اس کے فوائد شمار سے باہر ہیں لیکن عبادت سے بھی اہم فرض اجتناب عن المعصیۃ ہے۔خداوند قدوس کی نافرمانی سے بچنا عبادت پر مقدم ہے‘‘(معارف حدیث ص۹۰)

آپ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ آپ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دوائیں جن میں الکوحل یا اسپرٹ کا جز ملا ہو سختی سے احتراز فرماتے۔بعض مرتبہ تو جان پر بن آئی مگر ایسی دواؤں کو ہاتھ تک نہ لگایا‘‘

(مولانا حکیم عبدالغفور صاحب، انوار حافظ ملت ص۳۴)

آپ نے نامحرم عورتوں کو کبھی اپنے سامنے نہ آنے دیا نہ ان کی آواز سننا گوارہ کی ۔ یہ واقعہ اس حقیقت پر غماز ہے۔

''سفر حج کے دوران مظفری جہاز کے کیپٹن عبدالحمید خاں کشمیری صاحب اپنی اہلیہ کے ہمراہ حافظ ملت کی خدمت میں طلب دعا کے لیے حاضر ہوئے ۔ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں۔ان کی اہلیہ نے درخواست کی کہ حضرت میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ دیں۔مگر حافظ ملت علیہ الرحمہ حزم واحتیاط کا پہاڑ تھے ۔انہوں نے موصوفہ کے حق میں صرف دعائے خیر کی اور انہیں رخصت فرمایا'' ۔(آداب حج وزیارت ۔از مولانا محمد اسلم بستوی ص ۸۰)

طریقت میں پیری کے تمام آداب پر بھی حافظ ملت بدرجہ اتم کھرے اترتے ہیں۔

(۱) ایک مرشد کامل میں جو اوصاف ہونے چاہئیں حضور حافظ ملت ان تمام اوصاف سے مزین تھے۔

آپ کے مرشد کامل اور روحانی قدروں کے حامل ہونے کی بابت شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ حضرت القادری دربار شریف کلکتہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ عالم باعمل ،درویش بے بدل، اہل دل اور صاحب حال تھے، عاشق رسول، شیدائے اہل بیت اطہار اور فدائے غوث الابرار تھے ۔آپ کی ہر ادا اخلاق نبوی کی تصویر تھی۔

عجز وانکساری ،تواضع وخاکساری آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا'' (حافظ ملت نمبر ص )

(۲) حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب حضور حافظ ملت کی مرشدانہ اکملیت اور عارفانہ حیثیت کے بارے میں رقم فرماتے ہیں:

حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ و فاضلانہ حیثیت جو ہر موافق ومخالف کو مسلم ہے اسی طرح آپ کی عارفانہ حیثیت بھی واضح اور غیر مبہم ہے جس طرح آپ کی عالمانہ و فاضلانہ حیثیت آفتاب کی طرح روشن ہے۔عارفانہ حیثیت سے آپ کے لیل ونہار شاہد ہیں کہ اگر چہ آپ اپنی خاندانی کوئی خانقاہ نہیں رکھتے تھے نہ ہی بعض خانقاہوں کے مشہور ومعروف سجادہ نشینوں کی طرح خود کو آراستہ کر کے لوگوں کے لئے باعث کشش بناتے تھے نہ ہی زرق برق لباس میں ملبوس ہو کر لوگوں کی عقیدت وارادت کو شہ دے کر اپنی طرف مائل کرنے کا بیش از بیش سامان رکھتے تھے بلکہ خشک چہرہ ،سادہ لباس اور کم گو ہونے کی وجہ سے آج کی دنیائے ارادت وعقیدت کے لیے آپ بالکل بے کشش تھے۔

لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ اس قسم کی بے سروسامانی کے باوجود حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی باطنی زیب وزینت میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ بہت سے خانقاہی اور نورانی چہروں والے پیروں کے لیے باعث رشک ہی نہیں بلکہ باعث حسد بھی بن گئے۔یہ درحقیقت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی وہ تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ و بالرسول کی قوت تھی جو لوگوں کو ظاہری ساز وسامان کے بغیر انکی طرف جھکنے پر مجبور کرتی تھی ۔''(حافظ ملت نمبر ص ۱۴۳)

## حافظ ملت کی شان مرشدانہ:

(۳) حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''میرا وجدان شہادت دے رہا ہے کہ مرشدی حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان جیسے جامع صفات، برگزیدہ، اللہ والے انسان عصر جدید میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی زندگی پاک کھلی کتاب کی طرح میرے اس دعویٰ کا بین ثبوت ہے جس کے ایک ایک ورق کے مطالعہ سے یقین حاصل کیا جاسکتا ہے کہ تقویٰ وطہارت نفس کے پر پیچ دشوار گزار راستے کو آپ نے بڑی آسانی کے ساتھ طے کیا اوامرونواہی کی بجا آوری تو آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی لیکن اس سے بڑھ کر آداب وسنن میں بھی سیرت نبویہ سے از سر موتجاوز کرنے کا کوئی سلیم الطبع شخص ثبوت فراہم نہیں کر سکتا اٹھنا بیٹھنا، سفر و حضربات چیت، باہمی معاشرت معاملات دین و دنیا، عوامی روابط وتعلقات، اپنے پرائے سے سلوک و برتاؤ سب میں آپ نے طریقہ مصطفوی کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا، حسان العجم خاقانی نے اپنے مرشد کے متعلق یہ دعویٰ کیا تھا۔

رقمہائے کہ اندر خرقہ مرموز اند از بخیہ
رموزِ لوح محفوظ است گر خوانی بایقانش

یعنی میرے مرشد کی گدڑی میں لوح محفوظ کے اسرار ورموز پوشیدہ ہیں اگر تم ان کو علم وایقان کی روشنی میں پڑھو ان کی کتاب زندگی میں رسول اکرم نور مجسم ﷺ کی سیرت پاک کی تحریریں مرقوم تھیں۔

مرشد کامل کا دربار ایسا دربار تھا جہاں کسی کو بری باتوں کا یارائے کلام نہ تھا، غیبت، چغل خوری، فحش کلامی، کسی کے متعلق غلط خیال کا اظہار۔ آپ کی طبیعت سلیمہ کو گوارہ نہ تھا انسانی فطرت کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ اپنے معاصر کی خوبیوں کا اعتراف صدق دل سے نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی اس کے معاصر کے اچھے اوصاف وکمالات کا ذکر کرتا ہے تو اس کو ایک گونہ انقباض وتکلیف ہوتی ہے اور دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتا ہے اور سوچتا ہے کہ ایسا نقص وعیب ڈھونڈھ نکالے جس سے وہ لوگوں کی نگاہ میں حقیر نظر آئے اور اس کی اچھائیاں دب کر رہ جائیں لیکن میرے مرشد کا طرہ امتیاز و وصف خصوصی تھا کہ اگر ان کے سامنے ان کے معاصر کا ذکر خیر کیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ کشادہ دلی کے ساتھ سماعت فرماتے بلکہ خود بھی اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو جاتے یعنی اپنے حسن ظن کا ایسا مظاہرہ فرماتے جو مومن کامل کا شعار ہوتا ہے۔

قرآن حکیم نے پیروان اسلام کو یہ حکم دیا ہے کہ عام حالت میں کسی کے متعلق برا خیال نہ رکھیں کیونکہ اگر وہ خلاف واقع ہے تو گناہ وعذاب کا باعث ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ امراض نفسانی میں سے ایک ایسا مرض ہے جس سے دائمی مناقشت کی وبا عام ہو جاتی ہے اس سے نفرت وحقارت کا جذبہ ابھرتا ہے اس کے برعکس حسن ظن، مودت والفت جس پاک باطن میں پائی جائے سمجھو اس کا میلان نیکی کی طرف ہے اور اس کا دل آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہے اس اعتبار سے بھی جب ہم حضرت حافظ ملت کی عظیم شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو یقین محکم ہوتا ہے کہ آپ کا آئینہ قلب مجلی و مصفیٰ تھا یہ یقین محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ ٹھوس شہادتوں پر مبنی ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ خدائے پاک نے آپ کی طبع سلیم

کو ایسا سنوار کر بنایا تھا کہ اس پر بدگمانی سوءظن وغیرہ کے امراض نفسانی کا اثر نہیں پڑسکتا تھا بلکہ بعض نیاز مندوں کو تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ جس طرح خود حضرت دنیا کی آلائشوں سے ستھرے ہیں ایسا ہی سب کے بارے میں خیال رکھتے ہیں خود نیک ہیں سب کو نیک سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات والا تبار فطری طور پر اس قسم کی باطنی بیماریوں سے پاک وصاف تھی ہی۔اس پر احکام الٰہی کے بجا آوری کے جذبہ نے سونے پر سہاگا کا کام کیا۔

آقاء نعمت نور اللہ مرقدہ "اَلْحُبُّ فِیْ اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِیْ اللّٰہِ" کا کامل نمونہ اور سچی تصویر تھے۔ان کو مذاہب باطلہ والوں اور شان رسالت میں گستاخی کرنیوالوں سے بیر تھا تو محض خوشنودی الٰہی کے لیے تھا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بجالانے والا،اسلام کی دعوت وتبلیغ کی سرگرمیوں میں حصہ لینے والا، بدعت وعقائد فاسدہ سے بندگان خدا کی حفاظت و دیانت کرنیوالا آپ کا بڑا محبوب و پیارا تھا۔

نہیں ہے پیر مے خانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک مے کدہ سے بوے عرفانی نہیں جاتی

(حافظ ملت نمبر ص ۱۷۱۔۱۷۲)

مولانا یٰسں اختر مصباحی تحریر کرتے ہیں:

آپ کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے۔ایک مرشد کی حیثیت سے آپ نے اذہان وقلوب کی تطہیر ،اخلاق کی درستگی ،اعمال و افعال کی اصلاح، اسلامی شعائر و آداب کی حفاظت و پاسبانی ،جذبۂ خدمت خلق، پابندی صوم وصلوٰۃ کی جو روح اپنے حلقۂ ارادت میں پھونکی اور انھیں اسلام و ایمان کے لیے جینے کا جو جذبہ پیدا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

ایک کامل شیخ کی طرح آپ نے ان کی رہنمائی کی متصوفۂ زمانہ کی طرح سامان کشش کا اہتمام نہ کرتے ان کے ظاہری رنگ و روغن اپنی تقدس مآبی کی داستان سرائی خود ساختہ فضائل و مناقب اور طرح طرح کی ان کی عیاریوں و مکاریوں سے سخت متنفر و نالاں تھے۔آپ کے پاس نہ تو کوئی ظاہری وجاہت تھی اور نہ بے جا شان وشوکت، نہ زہد و پارسائی کا اظہار و اعلان۔صرف دینداری خدا ترسی ،سادگی ،بے نفسی عبادت و ریاضت اور علم وحکمت کی دولت آپ کے پاس تھی۔اور بس۔لیکن خدا جانے آپ کی زبان میں کیا تاثیر اور چہرے پر کیسی سنجیدگی اور کتنا وقار برستا تھا۔نظر میں کتنی حیا تھی۔اور فطرت میں کتنی سلامتی تھی کہ جو سامنے آتا اس کا دل آپ کی طرف مائل ہوتا اور کھنچنے لگتا۔باعمل مرشدوں کی طرح مناہی و منکرات کے ارتکاب اور بے راہ روی سے دور رہ کر ارشاد و ہدایت اور تبلیغ دین کرتے۔حرص وطمع کا شائبہ تک نہ تھا اور نہ جی حضوری اور قدم بوسی کی خواہش ،سلف صالحین کے نقش قدم پر چل کر مشیت الٰہی کے ساتھ اصلاح اعمال وتطہیر قلوب کا فریضہ انجام دیا۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق
مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا     اس کے احوال سے محرم نہیں یاران طریق

سے عیاں ہے کہ حضور حافظ ملت صحیح معنی میں مرشد کامل اور روحانی اقدار کے حامل تھے۔

حضور حافظ ملت نہ صرف عامل شریعت تھے بلکہ لوگوں کو شریعت کی تعلیم بھی دیتے تھے اور طریقت کا رہرو بناتے تھے۔

## شرعی پردہ اور طریقہ بیعت:

''سبع سنابل میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے اور مکان کے اندر تشریف لے گئے تو تمام عورتیں بھی بیعت کے لئے حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ توقف فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ الآیہ۔ یعنی اے نبی جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس حاضر آئیں اور اس چیز پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی نہ وہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ ایسا بہتان لائیں گی جسے وہ اپنے ہاتھوں پیروں کے درمیان کسب کریں اور نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ نبی ﷺ نے اس آیت کے بموجب عورتوں کو بھی بیعت کرلیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عورتوں کی بیعت صرف کلام سے ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہ ہوا۔'' (سبع سنابل ص ۱۰۶۔۱۰۷)

حضور حافظ ملت عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے، نامحرم عورتوں سے نہ گفت وشنید کرتے اور نہ انہیں قریب آنے دیتے۔

## چند مثالیں:

''حاجی خیر اللہ دلال کے پوتے جناب ولی اللہ صاحب کا واقعہ قاری محمد عبد الحکیم صاحب نے بیان فرمایا، انہوں نے کہا کہ حضرت! میری دادی صاحبہ دیوار کی آڑ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ فرمایا عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ تم ضرورت پوچھ کر آؤ۔''

حالانکہ موصوفہ کی عمر اس وقت ستر سال سے متجاوز رہی ہوگی، اور جناب خیر اللہ دلال صاحب اشرفیہ کے متولی تھے، مولانا محمد اسلم گورکھپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنی جماعت کے ساتھ مشغول درس تھے، ایک طالب علم نے آکر عرض کیا۔ حضور! ایک خاتون آئی ہوئی ہیں۔ فرمایا: کسی چھوٹے بچے کو بلاؤ حسب الحکم ایک بچہ کو بلایا گیا۔ آپ نے اس سے کہا جاؤ ان صاحبہ سے ان کی ضرورت دریافت کرلو، اسی بچے سے یہ بھی کہلوایا کہ اپنے گھر تشریف لے جائیں۔ اور مدرسہ میں کبھی نہ آئیں۔ کوئی ضرورت ہوا کرے تو کسی مرد کو بھیج دیا کریں۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اگر کوئی عورت مرید ہونا چاہتی تو اسے پردہ کے پیچھے بٹھایا جاتا۔ اس کا کوئی محرم مرد موجود ہوتا۔ حضرت اپنے رومال کا ایک حصہ بڑھاتے جسے وہ پکڑ لیتی، اور جو کچھ کلمات حافظ ملت فرماتے، عورت سن کر انہیں نہایت پست آواز میں دہراتی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے دوسرے دن راقم الحروف نے حضور حافظ ملت اور چند علما کرام

کو اپنے غریب خانے واقع قصبہ خاص محلّہ ملک پورہ ،گھوسی زحمت دی۔اس دن میری والدہ ماجدہ جن زاہدہ خاتون نے بایں طور حافظ ملت سے بیعت کی دولت پائی۔حافظ ملت بیٹھک میں دروازے سے لگ کر تشریف فرمائے دروازے کے دوسری جانب والدہ ماجدہ تھیں۔میں خود والدہ کی گزارشات حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا تھا۔نہ والدہ نے حضرت کی زیارت کی اور نہ ہی حافظ ملت نے ان کی آواز سنی نہ دیکھا۔

(۲) ''دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی کے جلسہ میں حافظ ملت کی تشریف آوری ہوئی۔ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں آ کر عرض کیا حضور! ایک ضعیفہ داخل سلسلہ ہونا چاہتی ہیں، اتنا کہنے کے بعد وہ صاحب انتظام کے سلسلہ میں وہاں سے چلے گئے۔حضرت جہاں بیٹھے ہوئے تھے اس کمرے کے دروازے کی دراز سے ایک بوڑھی عورت نے جھانک کر حضرت کو دیکھنے کی کوشش کی اگر چہ حضرت کی عادت کریمہ بیٹھے ہوئے بھی سر جھکائے رکھنے کی تھی،مگر معلوم نہیں کس طرح انہیں پتہ چل گیا۔پھر تو ان کا جلال ظاہر ہوا۔اور ڈانٹ پھٹکار کر اسے بھگانے لگے۔اس نے اور دیگر لوگوں نے معذرت کی تب جا کر اسے معاف کیا۔پھر اپنے سلسلہ میں داخل کیا۔اور احکام شرعیہ کی بجا آوری نیز عفت نگاہ کی تعلیم فرمائی''

## مریدین کی تعلیم:

بیعت لینے سے پہلے حضرت حافظ ملت بیعت وارادت پر مختصر روشنی بھی ڈالتے تھے۔مرید ہو جانے والوں کو نماز کی پابندی اور جھوٹ سے احتراز کی سختی سے تلقین فرماتے۔

اگر کسی مقام پر بیعت لینے کے بعد رکنے کا موقع ملتا تو مریدین کو جمع کر کے حلقہ بھی کراتے جب جب علاقہ مریدین کا دورہ ہوتا تو وقت نکال کر مریدین کی تعلیم وتربیت فرماتے۔ان کی خیریت دریافت کرتے۔کسی بھی پریشانی میں یا حاجت میں مبتلا مریدین کی پریشانی کے دفعیہ کے لیے دعا کرتے،تعویذات ونقوش دیتے، مشکلات کے حل کی ترکیب بتاتے، حاجتمندوں کی حاجت روائی فرماتے۔

آپ مریدین پر مثل اولاد شفقت فرماتے تھے۔

آپ کے شجرہ شریف میں ذکر جہر کی ترکیب بھی درج ہے اور مریدین کے لیے ضروری ہدایات بھی جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مذہب اہلسنت وجماعت پر قائم رہیں۔وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی، مودودی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی، وغیرہم سب سے جدا رہیں۔

۲۔نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔مردوں کو مسجد وجماعت کا التزام بھی واجب ہے۔

۳۔جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں سب کا ایسا حساب کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کریں۔

۴۔ جتنے روزے بھی قضا ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کر لیے جائیں۔

۵۔ جو صاحب مال ہیں زکوٰۃ بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔

۶۔ صاحب استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔

۷۔ کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی منڈانا یا کتروانا، فاسقوں کی وضع بری خصلتوں سے بچیں۔

**خلافت:**

قاری عبدالحکیم صاحب کی روایت کے مطابق حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے صرف حافظ محمد حنیف صاحب عزیزی بلرامپوری کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ لکھتے ہیں:

''جناب الحاج حافظ محمد حنیف عزیزی کو حافظ ملت نے بلرام پور کے ایک جلسۂ عام میں اپنی خلافت سے نواز کر بیعت کرنے کی اجازت دی۔ میں خود بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔ (از مکتوب قاری عبدالحکیم ۲۵،۸،۹۷ء)

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

''کچھ لوگوں نے پہلے حضور حافظ ملت کے ۴،۵ خلفا کا ذکر کیا لیکن تحقیق وجستجو کے بعد صرف ایک ہی خلیفہ یعنی حافظ حنیف صاحب کی بابت تصدیق ہوسکی۔ جانشین حافظ ملت، عزیز ملت حضرت علامہ مولانا عبد الحفیظ صاحب دامت برکاتہم النورانیہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ نے اس سلسلے میں صرف حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ ہی کے نام کی تصدیق فرمائی۔ (مضمون خلیفہ حافظ ملت، حضرت حافظ محمد حنیف بلرام پوری مشمولہ ماہنامہ اسلامک ٹائمز بریلی شریف بابت ماہ فروری ۲۰۰۳ء)

مولانا عبدالمبین نعمانی راوی ہیں کہ حضرت علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری بن صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مجھے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی موجودگی میں خلافت واجازت سے نوازا۔

**خلیفۂ حافظ ملت:**

ولادت: حافظ محمد حنیف صاحب بروز دوشنبہ ۱۹۳۴ء بمقام بلرام پور (یوپی) پیدا ہوئے۔

حافظ صاحب کے والد ماجد دیندار انسان تھے لہذا انہوں نے حافظ صاحب کو گھر پر ابتدائی تعلیم کے بعد ''مکتب اسلامی'' بلرامپور میں درجہ حفظ میں داخل کرادیا جہاں آپ نے پانچ پارے حفظ کیے بعدہ جامعہ انوار القرآن بلرامپور میں ۲۶/رویں پارے تک حفظ کیا اس کے بعد حفظ کی تکمیل اپنے استاذ حافظ نور محمد صاحب بلرامپوری سے کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵/رسال تھی۔ قراءت حفص کی تکمیل قاری رحمۃ اللہ صاحب ادروی سے کی، انہیں سے گلستاں بوستاں بھی پڑھی۔ فارسی ودینیات کی تعلیم کے بعد آپ مدرس ہوگئے۔ مدرسی کے ساتھ ساتھ آپ بلرامپور کی بڑی مسجد۔ مسجد ابراہیم مستری میں فریضہ امامت بھی انجام دیتے رہے۔ ۱۶/رسال کی عمر سے ہی فریضہ امامت انجام دینا شروع کردیا تھا۔ آج تک آپ مسجد ابراہیم مستری'' کے امام وخطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے متولی بھی ہیں۔

## بیعت وخلافت:

”۱۹۵۲ء میں حضور حافظ ملت علامہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب جب پہلی بار بلرام پور تشریف لائے تو حافظ صاحب وہیں حضور حافظ ملت سے بیعت ہو گئے ۔آپ کو داخل سلسلہ کرنے کے بعد حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز نے بہت بہت دعاؤں سے نوازا۔

۱۹۵۴ء میں حضور حافظ ملت نے آپ کو سلسلہ ہائے قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، امجدیہ اور معمریہ اشرفیہ وغیرہ کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور انہیں بلرامپور و مضافات کے اپنے مریدوں کو تعلیم وتربیت کے لیے بھی متعین فرمادیا۔

حلقہ عزیزیہ قائم کر کے آپ مریدین حافظ ملت سے ذکر واذکار بھی کراتے اور انہیں دینی تعلیم بھی دیتے اور اس طرح انہیں مسلک اہل سنت میں پختہ کر کے اعمال صالحہ کی طرف راغب کرتے ۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

## ذکر وفکر اور عملیات کا رجحان:

کم عمری سے ہی حافظ محمد حنیف صاحب ذکر وفکر کی طرف مائل تھے ۔آپ اکثر گھنٹوں ذکر واذکار میں مشغول رہتے اور اسی کے سبب آپ کو فکر اور مراقبے سے بھی شغف ہو گیا۔آپ نے عملیات اور چلہ کشی کی جانب بھی توجہ دی۔چند عاملین نے آپ کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی بھی کی ۔حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور بعدہ خلافت واجازت کے حصول کے بعد آپ نے ”تصور شیخ“ بھی شروع کیا اور اس میں آپ کو زبردست کامیابی ملی ، ہر قدم پر شیخ کامل نے آپ کی رہنمائی ودستگیری فرمائی ۔آپ نے حروف تہجی کی زکوٰۃ کی ادائے گی چلہ کی حالت میں بالترتیب کی ۔چہل کاف کی زکوٰۃ باموکل ادا کی ۔اس کے علاوہ دعاے حیدری، اللہ عزوجل کے اسماے حسنیٰ ، دعائے مغنی، چہل اسما، دعاے سریانی اور نادعلی، سورۂ یٰسین، سورہ مزمل، سورۂ فتح، سورۂ نبا، سورۂ واقعہ، سورۂ ملک وغیرہ کے عملیات میں پختگی حاصل کی ۔

حضرت منور شاہ کے عملیات میں بھی آپ طاق ہو گئے ۔ یہ عملیات آپ نے بڑی چلہ کشی وجفاکشی کے بعد حاصل کیے ۔آپ نے تنہا جنگلوں، بیابانوں اور رات میں دریاؤں میں کھڑے ہو کر چلہ کشی کی ۔آپ کے تعویذات میں بڑا اثر ہوتا ہے، غیر مسلمین بھی آپ پر بڑا اعتقاد رکھتے ہیں۔سحر اور آسیب بھگانے میں آپ کو ملکہ حاصل ہے ۔اگر کسی گھر میں کوئی شخص آسیب زدہ ہو اور حافظ صاحب اس کے دروازے تک بھی پہنچ جائیں تو مریض چیخ چیخ کر دہائی دینے لگتا ہے۔ جانے کتنے مرد وعورت کو آپ نے جن کے قبضے سے آزادی دلائی ۔حاضرات میں بھی آپ کو مہارت ہے ۔مفرور کس سمت گیا ہے، کہاں ہے آپ اس کا پتہ حاضرات کے ذریعہ لگا لیتے ہیں اور حاضرات سے ہی جن وشیاطین کی بابت معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

ایام جوانی سے ہی حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ کی شہرت بلرام پور سے نکل کر دور دور تک پھیل گئی ۔

سحر وآسیب کے مریضوں جن کے علاج کے لیے آپ نے کلکتہ، ممبئ، لکھنؤ، بریلی وغیرہ شہروں کے دورے بھی کیے اور ہر جگہ کامیابی حاصل کی ۔

آپ کے معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے خاص کر پوربی اضلاع میں۔

## شیخ طریقت سے عقیدت ومحبت:

حضرت حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ کو اپنے شیخ طریقت سیدنا سرکار حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے زبردست عقیدت ومحبت ہے۔آپ نے حافظ ملت کی بہت ادائیں بھی پائی ہے مثلاً کم سخنی، سنجیدگی، رعب اور وجاہت، انسان شناسی وغیرہ۔آپ اپنے مرشد زادے عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے بہت ہی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اوران کا بڑا احترام کرتے ہیں نیز اشرفیہ کے اساتذہ، حافظ ملت کے تلامذہ اور مریدین بھی آپ سے محبت کرتے ہیں اورآپ کا احترام کرتے ہیں۔

آپ ہر سال عرس عزیزی میں بلرامپور سے کئی بسوں پر عزیزیوں کو لے کر مبارک پور حاضر ہوتے ہیں۔ ہر سال بلرام پور میں بھی عرس عزیزی منعقد کراتے ہیں۔

## بیعت وارشاد:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے خلافت واجازت پانے کے بعد سے ہی لوگ آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے لیکن آپ نے بیعت کرنے کی طرف دھیان نہیں دیا لیکن جب خود حضور حافظ ملت قدس سرہ نے آپ کی توجہ اس طرح دلائی تب جاکر آپ لوگوں کو مرید فرمانے لگے۔اپنے شیخ کامل کی طرح آپ بھی مرید کرنے کے معاملے میں بہت محتاط ہیں لیکن اس کے باوجود بلرام پور، برگدوا بازار، بستی، گھوسی، (ضلع مئو) لکھنؤ، کانپور اور شمالی ومشرقی نیپال میں آپ کے مریدین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔

## شخصیت:

حضرت حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ خوش شکل، خوش اخلاق، خوش گفتار ہیں۔شریعت وسنت کے پابند متقی، پرہیز گار، تہجد گزار ہیں اچھی خاصی عمر ہو جانے کے باوجود چہرے پر بڑی چمک ہے اور ریش وسر کے کم ہی بال سفید ہوئے ہیں۔عطریات وخوشبودار تیل کا کاروبار کرتے ہیں۔طب سے بھی اچھی واقفیت ہے۔(ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی: اسلامک ٹائم بریلی۔فروری ۲۰۰۳ء)

## حلقہ ہائے مریدین حافظ ملت:

مندرجہ ذیل مقامات پر حضرت حافظ ملت کے مریدین بکثرت موجود ہیں اعظم گڑھ۔ چریا کوٹ، بلرام پور، مبارکپور، بستی، گورکھپور، بنارس، بکارو اسٹیل سٹی، ٹاٹا نگر جمشید پور (جھارکھنڈ) دھنباد، راوڑکیلا، جھارسوگڈا، (اڑیسہ)، ہوڑہ، کلکتہ، مغربی بنگال، ناگپور، ممبئی سنبل پور وغیرہ۔





(سولھواں باب)

# حافظ ملت کی ولایت و کرامت

تیرا اخلاص ترا جذبہ عزیمت تیری
دوراندیشی دروں بینی ثقاہت تیری
عہد کو اپنے کیا تونے عمل سے بوجھل
بدرؔ عالم اسے کہتا ہے کرامت تیری
(بدر)

# حافظ ملت کی ولایت وکرامت

## ولی اورولایت:

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں اپنے اولیا کی شان بیان فرمائی ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۔الذین آمنوا وکانوا یتقون ۔لهم البشری فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة، لا تبدیل لکلمٰت الله ذلك هو الفوز العظیم .

سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں ،انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں ۔یہی بڑی کامیابی ہے۔

بندگان خاص پر کریم و رحیم رب کا یہ فضل عظیم ہے کہ وہ خود ان کا ولی ہے ۔قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات کریمہ ہیں جن میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اہل ایمان کا ،نیکوں کا ،ولی (سر پرست ونگہبان اور دوست) ہے اور ان سے محبت فرماتا ہے ۔ملاحظہ فرمائیں۔

☆ الله ولی الذین آمنوا　　　اللہ ایمان والوں کا ولی ہے

☆ وهو یتولی الصالحین　　　وہ نیکوں کا ولی ہے

☆ ذالک بان الله مولیٰ الذین آمنوا　　　یہ اس لیے کہ اللہ مومنوں کا مولا ہے

☆ یحبهم ویحبونه　　　اللہ ان مومنوں سے محبت فرماتا ہے اور مومن اللہ سے محبت کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو بھی اہل ایمان وتقویٰ کا ہر زمانے ہر عالم اور ہر دور میں ولی (نگہبان ،سر پرست اور دوست) بنایا ہے۔

☆ انما ولیکم الله ورسوله　　　صرف اللہ اور رسول تمہارے ولی ہیں ۔

اور دوسری جانب سچے بندگان حق کی یہ شان ہے کہ

والذین آمنوا اشد حبا لله　　　مومن اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں

آیت مذکورہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالی جل شانہ مومنین صالحین کا ولی اور دوست ہے ۔اور اللہ تعالی کے نیک اور صالح مومن بندے بھی اپنے رب سے بیحد محبت کرتے ہیں ۔تو حسب قانون قرآنی

اوفوا بعهدی اوف بعهدکم　　　تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا

ان بندوں میں سے جو اوامر الٰہیہ کی پورے طور پر بجاآوری کریں منہیات سے بچیں اور تقاضائے شریعت کو پورا کریں تو اگر رب کریم اپنی عنایت سے ان کے کان بن جائے جن سے وہ سنیں ،ان کے ہاتھ بن جائے جس سے وہ پکڑیں ان کے پیر بن جائے جس سے وہ چلیں تو کیا بعید ہے ۔بندوں میں سے جس نے اپنی پوری زندگی مرضی مولی پر صرف کی ۔اگر

مولیٰ تعالیٰ اس کی مرضی سے انہونی کو ہونی بنا دے تو کیا تعجب ہے؟ حدیث قدسی میں اسی بات کو بتایا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

**ماتقرب عبد الیّ بمثل اداء ماافترضت علیه ولا یزال یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت له سمعا وبصرا ولسانا و قلبا ویدا و رجلا بی یسمع و بی یبصر وبی ینطق وبی یمشی.**

کوئی بندہ صرف میرے فرائض کے مثل ادا کر کے میرا تقرب حاصل نہیں کرسکتا اور ادائے فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں جب وہ اس مقام تک پہونچ جاتا ہے تو میں اس کے کان آنکھ زبان دل ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ سے سنتا دیکھتا بولتا اور چلتا ہے۔

بندہ حق جو مرضی مولا میں اس قدر فنا ہو جائے کہ اسی کی خوشنودی میں اپنی تمام خواہشات کو مٹا ڈالے پھر کیوں نہ ہو کہ اس سے اپنی شان کے مطابق محبت کرنے والا اور اسے اپنی ولایت سے سرفراز فرمانے والا اسے اس طرح نواز دے کہ وہ اللہ باقی کی صفت بقا کا فیض پا کر، باقی باللہ بن جائے۔یہی وہ منزل ہے جہاں پہونچنے والے بندۂ خدا کو اذیت دینے والے کو شان قدرت دعوت مبازرت دیتی ہے۔

حدیث قدسی ہے۔

**"من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب"** (بخاری)

جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اس نے بے شک مجھ سے جنگ مول لی۔

حضرت علامہ شیخ یوسف نبہانی فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی اس آیت مبارکہ کے مطابق ہے جس میں فرمایا گیا۔

**"ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله"** بیشک جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں یعنی ایذائے ولی ایذائے الٰہی ہے تو دوسری جانب رضاء ولی بھی رضائے الٰہی ہے اور اسی قاعدہ کی بنیاد پر بیعت محبوب بھی بیعت الٰہی ہے۔

پھر مزید دو آیات لکھنے کے بعد علامہ قدست اسرارہم کا روحانی ارشاد ملاحظ کیجئے۔

**وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِيْنًا** (الاحزاب ۳۳/۳۶)

نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہونچتا ہے نہ مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں۔اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمرہی میں مبتلا ہو گیا۔

**"ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذابا مهینا"** (الاحزاب ۳۳/۵۷)

بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا کن عذاب۔

ان تینوں آیات قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت، ان کی رضا کو اپنی رضا، اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف (ایذاء) قرار دیا ہے۔ گویا بارگاہ رب الصمد میں حضور کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے ان فرمودات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد علامہ قدس سرہ وہ حدیث فضیلت اولیا میں پیش فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اللہ تعالیٰ روز قیامت ارشاد فرمائے گا، میں بیمار ہوا۔ تو نے میری عیادت نہیں کی، میں نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے پانی نہیں پلایا، میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ جواب میں عرض کرے گا۔ میرے رب میں یہ سب کیسے کرسکتا ہوں جب کہ تو خود سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

''ان عبدی فلانا مرض فلم تعده اما علمت انک لو عدته لو جدت ذالک عندی''

میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اگر اس کی عیادت کرتا تو اس کا اجر میرے پاس پاتا۔ اسی طرح کھلانے پلانے وغیرہ میں ہوتا۔

اس سے پتہ چلا کہ اولیاء اللہ وہ بندگان خاص ہیں جنہیں مقام قرب نصیب ہوجاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''حضور سید الاولین والآخرین علیہ وآلہ من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام پر پہونچتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت، جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے، سے سرفراز ہوتے ہیں۔'' (مکتوبات شریف دفتر اول نمبر ۲۴۹)

حضرات اولیاء اللہ ذات نبی ﷺ کی محبت ومتابعت میں فنا کے بعد دربار الٰہی سے کائنات ارضی پر خلیفۃ اللہ مظہر انوار الٰہیہ اور نائب محبوب حق بنا دئے جاتے ہیں اس لئے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان میں سے ہر ایک کا فیض جاری رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ظاہری زندگی میں لوگ ان سے رشد و ہدایت پاتے ہیں اور لوگ اپنی صلاحیت کی مطابق ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ کیمیا اثر سے گمراہوں کو ہدایت کا نور ملتا ہے بعد وصال ان کے مزارت سے فیض کا دریا بہتا ہے اور طالبین طمانیت قلب، حاجات دینوی اور نعمت روحانیت پاتے ہیں۔ ان کے فرمودات وارشادات بھی اپنے اندر اثر انگیزی کا خزانہ رکھتے ہیں، ان کی قبروں کی طرح ان کے فرمودات میں بھی روحانی زندگی ہوتی ہے۔ ان کے کلام کو دوا اور نظر کو شفا کہا گیا ہے۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ ''فقرا کے در کی جاروب کشی اغنیا کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔'' (مکتوب شریف ۱۰۹ دفتر اول)

## تصوف کیا ہے؟

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تصوف کی تعریف اور حقیقت ''مقال عرفا'' میں تصوف کی امہات الکتب سے بیان فرمائی ہے جسے فاضل جلیل فخر رفقا حضرت علامہ محمد احمد المصباحی مدفیضہ نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا اور تصوف'' کے شروع میں سنوار نکھار کر پیش فرمایا ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے چند ضروری اقتباسات بھی موضوع کی

مناسبت سے یہاں پیش کروں ۔ کیونکہ حافظ ملت اسی خورشید رضویت کی ایک چمکدار اور روشن کرن کا نام ہے۔

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعة"

تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص ۴)

سیدی ابو عبداللہ محمد بن خفیف ضبّی قدس سرہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفية القلوب واتباع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى الشريعة

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی پیروی ہو۔

(طبقات کبریٰ للامام الشعرانی ص ۱۸)

تصوف طریقت ہی کا دوسرا نام ہے۔اور طریقت اس راہ کا نام ہے جو خدا تک پہنچانے والی ہو۔اب خدا تک پہنچانے والی راہ کون ہے؟ اسے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے سنئے۔اقرب الطرق الى الله تعالى لزوم قانون العبودية والاستمساک بعروة الشريعة .

اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

(بہجۃ الاسرار للعلامہ ابی الحسن علی الشطنوفی ص ۵۰)

ہرصوفی کامل درجۂ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور ہر ولی صوفی کامل ضرور ہوتا ہے۔کرامت کے بارے میں قطب الکونین حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

كرامة الولى استقامة فعله على قانون قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔ (بہجۃ الاسرار شریف ص ۳۹ طبع مصر)

حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ایک کرامت تو حسی ہوتی ہے جسے عوام بھی جانتے ہیں جیسے ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا گذشتہ و آئندہ حالات کی خبر دینا، سیکڑوں منزل بیک قدم طے کرلینا۔دوسری کرامت معنوی ہوتی ہے جسے صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہے کہ:۔

"اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھنے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق پائے۔تمام واجبات ٹھیک وقت سے ادا کرنے کا التزام رکھے۔"

ان کرامتوں میں مکر و استدراج کو دخل نہیں۔اور وہ کرامتیں جنہیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہوسکتی ہے۔کرامات معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں۔ (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۳۸۷)

(بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف ص ۵۔۷)

## کرامت کیا ہے؟

کرامت کیا ہے؟ علامہ بیضاوی، تفسیر القرآن میں "کرامت" کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا اپنے احسان وانعام، حفظ ونصر کا کسی بندے پر مبذول فرمانا" (یونس ۱۰:۶۳ کے ذیل میں)

جن قرآنی آیات میں کرامات کی اصل ملتی ہیں وہ یہ ہیں آل عمران ۳-۳۷۔ جس میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس مقفل محراب میں کراماتی طور پر بے موسم کے پھل پہونچنے کا ذکر ہے۔ اور وہ آیات جن میں تخت بلقیس کو حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ایک مصاحب کے آن کی آن میں ملک یمن سے ملک شام پہونچانے کا ذکر ہے۔ وہ سورۃ النمل کی ۲۷-۴۰ آیات ہیں۔ عقائد کی مشہور کتاب عقائد نسفی کی شرح جسے علامہ تفتازانی نے کیا (مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۱ھ) اس کے ص ۱۳۴ سے آگے تک کرامات الاولیاء حق پر عقائد اہل سنت کے ماخذ موجود ہیں۔ واضح رہے کہ کرامات اولیاء اللہ کی حقانیت کو امام راسخ العقیدہ مسلمان مانتے ہیں۔ دور قدیم میں معتزلہ اور بعد میں انہی کے نظریات کے کچھ چھوٹے گروہ ہیں جو اس کے خلاف گئے ہیں۔

علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں "کرامات الاولیاء حق" کی تشریح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"کرامت ایسی خارق عادت بات کا نام ہے جس کا ظہور بطور تحدی ومقابلہ نہیں ہوتا۔ اور یہ ایسے آدمی سے صدور پذیر ہوتی ہے جس کا ظاہر ٹھیک ہو، صلاح رکھتا ہو، وہ شخص کسی نبی کا پیرو ہو، اور اس کا اعتقاد وعمل بھی درست ہو" اس تعریف کے ذریعہ، کرامت معجزہ سے الگ ہوگئی کیونکہ معجزہ بطور تحدی ہوتا ہے، الصلاح کی قید سے، معرفت نکل گئی جو عام مسلمان سے بھی سرزد ہوسکتی ہے صحیح الاعتقاد سے استدراج خارج ہوگیا اور پیروی نبی سے جھوٹے مدعیان نبوت نکل گئے۔ علامہ موصوف مزید فرماتے ہیں۔ ظہور کرامات زندہ ومردہ دونوں طرح اولیا سے ہوتا ہے۔ کیونکہ موت نہ ولی کی ولایت کو ختم کرتی ہے نہ نبی کی نبوت کو۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں "اولیا ولی کی جمع ہے۔ اور ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو۔ وہ ہر ممکن طور پر طاعات پر مواظبت کرتا ہے، معاصی سے بچتا ہے۔ لذات وشہوات میں انہاک سے روگردانی کرتا ہے
(شرح العقائد)

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء کرام سے کرامت کا ظہور جائز ہے کیونکہ یہ ظہور ایک موہوم امر ہے جو عقل میں حدوث پذیر ہوتا ہے۔ اور جب یہ امر حاصل ہو جائے اور کرامت ظاہر ہو تو اس سے شریعت کے کسی اصول پر زد نہیں پڑتی (رسالہ قشیریہ) امام ابواسحاق اسفرائنی کا ارشاد ہے۔

"اولیاء کرام کے لیے کرامات ہوتی ہیں جو قبولیت دعا سے مشابہت رکھتی ہیں" حضرت علامہ دلجی مقاصد المقاصد کی شرح میں فرماتے ہیں:

"بدعتیوں کی طرف سے کرامات کا انکار کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ نہ تو ان کی اپنی جانیں ایسی باتوں کا منبع ہیں اور نہ ہی وہ اپنے رہنماؤں سے ایسی باتیں سن سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ عبادات ومجاہدہ میں مشغول تھے اور سیئات سے بچتے

تھے ۔مگر جب نہ وہ صاحب کرامت تھے نہ ان کے بڑوں کو یہ دولت ملی توان اہل بدعت وہوانے اولیاء امت پر اعتراضات شروع کردیئے، ان کا گوشت نوچنا اور کھال کھینچنی چاہئے، ان کم بختوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ امر ولایت کا مدار طہارت عقیدہ، صفائے باطن اوراطاعت طریقت اور انتخاب حقیقت پرمبنی ہے۔“(شرح مقاصد القاصد)

## وہ پابند شریعت وسنت تھے:

| | |
|---|---|
| خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات | اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل |
| ہردو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز | اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز |

حافظ ملت جس طرح علم وفن کے تاجدار تھے ،اسی طرح ایک صوفی باصفا،فقر محمدی کے حامل ،اور اخلاق عالیہ کا پیکر تھے جس کی شہادت ان کے دور طالب علمی کے معاصرین سے لے کر، اکابر علما صلحا مرشدین اور اہل روحانیت نے دی ہیں۔شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ حضرت القادری دربار شریف قادریہ کلکتہ حافظ ملت کے اخلاق فاضلہ اور کمالات عالیہ پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حافظ ملت آسمان علم وفن کے وہ نیر تاباں تھے جن کی ضیا باریوں سے ملک و بیرون ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا ہے۔

آپ عالم باعمل درویش بے بدل ،اہل دل اور صاحب حال تھے ۔عاشق رسول ،شیدائے اہل بیت اطہار اور فدائے غوث الابرار تھے،آپ کی ہر ادا اخلاق نبوی کی تصویر تھی۔“

”عجز و انکساری ،تواضع و خاکساری آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔جب آپ دربار شریف میں تشریف لائے تو فقیر نے بارہا کہا کہ ذرا آرام سے تشریف رکھیں،لیکن وہ فدائے غوث پاک دوزانو ہی بیٹھے رہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۷۵)

جن کے وصال پر شہزدۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند الشیخ مصطفیٰ رضا خاں القادری علیہ الرحمہ بریلی شریف نے فرمایا:

”اس دنیا سے جو لوگ چلے جاتے ہیں ان کی جگہ خالی رہتی ہے خصوصا مولوی عبد العزیز علیہ الرحمہ جیسے جلیل القدر عالم ،مرد مومن ،مجاہد، عظیم المرتبت شخصیت اور ولی کی جگہ پر ہونا تو بہت مشکل ہے، یہ خلا پر نہیں ہوسکتا۔“

سید العلما حضرت علامہ شاہ سید آل رسول مارہروی برکاتی علیہ الرحمہ بانگ دہل اس بات کو بیان کیا کرتے تھے کہ دور طالب علمی زمانۂ اجمیر مقدس میں ہم لوگ دو آمیوں حضور حافظ ملت اور مولانا سردار احمد محدث پاکستان کے تقویٰ اور طہارت باطنی کے قائل تھے اور بیحد احترام کرتے تھے۔

ولایت کی نشانی صرف خرق عادات ہی نہیں ہے بلکہ علماء اعلام کی تصریح کے مطابق درحقیقت پورے طور پر شریعت مطہرہ کی پیروی اور سنت نبوی کا اتباع ہے ۔سید الطائفہ حضرت الشیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا یہی فرمان ہے، اس معیار پر ہم حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اہل خانہ ،اولاد، برادران ،مصاحب علما

معاصرین فضلا، مشائخ طریقت، صاحبان حلق وسجادہ اور شب و روز ساتھ رہنے والے طلبہ اور ہمسائے، حتی کہ حافظ ملت کے اساتذہ کرام اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ سنت رسول کے صرف عالم ہی نہیں عامل بھی تھے۔ یہاں صرف ایک شہادت پیش ہے صوفی باصفا حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم بقائی زیب سجادہ صفی پورشریف لکھتے ہیں۔

"جوذات مقدس، پیکر سنت وشریعت ہو، سراپا علم وعمل صالح ہو۔ نمونہ حضرات علماء سلف ومرشدان طریقت ہو۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد احیاء علوم دینی و دنیاوی بنایا ہو۔ جوسنیت کا سچا وصحیح علمبردار ہو۔ جن کے دل میں دنیائے سنیت کی ترقی اور عروج ہی نہ ہو، بلکہ جو انسانوں کو صحیح قسم کا انسان بنانے کی جد جہد کرنا اپنا فرض سمجھے۔ جو ملک وقوم کا مخلص ترین اور پختہ کار و تجربہ کار رہبر ہو۔ جن کا قلم حد درجہ محتاط اور جامع ہو۔ جن کی تحریر حد درجہ دلنشین اور دل میں اتر جانے والی ہو۔ جو اپنے ہر وقت کے اعمال وکردار سے رہبری کر کے سچی تعلیم دیتا ہو۔ جو نام ونمود اور شہرت سے قطعی متنفر ہو۔ جو اللہ تعالی کا انتہائی فرماں بردار بندہ اور حضور نبی اکرم رحمت دوعالم کا سچا عاشق اور احکام نبوی ﷺ کا ہر حال میں پابند ہو۔ جو سفر میں حضر میں تندرستی میں بیماری میں سکون میں اور دنیاوی الجھنوں میں اللہ تعالی اور حضور نبی کریم ﷺ سے وابستہ رہتا ہو ایسی عجیب ذات گرامی کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۱۲/۱۱۱)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی شریعت وطریقت کا کیسا مجمع البحرین تھی۔ اور آپ کے شب و روز میں سنت رسول کس طرح رچی بسی تھی اس بارے میں حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ لکھتے ہیں:

"موجودہ دور انحطاط میں جب کہ بے عملی کا دور دورہ ہے۔ اخلاقی قدروں کی پامالی ہورہی ہے۔ منصب اور کرسیوں کے لئے ضمیر نیلام ہورہا ہے، اس دور میں بھی حق پسند وحق گو بندگان خدا کی کمی نہیں۔ گو ان کے کردار وافعال سے کما حقہ دنیا آشنا نہ ہو مگر تجسس کی نگاہ سے اوجھل بھی نہیں۔ انہی بندگان خدا میں حافظ ملت کی ذات تھی۔ جن کو پوری زندگی اخلاق فاضلہ ملکات نفسانیہ کی ایک انجمن تھی۔ کسی نے زہد وتقوی کو دیکھا تو ریجھ گیا۔ کسی نے توکل وشان استغنا دیکھی تو گرویدہ ہوگیا۔ کسی نے سادگی میں سطوت شاہانہ دیکھی دامن سے وابستہ ہوگیا کسی نے اخلاص وللّٰہیت کا مطالعہ کیا تو اسیر بن گیا کسی نے خوردوں پر شفقت پیار کی برکھا دیکھی تو وارفتہ ہوگیا۔ کسی نے دینی سرگرمیوں کے لئے زندگی وقف کرتے دیکھی تو فدائی بن گیا۔ الغرض آپ کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق، اور حیات کا ایک ایک گوشہ اس قابل ہے کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے اور قوم کے لئے آپ کے کردار کا ایک دستاویز مہیا کیا جائے۔"

اس طرح تقریبا ربع صدی سے زیادہ حافظ ملت کی خلوت وجلوت کا مشاہدہ کرنے والے حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب ناظم اعلی الجامعۃ الاشرفیہ تحریر فرماتے ہیں:

"دراصل بات یہ ہے کہ حافظ ملت کے مہر ومروت کا رشتہ تاجدار مدینہ آقائے کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ سے

ملتا ہے، یعنی اسی رحمت عالم داعی مساوات کے اتباع کا ثمرہ ہے جس کے اخلاق کی نورانی کرنوں سے اگر ایک طرف کا شانۂ امیر منور ہوتا تو دوسری طرف مفلس کی جھونپڑی بھی۔

دربار مصطفیٰ ہے کہ خالق کی بارگاہ
جو مرتبہ فقیر کا وہ شہر یار کا

آپ کے معمولات زندگی میں عمل بالسنّت اس طرح رچ بس گیا تھا کہ سیرت و کردار کے ہر گوشہ سے اس کا مظاہرہ ہوتا۔ مجال نہیں کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر کوئی قدم سنت کے خلاف اٹھ جائے خلوت ہو یا جلوت، دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی ہر لحہ آپ کی زندگی سنت کی عملی تفسیر تھی'' (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۳۴)

حضرت مولانا عبد اللہ خاں عزیزی لکھتے ہیں ''وہ اگر چہ اہل تصوف کے ایسے گروہ میں نہیں شمار کئے جاتے تھے جنہوں نے حیات کے ہنگاموں سے قطع تعلق کر کے تجرد کی زندگی اختیار کرلی ہو تاہم ان کا باطن یاد الٰہی اور رضاء حق میں مصروف عمل تھا، وہ علم و عمل کا ایسا پیکر مجسم تھے کہ دور دور تک نگاہ ڈالنے سے ایسے انسان کم نظر آتے، وہ خلوص ومحبت کی ایسی دنیا اپنے دل میں آباد رکھتے تھے جہاں اپنے پرائے کا امتیاز نہیں تھا، غرض ان کی خوبی و کمال کی داستان بہت لمبی ہے لیکن جس کی وجہ سے میں ان کو ایک عظیم انسان تصور کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دیگر کمالات انسانی کے ساتھ ان میں طہارت نفس، تقویٰ وخشیت ربانی کے پاک عناصر غالب تھے، ان کا ظاہر عام انسانوں جیسا ظاہر نہیں تھا بلکہ شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا ان کا باطن معمولی انسانوں جیسا باطن نہیں تھا بلکہ اس میں خلوص وللّٰہیت کا بحر بیکراں تلاطم خیز تھا ان کے اطوار و عادات کے آئینہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے اخلاق عالیہ کی جھلکیاں صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔'' (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۷)

## یہ سب ان کی روحانیت کا کمال ہے:

حافظ ملت کے استاذ بھائی فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ شاہ سید ظہر الدین زیدی قبلہ مدظلہ العالی علی گڑھ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی تزکیہ کے مراحل کا بھی عرفان رکھتے ہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سارے کارنامہ ہائے حیات کو ان کی روحانیت عظیمہ کا ثمرہ بتاتے ہیں۔

''الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا وجود اس کی بقا اور اس کی ترقی میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی روحانیت حسن عمل اور خلوص وللّٰہیت کا خون گرم کا کام کر رہا ہے، آپ نے قوم کے سامنے بالعموم اور اہل مبارکپور کے سامنے بالخصوص اپنا جو کردار پیش کیا وہ ایک مثالی کردار ہے جس نے انہیں آپ کا گرویدہ و شیدائی بنادیا، آپ نہایت پرہیز گار عبادت گذار اور شب زندہ دار عابد تھے، توکل اور قناعت آپ کی زندگی تھی اپنے ہم عصر علما میں آپ کا ایک امتیازی مقام تھا حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب خدمت تلامذہ میں سے میرے علم میں صرف دو حضرات کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تشنگان علم کی ایک بڑی تعداد ان سے سیراب ہوئی اور ان کا فیضان علم دور دراز علاقوں تک پہونچا۔ (۱) حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (۲) اور حضرت مولانا حافظ عبد العزیز علیہ الرحمہ ہندوستان میں موخر الذکر کے تلامذہ کی تعداد بہت

زیادہ ہے موصوف کے تلامذہ میں علما وفضلا کی خاصی بڑی تعداد اس وقت ہندوستان کے طول وعرض میں دین کی خدمت انجام دے رہی ہے بلکہ بیروں ہند بھی یہ سلسلہ پھیل چکا ہے۔ حضرت حافظ ملت اپنے تلامذہ کو صرف درس علم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ ان کی روحانی اصلاح وتربیت بھی فرماتے تھے، ان کے عقائد وافکار کی تطہیر بھی فرماتے تھے اور ان کے قلوب کا تزکیہ بھی فرماتے تھے، ان کے سامنے اپنا حسن عمل تقوی اور اپنی متبع سنت زندگی پیش فرماتے جن سے ان کے دل ودماغ میں آپ کی عظمت کے نقوش مرتسم ہوجاتے تھے اور اس سے ان میں اعلی اور خدا پرست وخدا ترس زندگی کا تصور پیدا ہوتا اور شعور بیدار ہوجاتا۔

## صبغۃ اللہ:

شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کے صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر محمد عرفان لکھتے ہیں ''مولانا کا مزاج ومذاق اگرچہ ابتدا سے دینی تھا اور ان کی کسی دور کی تحریریں بھی دینی روح سے خالی نہیں ہیں لیکن عمر کے ساتھ ساتھ دین کا رنگ اور زیادہ گہرا ہوتا گیا اور آخر میں وہ صبغۃ اللہ میں بالکل رنگ گئے تھے، ان میں بڑا روحانی انقلاب ہوگیا تھا، اس روحانی انقلاب اور اس کے نتائج کے بارہ میں دوقسم کے خیالات ہیں، ایک جماعت اس کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتی اور اس کو ان کی علمی عظمت کے منافی تصور کرتی ہے، اس میں اس کو ان کے علمی مرتبہ کا زوال نظر آتا ہے، دوسری جماعت اس انقلاب اور اس کے بعد ہی کی زندگی کو ان کا سب سے بڑا کارنامہ اور حاصل زندگی سمجھتی ہے، یہ دونوں رائیں غلط اور افرط وتفریط پر مبنی ہیں ان دونوں زندگیوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں اور اس سے ان کا مرتبہ اور مقام اور زیادہ بلند ہوگیا ہے اس سے ان کی علمی منزلت میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ ان کے علمی کارناموں کی اہمیت گھٹتی ہے یہ دونوں پہلو اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں اور ایک کو بڑھانے کے لئے دوسرے کی اہمیت نہیں گھٹائی جاسکتی یہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں اس قسم کے واقعات دوسرے اکابر اسلام کی زندگی میں بھی پیش آچکے ہیں، امام غزالی مولانا روم حتی کہ امام رازی تک کو ان مراحل سے گذرنا پڑا ہے لیکن آج کون صاحب علم ونظر ان کے علمی کارناموں کی اہمیت سے انکار کرسکتا ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۹۹)

## عجز وانکساری:

تصوف اور خدا شناسی کی بنیاد اول خاکساری اور تواضع ہے۔ علامہ نیاز بریلوی فرماتے ہیں:

کچھ نہ ہونا بندگی ہے اے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں

حافظ ملت میں یہ جوہر بدرجۂ اتم موجود تھا۔ وہ ہزار ہا جید علما واساتذہ کے استاذ، ہزاروں مریدین کے مرشد اور بے مثال جامعہ کے بانی تھے۔ مگر خود نمائی غرور اور نخوت انہیں چھو کر نہیں گزرے تھے بلکہ بیحد متواضع اور مسکین مزاج تھے۔ اپنے تلامذہ اور شاگردوں سے بھی ایسا برتاؤ کرتے جیسے لوگ اپنے بزرگوں اور بڑوں کا کرتے ہیں، ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ آپ کے شاگرد حضرت مولانا شاہ عبد الحق صاحب گھوسوی یا مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی نوادی حضرت

سے ملنے آتے تو حافظ ملت ان کا نہایت خندہ پیشانی سے استقبال فرماتے اور اپنی مسند پر بٹھاتے، یہ اور بات ہے کہ وہ ادب شناس تلامذہ اپنی نشستگاہ پر بیٹھنا ہی باعث سعادت سمجھتے، آپ اپنے خطوط میں اکثر لوگوں کو محبّ محترم تحریر فرماتے بعض تلامذہ کو کسی کام کی طرف متوجہ کرنا ہوتا تو لکھتے:

''آپ سے گزارش ہے کہ فلاں کام کی جانب توجہ دیں'' ایسے ہی شاگرد کوئی عرض پیش کرتے تو فرماتے ''تعمیل حکم میں شریک ہونے کا قصد ہے۔''

آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ سراج الہدی صاحب کے خطوط میں یہ جملے ملتے ہیں:

☆ سراج العلوم کے اجلاس کی دعوت بسر وچشم منظور ہے۔

☆ دعاؤں کا طالب ہوں۔

☆ تعمیل حکم میں کسی نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شریک ہونے کا قصد ہے۔

☆ آپ سے گزارش ہے کہ۔

☆ آپ کی خدمت میں عرض ہے۔ (نمبر ص ۳۰۲)

رفیق مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

موٹا جھوٹا کھاتے اور پہنتے، تکلف وتصنع اور ظاہری شان وشوکت رکھ رکھاؤ اور خود نمائی کا کبھی تصور بھی نہ آنے دیا۔ اس کے باوجود اس سادگی پر ہزاروں رعنائیاں قربان تھیں اور دل بے ساختہ کھینچ آتے تھے جو بات کہتے دل سے کہتے اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ انہیں آنکھوں سے لگایا جاتا اور دلوں میں جگہ دی جاتی۔ (اشرفیہ نمبر ص ۳۹۷/۳۹۸)

ان کی زندگی کے عوامی اور نجی دونوں رخ بالکل یکساں ہیں، ایک سی سادگی، بیساختگی، نمائش سے گریز، ملنساری اور محبت کی آمیزش اپنے پرائے ہر ایک سے وضع داری سے ملنا۔

ایک شفیق باپ ایک دردمند بھائی ایک مخلص دوست ایک ذمہ دار مرشد ایک احساس مند استاذ ان تمام حیثیتوں سے ان کی ذات قابل اطمینان اور نمایاں خصوصیت کی حامل ہے، دیانت قول وعمل کی یہ شان کہ اس زمانہ میں کم لوگوں میں دکھائی دیتی ہے۔ چھوٹا بڑا ہر ایک کی نگاہ آپ کی عقیدت کیشیوں سے بوجھل جس سے کردار کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ شخصیت کی حدود بہت دور تک پھیلی ہوئی، ان کی روح کی روشنی سے بہت سارے دل بہت ساری محفلیں منور ہیں، وہ خود اپنی ذات میں انجمن اور بہت سی انجمنیں ان سے فیض یاب ہیں۔

## تزکیۂ نفس اور مجاہدہ:

اسلام بنیادی طور پر ایمان کا مطالعہ کرتا ہے پھر عمل صالح کا۔ اس لئے کہ ایمان جس قدر مستحکم ہو کر روح میں جاری وساری ہوتا ہے اسی انداز سے اس کے اثرات اعمال صالحہ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی بھی عمل اس کے اثر سے خالی نہیں ہوتا۔

انسان کا اپنے رب کے ساتھ رشتہ محض قانونی اور عقلی رشتہ نہیں ہے جس کا دائرہ صرف واجبات ادا کرنے، احکام کی تعمیل کرنے اور اس کے بدلہ میں ثواب یا جنت حاصل کرنے تک محدود ہو بلکہ یہ محبت و پاکیزہ جذبات کا رشتہ ہے ۔یہ ایسا رشتہ ہے جس پر ذوق وشوق، عشق ومحبت و بیقراری کا غلبہ ہونا چاہئے۔ یہ رشتہ اگر مضبوط ہو گیا تو پھر روح کی معراج اور ایمان کا کمال ہے۔اسی کو پاکیزگی روح اور تزکیۂ نفس کا نام دیا گیا ہے، مومن میں یہی صفت تمام اعمال صالحہ کا سرچشمہ اور تمام برائیوں سے گریز کا داعیہ ہے، حافظ ملت میں یہ عنصر نمایاں تھا، اسی صفت کو حافظ ملت نے خود کتنے جامع الفاظ میں پیش فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

''اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے بچنا، معصیت سے گریز و پرہیز تزکیہ ہے اس کے بغیر نور عبادت الہی حاصل نہیں ہوسکتا۔'' (معارف حدیث ص۸۳)

اس مرحلہ میں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ آیا حافظ ملت نے کوئی چلہ کشی نہیں کی ۔انہیں دنیا سے الگ ہوکر گوشۂ تنہائی میں کبھی مجاہدہ کرتے بھی نہیں دیکھا گیا۔ پھرانہوں نے اپنا تزکیۂ نفس کس طرح کیا؟

اس کا جواب ہمیں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے عنایت فرمادیا ہے کہ علماء اعلام اہل سنت کی یہ خدمات جلیلہ خود نہ صرف عظیم مجاہدہ ہیں ۔اگر حسن نیت برقرار ہے تو مجاہدات سے عظیم تر ہیں ۔الملفوظ میں ہے:

''ایک بار مجاہدہ کا ذکر آیا تو فرمایا اس کے لئے اسی (۸۰) برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے ۔اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الہی خود کارفرما ہوتی ہے ۔عرض کیا گیا یہ تو اگر اسی کا ہو رہے تو ہوسکتا ہے ۔دینوی ذرائع معاش اور دینی خدمات سب چھوڑنا پڑیں گی ۔فرمایا اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔'' (الملفوظ ج اص ۱۸ مطبوع سمنانی کتب خانہ میرٹھ)

## جس نے طوفاں سے کشتی بچالی:

انسان بہت سے ایسے خواب دیکھتا ہے جو دیکھ کر بھول جاتا ہے۔ پھر اچانک کوئی ایسا موقع آتا ہے جب بیداری میں سطح ذہن پر خواب کا پورا منظر ابھر آتا ہے۔

محلّہ پرانی بستی مبارکپور میں، قیامگاہ حافظ ملت کے نزدیک، حافظ ملت کے مرید جناب حاجی خلیل احمد صاحب کا مکان ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے ،مبارک پور شیعہ سنی فساد کیس میں بلاوجہ عمر قید کی سزا کا فیصلہ ہونے کے زمانے میں ''ایک شب خواب دیکھا کہ وہ اور بہت سے لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہیں ۔دریا میں طوفان ہے۔ کشتی ہچکولے کھا رہی ہے، موجوں کی طغیانی سے ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کا نہ کوئی ملاح ہے نہ ناخدا۔ کشتی کے سواروں کو موت کا سایہ سر پہ منڈلاتا نظر آرہا ہے۔ اتنے میں ناگہاں حافظ ملت کی صورت میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہوں نے طوفان کے تھپیڑوں سے کشتی کھینچ کر حضور مخدوم سمنانی ،غوث صمدانی سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی رضی اللہ عنہ کے روضۂ مقدس کے زینے سے لگادیا۔''

مبارکپور کا شیعہ سنی فساد جو درا صل اہل قصبہ پر حافظ ملت کی حکم عدولی کا ایک وبال تھا، مسلمانان اہل سنت کے

لئے ایک بڑا ملی حادثہ بن کر سامنے آیا (جس کی تفصیل انشاء المولیٰ تعالیٰ تاریخ اشرفیہ میں مفصلاً ،اور سوانح میں حسب موقع مختصراً پیش کی جائے گی جس میں بلا وجہ مسلمانوں کا سرمایہ برباد ہوا۔عزتیں داؤ پر لگیں ۔مقدمہ بازی کی الجھنیں آئیں اور معززین اہل سنت کو بلا قصور جیل میں بند ہونا پڑا۔انہی میں جناب حاجی خلیل احمد صاحب بھی تھے، اعظم گڑھ ،ڈسٹرکٹ جج نے اور متعدد لوگوں کے ساتھ انہیں بھی عمر قید کی سزا سنائی ۔اور بالآخر انہیں بنارس جیل بھیج دیا گیا ۔مقدمہ کی پیروی ہوتی رہی ۔ارباب حل وعقد کچہریوں اور عدالتوں کے چکر کاٹتے رہے ۔دوسری طرف حافظ ملت علیہ الرحمہ کسی نافرمان اولاد کے باعث مصائب کے طوفان میں گھر جانے والے خاندان کے سربراہ کی طرح ،ایک طرف مقدمہ کی بطریق احسن پیروی کی تاکید کرتے ۔دوسری طرف مظلوموں کی باعزت براءت کے لیے دعائے خیر فرماتے ۔جناب حاجی صاحب کو ضمانت پر رہائی ملی وہ گھر آئے ۔قید و بند کی صعوبت، جیل کی تکلیف دہ فضا کا تصور ذہن پر تھا۔ضمانت ملنے کے باوجود ان کے ضمیر پر دوبارہ جیل جانے اور وہاں عمر کاٹنے کا فیصلہ بھاری بوجھ بنا ہوا تھا۔ایک روز اپنے مرشد طریقت کو دعوت دی۔

حافظ ملت اپنے اس وفادار مرید اور حق شناس پڑوسی کے گھر تشریف لے گئے اور حاجی صاحب نیز ان کے سارے خانوادے کی ذہنی خلش ،اور فکر مندی ملاحظہ کرنے کے بعد زبان کرامت اثر سے فرمایا:

"اب انشاء اللہ آپ حضرات دوبارہ جیل نہیں جائیں گے۔"

اہل مبارکپور اور خاص طور سے حاجی خلیل احمد صاحب کے گھر والے اس بات کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ نہایت مایوسی اور پریشان کن حالات میں حافظ ملت کی بشارت کس طرح پوری ہوئی۔ حافظ ملت کی بشارت کے چند روز بعد تمام اسیروں کی مکمل رہائی کا حکم عدالت سے ہوا اور مبارکپور کے در و دیوار پر لوگوں کی فرحت و شادمانی کے پھول کھل اٹھے۔سب ایک دوسرے کو مبارک وسلامت کے تحفے پیش کر رہے تھے ۔حاجی خلیل احمد صاحب کے گھر مبارکبادی دینے والوں کی بھیڑ جمع تھی ۔خوشی اور مسرت کا ماحول تھا۔اتنے میں حافظ ملت کی تشریف آوری ہوئی محفل پر نور ہوگئی ۔خوشیاں دوبالا ہوگئیں۔ جناب حاجی صاحب خوشی میں دوڑ کر حافظ ملت سے لپٹ گئے ۔حضرت نے دعاؤں سے نوازا،اسی دوران آپ نے فرمایا۔

"حاجی خلیل !تمہاری کشتی ڈوب ہی چکی تھی ،لیکن رب کریم نے اسے اپنے فضل سے ترا دیا۔"

حضرت کی زبان سے بات نکلی تھی کہ حاجی صاحب کو کئی شب پہلے کا دیکھا ہوا طوفانی لہروں میں کشتی کا خواب ایک دم یاد آ گیا۔محبّ گرامی مولانا نصیر الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ "حاجی صاحب جذبات کے تلاطم سے بے قابو ہو کر قدموں سے لپٹ گئے ۔اور عرض کرنے لگے۔

"حضور ہی کی عنایت سے ہماری کشتی ساحل مراد سے ہمکنار ہوئی۔"

## دعا سے بیٹا ہوا:

جناب شیخ مزمل اللہ صاحب کے گھر ماسبق میں کئی بچیوں کی ولادت ہوئی تھی ۔جن میں سے ایک کی پیدائش پر حافظ ملت نے انہیں صبر وضبط کی تلقین بھی لکھی تھی ۔اس کے علاوہ غالباً ان کی اہلیہ اسقاط حمل سے بھی دوچار ہوئی

تھیں، اب جوان کے اہلیہ کو حمل کے آثار ملے تو شیخ صاحب نے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حضور تعویذ کی طلبی کی حضرت نے تعویذ روانہ فرمایا۔

''تعویذ روانہ ہے۔ پہلے سادہ کپڑا لپیٹ لیں، بعدہ موم جامہ کر کے کسی خول میں مضبوط بند کرالیں۔ ڈورا مضبوط اور اتنا لمبا ہو کہ تعویذ گلے میں پہن کر ناف تک رہے۔ پہلے چار روٹی کسی محتاج کو دے دیں۔ اور تین روٹی کالے کتے کو کھلا دیں۔ بعدہ تعویذ گلے میں پہنیں اور بچہ پیدا ہونے تک ہرگز ہرگز تعویذ گلے سے اترے نہیں۔ غسل کے وقت بھی گلے ہی میں رہے، جب بچہ پیدا ہو تو بچے کو پہنا دیں۔ اس وقت ڈورا چھوٹا کر دیں تا کہ تعویذ گلے کے پاس ہی رہے۔''

حفاظت حمل کا نقش پانے کے کئی ماہ بعد شیخ صاحب نے پھر درخواست دعا بھیجی کہ میری اہلیہ کے اس حمل سے بیٹا پیدا ہو، اس کے جواب میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں تحریر فرمایا۔

''خداوند کریم آپ کو فرزند صالح عطا فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ آپ نے تاخیر سے اطلاع دی وقت نکل گیا ہے۔ ایک نہایت ہی مجرب عمل ہے۔ وہ یہ کہ تین ماہ کے اندر اپنی حاملہ بیوی کے شکم پر ہاتھ رکھ کر یہ کہے:

''ان کان ذکرا فسمیتہ محمدا'' تین بار کہے۔ تو اللہ تعالی اس کو فرزند عطا فرمائے۔ یہ آزمودہ عمل ہے۔ آپ نے چار ماہ لکھا ہے۔ اگر چہ وقت گزر گیا ہے مگر آپ اللہ کے فضل و سرکار مدینہ حبیب کبریا کے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو کر دیجئے۔ میں دعاء کرتا ہوں۔ خداوند کریم اپنا خاص فضل فرمائے۔ آپ کو فرزند صالح عطا فرمائے، آمین۔'' (اس مکتوب عزیزی پر تاریخ واضح نہیں)

الحمد للہ کہ شیخ صاحب کے گھر مدت پوری ہونے پر بیٹا پیدا ہوا جس کی انہوں نے خبر دی۔ ۲۴ر شوال ۱۳۸۵ھ کو حافظ ملت تحریر فرماتے ہیں:

''آج آپ کا خط ملا، آپ کے فرزند سعید کی ولادت سے بہت خوشی ہوئی، دعا ہے کہ خداوند کریم اس نور نظر لخت جگر کو عمر خضر طالع اسکندری عطا فرمائے۔ علم و عمل کا جامع بنائے۔ آپ کے گھر کا روشن چراغ کرے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

آپ نے اس کا تاریخی نام طلب کیا ہے۔ اس کا اصل نام محمد ہی ہے، میں نے بھی اس کا وہی اصل نام محمد رکھا۔ تاریخی نام کی مجھے مشق نہیں ہے، آپ کسی دوسرے شخص سے تاریخی نام نکلوالیں، میری دعائیں شامل حال ہیں۔''

## قبولیت دعا:

حافظ ملت مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی زبان مبارک سے برآمد ہونے والی التجائیں بارگاہ رب الصمد سے قبولیت کی سند پاتی تھیں۔ یہ ایک نہایت وسیع عنوان ہے جس پر آئندہ اہل تحقیق جستجو کر کے بیحد واقعات و حقائق جمع کر سکتے ہیں۔

بطور تحدیث نعمت عاجز سوانح نگار اپنی سرگزشت پیش کرتا ہے۔ ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء میں دار العلوم اشرفیہ سے فراغت اور مزید کچھ روز سرکار حافظ ملت کی کفش برداری کرنے کے بعد، حضرت کے حکم ہی پر میں سب سے پہلے، دار العلوم غوثیہ

ہبلی، انکولا پنویل، مسجد باغ فردوس بھیونڈی جامع مسجد دمن، اور پھر مدرسہ سید العلوم بہرائچ شریف کے چکر کاٹ کر گھر واپس آیا اور حضرت کی بارگاہ میں اپنی بیکاری کی اطلاع لکھی تو حضرت نے بلایا۔ مبارکپور حاضری دی تو حسب عادت شفقت کریمانہ کے ساتھ میری بیکاری کی پریشانیوں کو محسوس کر کے ارشاد فرمایا:

''بدر عالم کبھی جگہ کا محتاج نہیں رہے گا جگہیں اس کی محتاج ہوں گی۔''

میں ایک شاعر مزاج، لاابالی نوجوان تھا۔ اس عارف حق کے فرمان کا وزن نہیں جانتا تھا۔ مجھے اس وقت کی اپنی بدحالی اور جگہ کی محتاجی نے اندر سے اتنا مایوس کر دیا تھا اور میں ذہنی طور پر اتنا ناامید تھا کہ حافظ ملت نے اتنی عظیم بشارت عطا فرمائی اور میں اس کو سن کر خوش بھی نہیں ہوا۔ مگر اس کے بعد سے آج تک کے ایام ولیالی کے انقلاب پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میرا دل پکارتا ہے کہ یہ سب کچھ حافظ ملت کے ارشاد گرامی کی کرامت ہے۔

دارالعلوم غوثیہ ہبلی اور دیگر مدارس و مساجد میں تدریس اور خطابت کرتا پھر رہا تھا۔ اور حافظ ملت اپنے مکتوب گرامی میں مجھے دعائیں تحریر فرماتے رہتے۔ ۷ ذوالحجہ ۹۰ھ کو لکھتے ہیں۔

''ہبلی سے آپ کا خط آیا تھا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ آپ انکولا پہنچ گئے۔ میں نے آپ کو انکولا ہی بھیجا تھا۔ خوشی ہوئی۔ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ سے ممتاز خدمت انجام دلائے آمین۔ مجھے آپ کی سعادت مندانہ صلاحیتوں سے قوی امید ہے کہ آپ کار لائقہ کو بحسن خوبی انجام دیں گے۔ اراکین و ذمہ داروں کو اپنی دینی خدمات سے مطمئن کریں گے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔''

۳/رمضان ۹۱ھ کو بایں الفاظ نوازا۔

''قوی امید ہے کہ آپ جہاں رہیں گے کامیاب رہیں گے۔ مقبول رہیں گے، دینی خدمت انجام دیں گے۔ لیکن مجھے آپ کی جلد جدائی کا افسوس ہے۔ میرا خیال تھا کہ دوسال اپنے پاس رکھوں:

ع من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال

میرا ارادہ پورا نہ ہوسکا افسوس ہے۔ بہرحال میری دعائیں شامل حال ہیں۔ خداوند کریم اپنی حفاظت وحمایت کے ظل کرم میں آپ سے دینی خدمات لے۔ توفیق خیر بخشے۔ آمین

۲۶/ذوالحجہ ۹۱ھ کو میرے ایک عریضہ کے جواب میں نوازا۔

''آپ جیسے مخلصین سے ناراضی کا خیال بھی خیال خواب ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔''

مولائے کریم دینی خدمات کی مزید توفیق رفیق بخشے، نمایاں وممتاز خدمات انجام دلائے آمین۔''

۳/رجب ۹۲ھ کو تحریر فرمایا۔

''محبت نامہ صادر ہوا۔ پیام مسرت لایا۔ احباب کی ملاقات سے تو خوشی ہوتی ہے، لیکن بعض احباب ایسے ہیں کہ ان کا تصور باعث مسرت ہے۔ اس فہرست میں آپ بھی ہیں۔ دعا کرتا رہتا ہوں۔ مولائے قدیر آپ کی عمر میں برکت، علم وفضل میں بیشمار وسعت دے، بصحت وسلامتی شادو آباد رکھے، دین متین کی نمایاں وممتاز خدمات انجام

دلائے۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم ''

مجھ جیسے بے بضاعت بے صلاحیت شخص سے جو کچھ دینی خدمات ہوئیں یا ہو رہی ہیں یا میرے جو بھی احوال ہیں سب ان کی مقبول دعاؤں کا اثر ہے۔

خطیب اعظم حضرت علامہ قمر الزماں خاں الاعظمی جنرل سکریٹری دی ورلڈ اسلامک مشن ارشاد فرماتے ہیں۔

''استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سفر حج کے لئے تیار تھے میں بلرامپور ان کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا بوقت رخصت میں نے دعا کی درخواست کی اور خدا جانے کیوں اسی وقت مالی پریشانیوں کا خیال آ گیا۔حضور نے دعا فرمائی اور اس کے بعد سے لے کر آج تک میں کبھی مالی پریشانیوں میں مبتلا نہیں ہوا۔(علامہ اعظمی ص ۳۳۹)

جناب مرزا مرتضی حسین صاحب ضلع جج اعظم گڈھ کو الجامعۃ الاشرفیہ کیس کا فیصلہ صادر کر کے بیحد دلی خوشی کا احساس تھا۔وہ اسے اپنی زندگی کا ایک نہایت اہم کارنامہ خیال کرتے تھے۔فاضل جج اسی وقت شخصی طور پر بھی حافظ ملت علیہ الرحمہ سے نہایت متاثر ہوئے۔کانفرنس کے اجلاس کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ حافظ ملت کی دور اندیشی ،مقبولیت اور خدا ترسی کے قائل تھے پھر زندگی کے مختلف مراحل میں وہ حافظ ملت سے درخواست دعا کیا کرتے تھے۔اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ صادر کرنے کے کچھ ہی روز بعد انہیں ترقی ملی اور وہ ہائی کورٹ الہ باد کے جج ہو کر وہاں گئے۔

## جنات بارگاہ حافظ ملت میں:

حضور حافظ ملت سے انسانوں کے علاوہ جن بھی مستفید ہوتے تھے۔بلکہ جن میں حافظ ملت کا جو وقار و احترام تھا وہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے،مختار احمد نامی ایک طالب علم نے دوران طالب علمی اپنے رفیق مولانا محمد اسلم گورکھپوری سے بیان کیا کہ آج تین راتیں ہو گئیں، دارالعلوم کے آنگن میں بارہ بجے شب کے بعد ڈراونی آوازیں آتی ہیں۔مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے چلو حضرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔دریافت کرنے پر کئی اور طلبہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔مولانا محمد اسلم مولوی مختار احمد کے ساتھ حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ماجرا بیان کیا اور عرض کیا کہ حضرت اس بات سے آوازیں سننے والے طلبہ سہمے ہوئے ہیں۔

حافظ ملت نے پوری بات بغور سننے کے بعد فرمایا:''شرارت ہے جاؤ اب یہ آواز نہیں آئے گی''اس کے بعد سے کسی نے آواز نہیں سنی۔

حافظ ملت کے عزیز ترین مترشد حضرت قاری عبدالحکیم صاحب گونڈوی کا بیان ہے۔ایک صاحب کسی جنات زدہ کے لئے حافظ ملت سے دعا کیا ہوا لوبان اور تعویذ لے گئے۔جتنے روز کا عمل تھا پورا کیا۔مگر فائدہ نہیں ہوا، دوبارہ آکر بتایا کہ حضور!ابھی جنات نے نہیں چھوڑا۔یہ سن کر حافظ ملت نے فرمایا۔

''اب آئے تو اس سے کہہ دینا عبدالعزیز نے کہا ہے، بھلائی اسی میں ہے کہ چلے جاؤ''

انہوں نے ایسا ہی کیا۔اور مریض پر جب جنات آیا تو ،حضرت کا فرمایا ہوا فقرہ دہرا دیا۔جنات یہ سنتے ہی چلا گیا اور لوٹ کر پھر نہیں آیا، دور طالب علمی میں مولانا محمد اسلم گورکھپوری کے کمرے میں احسان احمد نام کے ایک طالب علم

جو حسین آباد مبار کپور کے باشندے تھے۔ اچانک ایک شب بارہ بجے بیہوش ہو گئے۔ بیہوشی میں انہوں نے کہا ''میں بجلی سرور شہید ہوں'' بڑہل گنج میں اس نام کے ایک شہید کا مزار موجود ہے۔ مولانا محمد اسلم صاحب نے نام سنا تو چونکے کئی اور باتوں کا بھی علم ہوا جو مولانا کی قدیم معلومات سے فزوں تر تھیں۔ منجملہ ان باتوں کے ایک پرانی مریضہ کے بارے میں بھی انہوں نے انکشاف کیا کہ ''اس پر ایک عامل جن سوار ہے جسے نکالنا عام عاملین کی طاقت سے باہر ہے ہاں اس کے گلے میں حضور حافظ ملت کے ہاتھ کا لکھا ہوا تعویذ پہناؤ تو وہ چلا جائے گا۔''

چنانچہ مذکورہ لڑکی اور خود مولوی احسان احمد حسین آبادی کو حافظ ملت کی نگاہ کرم نے ان آسیبوں سے آزادی بخشی۔ مولانا عبد الرحمٰن پورنوی پرانے مدرسہ میں جن کے کمرے اور قیامگاہ حافظ ملت کے مابین ایک معمولی سی دیوار کا فاصلہ تھا بیان کرتے ہیں کہ ''شب میں حافظ ملت کے پاس معلوم نہیں کون کون سی مخلوق آتی ہے آمد و رفت اور سوال و جواب کا سلسلہ نصف شب کے بعد دو گھنٹے گزار کر شرع ہو جاتا تھا۔ پرانے مدرسہ کی عمارت میں خود شریر جنوں کا ایک مرکز تھا جسے حافظ ملت نے روحانی قوت سے ان کی شرارتوں کو شرافت میں تبدیل کر کے اپنی قیامگاہ اور ابتدائی مدرسہ بنایا تھا۔

## کشف:

اہل اللہ پر دلوں کے خطرات، اور انسانی ضمیر میں پوشیدہ باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ بھی انہی مردان حق میں سے ایک تھے۔ برادران گرامی قدر حضرت مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی اور مولانا محمد عبد المبین نعمانی صاحبان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرید اور سلسلہ معمریہ قادریہ میں حافظ ملت سے طالب ہیں۔ ۲۹: صفر ۱۳۹۴ھ کو یہ دونوں حضرات سلسلۂ معمریہ میں طالب ہونے کے لئے حضرت کی قیامگاہ پرانے مدرسہ میں ظہر کی نماز کے بعد پہونچے۔ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے ذہن میں الگ الگ دو سوالات لئے ہوئے تھے، جس کی خبر اپنے سوا ان میں سے ایک دوسرے کو بھی نہیں معلوم تھی۔ بیعت کے بعد حافظ ملت نے فرمایا:

''شجرہ پڑھنے کی پابندی رکھئے گا۔ میں جب سے بیعت ہوا ہوں کبھی شجرہ خوانی کا ناغہ نہیں ہوا۔''

مزید فرمایا۔

''بریلی شریف میں بھی یہ سلسلہ ہے مگر اس میں ایک واسطہ زیادہ ہو جاتا ہے''

واضح رہے کہ حافظ ملت سے سلسلۂ قادریہ معمریہ میں سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ تک صرف پانچ واسطے ہیں وہاں سے باہر نکلنے کے بعد مولانا محمد احمد صاحب نے کہا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے صفر ۱۳۹۳ھ میں بیعت ہونے کے بعد سے شجرہ خوانی مجھ سے کبھی کبھار چھوٹ جاتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا ہمارے پیران کرام شاید کثرت مشاغل میں کچھ رخصت کی راہ رکھتے ہوں۔ مگر حافظ ملت کے اس ارشاد نے آج بات صاف کر دی جب انہوں نے فرمایا کہ

''جب سے بیعت ہوا کبھی شجرہ خوانی کا ناغہ نہیں ہوا''

نعمانی صاحب کہنے لگے آپ کے کہنے پر حضور حافظ ملت سے سلسلۂ قادریہ معمریہ میں طالب ہونے کے لیے میں چلا تو آیا تھا مگر میں چاہتا تھا کہ ہم لوگوں کا سلسلۂ بیعت اور سلسلۂ طلب دونوں آستانۂ رضویہ بریلی شریف ہی سے

ہوتا مگر یہاں ایک واسطہ کم ہونے کی خوشخبری سن کر ایک تو میرا قلبی انقباض دور ہوگیا، دوسرے نزدیک سے نزدیک تر ہونے کی شادمانی الگ حاصل ہوئی۔''

مولانا نصیرالدین صاحب بیان فرماتے ہیں:

''جناب قاری عبدالحکیم صاحب (دارالعلوم اشرفیہ کے سابق شیخ التجوید) بہت ہی نیک نفس اور پرہیز گار شخص ہیں اخلاص و اخلاق کے مجسمہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار عشق مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم کے فیضان سے قلب کی بالیدگی نے نماز تہجد کے لئے بے قراری پیدا کردی تھی اور وارفتگی شوق میں میرے قدم اپنے مرشد کامل کے کاشانۂ اقدس کی طرف بڑھ گئے کہ ان کی عبادت و ریاضت کا کیف اپنے بے جان سجدوں میں جذب کرلوں۔ تہجد کی رکعتوں کا تعین اور اجازت حاصل کرلوں۔

شام کا وقت تھا آبادی کا ہر متنفس اپنے آرام کی فکر کررہا تھا مگر ایک وارفتہ جگر درویش کو اپنے آقا سے محو راز و نیاز ہونے کا موقع اب میسر آیا تھا، قاری صاحب دبے قدم حجرہ شریف میں داخل ہوچکے تھے۔ سلام نیاز کی آواز سن کر امام العرفاء حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ عالم مشغولیت سے عالم توجہ میں آگئے اور محبت و شفقت کے ساتھ قاری صاحب کو اپنے قریب بیٹھایا، معمول کے مطابق خیریت دریافت کی اور ارشاد فرمانے لگے'' قاری صاحب دل کا وہ آبگینہ بڑا قیمتی ہوتا ہے جو داغ عشق رسول ﷺ سے منور ہوجاتا ہے بلا شبہ نماز تہجد معراج عشق و محبت کا زینہ ہے رکعتوں کے تعین میں شہنشاہ قلوب ﷺ سے روایتیں متعدد ہیں مگر بزرگوں کے معمول سے آٹھ رکعت کو ترجیح حاصل ہے یہی میرا بھی معمول ہے'' بغیر درخواست پیش کئے جواب سن کر قاری صاحب حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے، بارگاہ عزیزی سے جب باہر تشریف لائے تو تحیر و شادمانی کا امتزاج قابل دید تھا۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۵۷)

۹۴ھ میں حافظ ملت جمشید پور تشریف لے گئے، نماز مغرب جکسلائی مسجد میں پڑھا کر اپنی قیامگاہ تشریف لے گئے علامہ مصباحی جکسلائی مسجد کے خطیب مولانا محمد حسین اعظمی سے بات چیت میں مصروف ہوئے۔ علامہ مصباحی نے کہا کہ حافظ ملت نے کوئی خاص تصنیفی سرمایہ نہیں چھوڑا۔ جس کے باعث ان کے افادات، اور علوم سے آنے والی نسل محروم رہ جائے گی۔ اس کے بعد کا واقعہ خود علامہ مصباحی سے سماعت فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد میں حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا۔

بفضلہ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی... یہ کہہ کر فرمایا کیا کہوں!......

بہر حال مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ العذاب الشدید ہے اسے مقامع الحدید کے جواب میں چند ایام کی مختصر مدت میں تیار کیا مگر چوں کہ عجلت میں لکھا تھا اس لئے خاطر خواہ نہ ہوئی، کتاب اپنے تلمیذ مولانا محبوب احمد صاحب کے نام سے منسوب کردی۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ (حضرت کے استاذ گرامی مولانا امجد علی صاحب قبلہ متوفی ۱۳۶۷ھ) نے کتاب دیکھ کر فرمایا۔ کتاب بڑی معرکۃ الآرا اور جلیل القدر ہے، حافظ صاحب کو اسے اپنے نام سے شائع کرنا چاہیے تھا۔

(رئیس التحریر مولانا ارشد القادری صاحب کا کہنا ہے اس کتاب نے مجھے مناظرہ سکھایا۔)

قوت تصنیف کے باوجود ہمیشہ عوائق و موانع درپیش رہے اور مصروفیات نے گھیرے رکھا جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا۔ ایک طالب علم (حضرت نے نام بتایا تھا، مگر مجھے یاد نہ رہا) مرقات (علامہ فضل امام خیرآبادی) کی شرح (مصنفہ مولانا عبدالحق خیرآبادی جس کا درجہ قاضی مبارک کے مساوی ہے) پڑھنا شروع کیا تو ان کے اصرار پر میں نے شرح مرقات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر طالب علم موصوف فراغت حاصل کر کے چلے گئے جس کے باعث یہ حاشیہ ناتمام رہ گیا اور پھر کوئی ایسا باذوق طالب علم مذکورہ کتاب پڑھنے والا نہ ملا کہ اس کے لئے حاشیہ کی تکمیل ہو سکے۔"

حضرت مولانا محمد حسین الاعظمی اور حضرت مولانا محمد احمد المصباحی کی باہمی گفتگو جکسلائی مسجد میں ہوئی، اس کے بعد مولانا مصباحی صاحب جب حافظ ملت کی خدمت میں گئے تو انہوں نے بغیر کچھ سنے، تصنیفی کام نہ کر سکنے پر جس طرح مکمل کلام فرمایا وہ دراصل ان دو حضرات کے ذہنوں میں چھپے ہوئے اعتراضات کا جواب تھا، جسے حافظ ملت نے اپنی قوت کشف سے معلوم کر لیا تھا۔

حافظ ملت کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا کاظم علی جو سفر وحضر میں حضرت کے خادم کی حیثیت سے بھی رہا کرتے تھے، ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت بھاؤ پور کے جلسے میں تشریف لے جانے والے تھے، حضرت کی نگاہ انتخاب نے کفش برداری کے لئے عقیدت کیش کو منتخب کیا۔ چونکہ سالانہ امتحان بالکل قریب تھا اس بنا پر حضرت کی طلبہ نواز ذہنیت کچھ کتب درسیہ ہمراہ لے چلنے کے لئے مصر ہوئی جس میں خاص طور سے منطق کی ایک معرکۃ الآرا کتاب حمد اللہ تھی جس کا درس اس وقت حضرت ہی کے یہاں ہو رہا تھا۔ بہر حال سفر کا آغاز مبارکپور سے ہوا، بذریعہ ٹرین مئو پہونچے، مئو ٹرین پر سوار ہوئے۔ مسافروں کی کثرت ہجوم سے کہیں جگہ نہ مل سکی بالآخر بینچ کے کنارے بکس رکھ کر اسی پر بستر چوڑا کر کے بچھا دیا بعدہ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت تشریف رکھیں، حالی العل اسی بکس سے متصل نیچے بیٹھ گیا میرے اصرار پیہم پر حضرت نے آرام فرمایا، تھوڑی ہی دیر بعد حضرت کی آنکھ لگ گئی اور میں حمد اللہ کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا۔ دوران مطالعہ میں مغلقات کتاب حل کرتا جاتا۔ مگر صورت حل پر نئے اشکال پیدا ہوتے رہتے اور اپنی کاوش کو لاحاصل سمجھتا۔ اس عالم میں غیر ارادی طور پر میری گردن حضرت کی جانب مڑ جاتی ہے۔ معاً حضرت بیدار ہو کر ہوش میں آ جاتے ہیں۔ اور اپنی خداداد قوت باطنہ سے صورت حال سمجھ جاتے اور فوراً ارشاد ہوتا کیوں اشکال پیدا ہو رہا ہے؟ فلاں اشکال کا دفع یہ ہے اور فلاں اشکال کا حل یہ ہے۔" (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۹/۵۰)

شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ القادری سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور حافظ ملت کے انتقال کے بعد ان کی روحانی فیض رسانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مذاکرہ و درس کے مشکل مراحل پر میں نے خود سیکڑوں بار آزمایا کہ جیسے ہی حضرت کا تصور قائم کیا اشکال کا حل پالیا۔ یقیناً حافظ ملت کے فیوض و برکات ظاہر و باطن ہر حیثیت سے عام ہیں۔"

آج ذروں میں بھی ہنگامے ہوئے ہیں پیدا
قطرے کچھ ٹپکے ہیں شاید کسی پیمانے سے
(المصباح ،مطبوعہ ۱۹۷۶ء ص ۱۶)

مولانا محمد اسلم عزیزی بیان کرتے ہیں ۔حضرت مولانا محمد نعمان خانصاحب صدرالمدرسین الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی نے بیان فرمایا کہ میرے والد گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کے لئے کبھی کبھی حاضر ہوتے، ایک بار ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور چھٹی سے قبل اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں چلے گئے جو ان دنوں مبارکپور میں رہتے تھے دوپہر کا کھانا وہیں کھا کر واپسی کے وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو حافظ ملت نے ارشاد فرمایا خانصاحب پتلی روٹی میرے یہاں بھی پک سکتی ہے میں موٹی روٹی کچھ افادیت کی بنا پر پسند کرتا ہوں ۔

مولانا نعمان صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب رشتہ دار کے گھر واقعی اسی وجہ سے گئے تھے ۔مگر یہ بات انہوں نے کسی سے کہی نہیں تھی ۔

## خواب اور اصلاح حال:

جھارسوگڑا (اڑیسہ) کے ایک نوجوان کا واقعہ ہے کہ وہ نوعمری ہی سے پابند صوم وصلوٰۃ اور وظیفے وغیرہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک بار کی بات ہے اپنے چند آزاد خیال دوستوں کے بہکاوے میں آکر نماز تراویح کے بعد سینما دیکھنے چلا گیا ،واپس آکر سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ دو آدمی اسے بلانے کے لئے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں مقام پر تمہاری طلبی ہے وہ لوگ نوجوان کو لے کر ایسی جگہ پہونچے کہ وہاں سے حد نگاہ تک کانٹوں کا جنگل تھا۔جس میں ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ان دونوں نے نوجوان کو زور سے دھکا دیا۔نوجوان گرتا پڑتا مکان کے دروازے میں داخل ہوگیا، کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں ۔سر خمیدہ، ہاتھ میں عصا،نوجوان سے مخاطب ہوکر عالم جلال میں چھڑی سے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو دیوار پر سینما کی تصاویر ابھرنے لگتی ہیں فرماتے ہیں ''وظیفہ کا اثر یہی ہے''؟

اتنا فرمانے کے بعد انہوں نے نوجوان کو اپنی چھڑی سے مارنا شروع کیا،نوجوان زدوکوب کی تکلیف سے ادھر ادھر ہونے لگا،خواب سے بیدار ہوا تو مار کھا کر تھکا ہوا تھا۔

اس واقعہ کے بعد ایک جلسہ میں اس نے حافظ ملت کی زیارت کی تو اسے خواب میں چھڑی سے زدوکوب کرنے والے بزرگ کو پہچاننا مشکل نہ رہا۔جلسہ کے بعد تخلیہ میں عرض حال کر کے غلامی میں داخل ہوگیا۔اس طرح بیعت سے قبل ہی اصلاح باطن فرمانے والے مرشد کامل کا قلادۂ بیعت گردن میں ڈال کر ابوالفیض کے فیضان کے شامیانے تلے آپہونچا۔

حضرت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری بیان فرماتے ہیں کہ حافظ ملت جب جمشید پور کے سفر پر روانہ ہوتے تو وہ نوجوان جمشید پور اسٹیشن پر ہمیشہ موجود رہتا۔اس سے طالب ومطلوب کے مابین ڈور کی روحانی مضبوطی کا اندازہ ہوتا ہے۔

## تصرف:

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب، ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیوں کے تحت انگلینڈ میں تھے، ادھر ہندوستان میں ان کی سرپرستی میں چلنے والے ادارہ فیض العلوم، ادارۂ شرعیہ بہار وغیرہ ان کی کمی شدت سے محسوس کررہے تھے۔ ۱۵رشعبان ۱۳۹۵ھ میں شب برأت کے سالانہ اجلاس میں حافظ ملت علیہ الرحمہ حسب معمول جمشید پور تشریف لے گئے تو ارکان فیض العلوم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اب علامہ کی طویل غیر موجودگی سے معاملات بگڑتے جارہے ہیں، حضرت نے انکی باتیں غور سے سماعت فرمائیں اور جواب دیا میں انہیں لکھوں گا کہ واپس آجائیں، جلسۂ عام میں فرمایا۔ آپ حضرات پریشان نہ ہوں میں انہیں جلد بلاؤں گا اور وہ آئیں گے۔ اس کے چند ہی روز کے بعد علامہ کا ٹیلیگرام آیا کہ وہ فلاں دن آرہے ہیں۔ اور غالباً ۲۲رشعبان کو وہ جمشید پور آگئے، برطانیہ سے واپسی کے دو ماہ بعد شوال ۱۳۹۵ھ میں وہ مبارکپور وارد ہوئے اور لال چوک کے اجلاس عام میں خود بیان کیا کہ

"حافظ ملت نے مجھے کوئی خط تو نہیں لکھا، البتہ میرے دل پر تصرف کیا۔ مجھے شب برأت کے بعد واپسی کی بے قراری ہوگئی۔ اہلیہ کی علالت کا ایک خط مجھے ملا تھا۔ وہی سبب بتا کر میں نے لوگوں پر واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اور واپس آگیا۔"

مولا محمد صفی اللہ سرور القادری صدر مدرس مدرسہ مجیدیہ بنارس لکھتے ہیں

"کل بعد نماز عشا حضور فردوس مکانی قدس سرہ النورانی کی شفقتوں کے تصور میں گم تھا کہ اچانک زبان پر "غفر اللہ لک" وارد ہوا۔ پھر جی میں بات آگئی کہ ذرا جوڑ گھٹا کر اس کو کیوں نہ مادۂ تاریخ بناؤں۔ پھر میں نے بے انتہا خوشی محسوس کی بلکہ حضرت کے تصرف روحانی پر محمول کیا، جب کہ بے کم و کاست انہی الفاظ سے تاریخ وصال برآمد ہوگئی، یعنی ۱۳۹۶ہجری۔" (ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۷۷ء ص۲۷)

## کتے کا زہر بے اثر:

ایک بار حافظ ملت کے پاؤں کی پنڈلی میں ایک کتے نے کاٹ لیا۔ حضرت نے اس سلسلہ میں نہ کوئی انجکشن لگوایا اور نہ علاج کیا۔ مخلصین نے بار بار اصرار کرکے علاج کے سلسلہ میں دریافت کیا تو جواب دیا۔

"مجھے کتے کا زہر اثر نہیں کرے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ اسپرٹ کی وجہ سے انجکشن میں لگواتا نہیں۔ اللہ شفا دے گا"

آپ نے دعاء ماثورہ کے ذریعہ اپنا علاج خود کرلیا۔ اگر چہ کتے کے تین دانت اندر تک پیوست ہوئے تھے۔ اور زہر کے اثرات پتہ چلتے تھے۔ مگر اللہ کا کرنا کہ وہی ہوا جو حافظ ملت نے فرمایا تھا۔ زخم بھر گیا اور درد کافور ہوگیا۔ ایک مرتبہ خود ہی فرمانے لگے

"کتنا زہریلا تھا۔ مگر اللہ کے فضل سے کچھ نہیں ہوا۔"

## ٹرین رک گئی:

مولانا کاظم علی بستوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لیلائے شب رخصت ہو رہی تھی، سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا، نسیم سحر ہول ہولے چل رہی تھی، ہجوم کی وہی سابقہ حالت تھی کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر آنے جانے کی کوئی صورت ہی نظر نہ آتی لیکن حضرت نے (بغیر ماحول سے متاثر ہوئے) فرمایا کہ فجر کا وقت ہو گیا ہے نماز کے لئے وضو کرنا چاہیے ایسے وقت میں جب کہ باہر نکلنا اور اندر آنا دشوار ہو عام طور پر دل پر جو گذرتی ہے ہر شخص محسوس کرتا ہے باہر نکلنا تو بڑی بات قضائے حاجت کے لئے بھی ہمت نہ کرے گا مگر حضرت ہیں کہ باہر نکلنے اور وضو فرمانے کے لئے بالکل تیار میرے دماغ نے بھی ایک بوجھ محسوس کیا مگر سوے ادبی کے خیال سے خاموش رہا۔ آپ تشریف لے گئے وضو فرمایا اور پلیٹ فارم پر خالق کائنات کی یاد میں مشغول ہو گئے ادھر ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی ایسی حالت میں مجھ پر کیا گذری ان اضطرابوں کو الفاظ کے قالب میں ڈھالنے سے قاصر ہوں، انتہائی بے بسی پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا اور ورطۂ حیرت میں پڑ کر روح فرسا موجوں کی چوٹ کھاتا رہا میری قوت فیصلہ نے بھی جواب دے دیا اگر زنجیر کھینچتا ہوں تو ارباب سفر ہوش وخرد سے بیگانہ تصور کریں گے یہ خیال آتے ہی زنجیر کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ از خود دور ہٹ گئے ٹرین سنگل پار کر گئی اور دو میل آگے بڑھ کر اپنی بھر پور رفتار میں آگئی شان قدرت کہ غیبی روحانی طاقت نے ایک بیک برق رفتار ٹرین میں بریک لگا دی گویا ایک قسم کا جمود طاری ہو گیا جو ٹس سے مس نہ ہو سکا ڈرائیور نے پوری قوت صرف کر دی ہر ممکن تراکیب استعمال کئے لیکن گاڑی نے آگے بڑھنے کا نام نہ لیا آخر میں مجبور ہو کر ڈرائیور نے ٹرین کو بیک کیا اب ٹرین پیچھے کو چلنے لگی پلیٹ فارم پر واپس آگئی اور ٹھیک اسی جگہ ہماری بوگی لگی جہاں پہلے تھی میں نے دیکھا کہ حضرت تشہد میں بیٹھے ہوئے ہیں ادھر ٹرین کے گارڈ مع ڈرائیور اور دیگر عملہ گاڑی کا معائنہ کر رہے ہیں لیکن نہ گاڑی میں کوئی خرابی نظر آئی نہ لائن میں جب حضرت نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سجدہ نیاز ادا کر کے نماز پوری کر لی تو اپنی مخصوص رفتار سے ٹرین میں تشریف لائے، سارے مسافرین حیرت زدہ ہو گئے اور چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ ٹرین کیوں رکی سبھوں نے ٹرین رکنے کا سبب دریافت کر لیا اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ قربان تیرے، اے بڑھؤ تو گدڑی میں اتنا قیمتی لعل چھپا ہوا ہے۔ غیر مسلم ہمسفروں نے یہ کہا کہ یہ تو بابا کی پوجا کا اثر ہے اور دیر تک مدح وستائش کے پھول برساتے رہے۔ بلاشبہ یہ حضرت کی ایک کھلی اور واضح کرامت ہے جس پر میرا ذاتی مشاہدہ ہے میری نگاہوں نے اس قسم کے بے شمار واقعات بذات خود دیکھے ہیں جسے انشاء اللہ مستقبل میں زیب قرطاس کروں گا۔ (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۰)

## ان کا مقام بلند:

دور طالب علمی کے رفیق، صالح وفقیر حضرت مولانا عبد الرحمٰن پورنوی جنہیں ہم لوگ مذاق میں جناتی کہا کرتے تھے۔ پڑھنے پڑھانے میں نہایت ذہین محنتی اور باصلاحیت تھے، دار العلوم اشرفیہ میں ان کا ابتدائی دور عام طلبہ ہی کی طرح

رہا۔مگر بعد میں ان پر رنگ درویشی غالب آتا گیا ،امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف،احیاء علوم الدین ،اور کیمیائے سعادت وغیرہ کے مطالعہ نے ان کی دنیا ہی بدل دی۔سال فراغت مجھ سے فرمایا کہ حقوق العباد میں ماں کا مجھ پر ذمہ تھا۔ اس بار ان سے معافی طلب کر کے راہ فقر میں نکلنے کی اجازت پا چکا ہوں ۔مبارکپور سے فارغ ہوئے، اس کے بعد سے لا پتہ تھے، قیام مبارکپور کے آخری دور میں پرانے مدرسہ کی اس تاریک کوٹھری میں رہا کرتے تھے جو جناتی کوٹھری مشہور تھی راتوں کو قبرستان نکل جاتے اور پہروں وہاں روتے بلکتے رہتے ۔ایک بار مجھے بھی ساتھ لے کر قبرستان گئے اور وہاں ان کا رونا بلکنا دیکھ کر خود میں بھی رو پڑا۔

عرصۂ دراز بعد ان کے بارے میں برادر مخلص مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری نے خبر دی کہ جہانگیر گنج کے علاقہ میں کسی طرح ملاقات ہوئی ۔اس وقت بھی وہ قبرستان ہی میں تھے، موصوف سے فرمایا:

’’وظیفہ کم کیجئے تصور شیخ کا عمل کیجئے ۔اسی سے روحانیت کی تمام راہوں کا کشف ہوگا۔قلب روشن ہے مگر تصور شیخ نہ ہونے کی وجہ سے قلب سے پردہ کا ازالہ نہ ہوسکا ہے ۔اس کا ازالہ تصور شیخ سے ہوگا۔

مولانا موصوف نے دوستانہ انداز میں عرض کیا کہ پڑھایا جائے یا تصور شیخ کیا جائے ؟ فرمایا:

’’آپ کے استاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کیا پڑھتے پڑھاتے نہیں رہے ۔کیا وہ پروگرام نہیں کرتے رہے۔یہ سب کرتے رہے ۔اس کے باوجود حضور حافظ ملت کا بلند مقام اب تک میں نہیں دیکھ سکا کہ حضور حافظ ملت ولایت وروحانیت کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہیں۔‘‘(بحوالہ مکتوب مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری)

## تمہارے لب سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

جناب حافظ نثار احمد صاحب (ساکن محلّہ دلھن پورہ) مدرس شعبۂ حفظ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کو بچپن ہی سے علم دین خصوصاً حفظ قرآن کا بیحد شوق تھا، غریب خاندان میں پیدا ہوئے، ان کے والد جناب عبد الرحیم صاحب حافظ ملت کے شیدا تھے جو بسلسلہ حصول رزق وطن سے باہر رہتے تھے۔وہ بھی دل سے چاہتے تھے کہ میرا یہ بیٹا حافظ قرآن بنے مگر گھر کی معاشی واقتصادی حالت مانع تھی۔بہر حال ۱۹۴۹ء میں انہوں نے اشرفیہ سے پرائمری درجات پاس کر کے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کیا اور رات کو محلّہ کے ایک حافظ صاحب سے حفظ شروع کیا۔مگر یہ سلسلہ چند ماہ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔حافظ نثار صاحب کے والد جب گھر آئے اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے رات کو پڑھنا بند کر دیا ہے تو فوراً ان کا ہاتھ پکڑا اور حافظ ملت کے پاس لے گئے ۔حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ یاد کیا ہے اس میں سے ایک رکوع سناؤ حافظ نثار احمد صاحب نے سنا دیا۔حضرت نے فرمایا:

’’اب تم کو مدرسہ میں داخل کیا جاتا ہے ۔اب یہاں آکر باقاعدہ پڑھو۔‘‘

اور جناب عبد الرحیم صاحب سے فرمایا:

’’یہ یہاں داخل کئے جاتے ہیں انشاء اللہ یہاں سے حافظ بھی ہوں گے اور قاری بھی۔‘‘

اگرچہ گھریلو حالت کے پیش نظر یہ ہونا دشوار نظر آتا تھا مگر حافظ ملت کے کرامت آثار فرمان نے اثر دکھایا اور حافظ نثار صاحب ۱۳۷۴ھ میں دارلعلوم میں داخل ہو کر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ میں حافظ قرآن بن گئے۔اس سال دستار بندی ہوئی اور محراب سنایا۔درمیان میں چند ماہ کا تعطل پھر پیدا ہوا کہ حافظ نثار صاحب معاشی ضرورت کے تحت ممبئی چلے گئے۔مگر حافظ ملت نے ان کے والد کو بھیج کر بلوایا اور تجوید کی تکمیل کروائی۔(ملخصا نمبر ۴۶۹،۴۷۰)

## خیرآباد میں حفاظ پیدا ہوں گے:

خیرآباد میں ایک دیوبندی وہابی پیر نے اپنے ماننے والوں میں یہ ڈینگ ماری کہ یہاں بریلویوں (اہل سنت و جماعت) میں کوئی حافظ قرآن ہو ہی نہیں سکتا۔وہاں کے علماء اہل سنت نے یہ بات سنی تو انہیں فکر ہوئی۔مدرسہ ضیاء العلوم کے ذمہ داروں کی طرف سے ایک شخص کو حافظ ملت کی بارگاہ میں بھیجا گیا۔انہوں نے صورت حال بیان کی اور خیرآباد کے لئے ایک باصلاحیت استاذ الحفاظ طلب کیا۔حافظ ملت نے وہاں کے لئے فوراً ایک استاذ کا تقرر کیا جس کی مساعی سے خیر آباد میں حفاظ کی فصل بہار آگئی۔اور نہ صرف خیرآباد اور اطراف و جوانب بلکہ دور دراز تک خیرآباد کے حفاظ کی قرآن خوانی کی دھوم مچ گئی۔وہ استاذ الحفاظ کون تھے۔؟وہ تھے جنات حافظ نثار احمد عزیزی واقعہ کی تفصیل ان سے سماعت کریں:

''غالباً ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ کے آخری عشرے میں مولانا غلام محمد صاحب بھیروی (رحمۃ اللہ علیہ) میرے مکان پر آئے اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔اس دن گھر پر کچھ ایسی بات ہوگئی تھی کہ میں دن بھر روتا رہا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کہاں چلا جاؤں کہ اتنے میں یہ حضرت کا پیغام پہونچا۔میں شاداں و فرحاں پرانے مدرسے حاضر ہوا۔سلام و دست بوسی کی اور ادب سے کنارے بیٹھ گیا۔دیکھا کہ ایک مولانا صاحب حضرت کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔حضرت نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا! حافظ نثار احمد آپ کو خیرآباد جانا ہے۔یہ مولانا خیرآباد رہتے ہیں ان کے مدرسے میں ایک حافظ کی ضرورت ہے خیرآباد کوئی دور نہیں ہے۔گویا مبارکپور کا ایک محلّہ ہے۔آپ وہاں جائیں۔مولانا کہتے ہیں کہ خیرآباد میں ایک پیر صاحب آتے ہیں۔جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ خیرآباد میں بریلویوں میں حافظ ہو ہی نہیں سکتے۔آپ جائیں انشاء اللہ وہاں حافظ ہوں گے۔''

## بوقت حضوری:

حضرات اولیاء اللہ کے حالات میں یہ بات عام طور سے ملتی ہے کہ ذکر نفی و اثبات کے مراحل میں ان میں سے بعض کے اعضاء جسمانی الگ الگ ہو کر مشغول ذکر ہوتے ہیں۔الملفوظ شریف میں ایک صالح امام حرم پاک کا واقعہ مرقوم ہے کہ جب وہ مشغول ذکر ہوتے تو ان کے ہر بن مو سے خون کی چھینٹیں نکل کر زمین پر گرتیں جس سے اسم جلالت مرقوم ہو جاتا۔اس ساعت لی مع اللہ میں بعض خوش نصیبوں نے حافظ ملت کو دیکھا ہے۔واقعہ ملاحظہ ہو۔

بلرام پور ضلع گونڈہ میں حافظ ملت کے ایک جاں نثار مرید جناب ڈاکٹر عبدالمجید کا مکان، حافظ ملت کے قدم میمنت لزوم سے سرفراز تھا۔آخری سالوں میں حضرت اکثر و بیشتر انہی کے گھر قیام فرماتے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے

حضرت کی سہولت کے پیش نظر مخصوص کمرہ میں آرام کرنے کا انتظام کیا تھا۔رات گئے حضرت کو کمرے میں آرام کرنے کے لئے چھوڑ کر ڈاکٹر صاحب اس کمرے سے تھوڑے فاصلے پر جا کر لیٹے اور حضرت نے اپنا کمرہ بند کرلیا۔نصف شب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضرت کے کمرے سے اسم ذات کے ذکر کی ایک غیر متوازن چیخ سنی ۔رات کا سناٹا تھا،ڈاکٹر صاحب کو خوف محسوس ہوا،انجانے اندیشہ سے ڈاکٹر صاحب اٹھ کر کمرے کے دروازہ پر گئے ۔مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ البتہ ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی، ڈاکٹر صاحب نے جھانک کر جو دیکھا تو دم بخود رہ گے ۔حضرت کے اعضاء جسمانی الگ الگ تڑپ رہے تھے اور ان سے اللہ اللہ کی آوازیں نکل رہی تھیں ،ڈاکٹر صاحب یہ منظر دیکھ کر خود کو سنبھالتے ہوئے ، دبے قدم واپس اپنے بستر پر لوٹ آئے اورخوف و ہراس کے عالم میں بے چینی کی کروٹ بدلتے ہوئے پوری شب گزاردی ۔ نیند کا دور تک کہیں پتہ نہیں تھا۔اذان فجر سن کر حضرت کمرے سے باہر تشریف لائے ۔ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ دیکھا تھا۔ان کی زبان پر تالا لگا ہوا تھا،حضرت خود ڈاکٹر صاحب سے کہنے لگے۔

”ڈاکٹر صاحب آئندہ احتیاط کرنا۔یہ مناسب نہیں ہے۔“

ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد احتیاط برتی اور حضرت جب تک حیات رہے یہ واقعہ کبھی زبان پر نہیں لائے۔

## مسجد نبوی شریف کی امامت روحانی:

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف ہے جہاں حافظ ملت علیہ الرحمہ نہایت ہی شاداں وفرحاں جلوہ افروز ہیں، زائرین وواردین کا تانتا بندھا ہوا ہے۔لوگ جماعت در جماعت اور تنہا تنہا بے انتہا خوشی اور مسرت کے جذبات لئے مسجد نبوی شریف کی جانب رواں دواں ہیں ۔کسی طرف سے بسیں آرہی ہیں کہیں سے ٹرکوں لاریوں ،بیل گاڑیوں نیز دیگر سواریوں پر سوار ہوکرلوگ جوق در جوق مسجد نبوی شریف میں حافظ ملت کو مبارکبادی دینے پہونچ رہے ہیں ۔مبارک باد اس عظیم نعمت کی کہ”حافظ ملت کو مسجد نبوی شریف کی امامت کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔“

جو بھی مسجد شریف سے مبارکبادی دے کر لوٹتا ہے اس کی خوشی اور مسرت کا عالم بھی قابل رشک ہے ۔میں نے سوچا جب اتنے سارے لوگ حافظ ملت کے حضور نذر تہنیت گزارنے جارہے ہیں تو میں بھی کیوں نہ پہونچوں؟

اور حضرت حافظ ملت سے شرف ملاقات حاصل کر کے انہیں مبارکباد دوں ۔معاً یہ خیال ہوا کہ اتنا دور دراز کا سفر طے کس طرح ہوگا۔پھر بھی میں نے کمر ہمت باندھی اور مسجد نبوی شریف میں جا پہونچا۔دیکھا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ایک نہایت عالی شان مکان میں جلوہ افروز ہیں اور سامنے ایک وسیع وعریض میدان ہے جو ہرے بھرے درختوں سے شاداب ہے۔ملاقات و نیاز سے مشرف ہوکر جب میں باہر نکلا تو دیکھا ایک صاحب کھڑے ہیں اور وہ حضرت سے ملاقات کے لئے دروازہ کھلنے کے منتظر ہیں۔انہوں نے مجھ سے اپنا مدعا کہا تو میں انہیں بھی یہ کہتے ہوئے اندر حافظ ملت کے حضور لے گیا کہ”یہ دربار عام ہے آپ کو آجانا چاہئے تھا۔“

اس شخص کے ساتھ حضرت قبلہ نے بیحد اخلاق کریمانہ کا برتاؤ فرمایا۔اظہار خوشی ومسرت کیا اور پند ونصیحت کے انداز میں کچھ ہدایات کہیں ۔اتنے میں میری علیل اہلیہ کے کراہنے کی آواز نے مجھے بیدار کردیا۔یہ تھا خواب ایک صوفیِ

باصفا حضرت ''پیارے میاں'' صاحب کا جن کا اسم گرامی حضرت مولانا حافظ قاری عبد المتعال ہے ۔جو شہر مرادآباد کے محلہ اصالت پورہ میں رہتے ہیں ۔نہایت معمر، پرہیز گار متقی شخص ہیں جنہوں نے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی مجالس سے بھی فیض پایا ہے ۔اور روحانی طور پر سلسلۂ عالیہ قادریہ شیریہ سے منسلک ہیں ۔حضرت پیارے میاں کی پرہیز گاری اور نیک نفسی کی داستان شہر مرادآباد کے باشندوں میں عام ہے ۔انہوں نے یہ مبارک خواب دوشنبہ ۱۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ،۱۷دسمبر ۱۹۸۹ء ۴ بجے شب میں دیکھا۔

ہمارے نبی پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی مگر رؤیائے صادقہ کا سلسلہ افراد امت میں باقی ہے۔اور صادق الایمان بندگان حق کے سچے خواب پر امت مسلمہ اعتماد کرتی ہے ۔اس خواب کو صاحب رؤیا نے محبّ گرامی مولانا عبد المنان کلیمی سے ذکر فرمایا اور ان سے ہم تک پہونچا۔

## احسان وتصوف کے پانچ بنیادی ستون:

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی کتاب معارف حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث کے حوالے سے تصوف کی پانچ بنیادوں کی تشریح فرماتے ہیں ۔مختصراً انہی کی تحریروں سے ملاحظہ کرکے اس آئینہ میں حیات حافظ ملت کا جائزہ لیں:

(۱) حرام سے اجتناب (۲) استغناوتوکل (۳) پڑوسی سے حسن سلوک (۴) جو اپنے لئے پسند کر وہی دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی پسند کر (۵) زیادہ نہ ہنس۔

**عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یاخذ عنی ھؤلاء الکلمات فیعمل بھن قلت انا یا رسول اللہ فاخذ بیدی فعد خمسا فقال اتق المحارم تکن اعبد الناس و ارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس واحسن الی جارک تکن مومنا واحب للناس ما تحب لنفسہ تکن مسلما و لا تکثر الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب.** (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے کلمات نصیحت لے اور ان پر عمل کرے میں نے کہا ''میں یا رسول اللہ'' حضور نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ کلمے شمار کرائے ۔فرمایا اللہ کے محارم سے بچ ،سب سے بڑا عابد ہو اور اللہ کی تقسیم پر راضی ہو تو سب سے بڑا غنی ہو،اور اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کر تو مومن ہو اور اپنے لئے جو پسند کرتا ہے ،وہی دوسروں کے لے پسند کر تو مسلمان ہو اور زیادہ مت ہنس کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے ۔(ص ۹۰/۹۱)

''**اتق المحارم تکن اعبد الناس**'' یعنی اللہ کے محارم سے بچ تاکہ لوگوں میں بڑا عابد ہو۔اللہ کے وہ محارم ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر حرام کیا ہے ،وہ افعال واقوال کی شکل میں ہوں یا عقائد فاسدہ کی صورت میں عابد کے لئے ان سب سے اجتناب ضروری ہے ۔تمام بد اعمالیوں ،ساری بد کرداریوں سے پرہیز کرے، تمام بری باتوں بدگوئیوں سے زبان کو روکے مثلاً جھوٹ غیبت چغلی وغیرہ جن باتوں کا بولنا زبان پر لانا منع ہے ان سے زبان کو روکے ،تمام بداعمالیوں مثلاً چوری ،شراب نوشی حرام کاری وغیرہ سب سے دور رہے ۔اسی طرح عقائد باطلہ فاسدہ سے

قلب کو پاک کرے کیوں کہ باطل عقیدہ حرام ہے، اتق المحارم میں وہ داخل ہے .......

اس لئے عقائد کی اصلاح پہلے ضروری ہے ،اسی لئے اتق المحارم کو مقدم فرمایا تا کہ عابد تمام بد کرداریوں ، بدگوئیوں ، بدعقیدگیوں سے پہلے تائب ہو ،اس کے بعد مصروف عبادت ہوتب اس کی عبادت مقبول ہوگی اور وہ عابد مقبول بارگاہ ہوگا لیکن اگر بدعقیدہ ہے، مثلاً شان الوہیت میں گستاخی کرتا ہے۔کذب کا دھبہ لگا رہا ہے۔خداوند قدوس کے لئے امکان کذب کا عقیدہ رکھتا ہے، خدا کا جھوٹ بولنا ممکن جانتا ہے جیسا کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے تو اس کی عبادت عبادت نہیں ۔اس کی تسبیح تسبیح نہیں ،زبان سے سبحان اللہ خدا کی پاکی بیان کرے اور دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو یہ تسبیح منافقانہ ہے ایسا شخص بلا شبہ منافق ہے۔اس کی تسبیح ہرگز ہرگز تسبیح نہیں ،اس کی عبادت ہرگز عبادت نہیں لہذا پہلے اپنا عقیدہ درست کرے۔بیچوں بدعقیدگی سے تائب ہوجائے۔(ص۹۴۔۹۵)

دوسری ہدایت یہ فرمائی "وارض بما قسم الله تكن اغنى الناس" یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تیرے لئے تقسیم کردیا اس پر راضی ہوتو لوگوں میں سب سے بڑا غنی ہو مال کی تکمیل انسان اپنی اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے کرتا ہے جس کا فائدہ اطمنان قلب ہے۔مثلا بھوکا ہے پیٹ بھرے ،ننگا ہے تو تن ڈھانکے ، بے گھر ہے تو گھر بنائے ، پیٹ بھر رہا ہے تو چاہتا ہے عمدہ غذا ملے تن ڈھک رہا ہے تو چاہتا ہے عمدہ لباس پہنے.....

ہزار ہیں تو لاکھوں، لاکھوں ہیں تو کروڑوں کی تمنا، کروڑ ہیں تو اربوں کی خواہش غرضیکہ مال جتنا بڑھا خواہش بڑھتی گئی..

سید اکرم مصلح اعظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مریض کے لئے نسخہ شفا عطا فرمایا جس کے علاج سے مرض کی بیخ و بنیاد ختم ہوجائے۔

## ہمسایہ سے حسن سلوک:

تیسری ہدایت و احسن الى جارك تكن مؤمنا یعنی اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرتا کہ مومن ہو۔حالانکہ اس تعلیم سے قبل ہی وہ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) مومن تھے، صاحب ایمان تھے حضور ﷺ کے صحابی تھے۔اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسی کے ساتھ احسان کریں تب وہ مومن ہوں۔مطلب یہ کہ مومن کامل ہوں۔

## جو اپنے لئے پسند کرے وہی اوروں کے لئے:

مومن کا کردار اور اس کا اخلاق اس بلندی پر ہو کہ سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرے (اور سب کی خیر خواہی کا جذبہ رکھے)

## زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے:

یہ وہ زریں اصول ہے کہ جب تک مسلمان اس کے پابند تھے ان میں اتحاد اتفاق، یک جہتی و ہمدردی ،ایک دوسرے کی خیر خواہی اس درجہ تھی کہ وہ ہر مسلمان کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھتے تھے ،دوسرے کی تکلیف اپنی مصیبت تصور کرتے۔(تا ص ۹۹)

## تقویٰ و پرہیز گاری:۔

تصوف کے ان پانچ بنیادی اصولوں کی روشنی میں ہم جب حافظ ملت کی زندگی کا جائزہ لیں گے تو صاف پتہ چلے گا کہ وہ محارم تو محارم غیر مستحسن سے بھی بچتے تھے، ان کی زندگی سراپا تقویٰ تھی، حرام ناجائز، مکروہ تو چھوڑیئے انہیں یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ غیر اولیٰ کی جانب قدم بڑھائیں ۔زندگی میں کبھی صرف اس وجہ سے انجکشن نہیں لگوایا کہ اسپرٹ (الکحل) جسم پر لگانی پڑے گی ۔آنکھ کا نازک ترین آپریشن ہوا اس وقت بھی آپ نے انجکشن نہیں لگوایا، زہریلے کتے نے کاٹا، اس کے علاج پر احباب نے بہت زور دیا مگر آپ نے انجکشن نہیں لگوایا۔آپ کے برادر خورد مولانا حکیم عبد الغفور صاحب قبلہ بیان فرماتے ہیں:

''ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دوائیں جن میں الکوحل یا اسپرٹ کا جز ملا ہوسختی سے احتراز فرماتے بعض مرتبہ تو جان پر بن آئی مگر ایسی دواؤں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔،(اشرفیہ ص ۳۴)

## استغنا وتوکل:

توکل اللہ کے پیارے مقبول بندوں کی ادا ہے ۔جس میں ان کی زندگی کے شب و روز لپٹے ہوتے ہیں۔حافظ ملت توکل پر نہ صرف خود پوری عمر کار بند رہے بلکہ متعلقین مدرسین ،ملازمین طلبہ سب کوتوکل ہی کی راہ پر چلنا سکھایا۔اور جاتے جاتے اپنے شہزادۂ گرامی حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ (عربک یونیورسٹی) سے فرماتے گئے کہ میرے بعد اہل مبارکپور کچھ خدمت اشرفیہ کا صلہ دینا چاہیں گے مگر لینا نہیں،توکل کے بارے میں آپ نے قوم کو یوں خطاب فرمایا ہے۔

''بندہ جب اپنے رب پر ایمان لایا ہے اور مسلمان ہے تو اس کو اپنے رب پر توکل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر بندہ کو اپنے رب پر بھروسہ نہیں تو اس کا ایمان ہی کیا ہے ۔اسی لئے تو فرمایا کہ اگر تم مومن ہوتو اللہ پر توکل کر و کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو، وہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔وہ جانتا ہے کہ تم اپنے سب کاموں میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہو یا اس کے غیر پر اگر تم نے اپنے ہر کام میں اپنے رب پر بھروسہ کیا تو واقعی تم اپنے رب کے فرمانبردار بندہ ہو۔اوراس کے انعام واکرام کے مستحق ہو۔اگر تم نے اپنے کسی کام میں بھی اپنے رب کے غیر پر بھروسہ کیا تو تم مجرم ہو۔ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد غیر پر بھروسہ کرنا بڑا جرم ہے۔''

توکل پر خاص طور پر زور دیتے تو فرماتے ''توکل ہی توکل ہے۔''

آپ اس باب میں اکثر یہ شعر بھی پڑھتے۔

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

استغنا کا یہ حال کہ دارالعلوم اشرفیہ کی خدمت گزاری کے ابتدائی ایام سے الجامعۃ الاشرفیہ کی سربراہی کے زمانے تک کبھی ادارہ کے سامنے اپنی ضرورت پیش نہیں کی بلکہ ہمیشہ قوم کے سامنے ادارہ کی ضرورت پیش فرماتے رہے۔ مدرس رہے تو بھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہیں دی بلکہ خود سفارش کر کے دوسرے مدرسین و ملازمین کی تنخواہیں بڑھواتے رہے۔ طلبہ کی ضرورتیں پوری کراتے رہے۔ جس زمانہ میں دارالعلوم اشرفیہ مالی بحران کا شکار تھا۔ ۷ ر ماہ تک مدرسین کو مشاہرے نہیں ملے تھے، حافظ ملت کو اپنی فکر کبھی نہیں رہی، ہمیشہ ادارہ کے مقاصد اور مدرسین کی ضروتوں کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے۔ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر مطمئن اور متوکل تھے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے ارشاد رسول ﷺ کے مطابق آپ کو اغنی الناس بنایا تھا۔ انشاء اللہ المولیٰ اس کا مفصل بیان متعلقہ موضوع کے تحت آئے گا۔

## پڑوسیوں سے حسن سلوک:

ہمسایوں سے حسن سلوک کا یہ حال تھا کہ محلّہ پرانی بستی کا بچہ بچہ آپ سے دل و جان سے پیار کرتا تھا۔ کسی کی علالت سنتے تو اس کے گھر جاتے، دعا کرتے، علاج کے سلسلہ میں مشورہ دیتے۔ کسی کا انتقال ہوتا تو جنازہ پڑھاتے، اور غمگساری کرتے، گویا ہر ایک کے خوشی و غم ہر ایک حال میں ساتھ ہوتے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے لئے ہوتے ہیں حافظ ملت پرانی بستی مبارکپور کے ہر سنی گھر کے نگہبان تھے۔ سیلاب آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حافظ ملت جان کی پرواہ کئے بغیر کمر تک پانی میں چل کر محلّہ کٹرہ پہونچ گئے اور حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی کے والد گرامی سے فرمایا: حاجی صاحب پھاوڑا لائیے۔ فداکاران حافظ ملت نے حضرت کے قدم تھام لئے اور فرمایا۔ حضور بس! پانی کو جتنا اونچا ہونا تھا ہو چکا، اب آپ تشریف لائے ہیں تو ٹھیک ہو جائے گا۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا اپنے پڑوسیوں کی چھپ چھپا کر مدد کرنا حافظ ملت کی عادت مبارکہ تھی۔ یہی وہ اخلاق عظیمہ تھا جس کی وجہ سے حافظ ملت نے جب مبارکپور چھوڑنے کا ارادہ کیا تو اہل مبارکپور نے حافظ ملت کی گلی اور راستے میں خود کو بچھا دیا۔ اور کہا اگر حافظ صاحب کو ہمارے جنازوں کے اوپر سے گزرجانا منظور ہے تو ضرور جائیں۔ مزید تفصیلات اپنے عنوان کے تحت دیکھی جاسکتی ہیں۔

## جو اپنے لئے پسند وہی سب کے لیے:

اپنے اہل خانہ اور عزیز و اقربا کی خیر خواہی تو بہت سے لوگ کرتے ہیں مگر ہر ایمان والے کی دلی خیر خواہی کرنا اور اس کے لئے حتی المقدر کوشس کرنا حافظ ملت کا وصف تھا۔ یہی نہیں بلکہ آپ تقویٰ اور پرہیز گاری کے اس مقام پر فائز تھے جہاں انہیں اپنے لئے کوئی تمنا اور خواہش باقی ہی نہیں رہ گئی تھی بلکہ ہمیشہ مسلمانان اہلسنت اور ملت مومنہ کی خیر اندیشی، ترقی اور بہبودی ہی پیش نظر رہتی جس کے مظاہر اسی کتاب کے مندرجات میں موجود ہیں۔ آپ کے استاذ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو مبارکپور بھیجنا چاہا تو آپ نے عرض کیا تھا حضرت میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر استاذ گرامی نے فرمایا تھا۔ حافظ صاحب میں آپ کو ملازمت کے لئے نہیں خدمت دین کے لئے بھیج رہا ہوں۔ آپ نے واقعی مبارکپور کی پوری زندگی میں خدمت دین فرمائی، آپ کے کسی عمل سے کبھی یہ محسوس نہیں کیا گیا کہ آپ محض ایک ملازم

کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ۔ہاں البتہ ،وقت اور ذمہ داری کی ادائیگی ایسی سختی سے کرتے جیسے لگتا ہر لمحہ انہیں کسی غیبی محاسب کی محاسبہ کا خطرہ لگا ہوا ہے ۔مدرسہ کے طلبہ اور پڑوسیوں کے علاوہ ہندوستان کے مختلف خطوں میں متعدد ایسے لوگ تھے جن کی آپ در پردہ اعانت فرمایا کرتے تھے ۔کئی ایسے لوگ بھی تھے جو ہر سال تقریر کے لئے بلاتے اور سفر خرچ تک دینے کا خیال ان کے ذہن میں نہ آتا ۔مگر حافظ ملت مسلمانوں کی خیر خواہی میں وہاں بھی جاتے ۔

آپ کو اہل حاجت کا اتنا خیال تھا کہ سفر حج میں جاتے وقت تقریبا سوا لاکھ پینے والا تعویذ لکھ کر مولانا نصیر الدین صاحب ،قاری عبد الحکیم صاحب اور مدرسین کو دے گئے ۔

## انہیں ہنستے کس نے دیکھا؟:

وہ پابند سنت سنیہ ،پیکر طہارت وتقویٰ تھے ،حدیث پاک میں جب حضور سرور کائنات ﷺ کی مبارک ہنسی کا ذکر آتا تو اس وقت ادائے سنت کے طور پر ان کے چہرۂ مبارک پر ہنسی کا ظاہر ہونا ضروری تھا ۔جسے دیکھنے والے دیکھتے ۔حضور آقا و مولا ﷺ کے بارے میں آیا ہے کہ سرکار جب بہت خوش ہوتے اور ہنستے تو دندان مبارک سے نور کی شعاعیں پھوٹتیں ۔اپنے آقا کے سچے غلام جب اس مبارک ہنسی کو احادیث میں پڑھتے پڑھاتے تو فیضان نبوت سے ان کے چہرے پر بھی کمال مسرت وشادمانی کی ہنسی دیکھی جاتی ،حضور حافظ ملت جب کسی بات پر خوش ہو کر ہنستے تو آواز نہ نکلتی مگر آنکھوں میں خوشی کا پانی تیر جاتا جسے وہ اپنے رومال میں جذب کر لیتے ۔

## تقویٰ کا بھرم:

سچ فرمایا رفیق محترم مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے

''وہ کردار کی پختگی ،اتباع سنت اور اخلاص وتقویٰ کی جیتی جاگتی تصویر تھے ،انہیں دیکھ کر اسلاف کی پاکیزہ زندگی اور بلند کردار وعمل کا نقش آنکھوں میں ابھر جاتا تھا ،ان کی حیات سے تاریخ صالحین کے حیرت انگیز واقعات وحالات کی تصدیق ہوتی تھی ،اور اسلام کے مرد مومن اور مثالی انسان کو دیکھنے کی اگر کوئی آرزو کرے تو انہیں پیش کیا جا سکتا تھا ۔افسوس اب ایسے کسی پیکر علم وعمل اور مجسمہ عزیمت واستقامت کے دیدار کے لئے آنکھیں ترستی ہیں ۔دل تڑپتے ہیں آرزوئیں مچلتی ہیں ۔تمنائیں بیقرار ہیں مگر صبح آرزو کا اجالا کہاں؟

مجھے شاہ غلام آسی صاحب مدظلہ کی ایک بات یاد آتی ہے اور بار بار یاد آتی ہے انہوں نے آج سے بہت پہلے اس وقت کہا تھا جب حافظ ملت ،مجاہد ملت اور مفتی اعظم علیہم الرحمہ باحیات تھے کہ ''ان تینوں بزرگوں سے تقویٰ کا بھرم باقی ہے اگر کوئی تقویٰ اور اصحاب تقوی کو دیکھنا چاہے تو ان حضرات کو پیش کیا جا سکتا ہے''

اب اگر میں یہ کہوں تو شاید بیجا نہ ہوگا کہ افسوس ان حضرات کی روحوں کے ساتھ ہمارا یہ افتخار واعزاز بھی جاتا رہا ۔اب کون ہے جس کے قد موزوں پر نیابت رسول کی قبا راست کہی جائے ۔جمال تقوی کا طالب اپنے دیدار کی تشنگی کہاں دور کرے ۔علم وعمل کامل کس گلی میں تلاش کیا جائے ،عزیمت واستقامت اور ورع وتقویٰ کا نازک پیرہن بڑی

حسرت وامید کے عالم میں کسی قد زیبا کا منتظر ہے۔ اتاح الله رجالا یحققون آماله (انوار حافظ ملت ص ۱۱۴)

حافظ ملت کی قیام گاہ پرانے مدرسہ کی عمارت قدیم کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔اوپر چھت تھی جس پر جلانے کے لئے اکثر ارہر کی لکڑیاں رکھی جاتی تھیں۔ایک روز حافظ ملت کچھ لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے،کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص شیروانی وغیرہ پہنے ہوئے ہاتھ میں عصا لئے اترا چلا آرہا ہے۔لگتا تھا کوئی علامہ ہے،حضرت نے آہٹ سنی تو فرمایا''کون ہے؟''

چہرہ پر نگاہ پڑی تو ترش لہجے میں فرمایا:

''اچھا تم ہو۔یہ کہنا تھا کہ وہ غائب ہو گیا غالبًا وہ ابلیس تھا۔

ایک روز دوپہر کی پہلی گھنٹی پڑھانے کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مولانا اسلم عزیزی گورکھپوری کو بلایا اور اپنی جیب سے دو روپئے نکال کر دیے مولانا بیان کرتے ہیں کہ انمیں سے ایک روپیہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا اور ایک روپیہ اپنی والدہ ماجدہ کے گولک میں ڈال دیا۔آپ کی والدہ ماجدہ کہتی ہیں کہ وہ روپیہ جب تک گولک میں رہا میں اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق نکال لیا کرتی تھی کبھی پیسہ کم نہیں ہوا۔جب سے وہ روپیہ بے خیالی میں خرچ کر دیا گیا۔اس کے بعد ویسی برکت نہ رہی۔




عزیزالمساجد
اللهم افتح لي ابواب رحمتك

سترھواں باب

# حافظ ملت اور خدمت خلق

خدمتِ خلق رضائے خالق
مختصراً ہے سیرت ان کی
اہلِ مبارکپور سے پوچھو
رافت ان کی شفقت ان کی

(بدر)

# حافظ ملت اور خدمت خلق

مسلمان بھائیوں اور پریشان انسانوں کی خیر خواہی ہر دور میں ہر جگہ اللہ کے پیارے بندوں کا شیوہ رہی ہے۔ اولیاء اللہ اور فنا فی الذات فقرا کے در سے ہر زمانے میں اہل حاجت فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ دعا تعویذ خدا کے بر گزیدہ بندوں کے نزدیک انسانی ہمدردی کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا بھی ایک ذریعہ رہا ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ اصلاتو علم وشعور کی قندیل تھے، جن کے گرداگرد ہمیشہ طالبین وشائقین علم کی بھیڑ لگی رہتی اسی کے ساتھ ساتھ حضرت مستجاب الدعوات بھی تھے۔ جن کی دعاؤں کے اثرات نے ہزاروں قلوب منور اور ہزاروں گھر آباد وشاداب کردیے۔ مبارک پور کے ابتدائی ایام میں تو زیادہ نہیں مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ لوگ دور دور سے طلب دعا اور طلب تعویذ کے لیے مبارک پور آتے خود اہل مبارکپور کا یہ حال تھا کہ ان کے نزدیک تقریبا تمام جسمانی امراض کے لیے حضرت کا لکھا ہوا پینے والا تعویذ مجرب تھا۔ کچھ مخصوص تعویذات کے علاوہ حافظ ملت ہر ہفتہ سیکڑوں پہننے اور پینے کے تعویذ تحریر فرماتے۔

پینے کا تعویذ آستانۂ بیت الانوار گیا بہار کا قدیم سرمایہ ہے۔ جسے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ذریعہ دنیا بھر میں فروغ ہوا۔ یہ تعویذ زعفران اور عرق گلاب یا پانی سے لکھا جاتا۔ مبارک پور کے علاوہ حافظ ملت کے تلامذہ اور اہل ارادت ہر ماہ ملک و بیرون ملک سے یہ تعویذ منگوا کر اہل حاجت میں تقسیم کرتے۔ آخری دور میں حافظ ملت درس و تدریس اور معمولات ومشاغل سے جو وقت بھی خالی پاتے اس میں پینے کا تعویذ تحریر فرماتے۔ اپنے تاریخی سفر حج میں جاتے ہوئے آپ نے اوافر مقدار میں لکھ کر تقسیم کرنے والوں کو دیا تھا۔ اس سلسلہ میں حاجی محمد حسین صاحب مبارک پوری کی بیان کردہ باتوں میں سے چند یہ ہیں۔ ''اور بہت سے نقوش کے علاوہ حضرت پینے کے لے ایک مخصوص تعویذ تحریر فرماتے تھے عموماسحر جادو فساد قلب وغیرہ میں بے حد مجرب ہے۔

یہ تعویذ زعفران سے لکھا جاتا تھا جو ہر ماہ کا ایک خرچ تھا۔ مگر حضرت نے کبھی کسی تعویذ پر کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔

اخیر سالوں میں یہ حال تھا کہ ایک ایک ہفتہ میں کئی کئی سو تعویذ لکھنے پڑتے۔ حضرت اکثر جمعہ کی نماز کے بعد اپنی بیٹھک میں تشریف لاتے اور لوگوں کو تعویذ تقسیم کیا کرتے تھے۔ آخری دنوں میں جب مصروفیت بہت زیادہ بڑھ گئی اس وقت بھی یہ معمول جاری تھا۔ البتہ جب علالت زیادہ ہوئی اور معذور ہوئے تو جناب مولانا نصیر الدین صاحب مصباحی مدرس الجامعۃ الاشرفیہ کو یہ کام سونپ دیا۔

مبارک پور کے اہل سنت تو حافظ ملت کو اپنا معالج روحانی سمجھتے ہی تھے۔۔ ہندوؤں اور غیر سنیوں میں سے بھی ایسے لوگوں کی تعداد کم نہیں جو حافظ ملت کے تعویذات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ قرآن وحدیث کے عالم بھی تھے اور عامل بھی۔ آپ مسنون ومشروع ادعیہ اوراذکار کے خود

بھی پابند تھے اور اپنے تلامذہ و مریدین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔حافظ ملت اپنے تلامذہ اور متوسلین کی بخوبی نگہداشت فرماتے اور مشکل وقت میں دستگیری کرتے۔جناب بیکل صاحب عزیزی بلرام پوری حضرت کے نہایت چہیتے اور لاڈلے مرید ہیں۔

مرشد برحق کی خصوصی عنایات نے انہیں عزت وشہرت کے بام عروج تک پہنچایا۔جہاں پہنچ کر بہتیرے ناپختہ افراد دین،اور دینداروں کے ساتھ سرکش ہوجاتے ہیں۔بیکل اتساہی پر ابوالفیض مرشد کی خصوصی نسبت کا یہ فیض ہے کہ وہ کمال اور ترقی میں جوں جوں بلند ہوتے جاتے ہیں۔اپنے پیر ومرشد اور علماحق کے حضور اور نیاز مند ہوتے جاتے ہیں۔

۱۹۶۸ء میں دشمنوں نے بیکل صاحب کو کوئی زہریلی چیز کھلادی۔انہوں نے حافظ ملت کو خبر دی۔حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنے اس لاڈلے روحانی فرزند کے حق میں کیا کچھ خصوصی دعائیں کی ہوں گی وہ تو خدا ہی جانے۔مگر ایک معالج روحانی کی حیثیت سے انہوں نے فی الفور بیکل صاحب کو جونسخہ علاج روانہ فرمایا اس کے ساتھ وہ مخصوص پینے والا تعویذ بھی تھا۔حضرت کا مکتوب گرامی ملاحظہ کریں جس میں اس خبر سے حضرت کے قلق،بے چینی کا بھی اندازہ ہوگا اور قلبی دعاؤں۔نیز کئی مفید علاج روحانی وحفاظت جسمانی کے عملیات میسر آئیں گے۔

''مکرم ومحترم حضرت بیکل صاحب۔سلمکم اللہ تعالی وحفظکم عن شرور الحاسدین و المعاندین دعوات و افرہ متکاثرہ،متزائدہ،وسلام مسنون۔

نامہ صادر ہوا............ آپ کی تکلیف دہ اور پریشان کن علالت سے صدمہ ہوا۔خداوند کریم نے شفادی اس کا شکر واحسان ہے فلہ الحمد والمنۃ۔پینے والا تعویذ روانہ ہے۔

پینے کا تعویذ،طریقۂ خاص ا۔

باوضو،درود شریف پڑھتے ہوئے۔نشان سے کاٹ کر موڑ کر رکھیں۔اور بہ ترکیب خاص روزانہ ایک تعویذ،حل کردہ،قدرے آب زمزم کے ساتھ پیتے رہیں۔انشاء المولی القدیر سارا اثر زائل ہوجائے گا۔اور زہر گل جائے گا۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین اب آپ کو احتیاط ضروری ہے۔فی زمانہ دوستی کے پردے میں دشمنی ہوتی ہے۔ہر کھانے پینے کی چیز بڑی احتیاط اور تحقیق سے استعمال کی جائے ہر چیز کھانے پینے سے پہلے۔حتی کہ پان سے بھی پہلے

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ضرور پڑھ لیا کریں۔ناغہ نہ کریں اور روزانہ صبح وشام یہ حصار ضرور کرلیا کریں۔

حصار برائے حفاظت:۔

۷/بار آیۃ الکرسی اس طرح پڑھیں کہ پہلی بار اپنے جسم پر دم کریں۔اور ۶/بار شش جہت میں دم کردیں اور سوتے وقت تین بار آیۃ الکرسی اور تین بار چاروں قل پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کرلیا کریں اور دونوں ہاتھوں پر دم کرکے سارے جسم پر ہاتھ پھیر لیا کریں(محررہ۔۲۹ نومبر ۱۹۶۸ء حضرت بیکل صاحب ہی کو ایک بار ان کی علالت کے

موقع پر پینے والا تعویذ ارسال کرتے ہوئے فیہ شفاء للناس کی تلقین فرماتے ہیں۔

## پینے کا تعویذ طریقہ ۲:

"پینے والا تعویذ روانہ ہے بترکیب خاص استعمال کریں، انشاء المولی القدیر جلد صحت ہوگی، باوضو پانی میں حل کر کے، قدرے آب زمزم شامل کر کے روزانہ ایک تعویذ استعمال کریں، شہد یا مناسب شربت بھی شامل کر سکتے ہیں "(محررہ ۱۸رجب ۱۳۹۰ھ) ایک اور مکتوب میں حضرت بیکل کو پینے والے تعویذ کے ہمراہ چند مقوی قلب و دماغ ادویہ بھی تحریر فرمائی ہیں۔

## پینے کا تعویذ طریقہ خاص ۳:

پینے والے تین تعویذ مسلسل تین روز باوضو پانی میں حل کر کے قدرے آب زمزم شامل کر کے مع کاغذ کے نہار منہ پئیں۔اس میں شربت انار وغیرہ شامل کر سکتے ہیں۔انشاء اللہ تعالی تین ہی روز میں صحت ہو جائے گی۔صحت کا خیال زیادہ رکھیں۔احتیاط بھی رکھیں۔پانچ بادام اور پانچ منقی اور تین سیاہ مرچ سوتے وقت خوب چبا کر کھا لیا کریں۔اس پر مداومت کی جائے۔یا دواء المسک وغیرہ طبیعت کے مناسب کسی طبیب کی رائے سے استعمال کریں (محررہ ۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء)

دعا تعویذ سے تعلق رکھنے والے عاملین بعض عملیات، اور دعوات کے ذریعہ موکلین کو مسخر کرتے ہیں۔پھر ان کے ذریعہ مطلوبہ مقاصد حاصل کرتے ہیں۔مگر خاصان خدا، مقربان بارگاہ الٰہی جو دولت ولایت سے سرفراز کئے جاتے ہیں انہیں ان دعوات وعملیات کے بغیر ہی قوت تسخیر اور متعدد فتوحات سے نواز جاتا ہے۔حافظ ملت انہی بندگان خاص میں سے ایک تھے۔مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری فرماتے ہیں۔

"درسگاہ میں ایک مرتبہ تقویٰ و پرہیز گاری سے متعلق کلام جاری رکھتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد گرامی مرحوم کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک درویش والد گرامی کے پاس تشریف لائے درمیان گفتگو انہوں نے محسوس کیا کہ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں تو کہا میں آپ کو ایک دعا بتا دیتا ہوں اسے آپ روزانہ پڑھا کریں تو مصلی کے نیچے یومیہ خرچ کے لئے پیسے مل جایا کریں گے۔والد صاحب نے پوچھا وہ پیسے کہاں سے آئیں گے تو فرمایا اس سے آپ کو کیا غرض کہ پیسے کہاں سے آئیں گے والد صاحب نے اسے منظور نہیں کیا اور کہا مجھے ایسے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے کہ کہاں سے آئے ہیں۔

## رضائے حق بھی ملی اور موکل بھی:

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا الحمد للہ میں نے کبھی کسی مؤکل کے لے کوئی عمل نہیں کیا جو کیا اللہ اور رسول کی رضا کے لیے کیا بحمدہ تعالیٰ اللہ اور رسول کی رضا کے ساتھ مؤکل بھی ملے۔ایک موقع پر فرمایا نقوش وتعویذات میں ادائیگی زکوٰۃ سے جو تاثیر پیدا ہوتی ہے۔وہی تاثیر نقوش وتعویذات کے سلسلہ میں جھوٹ نہ بولنے

اور پابندی نماز سے آجاتی ہے۔

## ترکیب دفع سحر:

مولانا موصوف ہی کی روایت ہے بڑھل گنج ضلع گورکھپور سے قریب موضع تیپر کے رہنے والے عظیم اللہ نامی ایک طالب علم نے راقم سے بیان کیا کہ میرے گھر نہ معلوم کیا بات ہوگئی ہے کہ کھانا پکتا ہے تو اس میں اوپر سے غلاظت گرتی رہتی ہے۔ والدہ سونہیں پاتی ہیں شیاطین ان کو پوری رات پریشان کرتے رہتے ہیں گھر چھوڑ کر فلاں جگہ چلی گئیں ہیں وہاں بھی وہی حالات ہیں۔ اس واقعہ کولیکر ہم دونوں حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، راقم نے ان کے گھر کا واقعہ بیان کیا تو نام اور جگہ پوچھے بغیر، بلا توقف فرمایا سحر کیا گیا ہے (جبکہ عاملین نام اور جگہ پوچھ کر عمل پڑھنے کے بعد خبر دیتے ہیں) پھر فرمایا اللہ کے رسول کا ارشاد ہے ''جادوگروں میں سورۂ بقرہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے''''کوئی صحیح خواں مکان کے اندر بلند آواز سے سورہ بقرہ کی تلاوت کرکے ایک بالٹی پانی پر دم کر کے اس پانی کو پورے مکان میں چھڑک دے'' غالبا یہ بھی فرمایا تھا کہ پانی سامنے رکھ کر پڑھنا شروع کرے۔

راقم نے عرض کیا حضور وہاں ناظرہ خواں ہی ملیں گے جو عموماً صحیح خواں نہیں ہوتے اگر ان (حافظ عظیم اللہ) چھٹی دیدی جائے تو یہ خود پڑھ لیں گے۔ ارشاد فرمایا چوں کہ ضرورت ہے اس لیے اجازت ہے۔

حافظ عظیم اللہ نے واپسی کے بعد بیان کیا کہ جب اس عمل کو چالیس دن پورے ہوئے پانی پر دم کر کے جب پانی چھڑکنا شروع کیا تو یک بیک پورے مکان میں آگ سی لگ گئی، میں نے پانی چھڑکنا بند نہیں کیا جب مکان کے ہر حصہ میں پانی کے چھڑکاؤ سے فراغت ملی تو آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد کبھی یہ شکایت پیدا نہیں ہوئی۔

(معارف حافظ ملت ص ۹۳/۹۴)

## تعویذ کی برکت سے:

جناب ماسٹر قیصر جاوید صاحب الجامعۃ الاشرفیہ میں شعبۂ انگریزی کے مدرس ہیں انہوں نے راقم الحروف کو ۱۸/دسمبر ۹۰ء کا یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ

''میری پیدائش سے قبل میرے والدین کو اولاد کے بارے میں بہت فکر رہا کرتی تھے۔ مجھ سے پہلے، میرے دو بھائی اپنی پیدائش کے کچھ روز بعد ہی انتقال کر چکے تھے۔ اس لیے خاص طور سے والدہ صاحبہ مایوسی کا شکار تھیں۔ اسی زمانے میں کسی نے والد صاحب (جناب محمد صدیق صاحب ساکن املو) سے کہا کہ آپ سیدھے حافظ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے اپنی اس پریشانی کے لیے دعا کی درخواست کریں۔

چنانچہ حضور حافظ ملت نے نگاہ کرم فرمائی۔ والد صاحب کو ایک تعویذ عنایت کیا۔ اور فرمایا کہ اسے اپنی اہلیہ کے گلے میں پہنا دیں۔ اور جب ولادت ہو جائے تو فوراً ان کے گلے سے نکال کر بچہ کو پہنائیں۔ اس تعویذ کی برکت سے میری پیدائش ہوئی۔ اور میں اب تک بصحت وسلامتی زندہ ہوں۔ اور الحمد للہ کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمت کر رہا ہوں''

## بیٹا ہونے کا عمل:

حافظ ملت کی ولایت و کرامت کے باب میں جناب شیخ مزمل اللہ صاحب آسام کا واقعہ مرقوم ہے کہ انہوں نے حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اپنی اہلیہ کے لیے استقرار و حفاظت حمل کا نقش منگوایا۔ان کی اہلیہ جب امید سے ہوئیں۔ اور حمل پانچ ماہ سے زائد کا ہوگیا تو انہیں خواہش ہوئی کہ اس حمل سے بیٹا ہو تو یہ درخواست حافظ ملت کے حضور پیش کی۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں، شکم حاملہ پر ان ولدت ذکرا فسمیتہ محمدا۔ شہادت کی انگلی سے لکھنے کا عمل بتایا اور تحریر فرمایا کہ اگر چہ اس عمل کا وقت گزر چکا ہے تا ہم آپ عمل کریں اور میں دعا کرتا ہوں۔چنانچہ اسی عمل سے شیخ صاحب کے گھر بیٹے کی ولادت ہوئی۔

## استخارہ کی تعلیم:

حافظ ملت اپنے اہم کاموں میں خود بھی استخارہ فرمایا کرتے تھے۔اور اس کا حکم اپنے ماننے والوں اور مریدوں کو بھی دیتے تھے۔جناب بیکل صاحب اپنے لیے بلرام پور میں نئے مکان کی تعمیر کرانا چاہتے تھے۔دو جگہیں نظر میں تھیں۔ حضرت سے رائے لی تو حضرت نے وجہ ترجیح بیان فرمائی۔اور استخارہ کی تعلیم دی لکھتے ہیں:

مکان کی تعمیر دونوں جگہ ہو سکتی ہے۔ترجیح پڑوس اور ماحول کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔مکان کے لیے سب سے زیادہ ضروری مناسب پڑوس ہے۔اگر اس میں بھی دونوں مساوی ہوں تو استخارہ کیا جائے بہار شریعت میں صلوٰۃ الاستخارہ ہے۔" (مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۴؍صفر ۸۴ھ)

## بخار کا علاج:

"فرزند سعید کی علالت سے افسوس ہے شافی مطلق شفا کامل و عاجل عطا فرمائے۔آمین عزیز مکرم حافظ محمد حنیف صاحب سے کہہ دیجیے وہ باوضو تین بار سورۂ تغابن پڑھ کر دم کر دیں انشاء اللہ بخار اتر جائے گا میں دعا کرتا ہوں جلد شفا ہو۔آمین۔(مکتوبات عزیزی بنام بیکل ۱۴؍ستمبر ۶۴ء)

## دفع امراض چشم کے لیے عمل:

"بچوں کی علالت (بخار اور آنکھ کی تکلیف) معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا۔خداوند کریم ان کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے جلد صحت دے۔ان کے لیے پینے والا تعویذ بہ ترکیب خاص استعمال کرائیں، باوضو تعویذ کو پانی میں گھول کر قدرے آب زمزم شامل کر کے صبح شام پلائیں، اسی سے آنکھ دھوئیں انشاء اللہ تعالیٰ بخار جاتا رہے گا آنکھ کو بھی صحت ہوگی۔

باوضو ۱۱؍بار" فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد" پڑھ کر صبح شام آنکھوں پر دم کریں۔مولائے کریم جلد شفا دے آمین۔(مکتوبات عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۳؍ستمبر ۶۸ء)

## دفع سحر و بلا کا عمل

جناب شیخ مزمل اللہ صاحب (آسام) کے اہل و عیال اور مکان پر آسیب و سحر کا اثر تھا جس کو ختم کرنے کے لیے حافظ ملت انہیں عمل تحریر فرماتے ہیں۔

''سورۂ بقرہ جو الم سے شروع ہو کر ڈھائی پارہ پر ختم ہوتی ہے۔ تین روز تک مکان کے دروازہ پر پڑھی جائے۔ سوا پاؤ لوبان پر دم کیا جائے روزانہ پڑھ کر اس لوبان پر دم کر دیا کریں۔ تین روز کے بعد اس لوبان کو ۱۱ر روز سلگایا جائے۔ عشا بعد۔ اور سب گھر والے اور سب مکان کو دھونی دی جائے۔ دھواں ختم ہونے پر راکھ کو کسی برتن میں جمع کرلیں۔ ۱۱ر روز تک جمع کی ہوئی راکھ کو بارھویں دن کاغذ میں لپیٹ کر دریا میں بہا دیا جائے۔ ۲۳ر فروری ۷۶ء کے ایک مکتوب میں ترکیب کے بعد ''نیاز غوث پاک کرنے کو لکھا ہے''

''کامیابی کا نقش روانہ ہے موم جامہ کر کے ٹوپی کے اندر ایسی جگہ سی لیں کہ تعویذ سر کے اگلے حصہ میں رہے''

(مکتوب عزیزی بنام شیخ مزمل اللہ، آسام)

## درد سینہ کا علاج

''آپ صاحب فراش ہیں درد سینہ میں مبتلا ہیں دعا ہے کہ شافی مطلق شفاے عاجل و کامل عطا فرمائے۔ پوری شفا دے۔ دوامی شفا دے۔ آمین

بعد نماز معوذتین بعد تسمیہ تین تین بار پڑھ کر سینے پر دم کرلیا کریں۔ پینے والا تعویذ روانہ ہے۔ آب زمزم میں حل کر کے۔ تازہ یا گرم پانی کا اضافہ کر کے روزانہ ایک تعویذ استعمال کریں اس میں خالص شہد یا مناسب شربت شامل کرسکتے ہیں۔ (مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۲۳ر رجب ۹۲ھ)

## شر دشمناں سے محفوظی کا عمل

''دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے، اور کامیابی کے لیے یہ عمل بہت مجرب اور زود اثر ہے ہر نماز کے بعد ۱۱بار پڑھا کریں۔''اللھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذ بك من شرورھم''

''ہر ماہ میں ۱۱ر تاریخ کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے لئے ایصال ثواب ضرور کرتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ تجارت میں برکت ہوگی رزق حلال میں وسعت ہوگی'' (مکتوب عزیزی بنام شیخ مزمل اللہ ۲۰ ربیع الاول ۹۳ھ)

## شجرہ خوانی ہر پریشانی کا علاج ہے

''روزگاری پریشانی ہو یا دوسری قسم کی ہر مشکل پر شجرہ میں دیے ہوئے کسی بھی عمل کو پڑھا جائے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ میں دعا کرتا ہوں آپ کا مال محفوظ رہے۔ روپیہ وصول ہو۔ کام مستحکم ہو۔''

(مکتوب عزیزی بنام شیخ مزمل اللہ ۱۴ر رجب ۹۲ھ)

## پینے والا تعویذ، طریقہ خاص ۴:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا پینے والا تعویذ سحر و آسیب سے متاثر لوگوں کے علاوہ زہر اور تمام لا علاج امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے استعمال کے مختلف طریقے ہیں ایک خاص طریقہ اس خط میں ملاحظہ ہو۔

''بریلی شریف کی تشخیص اور حکیم صاحب کی تجویز ہوسکتا ہے دونوں صحیح ہوں ۔اثرات و امراض سبھی تحت قدرت زیر مشیت ہیں ۔تمام اثرات و امراض کا ازالہ سرکار کے کرم کے ایک اشارہ ابرؤ اور جنبش لب سے ہوسکتا ہے ۔بارگاہ الٰہی اور سرکار مصطفوی میں درخواست ہے کہ اپنا خاص کرم فرمائیں''

''پینے والا تعویذ ۴۰ رعدد روانہ ہے صبح کو باوضو تازہ پانی میں حل کر کے قدرے آب زمزم شامل کر کے مع کاغذ کے پی لیا کریں ۔شہد یا مناسب شربت بھی شامل کر سکتے ہیں ۔اگر روزانہ تین گھونٹ کے انداز سے ۱۱روز تک آب زمزم مل سکے تو ۱۱روز خالص آب زمزم ہی میں استعمال کریں ۔بعدہ پانی لیکن قدرے آب زمزم ضرور شامل کیا جائے خواہ دو ہی قطرہ ہو'' ( مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۰ر رمضان ۸۷ھ )

## سواری پر بیٹھنے کی دعا:

جناب بیکل صاحب ایک بار ایک کار میں سفر کررہے تھے ۔کنارے پر بیٹھے تھے چلتی کار کا دروازہ کھل گیا مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان کہ بیکل صاحب کو کوئی زیادہ جسمانی گزند نہیں پہنچا۔حافظ ملت کو اطلاع ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کی صحت سے بے اندازہ مسرت ہے آپ کو اور آپ کے تمام احباب کل متعلقین کو مبارکباد۔مولاے کریم کا ہزار بلکہ بے شمار شکر و احسان کہ اس نے آپ کی حفاظت فرمائی اور صحت بخشی ۔خداوند قدوس ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے ۔دین متین کی ممتاز و نمایاں بیش از بیش خدمات انجام دلائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔آج مبارک بادی کا تار بھی حاضر کیا ہے ملا ہوگا۔اشرفیہ کے پورے اسٹاف و اراکین و مسلمانان مبارک پور کی طرف سے مبارکباد۔

سواری کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے یہ دعا نہایت مجرب ہے ۔گویا خطرات سے تحفظ کی ضمانت ہے ۔اور بلاشبہہ کلام حق کا ضرور ضرور یہی اثر ہے شرط یہ ہے کہ ہر سواری پر سوار ہوتے وقت اس کو ضرور پڑھے ۔صرف ایک ہی بار پڑھنا کافی ہے سواری خواہ رکشہ ہو یکہ ہو کار ہو موٹر ہو ریل ہو ہوائی جہاز ہو بحری جہاز ہو پالکی ہو ۔جس قسم کی سواری ہو جب سوار ہو ایک بار ضرور پڑھے ۔دعا یہ ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم امنت باللہ توکلت علی اللہ سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون. ( مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۲۹ر ربیع الاول ۱۳۸۵ھ )

حضور حافظ ملت ہر سواری پر سوار ہوتے وقت دعا مذکورہ ضرور پڑھا کرتے تھے حتی کہ رکشے تانگے یا سائیکل کے پیچھے بھی بیٹھتے تو اسے پڑھتے حضرت کی کفش برداری کے بابرکت ایام میں راقم الحروف کو یہ دعا حضرت سے سن سن کر یاد

ہوگئی۔رفیق محترم مولانا نصیر الدین پلاموی (استاذ الجامعۃ الاشرفیہ) بھی دور طالب علمی سے اس دعا کے عامل ہیں ایک بار ٹرین کا سفر کرتے ہوئے زبردست ایکسیڈینٹ ہوا۔ٹرین کے ڈبے پٹری سے اتر گئے مولانا موصوف کے ڈبے میں ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی ہلاک اور زخمی ہوئے۔مگر الحمد للہ انہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔صرف ان کا ایک پاؤں کا جوتا کہیں اس طرح دبا کہ ایک جوتا رہ گیا۔پاؤں کو کچھ نہیں ہوا۔حضور حافظ ملت نے اس واقعہ کو سن کر فرمایا تھا یہ دعا کی برکت ہے۔

محبّ گرامی مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری لکھتے ہیں:

جمشید پور میں بہت سے لوگ حضرت کو اسٹیشن چھوڑنے کے لیے گئے۔راقم الحروف بھی خادم کی حیثیت سے ساتھ تھا، اسٹیشن پر پہنچ کر رک گئے جب سب لوگ ارد گرد جمع ہو گئے تو فرمایا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے میں اس وقت مسافر ہوں اس لیے آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔اور بارگاہ خدوندی میں۔ہاتھ اٹھا کر تمام حاضرین کے لیے فلاح دین و دنیا کی دعا فرمائی۔اس کے بعد ٹرین تک پہنچنے کے لیے آگے بڑھے۔(معارف حافظ ملت ص ۵۹)

آپ ارشاد فرماتے کہ ’’اگر کوئی دعاے مذکور پڑھ کر کسی سواری پر بیٹھے۔اور خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے تو انشاء المولی الکریم اس دعا کا پڑھنے والا اس حادثہ سے محفوظ رہے گا یہ دعا دور حاضر کی تیز رفتار سواریوں کے حادثات سے محفوظ رہنے کے لیے پڑھنا ضروری ہے‘‘(مفہوم۔معارف حافظ ملت ص ۵۹)





(اٹھارہواں باب)

# حافظ ملت کے افکار ونظریات

تیری شمعِ فکر سے روشن ہوں سینوں کے چراغ
ہو ترے دم سے اجالا انجمن در انجمن
نسلِ خفتہ جاگ اٹھے وہ پھونک صورِ زندگی
نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اٹھیں کوہ و دمن
(بدر)

# حافظ ملت کے افکار ونظریات

## مسلک:

مسلک کے معنی ہیں۔ مذہب یا مشرب۔ لغات میں بھی مسلک کے یہی معنی ملتے ہیں۔
''مکتب فکر''''طور طریق''''مسئلہ''''نظریہ''''راستہ''''تعلیم'' وغیرہ بھی مسلک کے معانی میں آتے ہیں
ایک شخص جو امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد ہے اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ''حنفی المذہب'' ہے یا مسلکا حنفی ہے
اسی طرح شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ کے لیے کہا جاتا ہے۔
یہاں مسلک اور مذہب ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

## حضرت حافظ ملت اور لفظ مسلک کا استعمال:

حضور حافظ ملت نے لفظ ''مسلک'' عقیدہ و مذہب کے لیے استعمال کیا ہے۔
علم غیب مصطفیٰ (ﷺ) پر بحث کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''اشرف انبیا، محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ ﷺ کو خداوند قدوس جل وعلیٰ شانہ نے تمام اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے۔ روز اول سے روز اخیر تک کے تمام غیب اور شہادت کا علم دیا، کائنات کے ذرہ ذرہ پر آپ کو مطلع کیا۔
زمین کی تاریکیوں اور سمندر کی گہرائیوں میں جو چیزیں موجود ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی عطا سے ان پر مطلع ہیں، ان سب کو جانتے ہیں۔ حنفیہ اور تمام محققین اہل سنت خواہ شافعی ہوں یا مالکی یا حنبلی سب کا یہی ''مسلک'' ہے اور ان شاء اللہ العزیز دلائل قاہرہ کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو جائے گا کہ

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے

(إنباء الغیب ص ۱۷،۱۸)

یہاں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لفظ ''مسلک'' بمعنی عقیدہ استعمال کیا ہے۔
ایک اور مقام پر حافظ ملت نے ''مسلک'' اور ''عقیدہ'' کو ایک دوسرے کے مترادف استعمال کیا ہے تحریر فرماتے ہیں:
''اہلسنت کا یہی مسلک ہے یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نہ ذاتی ہے نہ غیر متناہی بلکہ اللہ عزوجل کا دیا ہوا علم غیب عطائی و متناہی ہے'' (انباء الغیب ص ۲۶)
حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لفظ ''مسلک''''عقیدہ'' و ''مذہب'' وغیرہ کو ایک دوسرے کے مترادف برتا ہے۔

## اہل سنت و جماعت ہی مذہب حق ہے:

ا۔حضرت حافظ ملت نے فِرَقِ اسلامیہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ۷۲/فرقے گمراہ وناری ہیں اور ۷۳/واں فرقہ اہل سنت و جماعت ہی فرقۂ ناجیہ ہے اور یہی مذہب حق ہے۔ لکھتے ہیں:

''ان فرق باطلہ کے بطلان کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا حدوث صدر اول کے بعد ہے، ان کے عقائد صحابۂ کرام کی جماعت کے خلاف ہیں۔ باوجود اس کے ان سب نے آیات قرآنیہ واحادیث صریحہ شہیرہ کا خلاف کیا ہے۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ کبارِ فِرَقِ اسلامیہ آٹھ ہیں۔

(۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجئہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہہ (۸) ناجیہ۔

معتزلہ کے بیس فرقے ہیں۔ شیعہ کے بائیس، خوارج کے بیس، مرجئہ کے پانچ، نجاریہ کے تین، جبریہ ومُشَبّہہ کا ایک ایک فرقہ ہے۔ یہ بہتر فرقے ہیں اور تہتر واں فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت و جماعت ہے وکذا فی المواقف۔

(فرقہ ناجیہ ص۱۹، ۲۰)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''وہ مذہب جس پر چل کر لوگ خدارسیدہ ہوئے اور ان کے خدا رسیدہ ہونے کی اطلاع آچکی وہ صرف مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ دنیا جانتی ہے، تاریخ عالم شاہد ہے کہ اسی مذہب کے پیرو اہل اللہ ہوئے، غوث، قطب ہوئے، ابدال واوتاد ہوئے، ابرار واخیار ہوئے لہذا طالب حق کو ''مذہب اہل سنت و جماعت'' ہی اختیار کرنا چاہیے۔ (معارف حدیث مطبوعہ بزم عزیزیہ امجدیہ بلرامپور ص۱۴)

آج کل کے وہابی، دیوبندی، اہل حدیث اور وہابیہ کی دیگر ذریات خود کو سنی کہتی ہیں مگر وہ محض ان کا فریب ہے وہ سب باطل جماعتیں ہیں۔

حافظ ملت اس کی بھی وضاحت فرماتے ہیں:

''آج کل ہندوستان میں جو گمراہ فرقے مثلاً دیوبندی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی وغیرہ ہیں یہ انہیں گمراہ فرقوں کی شاخیں ہیں۔ (فرقۂ ناجیہ ص۲۲)

فرقہ شیعہ کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

''فرقۂ شیعہ نے قرآن مجید ناتمام وغیر محفوظ مانا جس سے آیت کریمہ "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡن" کا انکار ہوتا ہے۔ خلافت اصحاب ثلثہ حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے منکر ہوئے جس پر امت کا اجماع ہے۔ اسی طرح ان کے بہت سے گندے عقیدے ہیں لہذا یہ فرقہ بھی مع اپنے تمام شعبوں کے اہل سنت و جماعت سے خارج ہوا۔ (فرقۂ ناجیہ ص۲۱)

حضور حافظ ملت نے یہ واضح کر دیا کہ اہل سنت ہی سواد اعظم ہے اور یہی مذہب حق اور ناجی فرقہ ہے بقیہ سارے فرقے باطل، خارج از اسلام اور ناری ہیں۔ نیز حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا اختلاف عقائد میں نہیں ہے۔ یہ سب

اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ائمۂ دین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم سب انہیں اصول وعقائد، پر قائم رہے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد ہیں''۔ (فرقۂ ناجیہ ص۲۲)

مزید فرماتے ہیں: ''جس پر سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام وتابعین وتبع تابعین قائم رہے اور جن پر سلف صالحین کا اجماع ہوا اسی لیے اس مذہب حق کا نام اہل سنت و جماعت ہوا۔ اگر چہ یہ نام حادث ہے لیکن مذہب واعتقاد ان کا قدیم ہے۔ (فرقۂ ناجیہ ص۲۲)

حضرت حافظ ملت نے یہ حقیقت آشکارا کردی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سلف صالحین تک سب کا مذہب اسلام ہے لیکن فرقہائے باطلہ بھی چونکہ اپنا مذہب اسلام ہی ظاہر کرتے رہے لہذا ''اصل اسلام'' کو ''سنی اسلام'' یا اہل سنت و جماعت کہا گیا۔ یہی جماعت ''ما انا علیہ واصحابی'' کا مصداق ہے۔

حافظ ملت کی تحریروں سے تو ظاہر ہوگیا کہ آپ کا مسلک (مذہب یا عقیدہ) مسلکِ اہلسنت تھا۔

## حافظ ملت حنفی المذہب تھے:

حضور حافظ ملت حنفی المذہب تھے۔ آپ کے فتاوے اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں تحریر فرماتے ہیں:

ا۔ ''لہذا ضروری ہے کہ پہلے آیات قرآنیہ سے اصول حنفیہ کی بنا پر استدلال کیا جائے تاکہ کسی حنفی کو مجال گریز اور جائے انکار باقی نہ رہے کیوں کہ مذہب کے اصول ہی اس مذہب کی بنا ومدار ہوتے ہیں لہذا اصول کا انکار مذہب کا انکار ہے۔ (انباء الغیب ص۲۱)

ب۔ ''اہل سنت کا یہی مسلک ہے یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نہ ذاتی ہے نہ غیر متناہی بلکہ اللہ عزوجل کا دیا ہوا علم غیب متناہی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ عقیدہ جو مدعا کا جزء اول ہے آیات قرآنیہ واصول حنفیہ سے ثابت اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو شخص نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے علم غیب کا مطلقا انکار کرے اور کہے کہ آپ کو اللہ کا دیا ہوا علم غیب نہیں وہ نہ حنفی ہے نہ مسلمان''۔ (ایضا ص۲۷)

مندرجہ بالا مثالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت حافظ ملت اصول حنفی سے ہی فتویٰ دیتے تھے اور مسائل کا اثبات فرماتے تھے۔

ج۔ ایمان کی تعریف بیان کرتے ہوئے مذہب احناف کی حقانیت ظاہر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''احناف اور محققین اس کے قائل ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان اجرائے احکام کی شرط ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ عمل کا ایمان پر عطف ہے اور عطف میں اصل مغایرت ہے۔ خود اسی آیت يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ پر يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُم يُنْفِقُوْنَ کا عطف ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ایمان اور عمل دو

مغایر چیزیں ہیں۔ نیز اگر اعمال جزو ایمان ہوں تو تصدیق کرنے والے مومن نہ ہوں گے کافر ہوں گے۔ پھر اس آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَن یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَن یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا۔ (اسی طرح کے چند عام فہم استدلالات بیان کرکے فرماتے ہیں) علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی المذہب ہیں مگر مذہب احناف کو یہاں اختیار فرمایا۔ یہ مذہب احناف کی حقانیت کی دلیل ہے"۔ (ملفوظات حافظ ملت ص ۳۸،۳۹)

## علمبردار سنیت:

حضرت حافظ ملت صرف سنی حنفی نہ تھے بلکہ سنی گر بھی تھے اور فقہ حنفی کے ماہر بھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اعاظم اہلسنت میں سے ایک اور مذہب اہل سنت کے ناشر وترجمان تھے برصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش سے لے کر پوری دنیا میں ایشیا کے مختلف ممالک نیز یورپ وامریکہ وافریقہ میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلامذہ در تلامذہ دین وسنیت کی جوخدمات انجام دے رہے ہیں وہ سارے زمانے پر روشن ہے۔ فرش گیتی پر پھیلے ہوئے تلامذۂ حافظ ملت یعنی مصباحی حضرات قطار در قطار جلتے ہوئے چراغوں کی مانند ہر سمت علم وعمل اور دین وسنیت کا اجالا برپا کررہے ہیں۔

سنیت کی تبلیغ واشاعت اور اہل سنت کے وقار کی خاطر حضور حافظ ملت نے "الجامعۃ الاشرفیہ" کی بنا رکھی۔ الحمدللہ آج وہی الجامعۃ الاشرفیہ جہان علم وفضل کا وقار۔ طالبان علوم دینیہ کا قرار اور چمنستان سنیت کی بہار بنا ہوا ہے۔ اور روشنی کا مینارۂ بلند بنا ہوا مسافران راہ حق کی رہنمائی کررہا ہے۔ یہی وہ تربیت گاہ دینی ہے جہاں سے سپاہیان اسلام آراستہ پیراستہ ہوکر باطل کو ہر محاذ پر شکست فاش دیتے ہوئے غلبۂ اسلام کا پھریرا لہرا رہے ہیں۔

آپ نے دیوبندیوں کے رد میں ایک رسالہ بنام المصباح الجدید تصنیف فرمایا۔ اس رسالہ کی وجہ تالیف یہ ہے کہ قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد سے تیس سوالات پر مشتمل ایک استفتا آپ کی خدمت میں آیا تھا جس کا منشأ دیوبندی مذہب کی حقیقت دریافت کرنا تھا۔

آپ نے دیوبندیوں کی معتبر کتابوں کے حوالے سے نہایت سلیس عام فہم طرز میں جواب لکھا۔ چونکہ آپ دیوبندیوں کی کذب وکید کی فطرت سے واقف تھے کہ وہ اپنے پیشواؤں مولویان دیوبند کے ان اقوال کفریہ پر پردہ ڈال سکتے ہیں اور قارئین کو بہکا سکتے ہیں لہذا ان کی دہن دوزی کے لیے سرورق پر لکھ دیا کہ "ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے پر پانچ سو روپیہ انعام۔

الحمدللہ کہ اس معرکۃ الآرا رسالہ نے دیوبندیوں کو دم بخود کردیا۔ اس رسالہ نے دیوبندیوں کی دھرتی پر زلزلہ برپا کردیا۔ دیوبندیوں نے جب دیکھا کہ دام فریب میں آئے ہوئے عامۃ المسلمین ہاتھ سے نکل رہے ہیں تو اس کے جواب میں مقامع الحدید لکھی گئی حضرت حافظ ملت نے اس کے جواب میں "العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید" تصنیف فرماکر وہابیت دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

حافظ ملت نے اس کے دو باب قائم کیے ہیں:

باب اول کا عنوان ہے:۔ در ابطال جواب اعتراضات المصباح الجدید

باب دوم کا عنوان ہے:۔ دیوبندی مذہب کا آئینہ

زیر نظر تصنیف میں حضور حافظ ملت نے عقائد دیوبندیہ کا جو بلیغ رد فرمایا ہے اور صاحب مقامع الحدید کی رہزنی کا جس طرح پردہ چاک کیا ہے وہ لائق دید ہے۔ تفصیل کے لیے المصباح الجدید اور العذاب الشدید کا مطالعہ کریں۔

حضرت حافظ ملت نے جگہ جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ اور تحریرات واقوال کی تائید وتصدیق میں مخالف کو منہ توڑ جواب دیا ہے اور اس طرح امام احمد رضا کا دفاع فرمایا ہے۔ اس کی مثالیں زیر نظر کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

## عقائد اہل سنت کا اظہار:

محبت رسول ہی ایمان ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

”عزیزوں اور دوستوں کی الفت ہو یا جان ومال کی محبت اگر ان سب پر حب رسول غالب ہے تو یہ واقعی ایمان ہے۔ قابل مبارکباد ہے اور یہی اللہ عزوجل کی سچی محبت ہے۔ محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔ ”قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُم اللّٰہ“ میں اسی کی تعلیم ہے۔

ہر چھوٹے بڑے اپنے پرائے حتی کہ اپنی جان ومال، عزت وآبرو ہر شی سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے۔ یہ دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر ع

دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں

دلیل اس دعوے کی یہی ہے کہ ادائے حقوق مصطفےٰ میں جب کوئی طاقت کوئی قوت بھی مقابل آئے تو اس کو پاش پاش کر دیا جائے، دھجیاں اڑا دی جائیں، جان ومال، عزت وآبرو کسی کا پاس نہ ہو، اپنے آرام وراحت، تکلیف ومصیبت کا خیال تک نہ ہو، حکم الٰہی وفرمان رسول کے مقابلے میں کسی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے، شان رسالت میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا خواہ اپنا باپ، استاذ اور پیر ہی کیوں نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو، قلب مومن میں قطعاً اس کی گنجائش نہیں، باپ کا ادب، استاذ کا احترام، پیر کی تعظیم وتوقیر، عالم دین کا عزو وقار صرف رضائے الٰہی وخوشنودی رسول کے لیے کیا جاتا ہے اور جب وہ گستاخ اللہ ورسول کا باغی ہو گیا تو پھر اس سے مومن کا کیا علاقہ، ایمان والے کا اس سے کیا تعلق؟

بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنت وجماعت کا اسی پر عمل ہے۔فتاویٰ حسام الحرمین شریف کی یہی تعلیم ہے۔مسلمان اسی کو اپنا معمول بنائیں۔(معارف حدیث ص ۲۵ تا ۲۷)

## ۲۔رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بشریت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔آپ کی یہ دونوں جہتیں نصوص قرآنی سے ثابت ہیں مگر حقیقت آپ کی نور ہے۔

وہ بد مذہب جو افضل البشر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) ان پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی عظمت واضح کرتے ہوئے تازیانۂ حق لگاتے ہیں۔

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی گورکھپوری لکھتے ہیں:

معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک محفل میں تقریر کرتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں رب کا حکم لے کر حاضر ہوئے۔آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محو خواب پایا۔ بیدار کرنا خلافِ ادب تھا۔ ایک طرف حکم رب العالمین اوردوسری طرف آقا کا خواب ہے۔جبرئیل امین اپنی کافوری پیشانی آقائے کریم کے پاک تلوے سے ملنے لگے کہ ٹھنڈک کے اثر کا احساس فرماکر بیدار ہوں تو رب کا حکم بارگاہ میں عرض کیا جائے۔آقا بیدار ہوئے۔جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا، رب کا حکم لے کر آیا ہوں، رب کی بارگاہ میں بلاوا ہے۔اس کے بعد بیان فرمایا: جسم کا ادنیٰ درجہ پیر کا تلوا ہے اور جسم میں سب سے بلند حصہ پیشانی ہے۔جبرئیل امین نے ملکوتی پیشانی رسول کے تلوے سے مس کرکے یہ ثابت کردیا کہ مقام ملکوتیت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے رسول کی بشریت کا مقام شروع ہوتا ہے۔رسول پاک بشر ہیں مگر ایسے بشر کہ ان کی بشریت کی ابتدا وہاں سے ہے جہاں مقام ملکوتیت کی انتہا ہے۔پھر کون ہے رسول کی بشریت کا مقابلہ کرنے والا"۔(معارف حافظ ملت ص ۴۰، ۴۱)

## ۳۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں:

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ لکھتے ہیں:

"انجمن امجدیہ بھیرہ، ولید پور، اعظم گڈھ کے اجلاس میں ایک بار حضرت الاستاذ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہ نے آیت کریمہ "اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِيْرا" پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہد کا معنی حاضر ہے۔نماز جنازہ کی وہ دعا جس میں ہے "شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا" (مغفرت فرما ہمارے حاضر کی اور ہمارے غائب کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر آتا ہے لہٰذا آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر بنا کر بھیجا۔بعدہ حافظ ملت نے تقریر کی تو حضرت نے مفتی صاحب قبلہ کی تحسین کے ساتھ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہی مان لو کہ شاہد کے معنی گواہ ہے۔تو بتاؤ گواہ کون ہوتا ہے؟ کیا وہ شخص گواہ ہوسکتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ

ہو یا موجود ہو مگر بچشم خود دیکھا نہ ہو۔ ہرگز نہیں! گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت حاضر بھی ہو اور ناظر بھی لہٰذا "انا ارسلنک شاھدا"میں شاہد کا معنی گواہ لینے پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا اپنی جگہ بعینہ ثابت ہے۔ وللہ الحمد (حافظ ملت نمبر ص ۱۸۲)

## ۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی:

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی تحریر کرتے ہیں:

"بخاری شریف میں معراج سے متعلق حدیث پاک پڑھاتے وقت ارشاد فرمایا۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بیالیس مرتبہ معراج ہوئی ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انکار سے معراج جسمانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اس لیے کہ معراج جسمانی ہجرت سے پہلے ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار ہجرت کے بعد ہے پھر معراج جسمانی پر شبلی نعمانی کا عقلی استبعاد بیان کیا کہ معراج جسمانی میں زمین سے آسمان تک پہنچنے میں کرۂ نار سے گزرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد مولانا محمد فاروق صاحب چریا کوٹی کا جواب ذکر فرمایا کہ آگ کی لو سے ایک دھاگا تیزی کے ساتھ گزار دو تو آگ کا اثر بھی دھاگے پر نہیں ہوتا ہے تو برق رفتار براق کے کرۂ نار سے گزر جانے میں کوئی استبعاد نہیں۔ (معارف حافظ ملت ص ۵۵)

## ۵۔ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت حافظ ملت نے "معارف حدیث"میں احادیث رسول ﷺ سے رسول کونین ﷺ کے علم غیب کا اثبات فرمایا ہے نیز علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر ایک مستقل رسالہ "انباء الغیب" تصنیف فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کو اللہ عز وجل نے روز ازل سے روز آخر تک زمین و آسمان کل کائنات تمام موجودات کا علم تفصیلی عطا فرمایا۔ عرش تا فرش ہر شی آپ پر روشن کردی حتی کہ زمین کی تاریکیوں ،سمندر کی گہرائیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جو حضور ﷺ پر مخفی ہو اسی کو علم مَاکَانَ وَ مَا یَکُونُ کہتے ہیں اس مدعا پر آیات واحادیث واقوال ائمہء دین بکثرت ہیں۔" (انباء الغیب ص ۳۵)

## ۶۔ شفاعت مصطفیٰ و امداد اولیا:

تحریر فرماتے ہیں: "اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس شافع مطلق محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ شان رفیع ہے کہ آپ کے غلام یعنی اولیاء کرام بھی حضور کے صدقے میں دونوں جہاں میں مدد فرماتے ہیں ۔نزع کے وقت۔ قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے وقت۔ حشر ونشر میں ۔ ہر جگہ امداد فرماتے اور شفاعت کرتے ہیں ۔" (العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید ص ۲۴۸)

## ۷۔ حضور صلی اللہ علیہ سلم کا تصرف:

"حضور کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی اور سورج ڈوب گیا تو مالک کونین نے بارگاہ

خداوندی میں عرض کی کہ الہٰ العالمین علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو ان کے لئے سورج کو لوٹا دے۔چنانچہ اس روز مشرق کے بجائے مغرب سے سورج نکلا تو جس مالک کونین کے اشارہ پر ایک بار مغرب سے سورج نکلا اگر وہ چاہیں تو ایک ہزار مرتبہ یہی واقعہ رونما ہوسکتا ہے۔(حافظ ملت نمبر ص ۲۶۲۔۲۶۳)

## ۸۔میلاد پاک کا جواز:

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی لکھتے ہیں:

''مبارکپور کے ایک جلسہ میں میلاد شریف کے ثبوت میں تقریریں ہوئیں۔حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالی عنہ و ارضاہ عنا نے جب تقریر شروع کی تو خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت کریمہ:

يَـا اَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوا اِذَا قِيْـلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوافِى الْمَجَالِس فَافسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰه لَكُمْ وَ اِذاَ قِيْلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا (پارہ ۲۸ مجادلہ)

ترجمہ:اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دوتو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہوتو اٹھ کھڑے ہو۔(کنز الایمان)

تلاوت کر کے فرمایا:محافل میلاد شریف اور دینی جلسوں کے علاوہ دنیا کی کوئی مجلس اس آیت کریمہ کا مصداق نہیں ہے جس میں یہ کہا جاتا ہو جو پہلے سے موجود ہیں وہ آگے کھسک کر بعد میں آنیوالوں کو جگہ دیں تو اللہ تم کو جگہ دے گا اور اس پر اللہ کا وعدہ اگر تم نے بعد میں آنے والوں کو جگہ دی تو اللہ تمہیں جگہ دے گا غالبا ارشاد فرمایا:اور دینی جلسوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ سلام پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔(معارف حافظ ملت ص ۳۵۔۳۶)

## ۹۔افضلیت صدیق اکبر:

مولانا اختر حسین مصباحی تحریر کرتے ہیں:

''مبارک پور میں دیو بندیوں نے مدح صحابہ تحریک چلائی اس کے جواب میں روافض نے تبرا کی تحریک چلائی۔دوران اجلاس ایک تبرائی نے یہ کہا''جگر جگر ہے دگر دگر''یعنی حضرت علی نبی اکرم ﷺ کے جگر کی منزل میں ہیں اور دوسرے صحابہ نسبتاً اتنے قریب نہیں لھذا وہ سب سے افضل۔جب حضرت حافظ ملت نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا:

یہ شاعری ہے۔شاعری پر شاعروں کے مذہب کی بنیاد ہوتی ہے،اسلام کی بنیاد شاعری پر نہیں۔اولاً تو حضرت علی رسول اللہ کے جگر نہیں۔یعنی جز نہیں،جز اولاد ہوتی ہے۔اور اگر یہ درست مان لیا جائے تو لازم کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی سے بھی افضل ہوں حالاں کہ یہ رافضیوں کے مسلمات کے خلاف ہے اور جمہور امت کے بھی۔ حضرت سیدہ ہی نہیں،لازم کہ حضرت رقیہ،حضرت ام کلثوم،حضرت زینب و صاحبزادگان حضرت علی سے افضل ہوں،یہ بھی روافض اور پوری امت کے خلاف ہے۔

اس کے بعد حافظ ملت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام امت پر افضلیت مطلقہ قرآن مجید سے یوں ثابت فرمائی۔

سورۂ حجرات میں ہے:۔"اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ" (پارہ ۲۶/ع ۱۴)

بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے (کنز الایمان)

اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں اتقیٰ (سب سے زیادہ متقی ہے) اور سورۂ واللیل میں فرمایا:۔وَسَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ تُجۡزٰۤی اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی (پ ۳۰۔ع ۱۷)

ترجمہ:اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے (کنز الایمان)

اور جہنم سے وہ بہت دور ہے جو اتقیٰ (سب سے زیادہ پرہیز گار ہے) جو مال اس لئے دیتا ہے کہ پاک وصاف ہو اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ چکایا جائے۔صرف اپنے بلند و بالا رب کی رضا چاہتا ہے۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر ہیں۔بعد کا ارشاد بھی اس پر دلیل ہے۔سوائے صدیق اکبر کے کوئی ایسا نہیں جس پر حضور اقدس ﷺ نے مالی احسان نہ کیا ہو۔اس لئے متعین ہے کہ یہاں اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر ہی ہیں۔اب دونوں آیتوں کو ملاؤ تو ترتیب یہ ہوگی۔ابو بکر اتقیٰ ہیں اور یہ اتقیٰ عند اللہ پوری امت سے بزرگ و اکرم تو ثابت کہ صدیق اکبر ساری امت سے بلا استثنا بزرگ و اکرم ہیں۔

(حافظ ملت نمبر ص ۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰۔از فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی)

حافظ ملت کا مسلک وعقیدہ وہی ہے جسے ۱۴ رویں صدی ہجری کے مجدد اسلام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے پیش فرمایا ہے اور جو ان کی تصانیف اور فتاویٰ سے ظاہر و باہر ہے۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق۔مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت میں تیزی اور گرمی کس نے پیدا کی؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی طباعت و اشاعت نیز انہیں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام کس نے انجام دیا؟

۱۴ رویں صدی ہجری کے مجدد فاضل بریلوی امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی ،تبلیغی ،اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے ،اعلیٰ حضرت اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی ،تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل کس نے کی الجامعۃ الاشرفیہ نے جو حضور حافظ ملت کے خوابوں کا حسین تاج محل اور پر عظمت مینار ہے۔" (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۲۵)

## حافظ ملت کا نظریۂ تعلیم:

باب پنجم میں قرآن واحادیث اور اقوال علما سے تعلیم وتعلم کے فضائل پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔یہ امر مسلم ہے کہ "علم دین" ہی علم نافع اور علم اصلی ہے اور اسی علم کو "العلم نور" فرمایا گیا ہے۔

"وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ" فرما کر خالق کائنات اللہ رب العزت نے تخلیق انسانی کا جو

مقصد بتایا ہے یعنی ''عبادت''۔انسان اپنے خالق و مالک اور معبود حقیقی کے اس فرمان کو حصول علم دین کے بغیر پورا نہیں کر سکتا۔یہی علم زندگی اور بندگی کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔

اسی علم کی بنیاد پر اس علم کے جاننے والوں یعنی علما کو انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث ،سید الانبیا ﷺ کا نائب قرار دیا گیا ہے۔

حضور معلم اعظم نبی امی ﷺ نے اسی علم دین کو ہر مسلم مرد وعورت پر "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ " فرما کر فرض قرار دیا ہے۔

## حافظ ملت اور علم کی اہمیت :

حضور حافظ ملت سے علم کی اہمیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ جواب عنایت فرمایا:

''علم کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ،جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے ،دنیا کا علم بھی عزت و اقتدار کا ضامن ہے ،چہ جائے کہ علم دین کہ یہ وہ دولت عظمیٰ اور عظمت کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتازِ کائنات بناتی ہے مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے''(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

حضور حافظ ملت نے خدمت دین اور علم دین کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ وقف کر رکھا تھا اور اسی مقصد کی خاطر آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ قائم فرمایا۔

## حافظ ملت اور عصری نظام تعلیم :

حافظ ملت نے یہ کبھی نہیں چاہا کہ ہمارے طلبا و علما محدود زندگی گذاریں ، بلکہ وہ مدارس کی خستہ چٹائیوں سے ایسے جیالے جرأت مند مدبر مفکر ہوشمند اور حالات آشنا سپاہی ڈھالنا چاہتے تھے جو کشاکش حیات کے تمام شعبوں میں اسلامی روح پھونک سکیں ،جن کے ذریعہ گھر سے لے کر مسجد تک دستر خوان سے لے کر ایوان تک نظام مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہو سکے،آپ مدارس اسلامیہ کے موجودہ نظام تعلیم میں اصلاح کی ضرورت سمجھتے تھے اور مغربی مدارس کی آزاد اور روحانیت بیزار فضا سے متنفر تھے ،جائز حدود تک وہ تعلیمات اسلامی کو جدید طور طریق سے فروغ دینا پسند کرتے تھے ،مغربی تعلیم کے ذریعہ ایجادات و اکتشافات اور فکری ارتقا کے وہ ضرور حامی تھے،مگر اس حد تک نہیں کہ روحانیت کا جنازہ نکل جائے بلکہ وہ عقل و روح کے سلسلے میں مدارس و مکاتبِ فکر کی غیر متوازن رفتار کو اعتدال کے قالب میں دیکھنا چاہتے تھے۔

انہیں یقین تھا کہ مغرب کی عیش کوش تہذیب اور جنسی بے راہ روی کے پھیلتے ہوئے زہر کا تریاق صرف اسلامی تعلیمات پر عمل میں ہے۔

حضور حافظ ملت مظہر صدر الشریعہ تھے اور انہیں کے تعلیمی مزاج ونظریے کے پیرو تھے۔وہ حریت فکر ونظر کے مبلغ تھے اور اسلامی علوم حاصل کرنے والے طلبہ کو فضاے علم و افکار کا شاہین بنانا چاہتے تھے۔وہ فرسودہ ذہنی کے سائے اپنے طلبہ پر نہیں ڈالنا چاہتے تھے کیوں کہ انہیں طلبہ کو مستقبل کا معمار بنانا تھا۔

حضرت حافظ ملت مسلمانوں کا رشتہ چاہتے تھے۔

## اشرفیہ کی تاسیس کا مقصد:

اشرفیہ کی تاسیس کا مقصد محض ایک متوسط درجہ کا دارالعلوم قائم کرنا نہیں تھا بلکہ دینی اسلامی تعلیم میں ایک انقلاب پیدا کرنا، دینی تعلیم کو زندگی اور اسلامی تہذیب کے ساتھ ہم آہنگ بنانا تھا اور ایسے صائب الفکر، بالغ نظر اور ماہر فن علما پیدا کرنا تھا جو بدلے ہوئے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ مسلمانوں کی علمی و دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اپنے اِنٹرویو کے ایک سوال پر ''حضور آپ الجامعۃ الاشرفیہ کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں'' فرمایا:

''میں یہ چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علما ہوں۔ وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم و صاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کما حقہ اشاعت و خدمت کرسکیں۔ میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں'' (حافظ ملت نمبر ص ۷۷)

''میری تمنا اور خواہش یہ ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ اور فنون متداولہ کی تعلیم تو ہو ہی لیکن یہاں کے فارغ التحصیل علما و فضلا عربی زبان و ادب نیز انگلش زبان و ادب میں اتنے اونچے مقام پر فائز ہوجائیں یا اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہوجائیں کہ دنیا کے کونے کونے میں دعوت و تبلیغ اور نشر علوم کے فرائض سے سبکدوش ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ کرسکیں'' (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۶۔۳۷)

ایک جگہ حضرت حافظ ملت نے اپنا نظریہ اس طرح واضح کیا:

''الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم ولسان بنانا ہے'' (حافظ ملت نمبر ص ۷۷)

## الجامعۃ الاشرفیہ کا تعلیمی نظام:

ہر زمانہ اور ہر دور کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جن کے لحاظ سے دینی اور روحانی نظام بر پا کرنے کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں۔

دور ماضی میں سلف صالحین نے اپنے انفاس قدسیہ سے زمانہ کی ہر اسلام دشمن تحریک کا جرأت مندانہ مقابلہ کیا اور علمی و تحقیقی میدان میں ان کے اشہب قلم نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ تاریخ کے اوراق آج بھی جن کے کارناموں سے درخشاں ہیں۔ تعلیمی امور میں ایسے نصاب مرتب ہوئے جو متعلم کو ہر فن کی اصل روح سے آشنا کرنے کے لئے کافی ہوں۔ قدیم نصاب تعلیم کی برکتوں سے آج اہل مغرب بھر پور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

لیکن ماضی کا دور گزر گیا۔آج زمانہ کے خیالات اور دنیا کے واقعات میں اس تیزی کے ساتھ تبدیلی ہو رہی ہے کہ ان کو جانے اور سمجھے بغیر مسلمانوں کی خدمت کما حقہ انجام نہیں دی جا سکتی۔دنیا میں سیاسی اور اقتصادی خیالات ایسے چھائے ہوئے ہیں اور اس سرعت سے انقلاب کی گھڑیاں پے در پے آ رہی ہیں کہ ایک عالم دین کو ان کو سمجھنا اور ان کے حل کی تدبیر سوچنا ضروری ہے۔

مشکلات کا مقابلہ کرنا ،موجودہ جدوجہد میں مناسب حصہ لینا اور ملک و قوم کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے مناسب مقام کے حصول کی کوشش کرتے ہوئے غلبہ اسلام کا کارنامہ انجام دینا ایک عالم دین کا فرض ہے۔

حضور حافظ ملت نے اس مزاج کو سمجھا اور قدیم نصاب تعلیم کی اساسی قدروں کو برقرار رکھتے ہوئے علوم جدیدہ کی شمولیت کے ساتھ ایک ہمہ گیر تعلیمی نظام تشکیل دینے کا عزم مصمم فرمایا۔

## عصری علوم اور حافظ ملت:

عصری علوم میں علوم نافعہ یعنی وہ علوم جو تبلیغ اسلام میں دین کے خادم بنائے جا سکیں ان علوم کو بھی سیدنا حافظ ملت نے ضروری سمجھا اسی کے تحت مولانا محمد اسلم عزیزی لکھتے ہیں:

''اسلام کے آفاقی مذہب ہونے کی بنا پر اسلامی رہنماؤں کے لئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی خواہش اور تمنا آفاقیت کا حامل ہونے کی تھی۔اسی لئے آپ تلامذہ کے لئے علوم دینیہ تفسیر و حدیث و فقہ و اصول میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم ہندی ،انگلش،ریاضی اور دوسرے مروجہ علوم میں بھی یکتائے روزگار ہونے کا ذہن رکھتے رہے تا کہ علما کسی بھی ماحول میں نہ احساس کمتری کا شکار ہوں اور نہ گفت وشنید کی کسی مجلس میں کسی طرح کی جھجھک محسوس کریں اور اقوام عالم تک انہیں کی زبان میں اسلامی احکام پہنچانے پر قادر بھی ہوسکیں۔اگرچہ معاشرہ میں شاید اس امر کے عملی پہلو کا فقدان ہے، بلکہ ایک عالم کے لئے علم دنیا کا حصول عیب تصور کیا جاتا رہا جبکہ اسلامی احکام کے مبلغین کے لئے ہر زبان کا ماہر ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ امور تبلیغیہ پر ایک عالم کی مہارت ضروری ہے، تا کہ اسلامی عقائد و احکام صرف قوم مسلم کے ساتھ خاص ہوکر نہ رہ جائیں۔

دارالعلوم اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کی طرف پیش قدمی اور الجامعۃ الاشرفیہ میں انگلش ٹیچرس کا تقرر اور جدید عربی کا انتظام اپنے تلامذہ کو آفاقی بنانے کا پہلا قدم تھا تا کہ علم دین اور علم دنیا کے مابین بیگانگی کے عام ذہن کا خاتمہ ہوسکے اور دنیا کی رائج زبانوں میں اسلام کی تبلیغ بھی ہو سکے۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ علم دین کے نصاب تعلیم میں اتنی گنجائش ہی نہیں کہ درس نظامیہ کی مدت تعلیم میں عصری علوم کو داخل نصاب کیا جائے تاہم اگر ارباب حل وعقد اس سلسلہ میں کوئی راہ نکالنے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو مشکلے نیست کہ آساں نہ شود، کے بموجب کوئی نہ کوئی صورت نکل سکتی ہے۔(معارف حافظ ملت ص ۴۹۔۵۰)

حضور حافظ ملت جہاں طلبہ کو وعظ و تقریر اور مناظرہ کا موثر طریقہ سکھاتے تھے (''بحیثیت استاذ''میں جس کی

تفصیل آچکی ہے)وہیں آپ طلبہ کو تصنیف و تالیف اور صحافت کی طرف بھی متوجہ کر تے تھے اور اسی مقصد کے تحت آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ سے ماہنامہ ''اشرفیہ'' کا اجرا فرمایا۔اس سے قبل فتاویٰ رضویہ اور دیگر ضروری تصانیف اعلیٰ حضرت و دیگر مصنفین کی کتب کی اشاعت بھی کرائی اور قیمت بہت ہی کم رکھی۔

تصنیف و تالیف اور طباعت کے تعلق سے حضور حافظ ملت کے نظریہ کے سلسلے میں مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ بڑے افسوس اور قلق کے ساتھ ارشادفرمایا:

مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا،غیر اہم کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہو سکا جس کا مجھے افسوس ہے حالانکہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا اور اب نہ تو وہ قوت دماغ ہے اور نہ ہی فرصت اس لیے اب میرا مطمع نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے۔(اور کتاب کے حسن کتابت و طباعت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں )میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ کتابوں کی قیمتیں کم ہوں کیوں کہ مذہبی کتابوں کے پڑھنے والے بالعموم غریب لوگ ہوتے ہیں اسی لئے جب میں نے فتاویٰ رضویہ چھپوائی تو اس کی قیمت لاگت سے زیادہ نہیں رکھی۔ہمارا مقصد صرف اشاعت ہے نہ کی تجارت''(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۴۱۲۔۴۱۳)

## صحافت اور علما وعوام کی ذمہ داریاں:

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پریس اور قلم سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''ہر مسلمان مذہب وملت کا ذمہ دار ہے،علمائے کرام زیادہ ذمہ دار ہیں۔عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ پریس کی طاقت بھی حفاظت مذہب کے لئے ضروری ہے تو علماء اہل سنت کا تعاون کریں،علماء اہل سنت ان شاء اللہ قلمی خدمت بھی کریں گے اور حتی الامکان کرتے بھی ہیں۔

یہ کھلی اور ظاہر حقیقت ہے کہ سنیوں میں جذبۂ تعاون نہیں،سنیوں کے کتنے جرائد ورسالے شائع ہوئے اور اسی بیماری کی نذر ہو گئے۔جماعتیں قائم ہوئیں اور اسی مرض کا شکار ہو گئیں۔

اور یہ سوال کہ کیا سنی علما پیچھے ہیں تو فرمایا۔یہ بات غلط ہے کہ سنی علما وہابیوں سے پیچھے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہابیوں،دیوبندیوں،میں پروپیگنڈہ ہے،وہابیوں،دیوبندیوں میں تنظیم ہے،سنیوں میں تنظیم نہیں،یہی وجہ ہے کہ غیروں کا کام منظر عام پر کار نمایاں معلوم ہوتا ہے اور اپنوں کا کام منظر عام پر اس منزل پر معلوم نہیں ہوتا۔اتفاق اور انتشار میں بڑا فرق ہے''(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۷۶۔۷۷)

## حافظ ملت کا تعلیمی پروگرام اور نظریۂ رضوی:

امام احمد رضا کے نظریۂ تعلیم ہی کے مطابق حضرت حافظ ملت نے بھی اسلام کی تعلیم،خدارسی ورسول شناسی، رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کے نقوش دلوں پر بٹھانے،صحابہ واہلبیت،اولیا وعلما کی عقیدت دلوں میں پیدا

کرنے۔حقیقت پسندی، صداقت پر مبنی تعلیم دینے۔ دین ودنیا میں نافع علوم عطا کرنے، خلوص وللّٰہیت اور غیرت وحمیت دلوں میں پیدا کرنے۔ طلبہ کے دلوں میں تعلیم ومتعلقات تعلیم کی عظمت پیدا کرنے، بری صحبت سے بچا کر بااخلاق وباکردار بنانے اور عزم وحوصلہ پیدا کرنے وغیرہ کی خاطر اشرفیہ قائم فرمایا اور اس سے قبل مصباح العلوم میں بھی اسی نہج پر تعلیم وتربیت کا کارنامہ انجام دیتے رہے۔

مدرسہ کے لیے کشادگی اور ہوا دار ہونا بھی ضروری ہے۔جنہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ کی زیارت کی ہے وہ خود بتا سکتے ہیں کہ سرسبز وشاداب خطۂ زمین، ہاسٹل کے ہوادار اور روشنی پہونچانے والے کمرے، طلبہ کی چہل قدمی اور کھیل کود کے لیے وسیع وعریض میدان سب کچھ ہے۔

حافظ ملت ذہین مگر نادار طلبہ کی مالی امداد بھی کرتے تھے، مدرسین کی تنخواہوں کا بڑا خیال کرتے تھے۔مدارس میں اپنے فارغین کے تقرر کی کوشش فرماتے۔





# انیسواں باب

# حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

قوم کے سبھی افراد پیکرِ عمل بن جائیں
حسنِ موعظت کے ساتھ ایسی ذہن سازی ہو
ہم کو حافظِ ملت سا رہنما اگر مل جائے
پیکرِ سیاست کا پیرہن حجازی ہو
(بدر)

# حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

## سیاست دین سے جدا نہیں:

اسلام میں سیاست دین سے الگ نہیں ہے۔ نہ صرف سیاسی شعبۂ حیات بلکہ سماجی اور معاشی شعبہ ہائے حیات بھی مذہب ہی کے تحت ہیں۔ انسانی شعبہ ہائے حیات میں سیاسی شعبۂ حیات کو سب سے زیادہ طاقتور، موثر اور اہم تسلیم کیا گیا ہے۔ سیاسی شعبۂ حیات میں بگاڑ پیدا ہوجانے سے سماجی اور معاشی شعبہ ہائے حیات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ جب سیاست مذہب کی حکمرانی اور رہنمائی میں اپنا سفر طے کرتی رہتی ہے تو نہ یہ صراط مستقیم سے بھٹکتی ہے نہ گمراہ ہوتی ہے لیکن مذہب کی گرفت سے نکل جانے کے بعد یہ خود سب سے بڑی طاقت بن کر دیو استبداد کا رول ادا کرنے لگتی ہے۔ مذہب بیزاری، بدعنوانی، ظلم، اخلاقی گراوٹ اور معاشی بحران کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے جیسا آج کی مسلم دنیا میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ آج سیاست مذہب کے کنٹرول سے نکل کر خود مختار ہوگئی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے خوب کہا ہے:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

علمائے سلف نے ہی زمانہ کو سیاست و ریاست اور جہانگیری و جہانبانی کے آداب سکھائے ہیں۔ مدنی تاجدار ﷺ نے قرآن کریم کی روشنی میں جو سیاسی اصول وضوابط پیش فرمائے اس پر عمل کر کے خلفائے راشدین نے اسلامی مملکت کو طاقت ور اور امن وسکون کا گہوارہ بنا دیا تھا لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب سیاست نے مذہب کی گرفت سے نکلنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ اس سے آزادی حاصل کر لی اس نے ملوکیت اور آمریت کا چولا بدلا تو علمائے سلف نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ سیاسی بصیرت سے بے بہرہ ہوگئے تھے انہوں نے سیاست میں حصہ تو نہیں لیا لیکن سیاسی مدبر کی حیثیت سے سیاست دانوں سے لے کر عوام تک کو صحیح اسلامی سیاست کا آئینہ دکھاتے رہے۔ ان کی نگاہ ہر سیاسی نشیب وفراز پر لگی رہتی تھی۔ انہوں نے ہی سیاست کی ضرب سے مسلمانوں کے عقائد وایمان کے تحفظ کا سامان فراہم کیا۔

جب ہم برطانوی عہد سے لیکر ہند کی آزادی اور تقسیم ہند کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر محاذ اور ہر نازک موڑ پر علمائے حق نے ہی اپنی سیاسی بصیرت کو بروئے کار لا کر دین وایمان کی حفاظت فرمائی ہے۔ ظلم وجبر کے خلاف جہاد کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی بنیاد اپنی مردان خدا نے رکھی تھی اور انہوں نے اور ان کے پیرووں نے آزادی کی حقیقی لڑائی لڑ کر ملک سے انگریزی سامراجیت کو اکھاڑ پھینکا۔

**سید سالار جنگ آزادی** ۱۸۵۷ء کی جنگ انقلاب کا پرچم علمائے حق ہی نے بلند کیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا رضا علی خاں بریلوی، مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا فیض احمد بدایونی،

مولانا وزیر خاں اکبر آبادی وغیرہ علمائے اہل سنت کے اسما اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔

## علامہ فضل حق خیرابادی

علامہ فضل حق علیہ الرحمہ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ مرتب کیا علما اہل سنت نے اس کی تصدیق کی اور غلامی فرنگ کی زنجیر کاٹنے کے لیے میدان عمل میں اتر پڑے۔قائد تحریک آزادیٔ علامہ فضل حق نے اپنے فتوے اور تقریر کے ذریعہ پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف آگ لگا دی تھی۔

علامہ موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجاہدانہ کارناموں کا اعتراف غیر مقلد مورخ غلام رسول مہر، فاضل دیوبند سعید اکبرآبادی مدیر برہان وسابق صدر شعبۂ سنی دینیات (Sunni Theology) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولوی حسین احمد دیوبندی (ٹانڈوی) وغیرہم نے بھی کیا ہے۔

(۱۸۵۷ء کے مجاہد از غلام رسول مہر ص ۲۰۶ اور ہندوستان کی شرعی حیثیت مطبوعہ علی گڑھ ص ۴۱)

علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو کالے پانی کی سزا ہوئی۔ہندوستان کا مایہ ناز فاضل اپنی حیات کے آخری لمحوں تک قید وبند کی مشقتیں برداشت کرتا رہا مگر جذبہ حریت اور جوش جہاد میں کمی آئی نہ ہی ماتھے پر کوئی شکن آپ نے اپنی آخری وصیت یہ فرمائی تھی۔

جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو میری قبر پر آ کر اطلاع دیدینا۔

مولوی عبدالشاہد شیروانی علی گڑھ رقم طراز ہیں:

"مولانا (فضل حق علیہ الرحمہ) نے آخری وصیت یہ بھی فرمائی کہ جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو میری قبر پر خبر کر دی جائے۔چنانچہ ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو رفیق محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیر آبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد شریف کے بعد قبر پر فاتحہ خوانی کی اس طرح پچاس سال کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمے کی خبر سنا کر وصیت پوری کی۔"جزاه الله خير الجزاء"

(مقدمہ زبدۃ الحکمۃ، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء ص ۱۲)

مولانا کفایت علی کافی شہید مرادآبادی قدس سرہ العزیز نے بھی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریزوں نے سرعام مراد آباد کے ایک چوراہے پر تختہ دار پر چڑھا دیا۔یہ ۲۷/رمضان المبارک بروز جمعرات بوقت عصر کا واقعہ ہے۔روزے کی حالت میں آپ کو تختہ دار پر لایا گیا۔آپ اطمینان سے اپنے آقا۔آقائے نامدار ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کر رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے بھی حکومت فرنگ کے خلاف مجاہدین آزادی کے ساتھ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔جنرل ہڈسن نے آپ کے سر پر پانچ سو روپے کا انعام رکھا تھا۔

(اندھیرے سے اجالے تک از علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری)

الغرض ان مجاہدین آزادی، علمائے حق نے فرنگیوں کے ظلم پر ظلم برداشت کیے، قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں مگر اپنی

مجاہدانہ آن بان سے پیچھے نہیں ہٹے اور پوری قوم کو بیدار کردیا۔

## انگریز نواز گروپ:

جہاں ایک طرف یہ علمائے اہل سنت غلبۂ اسلام اور ملکی آزادی کے لے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے تھے وہیں دوسری جانب سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہما برطانیہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوکر قومی وملکی غداری کا کھیل کھیل رہے تھے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی فرنگی غلامی کی شہادت سرسید احمد خاں سے لیجیے۔ لکھتے ہیں:

''اثنائے وعظ میں کسی نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کا وعظ کیوں نہیں کہتے وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگیزوں پر جہاد کرنے میں کبھی شریک نہ ہوں۔'' (مقالات سرسید حصہ نہم ص ۱۴۲)

مشہور غیر مقلد فاضل محمد حسین بٹالوی بھی اعتراف کرتے ہیں کہ:

''سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا''

سید احمد رائے بریلوی نے تو انگریزوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ (اشاعت السنۃ ضمیمہ ۶ جلد ۲ ص ۵)

''لارڈ ہیٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگذاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔

امیر خاں، لارڈ ہیٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا''

(حیات طیبہ ص ۲۹۴)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست انہی ننگ دیں ننگ وطن نمائندگان نجد کی غداری کا نتیجہ تھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمان صرف میدان جنگ ہی نہیں ہارے بلکہ اس کے بعد علم وحکمت کا میدان بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ اس یوم شکست اور غلامی فرنگ کا طوق گلے میں آنے سے لے کر غلامی سے رہائی اور تقسیم ہند کے بعد ایک نئے ہندوستان کے وجود میں آنے تک کی نوے سالہ مدت کے زوال مسلم کی داستان ایک الم انگیز داستان اور ایک عظیم ٹریجڈی ہے!

اس نوے سالہ مدت میں ہندوستان مختلف مذہبی عقائد سیاسی تحریکات، سماجی، معاشی اور تعلیمی افکار ونظریات اور بھانت بھانت کے آدرشوں اور فرنگی تعلیم وتہذیب کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ عقائد وایمان نیز سیاسی، سماجی اور معاشی ہر اعتبار سے یہ دور مسلمانان ہند کے لیے ایک تباہ کن دور تھا۔

۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ دھیرے دھیرے دارالعلوم دیوبند نجدی وہابی عقائد کا براڈکاسٹنگ

سینٹر (مرکز نشریات) بن گیا۔ مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے قلعہ مستحکم کی دیواروں کو وہابی عقائد کی دیمکوں نے چاٹنا شروع کیا، سینہ ودل میں فروزاں عشق رسول کی شمعوں کی لو مدھم سے مدھم بلکہ گل کیے جانے کی مہم شروع ہوگئی۔ قاسم نانو توی نے پُر پیچ انداز میں عقیدہ ختم نبوت سے انکار کرکے قادیانی دھرم کا دروازہ کھولا عیسائی مشنریاں تو حکومت انگلشیہ کی شہ پر کھلے عام عیسائیت کا پرچار کرکے محمدی غلاموں کو ''تثلیث پرستی'' کے جال میں پھانس ہی رہی تھیں۔ سوامیوں اور آچاریوں نے بھی اپنے دھرم کے پرچار کا بیوپار شروع کردیا۔ ۱۸۸۵ء میں مسٹر ہیوم نے ''انڈین نیشنل کانگریس (Indian National Congress)'' قائم کی تو اکثریتی فرقہ نے اس میں گھس پیٹھ شروع کردی۔ ملایان نجد و دیو بند بھی مسلمانوں کو اس کے بینر تلے جمع کرنے کا بگل پھونکنے لگے۔ ایک آفت نہیں صدہا قیامتیں تھیں کہ مسلمانوں پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں۔

۱۹ رویں صدی کے اختتام اور زمانے کے بیسویں صدی عیسوی کی دہلیز پر قدم رکھنے سے لیکر ۱۹۲۰ء تک جن خاص تحریکوں کو جنم دیا گیا ان کا ایک خاکہ درج ذیل ہے۔

جہاد تحریک، ہجرت تحریک، گئورکشا تحریک، شدھی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، ستیا گرہ، اور برت ودھرنے کی تحریک۔

## آغاز زوال مسلم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنے مقالہ ''تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۰ء تک کے زوال مسلم کا جائزہ پیش کیا ہے راقم اس کا اجمالی نقشہ پیش کررہا ہے۔

''ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کا آغاز ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے سقوط سے شروع ہوا جس میں مرکزیت ختم ہوتے ہی ایک طرف سات سمندر پار کا دشمن انگریز غالب ہوا۔ اور اس نے اپنی جڑیں مضبوط کرنی شروع کیں۔ سلاطین مغلیہ کے عروج تک ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت پر علمائے اہل سنت کی گرفت مضبوط تھی۔ اہل سنت حنفی علما قضاۃ مدرسین فقہا مشائخ مرشدین برصغیر کی مسلم سوسائٹی کو سنبھالے ہوئے تھے۔ اہل سنت کی خوش عقیدگی کے خلاف نت نئے فرقوں کو کھل کھیلنے کے مواقع نہیں تھے۔ ادھر سلطنت مغلیہ ختم ہوئی ادھر غیر مقلد (وہابی) اور آزاد خیال دوسرے لوگوں کی بن آئی انہوں نے اپنے اثر ورسوخ کو انگریزوں سے جوڑنے میں صرف کیا۔ اور ان کی گود میں جا بیٹھے غدر کے تباہ کن ہنگامے میں غیر سنی اکابرین میں سے کئی نام آوروں نے انگریز بہادر کی نمک خواری کا حق ادا کیا۔ نتیجۃً علمائے اہل سنت اکثر تو شہید ہوئے جو بچ رہے ان میں سے سیکڑوں کو پھانسی دے دی گئی اس کے بعد بھی جو بچ رہے ان میں سے متعدد ملک بدر ہوئے۔ جو حالات کا رخ دیکھ کر گوشہ گیر ہوگئے۔ انہیں انگریزی دور میں غداروں کی لسٹ میں رکھا گیا اولاً تو انہوں نے غیرت ملی کے تقاضوں سے مجبور ہو کر خود ہی خاموشی سے درس وتدریس، خدمت خلق وغیرہ میں اپنے کو لگالیا۔ جو اس لائق تھے کہ کشتی ملت کے شکستہ تختوں کو جوڑ سکتے تھے۔ انہیں ملک کی ناپاک سیاست نے موقع نہیں دیا۔

اس عرصہ میں سید احمد رائے بریلوی ،مولوی اسماعیل دہلوی ، وغیرہم کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا اور اسی دور میں یورپین اسلام ازم کی تحریک چلی جب خلیفہ ترکی اور اٹلی کی جنگ ہوئی جن میں انگریزوں نے خود کو غیر جانب دار رکھا جو دراصل مسلمانوں کی دشمنی پر مبنی تھا۔

۱۹۱۳ء میں کانپور مسجد کی شہادت کا حادثہ ہوا جس نے مسلمانوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔۱۹۱۸ء میں کٹار پور کے اندر ۱۴؍مسلمانوں کو زندہ جلادیا گیا پھر جلیان والا باغ کا المناک حادثہ ہوا اس کے بعد ولٹ کمیٹی کی رپورٹ نے مسلمانان ہند کو باغی قرار دیا اسی دور میں سلطنت عثمانیہ جس کا عالم اسلام پر دبدبہ تھا۔عالمی اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ یہ حادثہ ۱۹۲۴ء میں ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اپنے عروج میں قسطنطنیہ سے دنیا کے کن خطوں کو کنٹرول کرتی تھی۔ ملاحظہ کریں۔

بحر قزوین، خلیج فارس، بحر روم، بحر اسود، اناطولیہ، رنگورا، سلیمیا دمشق، بیروت، بیت المقدس، بصرہ، بغداد، مقدونیہ، البانیا، طرابلس، اسکندریہ، کربلا، موصل، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بحر قلزم، طائف، صنعا، یمن، عدن اور مسقط۔

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

بیسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی تک سر ابھارنے والی جن تحریکوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں یوں تو سب کی سب اسلام اور مسلم دشمن تھیں لیکن ان میں مندرجہ ذیل تحریکات خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبیت ،ملی تشخص اور معاشی و تعلیمی فروغ کے لئے نہایت ہی خطرناک تھیں۔

تحریک ہجرت ،تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور شدھی تحریک ان تمام مسلم کش تحریکات کو جنم دینے میں اسلام دشمن اذہان کی کارفرمائی تھی۔گاندھی نے ملکی آزادی اور خلافت عثمانیہ ترکیہ کی حمایت کے نام پر مسلمانوں پر ایسا جادو پھونک دیا کہ بڑے بڑے جبہ دستار والے بھی اس گاندھیائی آندھی میں اڑنے اور قومی یک جہتی کے دھارے میں بہنے لگے۔مولوی عبد الباری فرنگی محلی ،حکیم اجمل خاں ،علی برادران (محمد علی اور شوکت علی) جیسے صاحبان علم و دانش بھی گاندھی کے سحر سے خود کو بچا نہ سکے۔

گو علمائے اہل سنت میں علامہ معین الدین اجمیری نے انگریزی فوج اور پولیس میں مسلمانوں کی ملازمت کو حرام قرار دیا،ان کا یہ فتویٰ ۱۹۲۱ء میں صادر ہوا۔وہ بھی ترک موالات کے مؤیدین میں تھے البتہ اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرک ہندوؤں کی قیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

ڈاکٹر اقبال بھی اس تحریک کے خلاف تھے۔وہ انجمن حمایت اسلام کے جنرل سکریٹری تھے۔اس معاملہ میں انجمن نے یہ طے کیا تھا کہ اپنا کوئی بھی فیصلہ ہم لوگ علمائے اسلام کی رائے اور فتاوے لینے کے بعد ہی صادر کر سکتے ہیں چنانچہ پروفیسر حاکم علی لاہوری (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) رکن انجمن اسلامیہ نے امام احمد رضا بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا اور اس تاریخی فتوے پر اپنا فیصلہ صادر کیا کہ ہم ترک موالات کو خلاف دین اور مسلمانوں کے لے مضر سمجھتے ہیں۔

دیوبندی فکر ونظر کے مولویوں میں بھی مشرک کی قیادت اور بے لگام موالات پر آوازیں اٹھتی تھیں مگر خال خال۔

مفتی محمود حسین دیو بندی نے ہندوؤں سے ایسی موالات کو مسلمانوں کو ازخود اپنے دین میں تبدیلی اور عقائد کفر اختیار کرنے کے مترادف بتایا۔سید سلیمان ندوی نے بھی یورپین اقوام کی تقلید میں تیز تیز قدم اٹھانے والوں کو غلط گردانا۔
(تحریک عدم تعاون مطبوعہ لاہور ص ۷، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۰ئص ۱۶۹)
ہنگامے اور فتنے برپا تھے، عجیب قیامت خیز دور تھا۔دین وایمان پر کفار ومشرکین اور مرتدین کی یلغار تھی، ہر سمت سے باطل کی للکار تھی، مسلمانوں کے مال و جان اور عزت وآبرو پر حملے ہو رہے تھے لیکن ہمالہ کی گود اور وادی گنگ سے لے کر وادی جہلم ومہران تک پھیلے ہوئے وسیع وعریض غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی بے حسی اور بے بسی کا عجیب عالم تھا کہیں سے کوئی صدا بلند ہورہی تھی نہ ہی باطل سے نبرد آزمائی کے لیے کوئی مرد مجاہد میدان کارزار میں اترنے کو تیار تھا لیکن ایک مرد خدا۔غیرت مند عاشق مصطفےٰ امام احمد رضا انگڑائی لے کر میدان عمل میں اترتا ہے، اس کے پیچھے اسکی تیار کردہ ٹیم بھی اترتی ہے اور باطل مذہبی سیاسی، عمرانی، معاشی اور تعلیمی افکار ونظریات وتحریکات کے تاروپود بکھرنے لگتے ہیں۔امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا یہ مختصر تبصرہ پیش کیا جارہا ہے۔
''مولانا بریلوی نے اس دور کے سیاسی حساس مسائل کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تصانیف پیش فرمائیں

(۱) انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)
(۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)
(۳) تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء)
(۴) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)
(۵) المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)
(۶) الطاری الداری لھفوات عبد الباری (۱۳۳۹/۱۹۲۰ء)

پہلے رسالہ میں گائے کی قربانی کے جواز وعدم جواز کے متعلق ایک سوال ہے۔مولانا بریلوی نے اس کے مضمرات کو نظر میں رکھتے ہوئے جواب دیا کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی کو یک قلم ختم کردینا ہرگز جائز نہیں'' (ص ۹)
مولانا بریلوی کی سیاسی سوجھ بوجھ اور فقیہانہ بصیرت کو سراہتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی کے استاذ مولانا ارشاد حسین رام پوری نے یہ مختصر وجامع تبصرہ پیش کیا۔

**الناقد بصیر** (پرکھنے والا دیدہ ور ہے)

رسالہ اعلام الاعلام میں دوسرے علما سے اختلاف کرتے ہوئے جنہوں نے غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سود کو جائز قرار دیا تھا، مولانا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور سود کو حرام لکھا۔
تیسرے رسالہ دوام العیش میں مولانا بریلوی نے مسئلہ خلافت پر بحث کی ہے۔

## تحریک خلافت

۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا اس تحریک میں جان ڈالنے کے لیے بعض علما نے خلافت کے لیے قید قریشیت کو ختم کرتے ہوئے۔ سلطان عبد الحمید کو خلیفۂ اسلام اور ان کی سلطنت کو خلافت اسلامیہ قرار دیا۔ مولانا بریلوی کے نزدیک خلیفہ کے لیے شرعا قرشی ہونا ضروری تھا۔ ان کو سلطان ترکی اور سلطنت ترکی کو حمایت و تائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ سلطان کو خلیفہ کہنے اور سلطنت کو خلافت کا نام دینے سے اختلاف تھا۔ جب ۱۹۲۲ء میں خود مصطفیٰ کمال نے سلطنت ترکیہ کو ختم کیا اور سلطان عبد الحمید کو ملک بدر کیا تو دعوئ خلافت کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور مسلمانوں کو نصاریٰ کے سامنے شرمسار ہونا پڑا۔ مولانا بریلوی سیاسی استحکام کے لیے معاشی استحکام کو ضروری سمجھتے تھے۔ مولانا بریلوی نے ایک طرف اپنا رسالہ تدبیر فلاح ونجات و اصلاح لکھ کر اپنی تجاویز عام کیں تو دوسری طرف انصار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام سے ان کے متبعین نے اصلاحی تنظیمیں قائم کیں اور اس وقت جو وہ کر سکتے تھے کیا۔

۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات شروع ہوئی جو تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) کا تتمہ کہی جا سکتی ہے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا جو ایک طوفان اٹھا تھا وہ اب شباب پر پہنچ گیا۔ مسلمان عوام وخواص اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس کے مضمرات کو محسوس نہ کر سکتے تھے مگر علامہ بریلوی نے یہ بات شدت سے محسوس کی اور مسلمانوں کو ایسے اتحاد سے باز رہنے کے لئے للکارا جو ان کی سیاست ومعیشت اور مذہب سب کو ختم کر کے رکھ دے چناں چہ انہوں نے شدید علالت کے باوجود رسالہ المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) لکھا۔

اسی زمانے میں ان کے دوست اور ہندوستان کے مشہور عالم مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے بعض ایسے اقوال و اعمال سرزد ہوئے جو مولانا بریلوی کی نظر میں خلاف شرع تھے اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے لیے تباہ کن تھے چناں چہ انہوں نے دوست کی دوستی کی پروا کیے بغیر اس طرز عمل پر سخت تنقید کی۔ مولانا بریلوی کی یہ تنقیدات ان کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے تین حصوں میں بریلی سے شائع کر دیں۔

مولانا بریلوی حریت و آزادی کے لئے جو راہ متعین کر گئے تھے اس پر ان کے صاحبزادگان، خلفا، تلامذہ اور متبعین گامزن ہوئے ۱۹۲۵ء میں مولانا بریلوی کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں) (امام اہل سنت از ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۳۶ تا ۴۱)

امام احمد رضا کی جو ٹیم یعنی ان کے صاحبزادگان، خلفا اور تلامذہ وغیرہ امام احمد رضا کی حیات سے لے کر ان کے وصال (۱۹۲۱ء/۱۳۴۰ھ) کے بعد بھی تحریکات باطل کا قلع قمع کر کے مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ اور سیاسی، عمرانی، معاشی، تعلیمی بحالی کے لیے امام احمد رضا کے متعین کیے ہوئے راستے پر گامزن رہی ان میں حسب ذیل حضرات کے اسما قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی (امام احمد رضا کے خلف اکبر)

۲۔مفتی اعظم ہندمولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (امام احمد رضا کے خلف اصغر)
۳۔صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا
۴۔صدرالا فاضل مولانا سیدنعیم الدین مرادآبادی خلیفہ امام احمد رضا
۵۔برہان الملۃ مولانا برہان الحق جبل پوری خلیفہ امام احمد رضا
۶۔ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین عظیم آبادی خلیفہ امام احمد رضا
۷۔محدث اعظم ہندمولانا سید محمد میاں کچھوچھوی تلمیذ امام احمد رضا
۸۔پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری خلیفہ امام احمد رضا
۹مولانا سید دیدار علی شاہ الوری خلیفہ امام احمد رضا

امام احمد رضا کے خلفا و تلامذہ اور صاحبزادگان کے علاوہ تاج العلما مولانا سید محمد میاں صاحب برکاتی مارہروی، مولانا سید قطب الدین برہمچاری ،اور ان کے شاگرد مولانا غلام قادر اشرفی صاحبان نے ہر تحریک بالخصوص فتنۂ ارتداد (شدھی تحریک ) کا زورتوڑنے میں اہم کردار ادا کیا کبرسنی کے باوجود حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بھی شدھی تحریک کا پوری قوت سے مقابلہ کیا۔

یہاں ایک ایک کرکے سبھی صاحبان عظمت کے کارناموں کا ذکر نہ کرکے ان تحریکات کے تعلق سے چند ہی کا مختصر ذکر کیا جارہا ہے۔

☆صدر الافاضل حضرت مولانا سیدنعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے شدھی تحریک کے زمانے میں الموڑہ، نینی تال،ہلدوانی وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا۔اشاعت اسلام کے لیے پھیری والوں کے روپ میں اپنے گماشتے بھیجے جنہوں نے گھر گھر جا کر اسلام پھیلایا۔تحریک خلافت وتحریک ترک موالات کے ہنگامی دور میں تحریر وتقریر کے ذریعہ مسلمانوں تک سچے اسلام کا پیغام پہنچایا۔تبلیغ دین کی خاطر مرادآباد سے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا آپ ہی کی کوشش سے ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چارروزہ تاریخی اجلاس ہوئے۔

☆حضرت مفتی اعظم ہندمولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز نے تحریک ہجرت ترک موالات اور تحریک خلافت کی تردید میں خاص طور سے ایک رسالہ ''طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجھاد'' تحریر فرمایا۔تحریک جہاد کے مضرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا نادان مسلمانوں کی کم عقلی اور بربادی پر اظہار تأسف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام و مسلمین کا حکم ہے جس نے پہلے ہجرت سے نقصان پہنچائے ، مسلمانوں کے خاندان برباد کرائے ان کی بیش بہا جائیدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے سب کے کوڑے کرائے''(طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد ص ۴۱)

حضرت تاج العلما مولانا سید محمد میاں برکاتی نور اللہ مرقدہ نے وہابیوں کی تحریک خلافت سے وابستگی پر ردشدید

کیا تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے خلاف عملی اقدام بھی کیے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اگرچہ دینی اور مذہبی قائد تھے لیکن آپ نے ضرورت پڑنے پر سیاسی اعتبار سے بھی ملت اسلامیہ کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ جب دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں تھے تو اجمیر مقدس کے قرب و جوار میں پرتھوی راج کی نومسلم اولاد کو دین وشریعت سے آگاہ کرانے اور اعمال کی ترغیب دینے کے سلسلے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور آپ کے تلامذہ نے راجستھان کے علاقوں میں تبلیغ دین کا فریضہ بخوبی نبھایا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری کے حوالے سے مولانا محمود احمد قادری لکھتے ہیں۔ ''اجمیر کے زمانۂ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے'' (تذکرہ علماء اہل سنت ص ۵۳)

۱۴/رجب ۱۳۳۹ھ/۲۴/مارچ ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیۃ العلما ہند کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ابوالکلام آزاد کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک تھے۔ جمعیۃ کے لیڈر اس جوش وخروش سے آئے تھے گویا ہندو مسلم اتحاد کے مخالف علمائے اہل سنت کو لاجواب کردیں گے۔ حضرت صدر الشریعہ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبۂ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے غیر مسلموں کے اتحاد و وداد کے بارے میں ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ (یہ سوال نامہ بنام ''اتمام حجت تامہ'' (۱۹۳۹ھ) میں چھپ چکا ہے اس کے لیے دوامغ الحمیر مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی ص ۴۰ تا ۴۶ ملاحظہ کرسکتے ہیں)

مرتب کر کے قائدین جمعیت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال نامہ کی تعریف میں امام احمد رضا کو خط لکھا اور اس کی بابت لکھا کہ فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے'' (دوامغ الحمیر۔ مکتوب صدر الافاضل ص ۵۴/۵۵) ابوالکلام آزاد نے خود اس بات کا اعتراف کیا اور بریلی سے روانگی کے وقت اسٹیشن پر کہا۔

''ان (صدر الشریعہ) کے جس قدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہوسکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے'' (دوامغ الحمیر۔ مکتوب صدر الافاضل ص ۵۶/۵۷)

آل انڈیا سنی کانفرنس کے پرچم تلے بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی فلاح واصلاح کے اہم کارنامے انجام دیے۔

## حضرت حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ امام احمد رضا اور صدر الشریعہ قدس سرہما کے علم وفضل وحکمت کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ ان تمام صاحبان عظمت کے مصلحانہ کردار اور سیاسی بصیرت کے بھی امین تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں علم وفضل اور حکمت و دانش کے جہان میں انقلاب برپا کر کے ہزارہا شخصیات کی تعمیر کی وہاں مسلمانوں کو سیاسی شعور بھی عطا کیا۔ سیاست کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے والے ہزاروں مسلمانوں کو اپنی سیاسی بصیرت کے

نور سے بے خوفی اور طمانیت کی روشن شاہراہ پہ لا کھڑا کیا ۔انہیں وطن عزیز ہندوستان ہی میں رہ کر باوقار مومنانہ زندگی گزارنے کا حوصلہ بھی دیا اور سلیقہ بھی بخشا ۔چونکہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اخلاص وللہیت اور اشاعت دین حق پر مبنی تھے لہذا علمائے اہل سنت بڑھ چڑھ کر اسمیں حصہ لینے لگے ۔حضور حافظ ملت نے بھی اسکی رکنیت اختیار کرلی۔آل انڈیا سنی کانفرنس (منعقدہ مرادآباد ۱۹۲۵ء) میں آپ نے والنٹیر کی حیثیت سے کام کیا۔

## سنی کانفرنس

آپ ۱۹۳۴ء میں مبارکپور تشریف لائے ۔یہاں آپ نے ضلع سنی کانفرنس قائم کی اطراف و جوانب میں اس کانفرنس کو مقبول بنانے کے لیے متعدد جلسے کرائے اور ڈھائی ہزار ممبر بنائے ۔آپ خود تحریر فرماتے ہیں (حضرت محدث اعظم کے پاس آل انڈیا سنی کانفرنس سے اپنا استعفا نامہ بھیجتے وقت)

''یہ خادم اپنے عقید تمندانہ جذبات کے ساتھ سنی کانفرنس کی خدمت کے لیے تیار ہوا۔حسب الحکم حضور والا مبارک پور میں ضلع سنی کانفرنس قائم کی ۔اطراف میں اس کی شاخیں پھیلائیں ،نہایت جد و جہد سے کام ہوا چناں چہ ڈھائی ہزار سنی مسلمان باضابطہ اس کے ممبر بنائے'' (الارشاد ص ۱۶ /از حضرت حافظ ملت)

سنی کانفرنس کے فروغ میں اس طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور سرگرمی سے کام کرنے سے حضرت حافظ ملت کی دینی دردمندی اور فکر ملت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

انگریزوں کو ملک سے نکال پھینکنے اور زنجیر غلامی کاٹنے کی جد و جہد میں روز بروز تیزی آرہی تھی آزادی کی اس جدو جہد میں ''آل انڈیا نیشنل کانگریس'' اور ''مسلم لیگ'' آگے آگے تھیں دونوں ملکی آزادی کی خواہاں تھیں لیکن دونوں کا اصل مطمح نظر ایک دوسرے سے جداگانہ تھا۔کانگریس ملک میں سیکولر حکومت قائم کرنا چاہتی تھی اور تقسیم ملک کی مخالف تھی ۔مسلم لیگ ملک کو آزاد کرانے کے بعد ایک نیا ملک بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان بنانے کے لیے جی جان سے کوشش کررہی تھی ۔

حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد میں بھی تبدیلیاں ہونے لگیں اور اسلام زندہ باد کا نعرہ بلند کرنے والی مسلم لیگ نے رافضی ،قادیانی ،نیچری ،وہابی سب کو مسلمان سمجھ کر بلکہ مسلمان بتا کر ایک گھاٹ پر پانی پلانا شروع کردیا۔

اب اس سلسلے میں مسٹر جناح کا وضاحتی بیان ملاحظہ کیجیے ۔''پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز قائم نہیں ہوسکتی ۔پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جسمیں غیر مسلموں کا بھی حصہ ہوگا۔پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی۔''

(الارشاد ص ۱۷)

## کانگریس مسلم لیگ کا فرق

دونوں جمہوری اسٹیٹ کے خواہاں ہیں دونوں ہر مذہب کو مذہبی آزادی دلانے کے خواستگار ہیں کوئی بھی اسلامی

نظام حکومت کا خواہش مند نہیں!

پھر اس پر عمل بھی ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد آج تک وہاں اسلامی احکام وفرامین نافذ نہ ہو سکے۔

مسلم لیگ کے ایک پرانے لیڈر راجہ محمود آباد نے اپنے بیان میں یوں کہا۔

''افسوس ہے کہ آج چالاکی سے ساڑھے تیرہ سو برس کے پہلے کے سوالات اٹھا کر مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسلام میں کوئی اختلاف نہیں مگر ہاں سیاست میں ہے آج مذہب کے نام سے لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ ہمارے مولوی کہلانے والے ہم کو ملیامیٹ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مذہبی دوکانیں کھول رکھی ہیں۔ ان سے ہم کو بچنا چاہئے'' (روز نامہ اخبار انصاف بمبئی مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۳۹ء نمبر ۱۰ا ر حاشیہ الارشاد از شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ)

اب ہر ذی شعور مسلمان خود سمجھ سکتا ہے کہ مسلم لیگ کا نظریہ ہرگز اسلامی حکومت کا نہیں تھا بلکہ چند چالاک سیاستدانوں کی اپنے اقتدار کی کوشش تھی۔ مسٹر محمد علی جناح کی نگاہ میں علمائے اہل سنت کا کوئی وقار نہیں تھا۔ سنی مسلمانوں کی حیثیت اس پارٹی میں خدام یا دری بچھانے اور جھنڈا اٹھانے والوں اور ورکروں سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن ان سب کے باوجود مسلمان لیگ کے دیوانے بنے ہوئے تھے۔

حضرت حافظ ملت مسلم لیگ کی سیاسی چالوں پر خوب نظر رکھے ہوئے تھے ان کے سامنے یہ سچائی کھل کر آ گئی تھی کہ کانگریس کی طرح مسلم لیگ بھی مسلمانوں کے لیے سم قاتل سے کم نہیں۔

کانگریس اور مسلم لیگ کی گھناؤنی سیاست اور دین دشمنی سے عامۃ المسلمین کو خبر دار کرنے اور لیگ کے جال میں پھنسے ہوئے بہت سے علمائے اہل سنت اور ذمہ داران قوم کو لیگ کے جال سے نکالنے کے لیے تمام تر دینی دردمندی کے ساتھ حقائق وشواہد کی روشنی میں ایک رسالہ بنام ''الارشاد'' تصنیف فرما کر عام کیا۔

حضرت حافظ ملت کی سیاسی بصیرت کو سمجھنے کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

''کانگریس کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمان کانگریس سے سخت متنفر ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے اس سے علیحدہ ہو گئے۔

ع۔ خود غلط بود آں چہ من پنداشتم

مگر شومی قسمت کہ اب بھی سمجھ میں نہ آیا کہ ہمارے دکھ کی دوا اور ہمارے درد کا علاج یہی ہے کہ ہم اپنے معاصی سے تائب ہو کر خدا پرست بنیں اور قرآنی تعلیم کے مطابق تدابیر اختیار کریں بلکہ کانگریس سے بھاگے تو بے سوچے سمجھے لیگ کی بھیڑ میں کود پڑے۔ کانگریس سے ڈرے ہوئے تھے۔ کفر کے ستائے ہوئے تھے۔ لیگ کی آواز اسلام، اسلام، اسلام زندہ باد سن کر لیگ کو اپنی حفاظت کا قلعہ اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ گئے حالانکہ لیگ کے پاس لفظ اسلام کے سوا کچھ نہیں حقیقی اسلام سے اس کو کوئی واسطہ نہیں! (الارشاد ص ۵)

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے بھی اس بات کی تائید کی۔ لکھتے ہیں۔

''وہ مسلمان جو کانگریس کے خلاف مصروف عمل ہونے کے لیے بے چین تھے مسلم لیگ کی طرف ٹوٹ پڑے

اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ اس کی تائید وتقویت کرنے لگے۔تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستان کے طول وعرض میں لیگ پھیل گئی اور اس شان سے پھیلی کہ بہتیری خانقاہوں سے مشائخ کرام تسبیح ومصلیٰ پھیک پھانک کر اسکی صف میں آنے لگے۔بہتیرے مدرسوں سے علما بغلوں میں قرآن وحدیث دبائے ہوئے دوڑ پڑے''

(اشک رواں از مفتی شریف الحق امجدی)

## آل انڈیا سنی کانفرنس

''آل انڈیا سنی کانفرنس' جو سنیوں کی نمائندہ کانفرنس تھی ،دیکھ رہی تھی کہ مسٹر جناح اور دوسرے لیگی لیڈر سنی اور غیر سنی سب کو مسلمان گردان رہے ہیں ۔مسلمان اور مرتد سب کو ایک گھاٹ پر پانی پلا رہے ہیں لیکن اس کے باوجود لیگ سے کنارہ کشی نہ اختیار کر کے بڑے زور شور سے اس کی حمایت جاری تھی ۔لیگ میں سنی تو صرف ورکر کی حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ پچھلے صفحہ میں ذکر کیا گیا لیکن غیر سنی فرماں روا بنے ہوئے تھے ۔حافظ ملت لیگ کے اندر کا حال یوں بیان کرتے ہیں ۔

''وہ لیگ میں فرمانروا ہیں ،حاکم ہیں مخدوم ہیں ،سنی اکثریت کی تمام خدمات انہیں کے اعزاز واقتدار کی نذر ہیں وہ مختار ہیں سیاہ وسفید کے مالک ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں'' (الارشاد ص۱۴)

حافظ ملت کا نظریہ یہ تھا کہ سنی کانفرنس تمام سنیوں کی حمایت سے خود اپنے طور پر اسلامی حکومت کا مطالبہ کرے، لیگ میں ہرگز شامل نہ ہو نہ اس کی حمایت کرے ۔لکھتے ہیں ۔

''مسلمانان اہل سنت کی اتنی اکثریت ہے کہ اگر ایک دم سارے سنی مسلمان خلافت کمیٹی (یا مسلم لیگ) سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ خلافت کمیٹی (یا لیگ) کے پاس کیا رہ جائے گا ؟ اس کا دفتر کہاں رہے گا ؟ اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا ؟ ان حقائق میں کیا اس دعویٰ کی روشنی نہیں کہ خلافت (اور حکومت) صرف سنیوں کو قائم کرنا ہے ۔

حضور حافظ ملت اس دور کے سیاسی زعما اور لیڈروں سے اس درجہ نالاں تھے کہ بس !انہیں نام نہاد مسلم ہمدرد لیڈروں کی بدولت ان گنت مسلمان قتل ہوئے ،بے گھر ہوئے ،بے زر ہوئے یہاں تک کہ کرسی کے ان بھوکے لیڈروں نے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کو بھی پامال کر کے رکھدیا ۔بالآخر حضرت حافظ ملت نے ان حالات سے دوچار ہو کر آل انڈیا سنی کانفرنس کا استعفا حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے پاس بھیج دیا اور اسکی اشاعت بھی کرادی ۔جب ان سے بعض لوگوں نے اس اشاعت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ۔

میرا ارادہ استعفا شائع کرنے کا نہ تھا لیکن میری علاحدگی سے بہت سے احباب کو غلط فہمی ہے ۔بہت سے غلط فہمی پیدا کرتے ہیں، بہت کو حیرت ہے، بہت سے استفسار کرتے ہیں اور علاحدگی کی وجہ دریافت کرتے ہیں لہذا اس مختصر تحریر کے ساتھ اپنے استعفا کو جو ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ کو داخل ہے شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ غلط فہمی دور ہو اور صحیح وجہ معلوم ہو سکے ۔لیکن حافظ ملت نے ایسا کیوں کیا اس سلسلہ میں انہوں نے کئی صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا جس کا اجمالی

تعارف گذر چکا ہے اس رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں۔

''ان مختصر دلائل کی روشنی میں آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوگیا کہ جس طرح کانگریس کی شرکت واعانت ناجائز اور حرام ہے اسی طرح بحکم شرع لیگ کی شرکت واعانت بھی ناجائز وحرام ہے اور ثابت ہوگیا کہ سنی کانفرنس لیگ کی موید ہے مسٹر جناح پر اپنے مکمل اعتماد کا اعلان کرتی ہے اس لیے میں سنی کانفرنس سے مستعفی ہوگیا''

بنارس سنی کانفرنس کی صدارت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھی اس لیے حافظ ملت نے اپنا استعفا انہیں کے نام ارسال کیا اور اس کی ایک کاپی آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ارسال کی۔ چونکہ اس استعفا سے حافظ ملت کی سیاسی آگہی سمجھنے میں کافی مدد ملے گی اور ان کے سیاسی موقف کی تائید کے ساتھ ان کی سیاسی کارگذاریوں پر طائرانہ نظر بھی پڑے گی اس لیے ذیل میں اس استعفا کی نقل بعینہ پیش کی جارہی ہے۔

**نقل استعفا :** سیدی وسندی حضرت مخدوم صاحب قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس دور پرفتن میں سنی کانفرنس کی نئی زندگی سے روحانی مسرت تھی بڑی امید تھی کہ یہ خاص دینی و مذہبی جماعت کانگریس، لیگ، احرار وغیرہ سب سے بے تعلق اور علیحدہ رہ کر اہل سنت کی تنظیم کرے گی اور تمام بے دینوں بد مذہبوں سے مسلمانان اہل سنت کو علاحدہ اور محفوظ رکھتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی فرمائے گی اس لیے یہ خادم اپنے عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ سنی کانفرنس کی خدمت کے لیے تیار ہوا حسب الحکم حضور والا مبارک پور میں ضلع سنی کانفرنس قائم کی اطراف میں اس کی شاخیں پھیلائیں نہایت جدو جہد سے کام ہوا چناں چہ ڈھائی ہزار سنی مسلمان باضابطہ اس کے ممبر بنائے مگر جب سے ہندوستان میں الیکشن کا دور شروع ہوا کارکنان سنی کانفرنس نے لیگ کی حمایت شروع کردی منفرداً و مجتمعاً ہر طرح لیگ کی تائید کرتے رہے بڑے بڑے عمائد کانفرنس نے پوری طاقت سے لیگ کا ورک کیا چناں چہ ان کی محنتوں کا نتیجہ یہ شائع ہوا کہ نوے فیصدی کا سہرا سنی کانفرنس کے سر ہے کارکنان سنی کانفرنس کی اس لیگ نوازی سے خادم متاثر ضرور تھا تاہم اس کی تاویل کرتا تھا اور اس کو ان حضرات کی شخصی اور مقامی خصوصیت پر محمول کرتا تھا یہ خیال کرتا تھا کہ سنی کانفرنس کا مقصد لیگ کی تائید نہیں ہے اس لئے امید ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اس کی تلافی ہوجائے گی مگر بنارس کے اجلاس کا دعوت نامہ آیا تو اس میں بھی مقاصد سنی کانفرنس میں پاکستان اور لیگ شامل ہے اگرچہ پاکستان کی تفسیر بایں الفاظ ہے (آئین شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر ایک آزاد با اختیار حکومت کا مطالبہ) لیکن سنی کانفرنس کی طرف سے یہ الفاظ پاکستان کے لیے صرف دعائیہ ہو سکتے ہیں بطور مطالبہ ہرگز نہیں اس لیے کہ پاکستان لیگ کا مطالبہ ہے جو تمام مسلمانوں کی واحد نمائندگی کی مدعی ہے اور سنی کانفرنس نے اپنی تائید سے لیگ کے اس دعویٰ کو حکومت برطانیہ سے منوادیا ہے لہذا اگر سنی کانفرنس کی تائید وحمایت سے بالفرض پاکستان ملا بھی تو لیگ کو ملے گا اور

وہ لیگی پاکستان ہوگا جس کی تشریح مسٹر جناح نے بارہا کی ہے کہ پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز نہیں قائم ہوسکتی پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جس میں غیر مسلموں کا بھی حکومت میں حصہ ہوگا لیگی اخبار ’تنویر‘ ۱۲/اپریل میں ہے قائد اعظم نے کہا ہے کہ:

’’پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی اب پاکستان کی وہ تفسیر جو سنی کانفرنس کر رہی ہے کیا معنی رکھتی ہے اگر کوئی معنی ہوسکتا ہے تو یہ کہ اس کی تفسیر سے مسلمان متاثر ہوکر حمایت پاکستان میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کریں اور بس!

اس طرح لیگ کی تائید میں دینی امور کی قید اس قید کی عملی حقیقت آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماے کرام کے متفقہ فیصلہ سے ظاہر ہوجاتی ہے الیکشن کے لیے فیصلہ یہ تھا (مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں) اس فیصلہ میں لیگی نمائندہ کی تائید مقید ہی تھی کہ اگر لیگ نے سنی نمائندہ کو منتخب کیا ہے تو اس کی سنی کانفرنس کے اراکین وممبران تائید کریں گے مگر عملاً یہ قید بالکل ہی نظر انداز کردی گئی اور غیر سنی نمائندوں کی بڑی قوت کے ساتھ تائید کی گئی بڑے بڑے عمائدین سنی کانفرنس نے یہ جانتے ہوئے کہ نمائندہ ہرگز سنی نہیں ہے اس کا ورک کیا اور نہایت ہی عرق ریزی سے اس کی تائید کی لہٰذا عمائدین سنی کانفرنس کے اس عمل نے ثابت کردیا کہ ’’سنی کانفرنس‘‘ کے متفقہ فیصلہ میں سنی کی قید احترازی نہ تھی تو اب لیگ کی تائید میں یہ دینی امور کی قید علیٰ ہذاالقیاس۔ نیز لیگیوں نے تقریراً اور تحریراً شور مچایا اور عوام سنیوں کو دھوکہ دیا کہ سنی کانفرنس چونکہ لیگ کی تائید کرتی ہے لہٰذا سنی مسلمان لیگ کو کامیاب بنائیں تو میں نے ایک مختصر مضمون بعنوان ۔غلط فہمی کا ازالہ ’’الفقیہ‘‘ میں بھیجا جس کا حاصل یہی تھا کہ سنی کانفرنس نے صرف نمائندے کی تائید طے کی ہے سنی کانفرنس مطلقاً لیگ کی موئد نہیں تو اولاً اس مضمون کو بے اثر کرنے کے لئے اسے گمنام چھاپا (موئدین) سنی کانفرنس اس بے اثر کو بھی برداشت نہ کرسکے بلکہ اٹاوہ سنی کانفرنس سے اس کی بڑی مبسوط تردید شائع ہوئی اس پر مرکز کے سکوت نے اور واضح کردیا کہ فیصلہ میں سنی کی قید احترازی نہ تھی ایسی صورت میں عملاً لیگ کی تائید مطلق ہی رہ جاتی ہے اور عملی طور پر ان قیود کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا پھر ان باریکیوں کو عوام بے چارے کیا سمجھیں ان کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ سنی کانفرنس کے مشاہیر علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ لیگ کی تائید میں شائع ہوگیا تو پھر کیا تھا جھک پڑے جس کے زہریلے نتائج مذہب پر اس قدر اثر انداز ہوئے کہ تصلب فی الدین کا خاتمہ ہوگیا اور ان کی خوش عقیدگی لیگ سے اس قدر بڑھی کہ خواہ قادیانی ہو یا رافضی، دیوبندی ہو یا خارجی اگر وہ لیگی ہے تو سنی مسلمان اس کی تعظیم وتوقیر کے لیے تیار ہے مبارک پور کے سنی اپنی مذہبی خصوصیت میں ممتاز تھے مگر لیگ کی خوش عقیدگی نے ان سے مرتد اشرف علی تھانوی کے خلیفہ ظفر احمد تھانوی کا استقبال کرایا اس کا لکچر سنوایا اس کے پیچھے نماز پڑھوائی اس کے پیر کے موزے دھلوائے غرضیکہ بڑی تعظیم وتکریم کرائی اس کی صفائی میں کہتے ہیں کہ ہم مذہبا ظفر احمد تھانوی کو نہیں مانتے صرف سیاسی رہنما ہونے کی حیثیت سے مانتے ہیں اگر مسلمانان مبارک پور پر لیگ کا بھوت نہ سوار ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے یہ ہیں لیگ کی تائید کے زہریلے نتائج لہٰذا جب آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں بھی لیگ کی تائید ہورہی

ہے تو اب میرے نزدیک نہ کسی تاویل کی گنجائش نہ اس کی تلافی کی امید باقی اس لیے سنی کانفرنس کی خدمت سے معذور ہو کر نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس تحریر کو بطور استعفا پیش کرتا ہوں اور نہایت ہی ادب سے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اگر سنی کانفرنس نے لیگ سے اپنی علاحدگی اور بے زاری کا اعلان کر دیا تو میں بسر و چشم اسکی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

فقط عبد العزیز عفی عنہ

۱۲؍ جماد الاولیٰ ۶۵ھ

(الارشاد از حافظ ملت ص ۱۹)

**ترک وطن کی مخالفت:** حضرت کی یہ دور بینی اور سیاسی بصیرت اس حقیقت کی غماز ہے کہ وہ واقعی حافظ ملت تھے۔ حافظ ملت سچے محبّ وطن بھی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد وطن عزیز ہندوستان سے ترک وطن کر کے سرحد پار ملک پاکستان جانے والوں کو آپ نے غیرت دلائی کہ تم چلے جاؤ گے تو مدارس و مساجد اور مزارات کی حفاظت کون کرے گا؟ وہ ہندوستان جس میں خواجہ اجمیری و محبوب الٰہی نے انسانیت کا درس دیا تھا۔ خسروؔ، عشقیؔ، اور کافیؔ کے نغمات جس کی پروائیوں میں رچے بسے تھے۔ دہلی کے خانوادہ ولی اللہی اور لکھنؤ کے علمائے فرنگی محل، خیر آباد کے گہوارہ علم و شعور، بریلی کے امام احمد رضا نے جس دھرتی پہ بیٹھ کر پوری دنیائے اسلام کے مسائل کا حل تلاش کیا تھا جس جگہ تاج اور قطب مینار ہی نہیں ہمارے تہذیبی ارتقا کی ہزاروں نشانیاں موجود ہیں اس وطن کو چھوڑ کر الگ تھلگ گوشۂ تنہائی اختیار کیا جائے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ ہی روز بعد ہماری ساری علامتیں ہماری ساری نشانیاں بلکہ برصغیر ہند پر اسلامی عروج و ارتقا کی تاریخ کے سارے ذخیرے گنگ و جمن کی لہروں میں گم ہو جائیں گے۔

اس بات سے قطع نظر کہ نظریۂ پاکستان اور وطن چھوڑ کر پاکستان کی طرف کوچ کرنے کے بارے میں اس دور کے علما نے کیا احکام صادر کیے تھے۔ حافظ ملت نے قوم کی کھلی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور خون کے آنسو رو پڑے اس لیے کہ ان کے سامنے آبادیاں ویران ہو رہی تھیں اثاثے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرح بہائے جا رہے تھے۔ مسلمان زندگی سے مایوس ہو رہے تھے۔ خود اس پریشانی کے ماحول کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں پر جو مصیبتیں آئیں تکلیفیں پہونچیں اور شدائد و آلام کے پہاڑ ٹوٹے سب جانتے ہیں جانی مالی اعزازی نقصانات سب پر روشن ہیں۔ ہر شخص بجائے خود خطرہ محسوس کرتا ہے۔ تردد و تفکر اضطراب و بے چینی کے عالم میں حیران و پریشان ہے گرفتار بلا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے مگر نجات نہیں ملتی۔"

(ارشاد القرآن ص ۱۱ از حافظ ملت)

ہندوستان چھوڑنے اور پاکستان بسانے کا نشہ ایسا نشہ تھا جس نے ملک کی ہزاروں آبادیوں کو اجاڑ دیا لاکھوں گھر برباد ہو گئے جانے والوں پہ کیا گزری وہ انہیں کو معلوم مگر جو لوگ بچ رہے وہ بھی اپنے پیش رووں کی تقلید میں تیاریاں

کررہے تھے کچھ تذبذب کا شکار تھے۔

ع" بہت کچھ جا چکے ہیں اور کچھ تیار بیٹھے ہیں"

حافظ ملت نے اس موقع پر نہایت حکمت عملی سے کام لیا اور منتشر و متوحش اذہان کو ترک وطن سے منع فرمایا۔ اور ان کے لرزیدہ قدموں کو ملک کے اندر رہ کر اپنے دین قویم پر اخلاص و دیانت داری سے مستقیم ہونے کی ہدایت کی اپنا ملک اپنا وطن چھوڑ کر دوسری آبادی دوسرے خطے میں بلاوجہ جانا نہ عقل کے لحاظ سے مناسب ہے نہ شعور کے لحاظ سے بلکہ مسلمان کے لیے تو روے زمین کی پوری بساط بچھا دی گئی ہے جس جگہ چاہے رہے جدھر چاہے جائے اس کی شان یہ ہے کہ۔

ع" ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

**ترک وطن کب ضروری ہے؟** جب تک اپنے وطن میں رہ کر اسلام اور شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ترک وطن کی کوئی حاجت نہیں۔ ہاں جب دین پر عمل کرنا دشوار ہو جائے شریعت کے قوانین کے نفاذ پر پابندیاں عائد ہو جائیں، فرائض کی ادائیگی دشوار ہو جائے اس وقت ضرورت دینیہ کے لیے ترک وطن کرنا ضروری ہے لکھتے ہیں۔

"مسلمانو! تمہارے دنیا میں آنے کی غرض اور تمہارا مقصود اصلی اللہ عزوجل کی عبادت ہے تمہارا رب فرماتا ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالِانْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ"۔ یعنی میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہذا مسلمانو! جب تک تم اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت میں آزاد ہو تمہارا مقصود حاصل ہے۔ ایسی صورت میں ہرگز کہیں جانے کی ضرورت نہیں اور خدا نہ خواستہ تم اپنے رب کی عبادت سے روک دیے جاؤ اور اس مقصود کے حاصل کرنے سے مجبور کر دیے جاؤ تو ایسی صورت میں بشرط استطاعت ترک وطن ضروری ہے اور محض یاد الٰہی کے لیے ضروری ہے خوشنودی خدا کے لیے ضروری ہے اس میں کسی خطۂ زمین کی تخصیص نہیں جہاں بھی امن کے ساتھ اپنے رب کو یاد کر سکو وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کرو اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ۔

رند جو ظرف اٹھالے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہیں میخانہ بنے

(ارشاد القرآن ص ۲۲ از حافظ ملت)

اس دور کے حالات سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہوں گے کہ مسلمانوں میں وطن چھوڑنے اور پاکستان آباد کرنے کے جذبات کا کیا حال تھا اور اس ماحول میں نہایت جرأت مندی اور حوصلہ کے ساتھ عام رجحان کے خلاف آواز اٹھانا کس دل گردے کا کام تھا۔ مسلمانوں کی آبادی ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے شکست، ریخت اور رحلت کے شور سے مبارک پور کو متاثر ہونا چاہیے تھا اور مبارک پور متاثر بھی تھا مگر حضور حافظ ملت اور آپ کے ہم نوا علما نے اس اثر کو اپنی تقریروں اور تحریروں سے زائل کر دیا حافظ ملت قبلہ کے استاذ گرامی حضرت

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے خود مبارکپور تشریف لا کر رحلت پاکستان کے خلاف زبردست تقریر فرمائی۔ اشرفیہ کا ماضی اور حال میں ہے،

''آپ نے محلّہ پورہ صوفی میں شیخ محمد امین صاحب کے دروازہ پر مسلمانان مبارک پور کے سامنے ترک وطن کے خلاف زبردست تقریر فرمائی اور کہا کہ ہمیں اسی ملک میں رہنا ہے اور اس عزم و حوصلہ کے ساتھ کہ ہمارے اسلامی شعائر کے تمام گوشے حسب سابق قائم و دائم رہیں گے اور مستقبل میں دین حنیف اور اس کے ارکان پر کسی بھی حملہ کا مقابلہ ہمیں یہیں رہ کر کرنا ہے ہندوستان ہمارا وطن ہے اس کے اندر ہونے والی ہر بدعنوانی کو ہمیں خود اپنی کمزوری تصور کرنا ہوگا۔ وطن کا سچا شیدائی وہ ہے جو اس کے ہر غلط اقدام کو اپنی غلطی سمجھ کر اصلاح کی کوشش کرے تا کہ غیر ممالک کی نگاہ میں ملک و وطن کا وقار مجروح نہ ہو۔ (اشرفیہ کا ماضی اور حال ص۲۰۔

حافظ ملت حضرت صدرالشریعہ کی آغوش تربیت کے پروردہ تھے انہیں پوری طرح احساس تھا کہ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں بچے ہوئے غریب و نادار مسلمانوں کی کشتی شکستہ پتوار کے ساتھ طوفانی موجوں کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کر سکتی ساحل مقصود تک پہونچنا تو در کنار کچھ دور کا سفر بھی ناممکن دکھائی دے رہا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہندوستان میں بچے ہوئے مسلمانوں کو اسلامی شعور و افکار سے بے بہرہ نہ ہونے دیا جائے بلکہ وہ اسلامی علوم اور اپنے مذہبی معاملات میں اس قدر آسودہ اور خود کفیل ہوں کہ ان سے ان کا ایمانی اور ملی تشخص نہ چھینا جا سکے جس کے لیے نہ صرف یہ کہ پامردی سے اسی ملک میں رہنا ضروری ہے بلکہ رہ کر علم و تہذیب کے ادارے انجمنیں مدارس اور بزمیں بنانا نہایت ضروری ہے چنانچہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی اسی تقریر میں فرمایا:

''اصلاح قوم و ملت کے لیے ضروری ہے کہ متین و سنجیدہ ماحول شناس مصلح اور مفکر زیادہ سے زیادہ پیدا کیے جائیں تا کہ ملک و وطن و قوم ملت کی سچی خدمت اور معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ انجام پا سکے (صفحہ۲۲)

اس قسم کے افراد پیدا کرنے کے لیے کن کارخانوں کی حاجت ہے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے صاف لفظوں میں اس کی نشاندہی کر دی فرماتے ہیں:

''ان کاموں کی راہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اصلاح امت کے کارخانے دانشگاہیں اور مدارس زیادہ سے زیادہ قائم کیے جائیں (اشرفیہ کا ماضی اور حال۲۲)

اس حکت عملی اور بروقت اقدام نے صرف مبارک پور اور ضلع اعظم گڑھ ہی نہیں بلکہ یو پی اور بہار کے بہت سے خطے جہاں ان علماے کرام کی تقریریں ہوئیں (اور حضور حافظ ملت کا رسالہ ارشادالقرآن تقسیم کیا گیا) لوگ بے وطن ہونے سے بچ گئے اور ہندوستان میں زندگی گزارنے کے لیے اس مثبت نظریہ پہ کاربند ہو گئے۔

حافظ ملت نے مسلمانوں کے جانی اور مالی نقصانات کی علت قرآنی اصول '' ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر ''یعنی بھلائیاں خدا کی جانب سے ہیں اور پریشانیاں تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں اور بہت سوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ کے تحت ان کی خدا سے غفلت اور دین سے بے راہ روی بتائی۔ سوالیہ انداز میں خود ہی

اس داستان الم کا حال پیش کرتے ہیں اور خود جواب دیتے ہیں:

''اسی زمین پر مسلمان نہایت سکون واطمنان سے باعزت زندگی بسر کرتے تھے۔اسی آسمان کے نیچے حمایت الٰہی کے سایہ میں امن وآشتی، صحت وسلامتی کے گہوارہ میں مطمئن تھے تائید الٰہی شامل حال تھی، نصرت الٰہی پشت پناہی کرتی تھی، مگر آج مسلمان بے کس ہے، بے بس ہے، غم واندوہ کا مجسمہ ہے، خوف و ہراس کا شکار ہے، زندگی وبال جان ہے، کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، اس بلاے عظیم سے کسی طرح نجات نہیں ملتی، کیا زمین بدل گئی، آسمان تبدیل، ہو گیا آخر مسلمانوں پر اس بلاے عظیم کے مسلط ہونے کا سبب کیا ہے؟ (ارشاد القرآن ص ۱۱ از حافظ ملت)

خود ہی آگے چل کر جواب دیتے ہیں جس میں مسلمانوں کی بد اعمالیوں اور برائیوں اور شریعت سے غفلت کا صراحۃً ذکر کیا ہے اور لب لباب کے طور پر یہ اشعار تحریر کرتے ہیں۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے — مسافرو! روش کارواں بدل ڈالو

جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے — نشاط ولذت خواب گراں بدل ڈالو

سفینہ جا کے کنارہ سے لگ تو سکتا ہے — ہوا کے رخ پہ چلو بادباں بدل ڈالو

(ارشاد القرآن ص ۱۳ از حافظ ملت)

ہوا کا رخ اس وقت تک چاہے جو کچھ رہا ہو مگر صبر وتوکل اور خوف ورجا کے اسلامی اور اسی قرآنی ارشاد کے بعد قوم نے اپنی توجہ کا رخ بدل دیا۔اور ہر طرف سے یک سو ہو کر دار العلوم اشرفیہ اور اسی قسم کے دوسرے اداروں کی طرف متوجہ ہوئی۔اس عالم رستا خیز نے جب لاکھوں انسانوں کو بے گھر اور بے در بنا دیا جو دینی مدارس اور اسلامی درسگاہوں کی خبر گیری کون کرتا۔مگر واہ رے حافظ ملت جیسا مرد مجاہد سارے ہنگاموں سے بے فکر اور بے نیاز ہو کر آپ اپنی فطری دل چسپی اور لگن سے بدستور نوجوانان ملت کو علم دین وشریعت سے لیس کرنے میں منہمک رہے چنانچہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدفیضہ اپنے معائنہ ۱۹۵۰ء میں لکھتے ہیں۔

''مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور بحمدہ تعالیٰ اس زمانہ میں بھی جب تقسیم ہند وپاک نے دینی مدارس کی جان پر بری بنا دی ہے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے جس کا میں نے کئی برس پہلے بھی معائنہ کیا تھا۔اب جب سے بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلی جل وعلا وعلیہ التحیۃ والثنا پہلے سے ہر اعتبار سے بلند وبالا پایا۔

(اشرفیہ کا ماضی وحال ص ۲۴۔از بدر القادری)

حافظ ملت کی زندگی کے جس رخ کو پیش کیا گیا ہے اور تقسیم ملک کے وقت ان کی ملکی اور وطنی محبت کا جو انداز سامنے آتا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے وطن میں صبر وتوکل کے ساتھ رہنے کی جو تلقین ثابت ہے اس کی تفصیل جاننے کے لیے آپ کو ان کی چالیس سالہ جانفشانیوں کا جائزہ لینا ہوگا اور الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے مجوزہ خاکہ کا مکمل تجزیہ کرنا پڑے گا اور ان کی زہرہ گداز جاں کاہیوں کو دیکھنا ہوگا تو اندازہ ہوگا کہ ۴۷ء کے ہنگامہ میں ایک عظیم

حلقۂ مسلمین کی امامت اور ان کی حفاظت و صیانت کے لیے مجاہدانہ انداز میں میدان عمل میں کودنے والا عمر بھر ان اندرونی اور بیرونی ہنگاموں سے ٹکراتا رہا جو اس کے عظیم مقصد الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسیٹی) کی راہ میں حائل ہوئے ہیں یونیورسٹی کا خاکہ مرتب ہونے سے آسودۂ خاک ہونے تک بے شمار ایسے مراحل آئے کہ ان کی حکیمانہ فکر نے قائدانہ رنگ اختیار کیا اور سچ تو یہ ہے کہ تعمیر ملت کے اس عظیم کام میں حافظ ملت کی جرأت و عزیمت اگر یہ روپ نہ اختیار کرتی تو جھوٹی قیادت اور من مانی چودھراہٹ کی ملت فروش اسکیمیں اس عظیم ادارہ کو بھی خیالات و پروگرامات سے آگے بڑھ کر کبھی منصۂ شہود پر نہ آنے دیتیں ۔مگر قربان جایئے اس بوڑھے مجاہد کی ہمت مردانہ پر جس نے ماحول کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اپنا سفینہ موجوں کے حوالے کر دیا اور دنیا نے دیکھا کہ

ع؎ موجیں سمٹ کے رہ گئیں کشتی کے آس پاس





## بیسواں باب

# اشرفیہ کا ماضی اور حال

آشیاں سازی میں تنکا تنکا چنتے ہیں طیور
ہم نے اپنے بال و پر بھی آشیاں کو دے دیے
عشق میں پروانوں نے بازی لگا دی جان کی
اک جھلک کے بدلے سب برق تپاں کو دے دیے

(بدر)

# مبارک پور کی تاریخ

یہ بات تو مسلم ہے کہ پہلے پہل یوپی کے خطہ پورب کو اپنے سمند اقبال سے نوازنے والے سلطان الشہداء، سید سالار مسعود غازی بہرائچی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے روحانی وعرفانی قافلہ کے غازیوں اور مجاہدوں نے ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ مبارک پور کو بھی اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر اسے برکتیں عطا کیں اور حضرت ملک شدنی اور نہ معلوم کن کن شہداء کے وجود کا تخم اس خطہ ارض کو حاصل ہوا

زمانہ آگے بڑھتا رہا تا آنکہ دور ہمایوں ۹۲۵ھ میں جب مسلمانوں کے دم قدم سے نو آبادیاں قائم ہو رہی تھیں'' اس وقت قصبہ مبارک پور'' کی بنیاد پڑی۔ اگر چہ اس وقت تک اسے کوئی باقاعدہ نام نہیں ملا تھا۔

## بانی مبارک پور:

مبارک پور کے بانی ہیں حضرت سید راجہ مبارک علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں حضرت راجہ سید مبارک بن حضرت راجہ سید احمد بن حضرت راجہ نور بن حضرت راجہ سید حامد (رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم) کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہما) سے جا ملتا ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ ''گنج ارشدی'' نامی کتاب میں ملتا ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک کے والد ماجد حضرت راجہ سید احمد قدس سرہ عین جوانی میں شادی کے چند ماہ بعد انتقال کر گئے تھے۔ راجہ سید مبارک کی والدہ کو اس وقت ایک ماہ کا حمل تھا۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے جد محترم حضرت راجہ سید نور علیہ الرحمہ نے آپ کی پرورش کی۔ وہ پیار سے راجہ سید مبارک کو'' ماکھو'' کہا کرتے تھے۔

جد محترم نے اپنے یتیم پوتے کی تعلیم وتربیت کر کے بچپن ہی میں ان کو خلافت واجازت بھی مرحمت کر دی تھی۔

گو راجہ سید مبارک ظاہری علوم سے زیادہ واقف نہیں تھے مگر مشیخت و روحانیت میں بلند مقام ومرتبے کے مالک تھے۔ آپ کے حلقہ ارادت وخلافت میں اولیائے کاملین کی ایک کثیر تعداد تھی۔

راجہ سید مبارک علیہ الرحمہ نے اپنے خاندان کے بزرگوں کی طرح جون پور اور اس کے اطراف وجوانب میں رہ کر ارشاد وتبلیغ کی خدمت انجام دی۔

آپ تبلیغ واشاعت دین کی غرض سے کڑا مانک پور ضلع پرتاب گڑھ (یو، پی) سے قاسم آباد تشریف لائے، قاسم آباد میں آپ نے اپنی تبلیغ وارشاد اور بیعت وارادت سے ایک نئی روح پھونکی، اسلام کو ضیاء بخشی، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کیا، معصیت اور گمرہی میں مبتلا لوگوں کو راہ راست دکھائی اور'' قاسم آباد'' کو از سر نو آباد کر کے اس کا نام مبارک پور رکھا۔

آپ بڑے عابد وزاہد اور بلند روحانی مقام کے مالک تھے۔ کڑا مانک پور میں ۲؍شوال ۹۶۵ھ کو آپ کا وصال ہوا اور اپنے دادا حضرت سید نور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

''گنج ارشدی'' میں آپ کی تاریخ وفات یہ ہے:

امام سالکاں وقطب الاقطاب — سرِّ دیں حضرت راجی مبارک
چوں زیں دنیائے دوں رحلت نمودہ — بلطف حق تعالیٰ وتبارک
ہمہ قد وسیاں بر مسند عرش — بترک دار بردندش تبارک
شدہ مذکور سالش گفتہ حامد — بحق شد راجی سید مبارک

۹۶۵ھ

آپ کے صاحبزادے راجہ سید مصطفےٰ نے مزار پر (۹۶۵ھ) گنبد تعمیر کرایا۔

## مسجد راجہ مبارک شاہ:

الجامعۃ الاشرفیہ سے متعلق ''مسجد راجہ مبارک شاہ'' جو اپنی وسعت وعظمت اور شان وشوکت میں دور دور تک مشہور ہے وہ راجہ مبارک شاہ صاحب ہی کے نام سے موسوم ہے۔ قصبہ مبارک پور میں جمعہ وعیدین کی سب سے بڑی جماعت یہیں ہوتی ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک شاہ علیہ الرحمہ کے خانوادہ کے ایک بزرگ حضرت سید غلام نظام الدین (م ۱۱۲۸ھ) راجہ خیر اللہ شاہ محمد آبادی کے نام سے مشہور ہوئے اور ''محمد آباد گوہنہ'' سے تقریباً ایک کلو میٹر مغرب میں واقع موجودہ قصبہ ''خیر آباد'' آپ ہی نے بسایا۔

سلسلۂ چشتیہ میں شاہ ابوالغوث گرم دیوان شاہ متوفی ۱۱۷۸ھ مزار، لوہرا مبارک پور آپ ہی کے مرید ہیں۔
(علامہ یٰسں اختر مصباحی: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ص۱۴)

## مبارک پور کے دینی وعلمی ادارے:

مبارک پور کے مغرب میں ''مدرسہ حنفیہ جون پور'' اور مشرق میں ''مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور'' دو قدیم دینی وعلمی ادارے تھے۔ مقامی سطح پر کچھ لوگ ابتدائی تعلیم کے بعد مزید تعلیم کے لیے مذکورہ دونوں اداروں اور معدودے چند لکھنؤ یا دلی حصول تعلیم کے لیے جاتے تھے۔

یہ مبارک پور میں حضرت حافظ ملت کی تشریف آوری اور ''مدرسہ اشرفیہ باغ فردوس'' کے قیام کے پہلے کی بات ہے اور آج ''الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور'' تو عالم اسلام کا ایک نمایاں علمی مرکز ہے۔

مبارک پور میں دیوبندیوں کا ادارہ ''احیاء العلوم'' اور غیر مقلدین کا ''دار التعلیم'' ہے اور شیعوں کا ادارہ ''باب العلم'' ہے۔ یہاں بوہرہ اسماعیلی فرقہ کے معتقدین کے بھی چند گھر ہیں۔ انھوں نے بھی اپنا ایک سینٹر بنالیا ہے۔

## مبارک پور کی شہرت وعظمت کا سبب:

ملک ہندوستان کے صوبۂ اتر پردیش کے شہر اعظم گڑھ کو دسمبر ۱۸۳۲ء میں ضلعی حیثیت حاصل ہوئی۔ اعظم گڑھ میں بڑی بڑی عظیم ونامور علمی وادبی ہستیوں نے جنم لیا ہے اور اسی بناء پر اسے ''مردم خیز خطہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

کل تک یہ قصبہ گمنام تھا لیکن اس نے پوری دنیا میں ایک غیر معمولی پہچان بنالی ہے۔ عالم اسلام کا کوئی بھی خطہ وعلاقہ ایسا نہیں جہاں مبارک پور کی شہرت نہ پہنچی ہو۔ اور مبارک پور کی یہ شہرت عظیم مرکز علمی'' الجامعۃ الاشرفیہ'' کے سبب ہے۔ لیکن الجامعۃ الاشرفیہ کو مبارک پور کی سرزمین پر وجود کس نے بخشا؟ حضرت حافظ ملت علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ نے اور آج مبارک پور کو یہ شہرت ومقبولیت، عزت وعظمت اور بڑائی وبلندی بلاشبہ اسی ذات بابرکات کی بدولت حاصل ہے۔

اسی معمار قوم وملت، باغبان باغ فردوس، جلالۃ العلم، استاذ العلماء حافظ ملت، محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری، بانی الجامعۃ الاشرفیہ ہی نے مبارک پور کو قابل مبارک باد بنایا۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مبارک پور کی سرزمین پر'' الجامعۃ الاشرفیہ'' کی شکل میں علم وحکمت کا ایسا مرکز قائم فرمادیا جس پر بغداد وقرطبہ، شیراز واصفہان، سمرقند وبخارا، اور قاہرہ کے جامعات کو بھی رشک آتا ہے اور جہاں کے فاضلین دنیا کے کسی بھی جدید دانش کدہ اور ماڈرن یونیورسٹی کے دانش وروں اور پروفیسروں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علم وحکمت کے کسی بھی موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے کے بجائے خود انہیں احساس کمتری میں مبتلا کرنے کا مادہ رکھتے ہیں۔

''الجامعۃ الاشرفیہ'' ایک ایسا منارۂ نور ہے جو تہذیب جدید کے اخلاق وانسانیت سوز شعلوں کو کاٹتا ہوا، نئی روشنی کی برپا کی ہوئی جہالت وگمرہی کی تیرگی کو چیرتا ہوا بندگان الٰہی کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہوا انہیں صراط مستقیم پر گامزن کرتا چلا جارہا ہے۔

نہ صرف برصغیر بلکہ یورپ وامریکہ اور افریقہ کے تشنگان علوم نبویہ بھی اپنی پیاس بجھانے اور سرمست وسرشار ہونے کے لیے اسی میخانہ علم وحکمت کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے کیمپس (Campus) میں داخل ہوتے ہی نگاہوں میں چمک اور چہرہ پر تازگی آجاتی ہے۔ دل مضطرب کو قرار آجاتا ہے۔ سینہ فخر سے تن جاتا ہے۔ اللہ اکبر! یہ ایک ایسا باغ فردوس ہے جہاں ہر سو علم وحکمت ودانش کوثر وتسنیم کے دھارے بہتے نظر آتے ہیں۔

جامعہ کے در و دیوار سے حمد الٰہی اور مدح رسالت پناہی کے مچلتے ہوئے نغمے۔ جامعہ کی فضاؤں میں گونجتی ہوئی قرآن وسنت کی جاں بخش اور ایمان افروز صدائیں ذہن کے دریچوں کو بہار ابد کی جاں فزا ہواؤں کے لیے وا کر دیتی ہیں۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے عمر بھر'' الجامعۃ الاشرفیہ'' (باغ فردوس) کی باغبانی و پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔

طلبائے اسلام کی جماعت کو تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کرتے رہے اور ''اشرفیہ'' ہی کو آخری آرام گاہ بنالیا۔

یہ حافظ ملت ہی کے قدموں کی برکت ہے کہ انھوں نے مبارک پور کی سرزمین کو آسمان کی بلندی عطا کردی۔ اللہ کے احسان یافتہ بندوں کی یہی تو شان ہوتی ہے کہ

تو جہاں ناز سے قدم رکھ دے
وہ زمیں آسمان ہے پیارے

## مبارک پور اور اس کی مذہبی تاریخ:

مبارک پور اپنے ضلعی مقام اعظم گڑھ سے تقریبا سترہ کلومیٹر شمال مشرق میں کئی مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ایک مسلم اکثریت کی آبادی ہے۔ مسلمانوں میں '' بنکر طبقہ'' کی تعداد غالب ہے۔

مبارک پور کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت استاذ محترم بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے جو کچھ تحریر فرمادیا ہے وہ سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت نے اس پورے ماحول کی بہترین تصویر کشی فرمائی ہے جسے ہم یہاں من وعن نقل کرتے ہیں۔

''یہ آبادی آج سے تقریبا ساڑھے تین سو سال قبل کی ہے۔

یہاں کا خاص ذریعۂ معاش بنکاری ہے۔ قدیم عہد میں سوتی کپڑے (گزی وغیرہ) تیار ہوتے تھے لیکن جلد ہی یہاں کے ہنرمندوں نے ریشم اور سوت کی آمیزش سے چند نفیس قسم کی پوشش بنائیں جو مدتوں شرفاء کا لباس اور خوشروں کی زینت رہیں اور مشروع، غلطاں، سنگی، گلبدن وغیرہ کے نام سے مشہور عالم ہوئیں۔ اب خالص ریشم اور زری کے بنارسی کپڑوں میں یہاں کے ہنرمند اپنا جواب نہیں رکھتے۔

''محمد آباد کے قریب مبارک پور نام کا بڑا قصبہ ہے جو پرانے زمانے سے پارچہ بافی کا مرکز ہے۔ (حیات شبلی ص۵۶) معاشرت یہاں کی نہایت سیدھی سادھی اور تقریبا اسلامی احکام کے موافق تھی۔ اب انقلاب زمانہ کے ساتھ یہاں بھی کچھ تجدد کی ہوا چل پڑی ہے۔ بیشتر آبادی اگر چہ بے پڑھی لکھی تھی لیکن خیر غالب اور نیکی نمایاں تھی۔

مولوی مکرم احمد عباسی چریا کوٹی اپنی قلمی تصنیف '' دہ بند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''مبارک پور میں پانچ ہزار خانہائے نورباف ہیں۔ ہر ہر محلّہ میں مسجدیں موجود ہیں، پانچوں وقت کی جماعتیں نماز کی دھوم دھام سے ہوتی ہیں۔ اہل محلّہ سب کاروبار چھوڑ کے واسطے تحصیل فضیلت جماعت کے مسجد میں آتے ہیں۔ فقیر، درویش، ملّے، مسافر، غریب الوطن، مساکین، مرثیہ خوان زیادہ تر یہاں وارد ہو کے مبلغ معتد بہ پا جاتے ہیں۔ فی تھان کسی قدر زکوٰۃ کے طور پر نکال کے ایک خزانہ میں کہ موسوم بہ گولک کرلیا ہے جدا دھرتے ہیں جس سے پیسہ ایک مقدار کثیر میں موجود رہتا ہے اور اسے مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں۔ اکثر باثروت وصاحب مال ہیں۔ گلبدن وسوتی پہلے پہل یہیں بنایا گیا اور اب تک یہاں کا ساعمدہ اور ارزاں دوسری جگہ نہیں بنایا گیا۔ بالفعل مشروع وسنگی واصناف پارچہائے سادہ ورنگین یہاں بہتر بنایا جاتا ہے اور بکفایت تام ہاتھ آتا ہے۔ بازاروں میں غلہ اس افراط سے آتا ہے کہ

بڑے بڑے شہروں کا گولہ اس کا رشک کھاتا ہے'' (دہ بندص ۳)

## مدرسہ مصباح العلوم کا قیام:

اس کے بعد تاریخی حقائق جانے کے لیے ہم بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی کی تحریر من وعن پیش کرتے ہیں

آج سے سو سال قبل شعبان ۱۲۹۲ھ کا بیان ہے اور یہ لگ بھگ وہی وقت ہے جب کہ مبارک پور کے افق پر دودمان خاندان اشرفیہ۔ شہزادۂ غوث الوریٰ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تبلیغی سرگرمیاں رشد و ہدایت کا آفتاب بن کر چمک رہی تھیں اور پورا مبارک پور ان کے قدموں میں اپنا دل بچھائے ہوئے تھا اور عجب نہیں کہ اوپر عباسی صاحب کے حوالے سے یہاں کی جس عام دینداری کا ذکر کیا گیا ہے انہیں کی مسیحا نفسی کا اثر ہو۔ انہی کی تحریک و ترغیب سے آج سے تقریباً اسی سال قبل مبارک پور گولہ بازار کی مسجد میں ایک مدرسہ بنام ''مصباح العلوم'' قائم ہوا جس کے انتظام کاروں میں حافظ عبدالسبحان صاحب پورہ رانی اور ایوب سردار کا نام سرفہرست ہے۔

انتہائی کوشش کے باوجود اس کے ابتدائی مدرسین کا پتہ نہ چل سکا۔ نصاب تعلیم کے بارے میں ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ مکتبی تعلیم کے ساتھ ساتھ کچھ عربی تعلیم کا بھی انتظام تھا کیوں کہ اسی میں تعلیم حاصل کر کے مولوی رفیع الدین و مولوی محمد عمر صاحب مولوی کہے جانے لگے۔

دس سال کے بعد مدرسہ کی فلاح و بہبود کی خاطر پورے قصبہ کی ایک عام میٹنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ایک وسیع اور جامع ترکمیٹی عالمِ وجود میں آئی جس کے ارکان میں حسب ذیل افراد نامزد ہوئے۔

مولوی الٰہی بخش صاحب پورہ دلہن، یہ ایک کامیاب طبیب بھی تھے۔ سردار محمد طیب گرہست پورہ خضر، یہ نہایت چالاک اور با اثر شخص تھے۔ حاجی عبدالحق، بابو سردار، ان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ عبدالحکیم سردار پورہ صوفی اور حسین بخش وغیرہ اور چوں کہ اس اجتماع میں پورے قصبہ کی نمائندگی تھی اس لیے نسبۃً اس وقت تک یہاں جتنے فرقے ممتاز تھے سبھی خیال کے مدرس رکھے گئے۔

چنانچہ مصنف بہار شریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کے برادر بزرگ حضرت مولانا ''محمد صدیق'' صاحب جو حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جون پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشد تلامذہ سے تھے وہ گھوسی سے بلائے گئے۔ دیوبندیت اس وقت نمایاں نہیں تھی کہ اس کا کوئی نمائندہ ہو لیکن غالباً لاعلمی میں ہی مولوی ''محمد محمود صاحب'' ساکن موضع پورہ معروف بلائے گئے۔ مقامی طور پر مولوی نور محمد صاحب مرحوم۔ یہ سنی مکتب فکر کے ترجمان تھے اور شیعہ مدرس ماسٹر مہدی حسن خاں مقرر ہوئے اور مدرسہ گولہ بازار کی مسجد سے منتقل ہو کر پورہ رانی میں کرایہ کے مکان مملوکہ جودھا دھوبی میں قائم ہوا۔

مولوی محمود دیوبندی صاحب ساکن پورہ معروف کا قیام پورہ دلھن میں مولوی الٰہی بخش کے وہاں تھا۔ مولوی

صاحب موصوف مسلکاً دیوبندی تھے ۔ ابتداءً تو وہ تمام سنی معمولات بجالاتے رہے لیکن ہر دم کی صحبت اور بات چیت سے مولوی الٰہی بخش اور طیب گرہست وغیرہ ارکان مصباح العلوم پر اثر انداز ہو چکے تھے اور مدرسہ کے طلبہ میں بھی اپنے خیالات کی اشاعت شروع کردی تھی ۔ اپنی کسی مجلس میں مولوی محمود مولوی شکر اللہ اور مولوی نعمت اللہ نے امکان کذب کا مسئلہ بیان کیا اور اپنا عقیدہ ظاہر کیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے ۔

اس وقت کے ایک طالب علم محمود شاہ نے ان لوگوں کے فاسق و بد دین ہونے کا تحریری فتویٰ دیا جس کی شکایت ارکان مدرسہ کے پاس پہونچی ۔ طیب گرہست نے معاملہ کی تفتیش مولوی نور محمد صاحب مرحوم کے سپرد کی لیکن پھر قضیہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر "محمود شاہ" کو مدرسہ سے خارج کردیا۔

طیب گرہست کا یہ اقدام پورے قصبہ میں آگ لگادینے کے لیے کافی تھا چنانچہ ایک عام شورش اور عوام کے شدید ہیجان کے نتیجے میں کمیٹی میں نیا خون شامل ہوا۔ اور بدلو میاں، حافظ محمد ابراہیم مرحوم سابق متولی، حاجی خیر اللہ مرحوم سابق متولی دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم ممبران کے زمرے میں داخل ہوئے ۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ طیب گرہست ایک شاطر مدبر تھے چنانچہ انہوں نے منھ بھرائی کے لیے عوام کے کچھ نمائندے تو کمیٹی میں رکھ لیے لیکن در پردہ اسی کوشش میں رہے کہ نئے مذہب کو فروغ اور مذہب اہل سنت و جماعت کا استیصال ہو جائے اور اس کے لیے حالات یوں سازگار ہو گئے کہ اسی دوران میں ہندوستان کے سیاسی بازی گروں نے یہاں بیٹھ کر خلافت اسلامیہ کی بقا و تحفظ کا جہاد شروع کردیا اور سارے ہندوستان میں چندہ جمع کر کے قسطنطنیہ بھیجنے اور جنگ بلقان کے سلسلہ میں ٹرکی کی مدد کرنے کا نام ہو رہا تھا۔ مبارک پور کی گلی گلی میں

بولیں اماں محمد علی کی　　　جان بیٹا خلافت پہ دے دو

کا نعرہ لگ رہا تھا۔

یہاں کی بہو بیٹیوں کے گلے اور ہاتھ کے زیور اتر رہے تھے ۔ اس اثنا میں بقرعید کے موقع پر چرم قربانی کی رقم لگ بھگ سات سو روپے مدرسہ کے فنڈ میں جمع ہوئی ۔ اس موقع پر مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی ہوئی ۔ طیب گرہست نے یہ تجویز رکھی کہ اس وقت خلافت وقوم کی بقاء مدرسہ کے تحفظ سے زیادہ اہم ہے اس لیے مدرسہ فی الحال موقوف کیا جائے اور اس کی ساری رقم بھی "سمرنا فنڈ" میں بھیج دی جائے ۔ خلافت کے نشہ میں پوری قوم سرشار تھی ہی! تجویز باتفاق آرا پاس ہوئی اور مدرسین اپنے اپنے گھر چلے گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد یہ صاف نظر آنے لگا کہ بلی تھیلے سے باہر آچکی ہے ۔اور مولوی محمود حسب دستور پڑھا رہے ہیں۔

سابق متولی حاجی خیر اللہ صاحب دلال مرحوم کا بیان ہے کہ میں، حافظ محمد ابراہیم، بابو سردار اور میاں جی بدلو نے جب یہ دیکھا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کیوں کہ جیسا ہر جگہ ہوتا ہے یہاں بھی شیطان دولت کے گنبد پر انڈا دے چکا تھا، ثروت گمرہی کے خانے میں منظم ہو چکی تھی اور یہاں کا سرمایہ دار طبقہ مولوی محمود صاحب کے فیور میں تھا۔ ہم چاروں نے طیب گرہست سے پوچھا آخر مدرسہ کے اختتام کی تجویز کیا ہوئی؟ انہوں نے کہا بحال ہے! ہمارا سوال تھا پھر مولوی محمود

صاحب کیسے پڑھا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مولوی الٰہی بخش صاحب وغیرہ نے نجی طور پر انہیں روک لیا ہے۔
اگر تم میں سکت ہو تو تم بھی اپنے طور پر اپنے مولویوں کو بلوا کر تعلیم دلوا سکتے ہو۔ ہم نے دیکھا ہم خود ہی لاعلمی میں اپنا گلا کاٹ چکے تھے اور حریف خوش تھا کہ ان محتاجوں سے کیا ہو سکے گا؟

ہم لوگ یہ جواب سن کر قصبہ کے زمیندار اور رئیس شیخ عبدالوہاب گرہست کے پاس گئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا یہ خوش عقیدہ آدمی تھے اور مولوی محمود صاحب سے کچھ ایسا متاثر بھی نہ تھے انہوں نے ہماری ڈھارس بندھائی اور ہمیں اسی کی ضرورت تھی چنانچہ ہم نے متوکلاً علی اللہ مولوی محمد صدیق صاحب گھوسوی مرحوم ومغفور اور مولوی نور محمد صاحب مرحوم پیش امام جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی خدمات حاصل کیں۔

مدرسہ کی اپنی نجی عمارت تو تھی نہیں اس لیے پہلی جگہ دونوں فریق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچا ہماری اس جدوجہد میں چون کہ سابق الذکر مولوی محمد عمر صاحب سبزی فروش بھی شامل تھے جو شاہ عبداللطیف صاحب ستھنی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے اور ہم سب لوگوں کو حضور مخدوم اشرف جہانگیر رضی اللہ عنہ کے سلسلے سے تعلق تھا اس لیے ہم نے اپنی اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے مدرسہ کے سابق نام پر مزید دو حرفوں کا اضافہ کیا اور اب پورا نام مدرسہ لطیفیہ اشرفیہ مصباح العلوم ہوا یہ حادثہ ۱۳۲۹ھ کا ہے۔

آمدنی کے سارے ذرائع مثلاً کوڑی (گولک وغیر) پر مبارک پور کے سرمایہ دار (محمودی گروپ) ہی چھائے تھے۔

ظاہر ہے اس کس مپرسی کے عالم میں اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ مدرسہ کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کے دن گذار رہا تھا بالکل خانہ بدوشانہ انداز میں اس مسجد سے اُس دالان میں اور اس دالان سے اس برآمدے میں اس برآمدہ سے اُس مکان میں، اس مکان سے فلاں دوکان میں منتقل ہوتا رہا اور یہی حال اس میں علما کی آمد ورفت کا بھی رہا۔۔۔

مولانا صدیق صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے شاگرد مولوی عبدالحی اور مولوی محمد یحییٰ صاحبان کام چلاتے رہے پھر مولانا عبدالسلام صاحب شاگرد مولانا محمد صدیق صاحب صدرالمدرسین ہوئے۔ ان کے بعد مولانا عبدالمنان صاحب گیاوی مقرر کیے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولانا اکرام الحق صاحب گنگوہی نے مسند صدارت سنبھالی پھر مولوی انیس احمد صاحب صریر آرائے درس ہوئے۔ اسی طرح تقریباً بارہ سال کی مدت میں چھ مدرس آ جا چکے تھے۔

مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس مدرسہ نے ایک دفعہ غیر معمولی ترقی بھی کی جب کہ اس کی دو منزلہ پختہ عمارت مولوی محمد عمر صاحب سبزی فروش کی کوشش سے وہیں تعمیر ہوئی تھی جہاں اب دیوبندی جامع مسجد ہے (آج سے چالیس سال قبل اس مدرسہ کا شمال مشرقی کونہ باقی تھا جسے میں نے خود دیکھا ہے) کسی وجہ سے اس عمارت کا بھی یہاں کے عام سنیوں نے بائیکاٹ کیا اور اسی چپقلش میں مدرسہ کے لطیفیہ کا لفظ بھی علیحدہ کر دیا گیا اور اب صرف مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم رہ گیا اور مدرسہ اسی سابقہ خانہ بدوشانہ زندگی پر قانع رہا جو ابتدا سے ہی اس مدرسہ کا طرہ امتیاز تھا۔ تا آنکہ ۱۳۴۱ھ میں رئیس قصبہ جناب عبدالوہاب صاحب نے محلّہ پرانی بستی میں ایک خام دو منزلہ عمارت مدرسہ کے لیے مخصوص کر دی اور تھکے ماندے مسافر کو گویا ایک منزل مل گئی۔

اسی دوران میں مولوی شکر اللہ صاحب دیوبند سے فارغ ہو کر آچکے تھے۔ لوگوں میں نیا خون، دل میں جوان عزائم اور مزاج میں لیڈری کا شوق، بڑی شد و مد کے ساتھ انہوں نے مبارک پور کو نئی ریت میں بدلنے کا پر شور اقدام کیا۔ صاحب ثروت کم، ذی اثر زیادہ تھے اور دولت مند گروپ بھی انہیں کی طرف تھا۔ بہت جلد ہی یہ محسوس ہونے لگا کہ مبارک پور ایک نئے مذہبی دور میں داخل ہونے والا ہے۔

مدرسہ الگ ہونے کے باوجود جمعہ ایک ہی جگہ راجہ مبارک شاہ علیہ الرحمہ کی مسجد میں سنی امام حضرت مولانا نور محمد صاحب علیہ الرحمہ کی امامت میں ہوتا تھا لیکن مولوی شکر اللہ صاحب موصوف نے کمال عجلت سے اپنا جمعہ علیحدہ کر لیا۔

معدودے چند پرانے خیال کے خوش عقیدہ مسلمان یہ صورت حال دیکھ کر گھٹ رہے تھے۔ مدرسہ اشرفیہ زندہ ضرور تھا مگر مردہ سے بدتر۔ امید ٹوٹ چکی تھی اور مستقبل بھیانک ہو رہا تھا کہ تاریکیوں میں نور کی کرن جگمگانے والے پروردگار نے غیب سے انتظام کر دیا۔

مبارک پور کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں دنیاوی سربراہی بھی دینی قیادت کے ساتھ چلتی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کتنے افراد مبارک پور کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے مگر یہ ساری چمک دمک اسی وقت تک رہی جب تک وہ مذہبی قیادت بھی کرتے رہے، جہاں مذہبی سرگرمیوں سے دل چسپی کم ہوئی دنیاوی حیثیت سے بھی ایک دم بجھ گئے بلکہ ختم ہو گئے۔

ہوا یہ کہ عبدالوہاب صاحب گرہست کا گھرانہ پورے قصبہ میں ممتاز اور پورے ضلع میں ممتاز مسلم گھرانہ تھا اور پورے قصبہ کی سربراہی بھی تقریباً اسی گھرانے کی میراث تھی۔ مولوی شکر اللہ صاحب کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اب سیاسی رہنمائی کا مرکز ثقل بھی بدل رہا تھا اس لیے اس خاندان کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالنے کے لیے نہایت ضروری تھا کہ عوامی رابطہ کی طرف توجہ دی جائے۔ ادھر قصبہ کے غربائے اہل سنت مولوی شکر اللہ صاحب کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر اپنی کمزوری کی بنیاد پر اس امر کی سخت ضرورت محسوس کرتے تھے کہ کسی مضبوط قیادت کے ذریعہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی بقا اور ترقی اور مذہب اہل سنت و جماعت کے استحکام کو حتمی بنایا جائے۔ الغرض مبارک پور کے سنیوں کو ایک لیڈر کی ضرورت تھی جن کی رہنمائی میں یہ لوگ چلیں۔ اس طرح مبارک پور کی سنیت اور مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم فریقین کے لیے نقطہ اتحاد ثابت ہوا۔ اور حسن اتفاق سے اس خاندان سے جو فرد اس کام کے لیے آگے بڑھا وہ نہایت جری، انتہائی ہوشمند، پر جوش اور متہوّر میری مراد "مرحوم محمد امین صاحب گرہست انصاری" سے ہے جن کی شعلہ بیانی اور پر جوش قیادت نے تقریباً چوتھائی صدی پورے مبارک پور کو زندہ اور متحرک رکھا۔

افسوس! آج مرحوم ہم میں نہیں ہیں مگر ان کے زریں کارنامے مبارک پور کی پیشانی پر سنہرے حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔ ہم دست بدعا ہیں مولیٰ عزوجل ان کی روح کو سکون بخشے اور ان کی کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔ ہم ان کو

اپنے جذبات احترام پیش کرتے ہیں کہ مبارک پور میں گرتی ہوئی سنیت کو سنبھالا بلکہ عروج وارتقاء بخشنے والوں میں ان کا نام بھی سرفہرست ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نور ستہ اس گل کی نگہبانی کرے

۴۴ھ کے لگ بھگ جناب محمد امین صاحب مدرسہ کے ہی نہیں پورے قصبہ کے سنیوں کے بھی صدر قرار پائے۔ مدرسہ کے انتظام میں استقلال پیدا ہوتے ہی اس کے مدرسوں میں بھی قیام وثبات پیدا ہوگیا۔ اور ۱۳۴۶ھ میں مولانا شمس الحق صاحب ساکن گجہڑہ ضلع اعظم گڑھ کا تقرر بمشاہرہ بیس روپے ماہانہ بعہدہ صدر مدرسی ہوا۔ موصوف تھے تو فاضل دیوبند لیکن مسلسل چھ سال تک نہایت خوش اسلوبی سے مدرسہ کو فارسی اور ابتدائی عربی تک باقی رکھا۔ انہیں کی کوشش سے مولانا علی احمد صاحب، مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی، مولانا محمد حاتم صاحب، مولانا حفیظ الدین تعلیم پاکر اس لائق ہوئے کہ مزید تعلیم وتکمیل کے لیے بریلی، میرٹھ، امروہہ وغیرہ دور دراز مدارس اہل سنت میں گئے اور مدرسہ کے مذہبی (سنی) کردار پر بھی مولانا نے آنچ نہ آنے دی۔ گویا

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اس وقت بھی صدر کمیٹی محمد امین انصاری مرحوم ہی تھے اور ورکنگ کمیٹی میں حسب ذیل افراد کے نام دستیاب ہوسکے ہیں۔

(۱) حاجی غلام رسول

(۲) حاجی پھیکو صباغ (یہ نہایت دیندار اور حد درجہ امین تھے اور مدت العمر مدرسہ کے خازن رہے)۔

(۳) حاجی عبدالسبحان صاحب سوت والے

(۴) بابو سردار۔ یہ مدرسہ کے قدیم ترین رکن اور نہایت سرگرم کارکن تھے۔

(۵) حاجی محمد عثمان صاحب پورہ رانی۔ قیاس یہ ہے کہ حاجی خیر اللہ دلال متولی اور محمد ابراہیم صاحب متولی بھی ضرور ممبر رہے ہوں گے۔

یہاں یہ بات جان لینی بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ خاندان اشرفی سے رابطہ کی وجہ سے مبارک پور کی سنیت کا تعلق پورے ہندوستان کی سنیت سے قائم اور زندہ تھا بلکہ ہندوستان کے مقتدر علما اہل سنت اس کے نگراں، مربی اور سرپرست تھے۔ سب سے قدیم روداد جو دستیاب ہوسکی ہے، اس میں تحریر ہے۔

''دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم''

اٹھائیس سال سے تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہاہے جس کے سرپرست شمع شبستان غوثیت حضرت مولانا شاہ ابوالمحامد سید محمد صاحب کچھوچھوی دامت برکاتہم وعلامہ زمن خاتم الفقہا حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ امجد علی قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔

(روداد ۵۶ـ۱۳۵۷ھ ص۴)

اس وقت بھی یہاں کا سالانہ جلسہ پورے علاقہ میں مشہور تھا اور مشاہیر علماء اہل سنت یہاں تشریف لاتے تھے۔ مثلاً شیخ المشائخ اشرفی میاں علیہ الرحمہ، ان کے خلف ارشد مولانا سید احمد اشرف عرف بڑے مولانا صاحب، نواسے حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ، حضور صدر الشریعہ حضرت مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب، حضرت مولانا محمد فاخر صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم۔

آخر وہ دن بھی قریب آگئے کہ مبارک پور کو رحمت الٰہی کی بجلیوں نے اپنا نشیمن بنایا۔ کچھ تو مولوی شکر اللہ صاحب کی مسلسل جارحیت کے رد عمل میں، کچھ مدرسہ کی حالت کے یک گونہ استحکام کے نتیجے میں اور کچھ جماعت اہل سنت میں بھی مقامی علماء (مثلا مولانا حفیظ اللہ صاحب قریشی رضوی علیہ الرحمہ وغیرہ) کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے یہاں کے سنیوں میں زندگی کی نئی حرارت پیدا ہوئی اور مدرسہ کو مزید ترقی دینے کا خیال رونما ہوا جسے یہاں کے ارکان نے اپنے سرپرستوں کی خدمت میں رکھا۔

(مفتی عبدالمنان اعظمی: مضمون مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور (شمارہ مئی جون جولائی ۱۹۸۴ء)

حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کا بیان ہے: "۱۴رویں صدی کی دوسری دہائی میں کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد خانوادۂ اشرفیہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب (اشرفی میاں) رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک دینی مدرسہ بنام "مدرسہ مصباح العلوم" قائم کردیا۔ (مدرسہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ جون، جولائی ۱۹۸۴ء ص۶)

# تاریخ اشرفیہ ایک نظر میں

| | |
|---|---|
| ۱۔مدرسہ اشرفیہ (واقع محلّہ پرانی بستی) کی تاسیس | ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۷ء |
| ۲۔حافظ ملت کی تشریف آوری (۲۹ شوال) | ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء |
| ۳۔دارالعلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کی تعمیر | ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء |
| ۴۔تاسیس بدست حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ | ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء |
| ۵۔سن وفات حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ | ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء |
| ۶۔انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کی بناء | ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء |
| ۷۔عمارت دارالعلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کی تکمیل | ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء |
| ۸۔گولہ بازار زمین کی خریداری | ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء |

| | |
|---|---|
| ۹۔حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا وصال | ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء |
| ۱۰۔جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی تعمیر جدید | ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء |
| ۱۱۔سنی دارالاشاعت کا قیام | ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء |
| ۱۲۔فتاویٰ رضویہ جلد سوم (قلمی) کی طباعت واشاعت | ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء |
| ۱۳۔وصال حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ (سرپرست) | ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء |
| ۱۴۔مدرسہ اشرفیہ شعبہ نسواں کا افتتاح | ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء |
| ۱۵۔فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قلمی) کی طباعت واشاعت | ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۷ء |
| ۱۶۔وفات شیخ محمد امین انصاری مرحوم (صدر اشرفیہ) | ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء |
| ۱۷۔وصال حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ (نائب شیخ الحدیث) | ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء |
| ۱۸۔حضرت مولانا شاہ مختار اشرف کچھوچھوی صاحب کا سرپرستی سے اعلان براءت | ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء |
| ۱۹۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا | ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء |
| ۲۰۔الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کا سنگ بنیاد | ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء |
| ۲۱۔کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارک پور | ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء |
| ۲۲۔وصال حضرت مولانا شمس الحق علیہ الرحمہ (مدرس اشرفیہ) | ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء |
| ۲۳۔دوسری کانفرنس اور دارالاقامہ کا سنگ بنیاد | ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء |
| ۲۴۔شعبہ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ کا افتتاح | ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء |
| ۲۵۔ماہنامہ اشرفیہ کا اجراء (ماہ صفر، فروری) | ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء |
| ۲۶۔فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کی اشاعت (جون) | ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء |
| ۲۷۔وصال حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ (شب یکم جمادی الآخرہ) | ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء |
| ۲۸۔حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا | ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء |
| ۲۹۔افتتاح اشرفیہ شعبہ فوقانیہ (جونیئر ہائی اسکول) | ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء |
| ۳۰۔برکاتی ہاسٹل (جدید دارالاقامہ) کا سنگ بنیاد | ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء |
| ۳۱۔افتتاح شعبہ نسواں (اشرفیہ جونیئر ہائی اسکول) | ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء |
| ۳۲۔ادارہ تحقیقات حافظ ملت کا قیام | ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء |
| ۳۳۔دارالحفظ والتجوید کا سنگ بنیاد | ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء |
| ۳۴۔مدرسہ اشرفیہ (واقع محلہ پرانی بستی) کی تعمیر جدید | ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء |
| ۳۵۔مسجد جامعہ (عزیز المساجد) کا سنگ بنیاد | ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء |

۳۶۔ مجلس شرعی کا قیام ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

۳۷۔ ٹیچرس فیملی کالونی کا سنگ بنیاد ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

۳۸۔ احسن العلماء ڈائننگ ہال کا سنگ بنیاد ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

۳۹۔ مرکزی امام احمد رضا لائبریری کا سنگ بنیاد ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

## حافظ ملت کی تشریف آوری

حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ بھوجپوری (مرادآباد) رحمۃ اللہ علیہ بحکم حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی گھوسوی (اعظمی) قدس سرہ العزیز۔ شعبان ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء مبارک پور تشریف لائے۔ حضور حافظ ملت کی مبارکپور میں تشریف ارزانی خطہ کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے جسے نہایت اہمیت سے دیکھا جانا چاہئے۔ الحمدللہ کہ استاذ گرامی بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے اپنے قلم سے اس منظر کو محفوظ فرمالیا ہے جسے ہم حضرت کے شکریے کے ساتھ یہاں نقل کرتے ہیں۔ ''آج چالیس سال گزرجانے کے بعد بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے اور میں اپنی چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ ایک نہایت تابناک اور روشن دن تھا اور نکھری ہوئی دھوپ میں پورا مبارکپور چمک رہا تھا جب حافظ ملت طاب ثراہ یہاں تشریف لائے۔

مدرسہ کی قدیم عمارت (واقع پورانی بستی) جس کا صدر دروازہ پچھم رخہ ہے اور جو تقریباً تیس فٹ لانبی ایک دالان میں کھلتا تھا اُسی دالان سے متصل پورب رخہ اتنا ہی بڑا ایک برآمدہ اور اُس کے پورب آنگن اور آنگن و برآمدہ سے متصل اوتر جانب ایک کمرہ تقریباً چالیس فٹ پورب پچھم لانبا جس کا ایک دروازہ دکھن رخہ آنگن میں اور اُسی رخ پر برآمدہ میں کھلتا تھا اُسی موخرالذکر دروازے کے پاس اس وقت کے صدرالمدرسین حضرت مولانا شمس الحق صاحب علیہ الرحمۃ کی نشست تھی اور یہ پورا کمرہ اُنکی درس گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ حضرت حافظ ملت قبلہ سب سے پہلے وہیں مولانا کی درسگاہ میں تشریف فرما ہوئے۔

سر پر راجستھان کی کیسری رنگ میں رنگا ہوا عمامہ جسم پر بادامی رنگ کے نیچے دامن کی شیروانی، شرعی پاجامہ اور پیر میں لدھیانہ کے سرخ رنگ کے جوتے ہاتھ میں بانس کی چھڑی (غالباً مرزا پوری) مختصر قد اور معمولی جسم وجثہ کے انسان اور نگاہیں نیچی کر کے چلنے کی ایک امتیازی شان ............ مگر حافظ ملت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے حضور زمانہ کی نبض ٹھہر گئی ہے اور وقت کے ساعت نما میں ٹائم کا کانٹا پچاس سال پیچھے کھسک گیا ہے۔ بالوں کی سپیدی کے علاوہ زمانے کے مرور کا کوئی اثر آپ اُن پر ملاحظہ نہیں کرسکتے۔

اللہ اللہ! اس طویل مدت میں کتنے طوفان آئے بگولے پیدا ہوئے، آندھیاں اٹھیں کہ بڑے بڑے سے پہاڑ ہل گئے لیکن آپ کی وضع قطع کیا بدلتی کہ چال میں بھی سرمو فرق نہیں آیا۔ وہی لباس جو چالیس سال قبل تھا اور وہی رفتار جو

چالیس سال پہلے تھی۔

## حضرت کی تشریف آوری کے وقت مصباح العلوم کے مدرسین:

(۱) مولانا سید شمس الحق گجہڑوی (۲) مولانا نور محمد مبارک پوری (۳) منشی جواد علی خاں (۴) حافظ عبدالغفور (۵) حافظ عبدالرحمٰن۔

صدر مدرسہ: محمد امین صاحب گرہست۔ ناظم: علیم اللہ۔ نائب ناظم: حاجی محمد عمر

## ممبران مدرسہ اور مخلصین جماعت اہل سنت:

(۱) حاجی محمد صدیق (۲) منور سیٹھ (۳) محمد یوسف مناظر (۴) حاجی ولی اللہ (۵) خلیل مسٹر (۶) حاجی یاد علی (۷) حاجی گلزار (۸) بدلو خلیفہ (۹) محمد یوسف میلاد خواں (۱۰) محمد سلیمان (۱۱) مولوی فقیر اللہ (۱۲) حاجی میٹھے (۱۳) حاجی رحمت اللہ (۱۴) حاجی مقیم اللہ (۱۵) حافظ عبدالحلیم (۱۶) حاجی سلامت (۱۷) حاجی خیر اللہ دلال (۱۸) حافظ محمد ابراہیم (۱۹) عبدالخالق وغیرہم۔

## مولوی شکر اللہ دیوبندی سے مناظرہ:

مبارک پور میں دیوبندیت کے علم بردار مولوی شکر اللہ (فاضل دیوبند) سے مناظرہ، دیوبندیوں کی شکست اور حضرت حافظ ملت وسنیوں کی فتح مبین، مبارک پور کی فتح، وغیرہ کا بیان باب اول میں آچکا ہے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دینی سربراہی میں اشرفیہ کے ارباب حل وعقد اور مخلصین اہل سنت نے محرم ۱۳۵۳ھ تا ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ کے تقریری ہنگاموں کا ماحول سرد پڑتے ہی ایک نیا تعمیری عمل شروع کردیا۔ قوم کے ابھرے ہوئے جذبات کا صحیح استعمال کرنے کے لیے جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں بروز جمعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی کا منصوبہ تیار کرکے چندہ کی مہم شروع کردی۔

## اہل مبارک پور کا چندہ:

حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب تحریر کرتے ہیں:

"یوں تو چندہ ساری دنیا میں ہوتا ہے اور سب قومیں کرتی ہیں اور اس کے لیے طرح طرح کے طریقے بھی ایجاد کرتی ہیں لیکن مبارک پور میں مذہبی امور کے لیے چندہ اپنی تاریخ رکھتا ہے جس کے موجد بھی خود مبارک پور والے ہیں اور جس پر مبارک پور کے باہر ہی کے لوگ نہیں بلکہ خود مبارک پور والے بھی غور کرتے ہیں تو حیرت زدہ ہوتے ہیں۔

مبارک پور میں چندہ کے سلسلے میں زبردست تیاریاں کی جاتی ہیں اور چندہ لینے والوں کا اہتمام چندہ دینے والوں سے کم نہیں ہوتا۔ ہفتوں پہلے ہی چندہ کی نظمیں تیار ہورہی ہیں، نظم پڑھنے والوں کی ٹولیاں مشق کررہی ہیں، جھنڈے جھنڈیاں بنائی جارہی ہیں اور روشنی کے لیے گیسوں کا انتظام ہورہا ہے۔ عورتیں بھی اپنے اپنے زیور چندہ کے لیے

صاف کررہی ہیں۔ سرمایہ دار بینکوں سے رقمیں نکلوا رہے ہیں۔ لوگ اپنے جانور، بکری، بھینس، مرغی وغیرہ بھی دینے کو تیاری کرر ہے ہیں، گویا کہ چندہ کی مہم نہ ہو''جشن مسرت'' کا موقع سعید ہو۔

مولانا ارشد القادری کے سحر نگار قلم نے مبارک پور کے انوکھے مسلمانوں کے اس دل آویز منظر کی اچھی تصویر کشی کی ہے وہ اپنی تصنیف ''تاریخی مرقع'' میں رقمطراز ہیں۔

پورے قصبہ کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ طے ہوجانے کے بعد جمعہ کے دن بھری مجلس میں اعلان کردیا گیا کہ آج فلاں محلّہ سے چندہ شروع کیا جائے گا آناً فاناً یہ خبر بجلی کی طرح سارے قصبہ میں پھیل گئی۔ اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ ہر طرف زندگی کے آثار نظر آنے لگے، لوگ اس طرح مسرور ہورہے ہیں جیسے انہیں تسکین حیات کی ایک غم ربا مصروفیت ہاتھ آگئی محلّہ میں جس کے گھر چندہ ہونے والا ہے وہاں خوشی کا عالم کچھ نہ پوچھئے ہر طرف گھر میں صفائی ہورہی ہے دروازوں پر چھڑکاؤ کیا جارہا ہے گھر کے بچے رنگا رنگ کپڑوں میں ملبوس نظر آرہے ہیں، قریبی رشتہ دار شادیوں کی طرح نوید بھیج کر بلائے جارہے ہیں غرض اندر سے لے کر باہر تک ایک عجیب چہل پہل ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ شب میں یہاں کسی تقریب عیش کی محفل طرب منعقد ہونے والی ہے۔

عام دلچسپیوں کا حال یہ ہے کہ سر شام ہی لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر ایک جگہ جمع ہوگئے۔ اب یہاں سے چھوٹے بڑے جھنڈوں اور جھنڈیوں کے ساتھ ایک شاندار جلوس میں یہ مجمع اس محلّہ کی طرف روانہ ہوا۔ جس راستے سے گزرے ایک جم غفیر ساتھ ہوتا گیا یہاں تک کہ ہزاروں کی تعداد میں یہ جلوس ایک دروازے پر پہونچ کر رک گیا گردن اٹھا کر ذرا اس مجمع پر نظر ڈالیے! دیکھئے اس میں قصبہ کے متمول حضرات بھی ہیں جو ہاتھوں میں جھولیاں لیے کھڑے ہیں یہ دن کے مسند نشیں تاجر ہیں جو رات کے وقت درویشوں کے بھیس میں نظر آرہے ہیں۔ ایک طرف وارثین انبیاء کی مقدس قطاریں ہیں جن کے وقار علم وفضل سے مجمع میں ایک عجیب شوکت نظر آرہی ہے دوسری طرف طلبہ اسلام کا جواں سال طبقہ ہے جو نظم وضبط میں مصروف ہے۔

آگے آگے ایک مخصوص گروہ خوشنوا نعت خوانوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں مجمع کا دل ہے اس اجتماع میں انہیں بڑی اہمیت حاصل ہے کہا جاتا ہے یہ اپنے رزمیہ ترانوں سے پتھر کے جگر میں بھی شگاف ڈال دیا کرتے ہیں (ص ۱۱،۱۲)

اے عزیز اس زندۂ جاوید کو میرا سلام
رہتی دنیا تک رہے گا جس کا روشن آفتاب

قصہ کوتاہ طرفین کی اس تیاری کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ کی سربراہی میں مدرسہ کے طالب علموں اور قصبہ کے عوام وخواص کا یہ قافلہ شوق جو کبھی سو دو سو کبھی ہزار دو ہزار بھی ہوتا ہے جھنڈیاں لیے جھولیاں سنبھالے اس شخص کے گھر پہونچتا ہے۔

وہ دیکھئے نظم خواں نے مصرع اٹھایا، ساتھیوں نے آواز ملائی اور مجمع سے سبحان اللہ اور الحمد للہ کی آوازیں بلند ہوئیں اور دوسرے سننے والوں کے ساتھ ساتھ گھر والے کے چہرہ پر بھی ایک رنگ آیا۔ اتنے میں نظم خواں نے کوئی پرجوش

مصرع ،کوئی جذباتی شعر، یا وجد آفریں بند پڑھا، پھر کیا تھا گھر والوں نے کیف میں ڈوب کر اپنی جیبیں خالی کرنا شروع کیا۔ گھر کے اندر سے ننھے ننھے بچوں کی قطار، عیدی لباس میں آراستہ، ہاتھوں میں نوٹ دبائے چلی آرہی ہے، چندہ جمع کرنے والوں نے اسے سمیٹا، اور ہاتھ میں بلند کر کے نعرۂ تکبیر لگایا اور پورے مجمع سے اسی خوشی کے ساتھ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی، اس نے نعرۂ رسالت بلند کیا تو مجمع نے یا رسول اللہ کا نعرہ مارا۔ ابھی مجمع پر سکون بھی نہ ہوا تھا کہ پھر کوئی جذباتی موڑ آگیا اور بالا خانہ سے نوٹوں کا ہار لٹکایا گیا، یہ عورتوں کی طرف سے ہیں قافلہ شوق کی پذیرائی تھی کسی نے اس ہار کو اچک لیا اور فوراً وصول کرنے والے تک پہونچا دیا گیا، اس نے پھر وہ ہار ہاتھوں پر اچھال کر نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کیا اور سامعین کی پرشکوہ جوابی آواز آسمانوں سے ٹکرانے لگی۔

وہ دیکھئے پھر چندہ وصول کرنے والا کوئی چیز بلند کر رہا ہے ارے یہ تو بنارسی ساڑی ہے یہاں کا عام کاروبار یہی ہے لیجئے حاضرین میں بحث اٹھ کھڑی ہوئی، سو روپے کی ہوگی۔ ۷۵/روپے کی ہے نہیں سوا سو کی ابھی بحث ادھوری تھی کہ پھر سب نگاہیں دروازے کی طرف بلند ہوگئیں۔ خدا کی راہ میں گلا کٹانے کا محاورہ ہے مگر اس وقت ضرورت گلا خالی کرنے کی ہے اور مبارک پور کی زندہ دل خواتین نے یہ ضرورت پوری کر دی ہے گھر والی نے گلے کا ہار اراہ حق میں اتار کر دے دیا ہے اور دیکھئے ماں کی تقلید میں بچی نے کان کے بالے بھی نذر کر دیئے، بوڑھی اماں نے ناک کی گھسی پٹی کیل راہ حق میں اتار دی ہے چلئے اب وہ زیور سے بالکل فارغ البال ہوگئیں ادھر مجمع ہے کہ لہریں لے رہا ہے اچھل اچھل پڑھ رہا ہے جذبات کی شدت سے پورا ماحول گرم ہوگیا ہے۔ اچھا اچھا یہ بھاری بھرکم سی کیا چیز ہے جسے دو آدمیوں نے سر سے اوپر سنبھال رکھا ہے؟ ''بیں'' ادھر بچوں کے دودھ پینے کی بکری بھی مدرسہ پر قربان کر دی۔ سبحان اللہ کیا حوصلہ ہے اور دریا دلی ہے'' نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یا رسول اللہ، اتنے میں نظم ختم ہوگئی لوگوں نے گھر والوں کی حیثیت کا اندازہ لگا کر کہا اب بس۔ مگر وہ تو کسی اور نشہ میں سرشار ہے کہہ رہا ہے ابھی کیسے اور پڑھو۔ اور پڑھو دو ایک آدمیوں نے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہاں تو الٹا اثر ہے۔

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے
اس کو دشمن جانتا ہوں جو مجھے سمجھائے ہے

خیر اس کے بعد بیحد اصرار پر دوبارہ نظم خوانی شروع ہوئی۔ دیکھئے دنیا کا عجیب وغریب نظارہ، چھ مہینہ کا بچہ بنا سنوار کر اندر سے لایا اور مانگنے والوں کے ہاتھ پر اچھال دیا کہ یہ بھی مدرسہ کے لیے۔ اللہ اللہ!

پارۂ لخت جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہماں کے جو کچھ بھی تھا حاضر کر دیا

اب پھر نوٹوں کی بارش شروع ہوئی اب کیا ہے؟ اب بچہ مدرسہ کو روپیہ دے کر خریدا جارہا ہے۔ چلیے طرفین قیمت پر راضی ہوگئے۔ اب بچہ پھر گھر میں واپس بھیج دیا گیا کہ پھر بالا خانے سے نوٹوں کی بارش ہونے لگی روپے خزاں دیدہ پتوں کی طرح بکھر گئے مگر لوٹنے والوں کی دیانت دیکھیے ایک ایک روپۓ سمیٹ کر وصول کرنے والے تک پہونچا دیا اب

پھر وصول کرنے والے نے گھر والے کی طرف دیکھا ۔ گویا اب کیا ارادہ ہے؟ اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن نہایت بے کسی سے آنکھ سے اشارہ کردیا یہ ایک خاموش معذرت ہے کہ ’’حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا‘‘ چندہ وصول کرنے والے نے ہاتھ کے اشارے سے پڑھنے والوں کو روکا اس طرح اس گھر کا چندہ ختم ہوا۔ مبارکپوری مسلمانوں کے جذبات دینی کا اسی قسم کا منظر تعلیمی کانفرنس کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔ چنانچہ بدرالقادری کی ڈائری کا یہ ورق ملاحظہ کریں۔

کانفرنس کا چندہ شروع کرتے وقت الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی حضور حافظ ملت نے ایک سو ایک روپئے عطا فرمائے یوں آغاز ہوا اور مسلمانان مبارکپور اپنی گاڑھی کمائی راہ حق میں نثار کرتے رہے نوادہ کے ایک سرفروش نے ڈیڑھ ہزار کی خطیر رقم دی اور دوسرے روز اسی محلّہ کے باقی حضرات کے پاس لوگ چندہ کیلئے گئے تو اس جانباز نے پھر اپنے گھر بلایا اور سینکڑوں روپئے پھر حاضر کئے۔ حضرت حافظ ملت کے روکنے کے باوجود کہ آپ بس کریں ۔ خدا جزائے خیر دے۔ یہ آپ کی استعداد سے باہر ہو رہا ہے مگر اس دیوانہ دیں نے اپنی فدائیت جاری رکھی اور آخر میں ایک کپڑے کی بندھی ہوئی پوٹلی جو دیکھنے میں وزنی معلوم ہو رہی تھی لاکر حافظ ملت کے قدموں میں ڈالدی اور بولا ۔ حضور یہ میری زندگی کا وہ قیمتی سرمایہ ہے جسے میں نے ہمیشہ اپنے سینے سے لگا رکھا۔ واقعہ یوں ہے کہ مجھے بچپن سے پرانے سکے اور اشرفیاں جمع کرنے کا شوق تھا اور اب جبکہ جسم کے بال سفید ہو چلے ہیں اور یہ شوق بھی پایہ تکمیل کو پہونچ چکا ہے ۔ میں الجامعۃ الاشرفیہ کیلئے اپنی یہ عزیز متاع آپ کے قدموں میں ڈالتا ہوں ۔ قبول فرمائیں۔

سرفروشی کا یہ جذبہ واقعی رقت انگیز تھا جس نے اسلامی فدائیت کی تاریخ پھر سے زندہ کردی تھی ۔ اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ قاری محمد یحییٰ صاحب بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب دیگر تمام بزرگوں کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ حضور حافظ ملت کی تو ہچکی بندھی ہوئی تھی ۔ واللہ عجب جذبات ہیں۔

اُن کے قدموں پہ دل وجاں کو فدا کردیتا
ایک سجدہ تو محبت کا ادا کردیتا

کانفرنس کے موقع کا چندہ اپنے دامن میں اس قسم کے سینکڑوں واقعات سمیٹے ہوئے ہے جس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اب ہم لوگ چندہ گاہ تک پہونچ چکے تھے میر مجلس حضرت حافظ ملت تھے مفتی اشرفیہ بھی پاس ہی تشریف فرما تھے نعت خوانوں کی ایک جماعت اس وقت ایک مدحیہ قصیدہ پڑھ رہی تھی۔

چاند سورج کی جب تک روانی رہے
میرے حافظ تیری زندگانی رہے

صاحب خانہ دونوں ہاتھوں سے دولت لٹا رہے تھے کبھی مٹھی بھر بھر کر نوٹوں کی بارش کرتے اور کبھی عورتوں کی طرف سے سہرے کے دھاگوں میں گندھے ہوئے روپئے پیش ہوتے نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج ہر لمحہ سنائی دیتی اور یہ دلفریب منظر دیکھنے کے لئے لوگ بڑے ذوق وشوق سے جمع تھے تقریباً بارہ بجے تک ایک ہی گھر چندہ ہوتا رہا اور دل

والے سخی نے خدا کی راہ میں ہزاروں روپے بہادیے (حافظ ملت نمبر صحہ ۳۷۴)

## نیلامی کا منظر:

حضرت بحرالعلوم رقم طراز ہیں:

نظم خوانوں اور خواص اور کبھی کبھی پورے مجمع کی چائے اور شربت، پان سے تواضع ہو رہی تھی کہ مجمع سے شور بلند ہوا صاحب جو پنکھی اس گھر سے ملی ہے رومال دیا گیا ہے اس کو نیلام کیا جائے ۔ چلئے یہ تماشہ بھی دیکھ لیں۔ کچھ بلندی پر کھڑے ہوکر ایک شخص نے کہا، سرکاری بولی پچیس روپئے مجمع کے ایک گوشہ سے آواز آئی پانچ روپئے دوسرا بولا دس روپئے، تیسرا بولا پندرہ، چوتھے نے کہا بیس، پھر پچیس، پینتالیس، اکیاون اب ذرا آوازوں کا زور ٹوٹا۔ نیلام کرنے والے نے ختم کرنا چاہا، ایک دو کوئی بول پڑا ساٹھ، آخر ستر پر بولی ختم ہوئی ۔خریدار نے پنکھی وصول کیے دام دیئے اور بولا میں نے یہ پنکھی پھر مدرسے پر دے دی اور پھر وہی مسابقت شروع ہوئی، گویا

ع تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عید قرباں میں

یہاں یہ سوچا جاسکتا ہے کہ شاید پہلے ہی سے لوگوں کو تیار کیا گیا ہو اس طرح چندہ دیا جائے اور اس کی نمائش کی جائے لیکن یہ وہاں ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تماشا دکھانا ہو اور جو خود ہی اپنا تماشا آپ ہو وہ کسی سے کیا ٹریننگ لے گا۔

اتنی دیر میں لسٹ تیار ہوگئی نقد ایک ہزار ساڑی نقشی چار عدد، کان کے بالے طلائی ایک جوڑا، ہاتھ کا کنگن نقرئی، ایک جوڑا، بکری بچوں سمیت تین عدد، پنکھیاں پانچ عدد، غلاف تین، رومال آٹھ، پوری فہرست مجمع کو سنادی گئی۔حضور حافظ ملت نے مسرت کے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں اور فرط جذبات سے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ اہل خانہ اور مبارک پور والوں کے لیے دعا مانگنی شروع کی ۔ دل جذبات کی آگ میں گداختہ ہو ہی چکے تھے ۔سب نے پورے خلوص سے آمین کہی، نعرۂ تکبیر ورسالت بلند ہوا۔ زندہ باد کے نعرے لگے اور یہ قافلہ اب دوسرے دروازے پر جمع ہوگیا۔ پھر تیسرے پھر پانچویں دروازے پر پہنچ گیا۔ یہ درمیان میں ایک گھر چھوڑ کیوں دیا گیا کیا کسی دوسرے فرقے کا ہے ''نہیں سنی ہی ہے ایک دکھیاری بیوہ ہے جو دوسروں کے سہارے زندگی کے دن کاٹ رہی ہے''۔

ادھر وہ غریب جو بڑی دیر سے دروازہ کھولے ایک ٹمٹماتا دیا رکھے اپنی باری کا انتظار کررہی تھی۔ لوگوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر لاٹھی ٹیکتی ہوئی باہر آئی اور ایک آدمی کو پکڑ بولی بھیا ہو کیا مدرسہ مالداروں کا ہی ہے غریبوں کا نہیں''۔ نہیں ماں غریب تو مالدار سے زیادہ حقدار ہیں ۔تب میرے گھر چندہ مانگنے کیوں نہیں آئے بڑھیا نے بہت تیز نشتر لگایا تھا۔ سننے والا تڑپ اٹھا اور دوڑا ہوا ذمہ داروں کے پاس گیا اور ماجرا بیان کیا سارا مجمع اب اسی بیوہ کے گھر پلٹ پڑا۔ بڑھیا نے مرغی کے تین انڈے جمع کر رکھے تھے پورے حوصلہ کے ساتھ نظم پڑھوائی اور وہی انڈے دے دیئے اللہ اللہ یہ بڑھیا تو بازار مصر کی بڑھیا سے زیادہ باحوصلہ نکلی کہ وہ بیچاری خریداری کی حسرت دل میں لیے گئی اور اس نے خرید بھی لیا اور دام بھی چکادیئے۔ (ایضا اشرفیہ، فروری ۱۹۸۵ء)

یہ چندہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ کے کسی جمعہ سے شروع ہوکر دو مہینہ چلا اور اس حساب سے جمادی الآخرہ کی آخری تاریخوں میں مکمل ہوا۔ خود ذمہ داران اشرفیہ نے اس پر جو تبصرہ شائع کیا۔ اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

مدرسہ کے تمام (تعلیمی) اخراجات کا بار برداشت کرتے ہوئے مدرسہ کے تعمیری چندہ میں جس جذبہ سے حصہ لیا ہے۔ اس میں مسلمانان مبارک پور فی زمانہ اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ غریب مسلمانوں نے اپنی ہر چیز کو مدرسہ پر اس ذوق سے قربان کیا کہ خود وصول کنندگان جب ان کو روکتے تھے تو وہ اپنے جذبے میں مچل کر رہ جاتے تھے اور دلی خواہش یہی ہوتی تھی کہ دنیا کی متاع قلیل جو کچھ ہے وہ رضائے الٰہی کے لیے مدرسہ پر قربان ہوجائے روپیہ، پیسہ، گائے، بھینس، مرغی، بکری، گھوڑا، برتن، کپڑا، زیور، ہر قسم کی چیز کو نثار کیا وہ کون سی اپنی ضروریات کی چیز ہے جو مسلمانان مبارک پور نے اپنے مدرسہ پر قربان نہ کی ہو۔ ایثار وقناعت اسی کا نام ہے۔ زیور عورتوں کو کس قدر مرغوب ومحبوب ہے۔ ہر چیز سے پیارا اور ہر چیز سے محبوب تر عورتوں کے لیے زیور ہے مگر واہ رے جذبۂ دینی پہلی منزل کے تعمیری چندہ میں علاوہ طلائی زیور کے عورتوں نے تخمینا ڈیڑھ من پختہ زیور مدرسہ پر نثار کیا۔ (روداد دارالعلوم ص ۳، ۱۳۵۶ھ)

چندہ ختم ہونے کے بعد صدر مدرسہ جناب محمد امین صاحب انصاری کے مکان کے وسیع صحن میں چندہ جمع ہونے والی چیزوں کا جو مینا بازار روزانہ ہفتوں لگتا رہا۔ اس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے بلکہ ایک زیور اس بازار سے تو خریدا بھی ہے۔ دیہاتی بازار میں بساطہ والوں کی دوکان کی جو حیثیت ہوتی ہے بالکل وہی کیفیت تھی ایک بڑی سرخ رنگ کی چادر پر ڈھیروں زیور اور سامان بکھرا پڑا رہتا لوگ اپنی اپنی پسند کا سامان گھر لے جاتے اور گھر والوں کو پسند کرا کے پھر اس کے دام چکاتے۔ دیانت داروں کی اس بھیڑ میں کچھ غلط قسم کے لوگ بھی تھے جنھوں نے سامان لے کر پیسہ ادا نہیں کیا۔ یا پسند کرانے کے نام پر کوئی چیز لے گئے اور واپس لا کر نہیں دی۔

نقد وصولی کے سلسلے میں روئداد ۵۶ھ میں ۸ر ہزار نو روپے کا عدد درج ہے اور العذاب الشدید میں نقد آمدنی کی مقدار دس ہزار کے قریب تحریر ہے۔ العذاب الشدید میں یہ تقریبی عدد بتایا گیا ہے۔

آج سے لگ بھگ پچاس، باون سال قبل کا ۸ر ہزار آج کے اس ہوشربا گرانی کے زمانہ میں آٹھ لاکھ کے برابر ہوگا۔ اس وقت قصبہ کے نادار مسلمانوں نے یہ فقید المثال قربانی پیش کی۔ واقعتاً غربائے اہل سنت نے مدرسہ کے لیے دل نکال کر رکھ دیا چندہ دینے والوں میں کمیت کے لحاظ سے چاہے اور بھی کوئی آگے رہا ہو۔ لیکن کیفیت کے لحاظ سے عالی مرتبت جناب سلامت اللہ عطار صاحب مرحوم سب سے آگے تھے اور بالاتفاق تمام اہل قصبہ نے انہیں ''مدرسہ کے مجنوں'' کا خطاب دیا تھا۔ چندہ کے لیے بار بار مدرسہ کے ذمہ داروں کو بلایا، ہر بار چندہ دیا۔ چندہ دیتے وقت ان کی از خود وارفتگی دیکھنے کے لائق ہوتی تھی۔ لوگوں کے روکنے اور منع کرنے پر وہ کہتے ''دیتا میں ہوں تکلیف آپ لوگوں کو کیوں ہوتی ہے''

سکندر لوٹ کر بھی خوش نہیں دولت زمانے کی
قلندر مایۂ ہستی لٹا کر رقص کرتا ہے

آپ ایک جنرل مرچنٹ تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یونانی مفرد اور مرکب دوائیں بھی فروخت کرتے تھے۔ میرے

اپنے خیال میں اس وقت پورے قصبہ میں حکیم خدا بخش مرحوم پورہ رانی واحد کامیاب ترین حکیم اور یہ تنہا کامیاب دوا فروش تھے غفر اللہ لہما۔

اس وقت چندہ کی نظم پڑھنے والوں میں یہ نام یاد آرہے ہیں:

(۱) میاں جی غلام حسین مرحوم پورہ رانی۔ ان کا ذکر اس سے قبل ذمہ داروں کے سلسلہ میں آچکا ہے۔

(۲) منشی محمد یوسف مرحوم محلّہ علی نگر۔ آپ نے مدت العمر موضع ''اساوَر'' (ایک مضافاتی دیہات) میں بچوں کو ابتدائی اردو اور قرآن شریف وغیرہ کی تعلیم دی۔ اور آپ مبارک پور میں اس وقت میلا د شریف پڑھنے والوں کے سرخیل تھے۔ نظم خوانی بھی کرتے تھے مگر خاص کمال روایت خوانی کا تھا۔ ایک خاص مترنم لہجے میں نہایت جوش وخروش سے اور خوش الحانی کے ساتھ روایتیں پڑھتے تھے۔

(۳) عبدالخالق محصل مرحوم پورہ رانی۔ یہ بھی نہایت خوش آواز، جہیر الصوت، نظم خوان میلا دی تھے۔ نہایت تنو مند بہادر اور بنوٹ باز تھے۔ مدت العمر دارالعلوم سے منسلک رہے۔ بعد میں مدرسہ کی تحصیل ووصولی کا کام کرتے تھے۔ یہ تینوں حضرات ایک ساتھ مل کر مصرع اٹھاتے اور دوسرے لوگ اسی کی تکرار کرتے۔

(۴) محمد صابر قوال مرحوم پورہ خضر۔ یہ میلا د شریف کی مجلس میں نعت خوانی بھی کرتے تھے۔

(۵) محمد ابراہیم مرحوم میلا دخواں۔ پورہ خواجہ

(۶) محمد یوسف مرحوم میلا دخواں۔ پورہ خواجہ

اس وقت پورے قصبہ میں میلا دخوانوں کی یہ واحد قابل ذکر جماعت تھی اور اسی نے مسلسل دو مہینہ تک پوری جانفشانی سے ۴ر بجے شام سے ۱۲ر بجے رات تک مسلسل نظم خوانی کرکے مدرسہ کے لیے چندہ فراہم کیا۔

آج یہ سبھی لوگ مرحوم ہوچکے ہیں لیکن حق وصداقت کی راہ میں اپنے خون جگر سے چراغ جلا گئے ہیں اور دارالعلوم کے ساتھ ساتھ یہ بھی حیات جاوید پا گئے ہیں۔

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق

ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

چندہ کی نظم لکھنے والوں میں اس وقت دو قابل ذکر نام یاد آرہے ہیں۔

(۱) میاں جی عبدالکریم اشرفی المتخلص بہ ''عاشق'' محلّہ پورانی بستی یہ ایک صوفی مشرب، بزرگوں کے صحبت یافتہ، جہاں دیدہ، منحنی قد کے دبلے پتلے بزرگ تھے جب ان کی نظم پڑھی جاتی تو مجمع کے کسی گوشہ میں لاٹھی ٹیکے ہوئے موجود رہتے اور اپنے پورے وجود سے اشعار میں ڈوب کر سنتے، ان کے کان، ناک، آنکھ، اور منہ کے ساتھ ساتھ دیگر اعضائی حرکات وسکنات بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں اگر آج وہ کسی مجمع میں ہوں تو لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر ہنسیں گے۔ لیکن اس وقت مجمع کا ہر ہر فرد اپنے ہی جذبات کی شدت اور وفور تاثیر میں اس طرح غرق ہوتا کہ کسی کو کسی دوسرے کی سُدھ بدھ نہیں ہوتی تھی۔ سب کی آنکھیں چندہ دینے والے کے دروازے پر اور کان نظم خوانوں کی آواز پر ہوتے گویا

فرصت کہاں کہ چھیڑیں کریں آسماں سے ہم
لپٹے پڑے ہیں لذت دردِ نہاں سے ہم

(۲) منشی محمد زماں صاحب ''زماں'' مرحوم پورہ رانی۔ جیسا کہ اس سے قبل میں کہیں ان کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ یہ ایک گوشہ نشین خاموش طبع آدمی تھے۔ اور بنکاری کے شغل کے ساتھ ساتھ مشق سخن میں بھی مبتلا رہتے تھے۔ گویا ہندوستان کے مشہور صاحب طرز غزل گو شاعر حسرت موہانی کے اس شعر کی پوری تفسیر تھے۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مصیبت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

شعرا کی تاثیری قوت اور اشعار کی انقلابی تاثیر کے بارے میں کتابوں میں پڑھتے آئے تھے۔ سبعہ معلقہ کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کے بارے میں تحریر ہے کہ اس کے اِسی ایک قصیدہ نے جو سبعہ معلقہ میں درج ہے پوری ایک صدی تک اس کی قوم کو سنبھالے رکھا، گرنے نہیں دیا، قوم کا بچہ بچہ انہیں اشعار کے نشہ میں اپنی ماں کی آغوش میں آنکھیں کھولتا اور اسی کی ترنگ میں پروان چڑھتا اور جب بولنے کے قابل ہوتا تو اس کی ماں اسے سکھاتی۔

اذا بلغ الفطام لنـــا صبی      تخر له الجبـــائر ســـاجدینا

ہمارا کوئی بچہ جب دودھ چھوڑنے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑے بڑے سرکش سلطان اسے سجدہ کرتے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا" اهـجـوهم فانه اشد علیهم من رشق النبل" تمہاری ہجو کفار پر تیر کی دھار سے بھی زیادہ سخت ہے۔

ہمارے منشی زماں مرحوم ہندوستان کے اردو شاعروں میں نام آور نہ ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی قومی اور ملی شاعری نے مبارک پور میں پوری سنی قوم کو مدتوں سرگرم اور سرمست رکھا اور مبارک پور میں اس غیر معمولی دینی اور علمی جدوجہد میں جہاں اور عوام نے بہت کچھ کام کیا ہے زماں مرحوم کی شعلہ نوائیوں نے بھی بڑا کام کیا ہے۔

مبارک پور کے ایک کہنہ مشق اور صاحب دیوان شاعر حبیب مرحوم سے شرف تلمذ تھا۔ جس کا ذکر اکثر اپنے اشعار میں کرتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کی قبر پر اپنی رحمت اور غفران کی بارش کرے کہ مبارک پور میں دینی سرگرمی کی لو تیز کرنے میں مرحوم ''السابقون الاولون'' کا درجہ رکھتے ہیں۔

پہلے چندہ میں منشی زماں مرحوم کی جو نظم سب سے زیادہ کامیاب ''مؤثر'' اور پرجوش ثابت ہوئی اس کے چند شعر یاد رہ گئے ہیں۔

سینوں میں ہے گل گلزار مصباح العلوم      چشم اعدا میں کھٹکتا خار مصباح العلوم
بن کے جب تیار ہوگا تب مزا آجائے گا      ہر مخالف دیکھ کر اس کی طرف تھرائے گا

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ اب یہ ساری مذہبی اور قومی نظمیں مفقود ہیں۔کوشش کے باوجود انہیں بتانے والا کوئی نہیں اتفاق سے ان کا مطبوعہ دیوان بوسیدہ حالت میں ہمارے ہاتھ لگا جو غزلوں پر مشتمل ہے۔

## حافظ ملت جانِ محفل:

چندہ وصول کرنے والوں میں عوام وخواص سبھی شریک ہوتے تھے۔لیکن حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کلیدی ہوتی تھی کہ ان کی شرکت کے بغیر نہ چندہ دینے والوں کو مزہ آتا نہ چندہ لینے والوں کو اس لیے حضرت والا کو روزانہ بلاناغہ پورے وقت ڈیوٹی دینی ہوتی تھی۔

میکدہ میں گردشِ مینا برائے نام تھی　　کر رہی تھی در حقیقت کام ساقی کی نگاہ

اس قافلہ میں ایک شخص اور بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا جو نظم خوانی کرنے والوں اور اہل خانہ کے درمیان گھر کے دروازے پر کھڑا رہتا تھا۔اس کا کام بھی دوہرا ہوتا۔ادھر نظم خوانوں کو جوش دلاتا۔اپنی واہ واہ، ماشاء اللہ الحمدللہ سے ان کا دل بڑھاتا۔ادھر چندہ دینے والوں کو حوصلہ دلاتا۔ان سے مختلف انداز میں مطالبہ کرتا اور جب کچھ مل جاتا تو عوام کو دکھا کر نعرہ لگاتا۔پہلے چندہ میں اس کام کے کرنے والے مختلف حضرات تھے مجھے حاجی نعمت اللہ عرف پٹھے محلّہ نیا پورہ کا نام یاد ہے۔مرحوم اپنی پاٹ دار آواز میں، ہر دم اپنے چست اور دلچسپ فقروں سے پورے مجمع کو مسلسل بیدار اور تروتازہ رکھتے تھے۔

## عمائدین:

دیگر سربرآوردہ لوگوں میں اس وقت اکثر شریک ہوتے تھے۔خود صدر مدرسہ جناب محمد امین صاحب انصاری، ناظم جناب علیم اللہ صاحب مرحوم، جناب محمد سلیمان صاحب رنگریز، جناب حاجی رحمت اللہ صاحب خازن، جناب متولی خیر اللہ صاحب پرانی بستی، جناب مولوی فقیر اللہ صاحب اسعد پورہ دیوان، جناب حکیم محمد عمر صاحب مرحوم (پورہ صوفی)، مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم شاعر بھی تھے اور ان کی نظمیں بھی چندہ میں پڑھی جاتی تھی۔انہیں کی تخریج کردہ تاریخ سنگ بنیاد "باغ فردوس" بیحد مقبول خاص وعام ہوئی۔

پھر نہ تاریخ کیوں "باغ فردوس" ہو۔

۱۳۵۳ھ (ایضا اکتوبر ۱۹۸۵ء)

مبارکپور کی دینی وعلمی تاریخ میں یہ بات کلیدی حیثیت کی حامل ہے کہ صدر مدرسہ اور رئیس اعظم مبارکپور جناب شیخ محمد امین صاحب انصاری نے عین وسط بازار کے اندر اپنی قیمتی زمین کا پلاٹ دارالعلوم اشرفیہ کیلئے دیا۔مولا تعالیٰ اس باغ فردوس کے ذریعہ تیار ہونے والے علماء وقراء حفاظ کی خدمات دینی کے صدقے مرحوم قائد سنیت کے مرقد پر اپنے کرم سے جنت الفردوس کی کھڑکیاں کشادہ فرمائے۔آمین

اس داستان پر کیف کے بارے میں آیئے پھر سے حضرت بحر العلوم قبلہ کی بزم میں حاضری دیں۔

مدرسہ کی نئی عمارت کے لیے مسلمانان مبارک پور نے شیخ محمد امین انصاری سے جو صدر مدرسہ کے ساتھ ساتھ رئیس مبارک پور بھی تھے، گولہ بازار مبارک پور میں وسیع قطع آراضی حاصل کی اور شوال ۱۳۵۳ھ میں اس میں سنگ بنیاد رکھنے کا منصوبہ طے ہوگیا۔ حضرت صدرالشریعہ، حضرت محدث اعظم ہند اور دیگر علمائے اہل سنت شریک ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ بعد نماز جمعہ بزرگان دین اور حافظ ملت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ کر اس کے فروغ و ترقی اور بقا واستحکام کی دعا فرمائی۔

سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضرت قبلہ اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''فقیر نے تو اپنی کرنی دکھادی اب تم لوگ بھی اپنی اپنی کرنی دکھاؤ''

اس کا سال تاسیس ''باغ فردوس'' (۱۳۵۳ھ) ہے۔ ''دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم'' اس کا نام رکھا گیا اور ''دارالعلوم اشرفیہ'' کے نام سے اسے شہرت حاصل ہوئی۔ اس کی دو منزلہ عظیم الشان عمارت دس سال میں تیار ہوئی۔ تقریباً ۴۰ رسال تک اس عمارت میں تعلیم ہوتی رہی۔ اب اس قدیم دو منزلہ عمارت کو منہدم کر کے اس کی جگہ پانچ منزلہ عظیم الشان عمارت کی تعمیر ہو چکی ہے جس کی نچلی دو منزلوں میں تجارتی، دوکانیں ہیں۔ اوپر کی تینوں منزلوں میں قصبہ کے طلبہ حفظ قرآن اور پرائمری کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اسی عمارت میں ماہنامہ اشرفیہ کا دفتر بھی ہے۔

## خلاصہ

دو ماہ کے اندر اس زمانے میں تقریبا دس ہزار کا چندہ ہوا۔ منشی زماں مبارک پوری، فقیر اللہ اور میاں عبدالکریم اشرفی عاشق کی پر جوش نظموں نے مبارکپور میں ایک ''عجیب انقلابی ماحول'' برپا کر دیا تھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہم اپنا مال وزر نذر تمنا کر کے چھوڑیں گے — تمام اغیار کو محو تماشا کر کے چھوڑیں گے
جہاں میں حسن عالم گیر برپا کر کے چھوڑیں گے — تمہیں ہم قیس کی مانند شیدا کر کے چھوڑیں گے
ہم اپنے مدرسہ کو رشک لیلیٰ کر کے چھوڑیں گے

اب رفعت بام گردوں کو نظروں میں نہ لایا جائے گا — ایوانِ جناں کے پہلو میں اک قصر بنایا جائے گا
فیضان وکرم کی بارش میں راتوں کو نہایا جائے گا — سدرہ سے عروس رحمت کو مہمان بلایا جائے گا
طیبہ کے چمکتے گنبد پر ایمان لٹایا جائے گا

## حضرت حافظ ملت کے ساتھ آنے والے طلبہ:

بقول مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی حضور حافظ ملت (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے ساتھ صرف دو طالب علم۔ مولانا محمد خلیل صاحب کچھوچھوی اور قاری اسدالحق صاحب کو لائے تھے (مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک)

لیکن بقول مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب گیاوی:

''مبارک پور تشریف لانے کے بعد سلسلۂ درس وتدریس کا آغاز کرنے کے لیے حافظ ملت کو چند منتہی طلبہ کی ضرورت پیش آئی ۔ چنانچہ حضرت نے از راہ شفقت ودلنوازی جن چند طلبہ کو خطوط لکھ کر اپنے پاس بلوایا تھا ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ میرے بعد قاری اسدالحق صاحب، مولوی محمد خلیل، مولوی محمد عثمان ممبئی والے اور مولوی محمد عباس کٹکی بھی یکے بعد دیگرے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۷)

چند اولین طلبہ اس طرح ہیں:

مولوی محمد ابراہیم پنجابی (گورداس پور۔ پنجاب)، قاری مصلح الدین صاحب (حیدر آباد دکن) مولوی عبدالسبحان (آسام)، مولوی عبدالقیوم (آسام)

## دارالعلوم اشرفیہ کے مدرسین کا مختصر تعارف:

مبارک پور میں حضور حافظ ملت کی تشریف آوری ۱۳۵۲ھ کے وقت مدرسہ اشرفیہ میں مندرجہ ذیل مدرسین تھے۔

**۱۔ مولانا سید شمس الحق صاحب:** دارالعلوم میں مفوضہ خدمات انجام دیتے رہے۔ مرنجاں مرنج طبیعت، باغ و بہار شخصیت، گلستاں و بوستاں سعدی از بر، اور ہر چھوٹے بڑے سے بہت جلد بے تکلف ہوجانے والے، ہم نے دیکھا حضور صدرالشریعہ مولانا شاہ امجد علی صاحب علیہ الرحمہ بھی آپ پر بے حد شفقت فرماتے اور آپ کے ساتھ بے تکلفانہ ہنستے بولتے تھے۔

**۲۔ مولانا نور محمد صاحب مبارک پوری:** آپ کا تعلق مبارک پور کے اس خاندان سے تھا جو حضرت راجہ شاہ مبارک علیہ الرحمہ کے ساتھ کڑا مانک پور (پرتاب گڑھ) سے آکر آباد ہوا تھا، جن کو یہاں کی ''قضا'' سپرد کی گئی تھی۔ جب میں نے دیکھا تو یہ منصب صرف نکاح خوانی تک محدود تھا۔ آپ کی تعلیم محلہ رسول پور کے علمی گھرانہ مولانا لعل محمد صاحب کے وہاں ہوئی تھی۔ مولانا نور محمد صاحب مرحوم اس وقت بھی مبارک پور میں اہل سنت و جماعت کے پشت پناہ تھے اور تمام تر معمولات سنیت از قسم نیاز فاتحہ، قیام ومیلاد اور مجالس محرم ساری ضروریات پورے مبارک پور میں آپ ہی انجام دیتے، راجہ شاہ مبارک کی مسجد جامع کے خطیب تھے اور تقریبا ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھتے۔ ذی علم تھے میں نے ان کی کئی قلمی بیاضیں دیکھی ہیں جس میں احادیث کا انتخاب، اختلافی مسائل پر گراں مایہ علمی کتابوں کی نقل قابل ذکر ہے۔ پورا دیوان لطف اور مولود سعید وغیرہ بر زبان تھے اور اس بلند آہنگی سے میلاد شریف پڑھتے کہ دور دور تک آواز جاتی، اشعار ایک خاص سر اور لئے میں پڑھتے جو اب عنقا ہے اللہ غریق رحمت کرے، مبارک پور کی تاریخی شخصیتوں میں سے تھے فارسی زبان میں خاص طور پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ (مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک)

## ۳۔ منشی جواد علی خاں مرحوم:

آپ پرائمری درجات کے ہیڈ منشی مجلسی آدمی تھے۔

## ۴۔حافظ عبدالغفور صاحب مرحوم:

آپ درجۂ حفظ وناظرہ کے مدرس تھے۔نہایت پاکباز، پابند اورادو وظائف، عابد وزاہد، تہجد گزار، قرآن بہت اچھا یاد تھا اورنہایت خوش الحان تھے۔اخیر عمر میں کسی نے عداوۃً پان میں سیندور کھلادیا تھا جس کی وجہ سے آواز خراب ہوگئی تھی۔

## ۵۔حافظ عبدالرحمٰن عرف ٹنی مرحوم:

یہ بھی نہایت درجہ ذاکر وشاغل اور صاف باطن آدمی تھے۔حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے خلیفہ ومجاز تھے اورغالباً مرید بھی کرتے تھے۔زندگی بھر مجرد ہی رہے۔گھر سے تھوڑی دور مشہور تالاب استلاؤ کے پوربی جنوبی کنارے پر ایک کمرۂ عبادت، سامنے تھوڑا صحن اسی میں کنواں جن کو چہار دیواری سے گھیر رکھا تھا۔کمرے میں ایک طرف قبر بھی تیار کرالی تھی۔خیال یہ رہا ہوگا کہ مرنے کے بعد یہی مقبرہ ہوگا۔لیکن لوگوں کے منع کرنے سے یہ بات نہ ہوسکی اخیر وقت میں ایک مقامی سرمایہ دار نے ظلماً ان کے مکان پر قبضہ کرلیا تو اسی کمرے میں اٹھ آئے تھے ان کے وصال کے بعد اب یہ بطور مسجد استعمال ہورہا ہے۔مدرسہ میں قواعد بغدادی اورقرآن مجید کے ابتدائی پارے پڑھاتے تھے زبان سے ت کے بجائے ٹ ادا کرتے۔اسی لیے دورانِ تدریس اکثر لطائف وظرائف بھی رونما ہوتے رہتے۔بچوں کی تعزیر کے لیے مختلف قدو قامت کی چھڑیاں بنارکھی تھیں تاکہ جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے سب کی نگرانی ہوجائے۔بوقت ضرورت چھڑی پھینک کر مارتے اورنشانے پر جابیٹھتی۔

## ۶۔دادا عبدالحق:

یہ گونڈہ ضلع کے رہنے والے تھے۔زیادتی عمر اور لمبی داڑھی کی وجہ سے پورے مدرسہ میں دادا ہی مشہور تھے۔ جب دیکھئے یا کتاب دیکھتے ملیں گے یا کسی کو پڑھاتے اور سمجھاتے۔طلبہ ان سے بیحد مانوس اور یہ بھی کسی کو کبھی جھڑکنا جانتے ہی نہ تھے جیسے سچ مچ پورا مدرسہ ان کی اولاد در اولاد ہی ہو۔(مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک قسط دوم،سوم)

## آپ آئے بہار آئی:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مبارک پور تشریف لانے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کے گوشے گوشے سے طلبہ آنے لگے اوردیکھتے دیکھتے طلبہ کی ایک بہت بڑی بھیڑ ان کے گرد جمع ہوگئی جن کی تعداد اس وقت بھی بلا مبالغہ سو سے اوپر تھی۔

اس وقت طلبہ کا قیام گاہ سے درس گاہ یا وہاں سے دیگر مقامات تک ہاتھ میں درسی کتاب لے کر چلنا فخر سمجھا جاتا تھا۔درس گاہ میں تو خوب جم کر تعلیم ہوتی ہی تھی۔درسگاہ سے باہر بھی یا تکرار کی جارہی ہے یا کسی مسئلہ علمی میں تبادلۂ خیال ہورہا ہے۔راستے میں آتے جاتے یا تفریح کے وقت کسی نہ کسی موضوع پر زور آزمائی ہورہی ہے جس سے طلبہ کی جماعت دور سے پہچانی جاتی تھی۔

## طلبہ کے قیام وطعام کے مسئلہ کا حل:

اس وقت جمع ہوجانے والے طلبہ کو مقامی سنی مسلمان گھرانوں میں ایک ایک طالب علم تقسیم کردیئے گئے جس کے لیے "جاگیر" "مجگر" اور "جاگیر دار" کی اصطلاحیں وضع ہوئیں اور "مسلمانان مبارک پور زندہ آباد" کہ انہوں نے عرب کی روایتی مہمان نوازی کی یاد تازہ کردی۔ طالب علموں کے لیے اپنے دیدۂ دل فرش راہ کردیئے۔ گھر میں جو کچھ پکا سب کا سب لاکے مولانا کے سامنے رکھ دیا کہ پہلے آپ کھالیں تو گھر کے بقیہ لوگ، گھر میں کوئی چیز آتی تو گھر کے اور افراد کی طرح مولانا کا بھی حصہ لگتا۔ کتنے لوگوں نے خود بھوکے رہ کر مولانا کو کھلایا۔ کیوں کہ انہیں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ مہمانان رسول ہیں اور یہ چلتے ہیں تو ان کے قدم کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں اور ان کی دوات کی روشنائی شہیدوں کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ اسی لیے اہل مبارک پور بھی ان سے فرشتوں کی سی توقع رکھتے اور ویسا ہی احترام بھی کرتے بعد کے حالات نے احترام وعقیدت کی وہ فضا تو ختم کردی لیکن اب بھی جس اعزاز واکرام کے ساتھ اہل مبارک پور طالب علموں کو کھانا کھلاتے ہیں پورے ہندوستان میں اس کی نظیر نہیں۔

اور رہنے سہنے کا مسئلہ یوں حل کیا گیا کہ مختلف دالانوں، امام باڑوں اور مسجد کے حجروں، شیخ محمد امین صاحب صدر مدرسہ کے مکان وغیرہ مختلف جگہوں پر ان کے قیام کا انتظام۔ قیام وطعام کے اس انتظام اور طلبہ کے مذکورہ بالا مشغلہ علمی کی وجہ سے پورے مبارک پور میں ایک علمی ہل چل پیدا ہوگئی جس کا اثر اشرفیہ کے حلقہ سے باہر بھی محسوس کیا جانے لگا۔

## کتابوں کا قحط:

معاملہ صرف غذائی پریشانی تک نہیں تھا بلکہ کھانے پینے، رہنے سہنے کے علاوہ طلبہ کو اور بھی ضرورتیں تھیں جنہیں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جب طلبہ زیادہ ہوئے تو ان کے لیے کتابیں بھی درکار ہوئیں۔ دارالعلوم کے ذمہ داروں نے اس سلسلے میں بڑی تگ ودو کی۔ مخیر حضرات نے اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کیں۔ پرانی روداووں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ جناب حاجی محمد عمر صاحب کا نام سب سے پہلے کتابیں وقف کرنے والوں میں ملتا ہے جنہوں نے شرح جامی، ملاحسن، میر قطبی وغیرہ سیکڑوں روپئے کی کتابیں دیں۔ (روداد ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء تا ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء ص ۱۶)

(حوالہ اشرفیہ کا ماضی اور حال۔ بدر القادری ص ۲۷، ۲۸)

اور بھی کچھ لوگوں نے کوشش کرکے مدرسہ کے لیے کتابیں فراہم کیں اور سالانہ بجٹ میں اس کے لیے رقم منظور ہوئی مگر پھر بھی کتابیں ہمیشہ پڑھنے والوں کے لحاظ سے کم ہی رہیں۔ بالآخر اس کے لیے خاص طور سے اپیل شائع ہوئی۔

## مثالی حوصلہ مندی:

۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء تک دارالعلوم کے سارے اخراجات کی کفالت صرف اہل مبارک پور کرتے رہے کسی باہری اشتراک وتعاون کا کوئی دخل نہ تھا۔ "باغ فردوس" کی قلعہ نما شاندار عمارت کا مکمل صرفہ اہل مبارک پور نے اپنی جیب سے

پورا کیا مگر جب طلبہ، مدرسین اور دوسرے شعبوں میں ترقی ہوئی تو باہری اعانت ضروری ہوگئی۔

## اشرفیہ تحریک:

مدرسین کا بڑھتا ہوا اسٹاف، طلبہ کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ ''باغ فردوس'' کی دو منزلہ وسیع عمارت بھی تنگ ہوگئی۔ (معائنہ حضرت مولانا نذیر الاکرم صاحب، رحمۃ اللہ علیہ مرادآبادی ۸؍فروری ۱۹۶۰ء)

''طلبہ کی تعداد زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ دارالعلوم کی وسیع اور مایہ ناز عمارت بھی اب ناکافی ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں جلد کسی عالی شان عمارت کا انتظام فرمادے اور اس گلشن سنیت کو لہلہاتا ہی رکھے اور اس کی ایمانی اور عملی عطر باریوں سے دنیا مہکتی رہے۔'' (ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد)

یہ تنگی ۱۹۶۰ء میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس سے پانچ سال پیشتر کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت پہلے سے موجود تھی

## روداد ملاحظہ ہو:

''آپ کو یہ معلوم کر کے بے حد تعجب اور بے پایاں مسرت ہوگی کہ الحمد للہ یہ عمارت بھی اب مدرسہ کے لیے ناکافی ہے چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کر کے گولہ بازار میں ایک زمین خریدی گئی ہے اور ارادہ کیا گیا ہے کہ نیچے کا وہ حصہ جو دوکان کے لائق ہے اس کی دوکان بنوائی جائے اور جو حصہ اس کے علاوہ بچے اس کا دارالاقامہ بنا کر اس میں طلبہ کو رکھا جائے مگر افسوس اور ہزار افسوس چند بدطینت لوگوں نے اس زمین ومکان کو دارالعلوم کی ملکیت ہونا گوارہ نہ کیا اور محض از راہ شرارت اس زمین پر مقدمہ قائم کردیا۔ (روداد ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء ص ۵)

## الجامعۃ الاشرفیہ۔عربی یونیورسٹی کا منصوبہ:

معمار قوم وملت سیدنا حافظ ملت ایک عظیم منصوبہ ساز تھے وہ آگے اور آگے بڑھنا چاہتے تھے اور دارالعلوم اشرفیہ کو ایک عظیم عربی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔

ہم کہاں رکتے ہیں عرش وفرش کی آواز سے<br>
ہم کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی فکر رسا نے اچھی طرح اس حقیقت کا سراغ لگالیا تھا کہ کوئی قوم اپنے قائد کے بغیر نہ اپنا وجود باقی رکھ سکتی ہے۔ اور نہ اپنے تشخص کا تحفظ کرسکتی ہے۔ اور یہ نکتہ بھی ان کی نگاہ سے مخفی نہیں تھا کہ تعلیم کے بغیر قائدانہ صلاحیتوں کا ابھرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لیے حقائق کی روشنی میں انہوں نے ایک ایسے آفاقی سطح کے دینی تعلیمی مرکز کے قیام کا فیصلہ کیا جہاں سے علماء اسلام کی بار آور نسل ہمیشہ پیدا ہوتی رہے۔

حضرت کی نگاہ سے یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں تھی کہ کسی ہمہ گیر تعلیمی منصوبے کی تکمیل کے لیے بنیادی طور پر دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بہترین اسٹاف اور ضرورت کے مطابق عمارتیں۔

اسٹاف تو حافظ ملت نے اپنی تیس سالہ تدریسی زندگی میں خود تیار کرلیا تھا۔ علم وفن کے اصناف میں خود ان کے پیدا کردہ ماہرین اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ وہ جہاں بھی بیٹھ جاتے ایک دینی یونیورسٹی کی بنیاد پڑ جاتی لہذا اب سوال صرف عمارتوں کی تعمیر کا تھا اوراس کے لیے ضرورت تھی وسیع وعریض خطہ زمین کی چنانچہ حضرت نے مبارک پور کے باہر زمینوں کی خریداری کا سلسلہ شروع کیا۔ جب ۳۳/ایکڑ زمین کا وسیع رقبہ حاصل ہوگیا تو اب انہیں کام کے آغاز کی فکر ہوئی۔

چوں کہ اس وقت حافظ ملت اشرفیہ کے صرف صدر مدرس تھے اور انہیں انتظامی امور میں اتنا دخل نہیں تھا کہ وہ اس عظیم منصوبہ کو اپنی صوابدید پر شروع کرسکیں لہذا انہیں اس کے لیے مجلس انتظامیہ سے اجازت کی ضرورت تھی مگر اس میں کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو انہوں نے عمر عزیز کو مزید انتظار میں گزارنے کے بجائے دارالعلوم اشرفیہ سے استعفا دے دیا۔ یہ شعبان ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے۔

حضرت کے استعفا سے مبارک پور میں ایک ہلچل مچ گئی۔ اس بات کو لے کر ۱۶/شوال المکرّم ۱۳۸۸ھ صبح مطابق ۶/جنوری ۱۹۶۹ء دن کے ۹/بجے سے ۱۱/بجے تک ورکنگ کمیٹی اور رات کے ۸/بجے سے ۱۰/بجے تک جنرل کمیٹی کا ہنگامی اجلاس زیر صدارت حضرت سرپرست صاحب قبلہ (حضرت مولانا سید مختار اشرف قبلہ علیہ الرحمہ کچھوچھوی) دارالعلوم اشرفیہ منعقد ہوا۔ ایجنڈا درج ذیل ہے:

(۱) حافظ ملت شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم ہذا کے استعفا اور پھر مشروط واپسی کے نتیجے میں جماعت اہل سنت کے اندر جو ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اسے دارالعلوم اشرفیہ کی ورکنگ کمیٹی انتہائی تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اوراس کی قطعی رائے ہے کہ اس ہیجان خیز ماحول میں جذبات سے بالاتر ہوکر مکمل سنجیدگی سے کام نہ لیا گیا تو جماعت یقینی طور پر افتراق کا شکار ہوجائے گی۔ جس کا لازمی اثر دارالعلوم اشرفیہ کی کارکردگی پر پڑے گا۔ اور یہ ایسا مذہبی اور ملی نقصان ہوگا جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔

(۲) جناب شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم اشرفیہ نے اپنی واپسی کی جو شرط تحریر فرمائی ہے اس کے بارے میں جماعت اہل سنت دو حصوں میں بٹ چکی ہے اور یہ صورت حال ہمارے مستقبل کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عوام کے سامنے کوئی ایسا حل پیش کیا جائے جس سے شیخ الحدیث حافظ ملت کی اصل شکایت بھی رفع ہوجائے اور عوام کے اندر اتحاد واتفاق کی لہر دوڑ جائے۔

مذکورہ بالا دونوں ایوانوں میں مقررہ ایجنڈے پر مختلف خیالات پیش کیے گئے۔ بالآخر جنرل کمیٹی نے متفقہ طور پر حضرت سرپرست صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی صوابدید پر فیصلہ کے انحصار کا اعلان کردیا۔ چنانچہ حضرت ممدوح کا درج ذیل تحریری فیصلہ باتفاق آرا منظور ہوا۔

## فیصلہ:

حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے استعفا نامہ سے پیدا شدہ بحرانی

حقیقت نگار مورخ کا قلم ۲۱؍ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ۶؍مئی ۱۹۷۲ء کی تاریخ کو جلی حرفوں سے لکھے گا۔ کیوں کہ یہی وہ تاریخ ہے جس کی ساعت وسطیٰ میں مغرب کے سفر پہ جاتے سورج نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ مبارک پور کی مبارک سرزمین پر علوم انبیاء کے سچے وارثوں نے اپنے ہاتھوں سے دین وملت کے شہرستان کی نیو میں اینٹیں رکھی تھیں۔

اس منظر کو تاجدار ویکلی بمبئی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

"مفتی اعظم ہند قبلہ کی رہبری میں جب علما کا قافلہ چلا تو اعلان وہدایت کے باوجود مسلمانوں کا اپنے جذبات مسرت پہ قابو پانا ناممکن ہوگیا۔ والنٹیر اور رضا کاروں کی پوری فوج اپنی کوشش کے باوجود دیوانگی شوق کے اس قابل احترام اظہار پر نظم وضبط کا کوئی پہرہ نہ بٹھا سکی۔ جذبات محبت کے دیوانے اپنے اکابر کی قدم بوسی دست بوسی اور مصافحہ کے لیے شوق کی وارفتگی میں مچل رہے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند کی قیادت میں جب علما کا کارواں اس سرزمین پر پہونچا، جہاں سنگ بنیاد رکھا جانے والا تھا۔ تو پوری فضا عشق وایمان اور کیف ومستی کی برسات میں بھیگی ہوئی تھی۔ جذبۂ مسرت سے چھلکتے ہوئے آنکھوں کے پیمانے۔ لب پر درود وسلام کے نذرانے، رہ رہ کر نعرۂ تکبیر ورسالت کی تکرار۔ پوری فضا پر عشق ومحبت اور شوق وتمنا کا پھیلا ہوا جادو۔ اس ماحول میں حضور مفتی اعظم ہند کا اس یونیورسٹی کے لیے پہلی اینٹ رکھنا۔ ایک ایسا نورانی منظر تھا۔ جس کی لذت روح تو محسوس کرسکتی ہے۔ مگر الفاظ ومعانی کی دنیا تعبیر سے قاصر ہے۔ (تاجدار ۱۲؍مئی ۱۹۷۲ء ص ۷)

## مجلس علما:

ملت کے ہزاروں نمائندے ملک کے گوشے گوشے سے اس ساعت سعید کا منظر اپنی نگاہوں میں سمیٹنے کے لیے جمع تھے۔ یہ سہ روزہ تعلیمی کانفرنس جو ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے منعقد ہوئی تھی۔ اپنے دامن میں عزم وحوصلہ کی بے پناہ وسعت رکھتی تھی۔ ملک کے مسلمان نمائندے جن اہم موضوعات پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لیے جمع تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) مقتضائے وقت کے مطابق ایک جامع اور جدید نصاب تعلیم کی تدوین پر غور۔

(۲) بین المدارس تعلقات کے اخلاقی اور ادارتی ضابطوں کی تشکیل پر غور۔

(۳) موجودہ معاشرہ کی اخلاقی، اصلاحی، تبلیغی، اجتماعی، علمی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر عربی مدارس کے طلبہ کی ذہنی علمی اور عملی تربیت کے لیے ایک جامع نظام کی ترتیب پہ غور۔

(۴) عربی مدارس کے درمیان تعلیمی معیار کی حد بندی پہ غور۔

(۵) دینی مدارس کے نظام عمل میں مناسب تبدیلیوں کے لیے مدارس کے نمائندگان پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ کی تشکیل، کانفرنس کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۶؍مئی ۱۹۷۲ء، ۸؍بجے دن میں ان تمام مسائل پر صائب الرائے حضرات نے نہایت سنجیدگی سے غور وخوض کرکے ایک ایک موضوع کا واضح حل تلاش کیا۔ جس پر بحمد اللہ عملی کارواں بڑی

سبک خرامی سے رواں دواں ہے۔

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شررفشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا

## اجلاس عام:

۵/۶/۷ رمئی ۱۹۷۴ء تینوں شب اجلاس عام منعقد ہوئے۔ جن میں علماء کرام کے ولولہ انگیز بیانات ہوئے۔ اور اس مرکزی درسگاہ کی تعمیر وترقی کے لیے پوری ملت اسلامیہ کو آمادگی کی دعوت دی گئی۔
مستقبل کے پلان کی وضاحت ہوئی۔ معماران قوم وملت نے نصوص قرآنیہ کی روشنی میں اس ضرورت کا اعلان کیا۔

☆"مَنْ ذَاالَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہ قرضاً حَسناًفَیُضٰعِفَه له اَضْعَافًا كَثِیرًا"
ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لیے بہت گنا بڑھا دے۔

☆مَثَلُ الَّذِینَ یُنْفِقُونَ اَموَالَهُم فِی سَبیلِ اللّٰه كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِی كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِأَةُ حَبَّةٍ"
ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں۔ ہر بال میں سودانے۔ (سورۂ بقرہ پارہ ۳ ع ۳۶)

☆ اَفَرأَیْتُمْ مَا تَحرُثُونَ ءَاَنْتُم تَزْرَعُونَ اَم نَحْنُ الزَّارِعُونَ لَوْنَشَاء لَجَعَلْنَاہ حطَامًا فَظَلتُم تَفَكَّهُونَ"
تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے روندن کردیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ (سورہ واقعہ پارہ ۲۷ رع ۱۴)

## آخری اجلاس:

۷ رمئی کو دن بھر شدید دھوپ اور لو، رہی رات ہوئی تو ہوا کے سرد جھونکوں نے ماحول کو خوشگوار بنادیا۔ اسی نور بار رات میں کانفرنس کا آخری اجلاس عام منعقد ہوا۔ دیوانگانِ رسول عشق وایمان کی وارفتگی میں متوالے ہوئے جارہے تھے۔ کیوں کہ ان کے رو برو گنبد خضریٰ کا دل فریب منظر تھا۔ نور ورحمت میں بھیگی ہوئی رات کا ایک ایک لمحہ سرمایۂ حیات کی قربانی کا پیغام بن کر دل کے دروازہ پہ دستک دے رہا تھا۔ نائبین رسول کی زبان سے ملت بیضاء کی زندگی کے لیے اہل ایمان کے جذبات کی قربانی مانگی جارہی تھی۔ اشک بار نگاہیں محسوس کررہی تھیں۔ گویا دیار حبیب سے ہوکر آنے والی بادصبا سینے میں ایمان کی متلاطم موجوں سے سرگوشیاں کررہی ہے اور نور ورحمت والے تاجدار اپنے دیوانوں پر رحمت کی پوری فراوانی کے ساتھ متوجہ ہیں۔

بھر گیا دامن نظارہ گل نرگس سے
آنکھ اٹھا کر جو کبھی تونے ادھر دیکھ لیا

تکبیر کی ضربوں نے دلوں کو بے قابو کر دیا۔ اور مسلمانوں نے اپنا قیمتی سرمایہ تعمیر ملت کے لیے وقف کر دیا۔ دینے والوں نے دامن خالی کر لیے ایسا لگتا تھا گویا اسٹیج پہ روپیوں کا مینہ برس رہا ہے۔ ملک بھر کے اس نمائندہ اجلاس میں بھی مبارک پور کی ایمانی بالیدگی کے نقوش سب سے روشن رہے۔

اے مبارک پور اے رشک شعور علم وفن
دیکھتا ہے چشم حیرت سے تجھے چرخ کہن

توشعور و آگہی تومخزن اسرار ہے
تیرے ہر ذرہ میں شور موج گوہر بار ہے

مثل سیماب آج بیداری تری جوبن پہ ہے
رب ارنی کا تقاضا پھر ترے چتون پہ ہے

اسی کانفرنس کا اثر ہے کہ آج لق ودق ویرانہ میں الجامعۃ الاشرفیہ کی درسگاہ اپنی پیشانی پر قربانی ملت کے یہ سنہرے نقوش لیے کھڑی ہے۔

# درسگاہ کی تعمیر میں حصہ لینے والے ہمدردان ملت

| اسمائے گرامی | مکمل پتہ | جزو عمارت | سائز |
|---|---|---|---|
| جناب الحاج حفیظ اللہ صاحب | رئیس چیت بڑا گاؤں۔ بلیا | دارالحدیث | ۴۲×۴۲ |
| جناب حاجی غلام حسین وحاجی محمد حسین صاحبان | محلہ پرانی بستی۔ مبارک پور۔ اعظم گڑھ | ہال کمرہ | ۴۰×۳۰ |
| جناب محمد ابراہیم محمد جعفر تنکیکر | اورن ضلع قلابہ بمبئی | ہال کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج منظور احمد صاحب | نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ | ہال کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب محمد مزمل وخلیل احمد صاحبان | پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب عبداللہ صاحب ابن حاجی محمد صدیق مرحوم | پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب محمد حسن صاحب ابن حاجی محمد صدیق مرحوم | پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب عبدالرشید وعبدالقیوم صاحبان | پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج محمد منیر صاحب | نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب محمد ابن حاجی عبدالکریم صاحب | پورہ رانی مبارک پور اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| جناب حاجی رحمت اللہ ابن حاجی عبدالکریم مرحوم | پرانی بستی مبارک پورا عظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب احسان احمد و محمد نعمان صاحبان | پورہ رانی مبارک پورا عظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب نیاز احمد، ابن حاجی محمد تقی صاحب | پورہ رانی مبارک پورا عظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب محمد سعید ابن حاجی منور سیٹھ | پورہ صوفی مبارک پورا عظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب علی حسین ابن حاجی محمد ابراہیم سابق متولی | پرانی بستی مبارک پورا عظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج سیٹھ محمد ریاض علی صاحب | ماہل ضلع اعظم گڑھ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج شہرت علی صاحب | مئو پوسٹ براؤں ضلع بستی | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب محمد مصطفیٰ صاحب سیٹھ | آگرہ روڈ کرلا بمبئی | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج منیجر خاں صاحب | دھتکی ڈیہ جمشید پور، بہار | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| اہلیہ محترمہ جناب منیجر خاں صاحب | دھتکی ڈیہ جمشید پور بہار | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج محمد ظہور صاحب | چیت بڑا گاؤں ضلع بلیا | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب محمد مرسلین صاحب | ڈمزن لین کلکتہ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب الحاج عبدالمنان صاحب | ہوڑہ | کمرہ | ۲۰×۳۰ |
| جناب سیٹھ محمد اقبال صاحب | خیر آباد اعظم گڑھ | کمرہ | ۱۵×۳۰ |
| جناب آفتاب احمد صاحب | عظمت گڑھ، اعظم گڈھ | کمرہ | ۲۰×۳۳½ |
| جناب الحاج عبدالرزاق مرحوم | انصاری منزل مراد آباد | کمرہ | ۱۵×۳۰ |
| جناب ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب | بلرام پور گونڈہ | کمرہ | ۱۶×۳۳½ |
| جناب الحاج عبدالقدوس صاحب | سدا نند بازار، بنارس | کمرہ | ۱۶×۳۳½ |
| جناب مولانا غلام یٰسین صاحب | مدن پورہ، بنارس | کمرہ | ۱۶×۳۳½ |

## زبان خلق

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

"کل ہند تعلیمی کانفرنس میں علما، مشائخ، مفکرین، شعرا اور سینکڑوں ڈیلی گیشنز کے علاوہ درجنوں مؤقر اخبارات کے نمائندوں نے بھی شرکت کی اور ہندی، اردو اور انگیریزی کے اخبارات نے اس کے متعلق نہایت واضح

بیانات وتبصرے بھی شائع کیے۔

سب تو نہیں مگر ان میں سے صرف اردو اخبارات کے چند تراشے ہم بلاتبصرہ ''زبان خلق'' کے عنوان سے پیش کرتے ہیں۔

''شاباش ہیں اہل مبارک پور جنہوں نے چند دنوں میں قومی ضرورت کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع کردیا''۔

۵، ۶، ۷، مئی کو مبارک پور میں کل ہند تعلیمی کانفرنس پوری طرح کامیاب رہی۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے سینکڑوں علما ومشائخ کے علاوہ ہزاروں مشاہدین وعمائدین نے شرکت کی۔ (روزنامہ پیغام کانپور ۱۴ ؍مئی ۷۲ھ)

اہل مبارک پور کا جذبۂ اسلامی واقعی قابل دید ہے۔ اور ایک اعلیٰ مثال ہے۔ جنہوں نے چند دن کے اندر ڈیڑھ لاکھ روپیہ یونیورسٹی کے لیے فراہم کردیا۔ جو روپیہ دینے کے قابل نہ تھے انہوں نے سونے چاندی کے زیورات اور جو کچھ ان کے پاس تھا نذر کردیا۔ ایڈیٹر پیغام کا کہنا ہے کہ ۶ ؍مئی کو میری موجودگی میں صرف نصف گھنٹہ کے اندر پچاس ہزار روپے لوگوں نے جمع کردیا۔ ان میں زیادہ تر نقد رقم تھی کچھ چک اور زیورات تھے۔ (ایضا)

## کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارک پور

۵ ؍مئی ۷۲ء کی شام سے شروع ہوکر ۸ ؍مئی کی صبح کو کل ہند تعلیمی کانفرنس کی روح پرور اور عہد آفریں تقریب ختم ہوئی۔ قصبہ کے باہر ایک مربع میل کے رقبہ میں تین دنوں تک خیموں، شامیانوں استقبالیہ کے دفاتر اور رنگا رنگ دوکانوں کا جو شہر بسا ہوا تھا وہ آج ختم ہوگیا۔ ایک اندازہ کے مطابق اس میں شریک ہونے والوں کی تعداد تین لاکھ سے متجاوز تھی۔ کئی سو معززین وعمائدین اور ملک کے ہر صوبہ سے تقریبا پانچ سو علما ومشائخ اور دینی مدارس کے اساتذہ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ (روزنامہ سیاست جدید ۱۸ ؍مئی ۷۲ء)

ہر سہ اجلاس شب کے آخری حصہ تک پورے کیف ونشاط میں چلتے رہے ۶ ؍مئی ۷۲ء کی شام کو دس ہزار کے مجمع میں ''حضور مفتی اعظم ہند قبلہ'' اور دیگر اکابرین ملت نے مجوزہ عربک یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا۔ حافظ ملت کی سربراہی میں تعمیر ہونے والی یونیورسٹی کے ساتھ اہل مبارک پور اور بیرونی مخلصین کے والہانہ جذبۂ عقیدت کا سب سے کھلا ہوا مظاہرہ اس وقت ہوا جب سنگ بنیاد کے موقع پر صرف درسگاہ کی مرکزی عمارت کے سارے کمروں کی تعمیر کا ذمہ چند اصحاب خیر نے لے کر کئی لاکھ افراد کو محو حیرت بنادیا عطیات کی صورت میں جن رقوم کا اعلان کیا گیا۔ ان کا میزانیہ پچاس ہزار سے متجاوز تھا۔ مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اپنے طلائی اور نقرئی زیورات دے کر اپنے جذبۂ عقیدت کا ثبوت دیا۔ (ایضا)

۲۸ ؍کمروں کے بنوانے کی ایک ایک اور دو دو کرکے لوگوں نے ذمہ داری لے لی۔ ۲۸ ؍ہزار نقد اور ۲۲ ؍ہزار روپئے کے لوگوں نے وعدے کیے۔ مستورات نے ڈھائی ہزار روپئے کے زیورات دیئے۔ اہل مبارک پور ایک لاکھ ۷۵ ؍ہزار پہلے ہی دے چکے تھے۔ چندوں کا یہ سلسلہ جاری ہے اس یونیورسٹی کی تعمیر میں آسام، بنگال، اڑیسہ، بہار، یوپی،

کشمیر، گجرات، مہاراشٹر، آندھرا پردیش اور نیپال سے آئے ہوئے نمائندوں نے بھی چندہ دیا۔مختصر یہ کہ تعمیرات سے متعلق جس قدر رقم کی ابتدائی ضرورت تھی ۔ اس سے بھی زیادہ رقم جمع ہوگئی (یہ اخبار کا اپنا نظریہ ہے صورت واقعہ کا اس سے مطابق ہونا ضروری نہیں) عطیہ دینے کا یہ اچھوتا انداز بنکروں کے فراخ دلی کی خصوصیت ہے۔ایسا منظر ہندوستان کے کسی حصہ میں نظر آنا ممکن نہیں۔

یونیورسٹی سے متعلق کانفرنس میں سیکڑوں عالموں اور تقریبا دو ہزار ڈیلی گیٹوں نے حصہ لیا۔

کل ہند تعلیمی کانفرنس نے مولانا عبدالعزیز صاحب کو اپنے اعتماد اور حمایت کا یقین دلایا۔ (قومی آواز لکھنؤ ۱۴رمئی ۱۹۷۲ء)

''جوش عمل اور جذبۂ ایثار کا بے مثال مظاہرہ ایک تاریخ ساز اجتماع'' یہ کانفرنس حضور حافظ ملت کی چالیس سالہ دینی خدمات کا جشن اعتراف تھا جس میں پوری قوم نے اپنے اعتماد اور بھروسے کی کل پونجی اس مرد حق آگاہ کے قدموں پر نچھاور کرکے اپنی حق پسندی، احسان شناسی، اور شکر گزاری کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔نمائندہ ہفتہ وار''تاجدار'' اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے۔

یہ کانفرنس دین وشریعت کے تحفظ اور تعلیمات رسول کی ترویج واشاعت کے لیے مسلمانوں کے جذبات احساسات اور شعور کا ایسا بے غبار آئینہ ہے جس میں ملت کی تمناؤں کا تابندہ رخسار دیکھا جاسکتا ہے۔

۵، ۶، ۷رمئی ۷۲ء مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں ہونے والی کل ہند تعلیمی کانفرنس کا چرچا اور شہرہ مہینوں سے تھا۔الحمد للہ کہ ملت کا یہ عظیم اجتماع یقین کی تمام دولتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے انتہائی کامیابی اور حسن وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ پورا قصبہ مبارک پور اور ایک ایک گھر اور ہر گھر کے تمام افراد نے اس کانفرنس کو اپنے قلب کی دھڑکن اور روح کی آرزو سمجھتے ہوئے ۔اپنے تن من دھن سے اسے کامیاب بنانے اور نتیجہ خیز ثابت کرنے میں اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کردیں۔ اور اس طرح اہل مبارک پور کی ان خدمات نے اپنے باشندوں کو شہرت دوام باعث فخر اور لائق رشک بنادیا۔ ادارہ تاجدار تمام سنی مسلمانوں کو اس شاندار کامیابی اور مخلصانہ خدمات پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ بارہ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی طویل وعریض جلسہ گاہ خیموں، چھولداریوں اور پنڈالوں کی سجی ہوئی ایک بستی اور کہکشاں بدوش روشنیوں کا ایک خوبصورت ترین شہر معلوم ہورہا تھا۔ لاکھوں آدمیوں کا بے پناہ ہجوم شوق وجذبات میں اکابرین ملت کے ایمان افروز پیغامات سننے کے لیے امنڈ پڑا تھا۔ دلوں کی وسعت کے باوجود قصبہ کی آبادی اپنے مہمانوں کے لیے خاصی تنگ ہوگئی تھی ۔تلاوت قرآن مجید کے بعد جلسہ کی باقاعدہ کاروائی کا آغاز ہوا۔نعرۂ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس ''حضور سید العلماء'' نے خطبۂ صدارت کا آغاز فرمایا۔ پورا خطبہ ایمان وعمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں دینی تعلیم کا تحفظ ہمہ گیر اشاعت اور دارالعلوم اشرفیہ کو پورے ملک کے لیے ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا۔ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالات حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی مشکلات کو دور کرنے

کے لیے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کیے جائیں۔ پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعمیر کے لیے واضح اشارات موجود ہیں۔ (ہفتہ وار تاجدار ۱۲؍ مئی ص ۷)

یقین ہے کہ تعمیری پروگرام اور دوسرے تمام کاموں پر جلد از جلد قابو پالیا جائے گا اور آج کا خاکہ کل کی ایک تاریخی حقیقت میں تبدیل نظر آئے گا۔ یہ صحیح ہے کہ تمام کاموں کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے پچاس لاکھ سے زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ پورے ملک کے حساس باشعور مخلص اور دیندار سرمایہ دار اس تعمیر میں اپنی دولت کا قابل ذکر حصہ خرچ کرنے کے لیے منتظر اور بے چین ہیں اس سلسلہ میں اہل مبارک پور کا ایثار اتنا مثالی ہے کہ جس کو مستقبل کا مورخ ایثار وقربانی کی داستان کا عنوان بنائے گا۔ چھوٹے سے قصبے نے تقریبا پونے دو لاکھ روپئے محبت کی پہلی قسط کے بطور حاضر کیے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے اجلاس میں پچاس ہزار سے زائد کی نقد رقم وصول ہو چکی ہے اس طرح یہ ابتداء حسن انتہا کا بہترین ثبوت ہے۔

زندہ باد اے مرکز دین وشریعت زندہ باد

زندہ باد اے حافظ ناموس ملت زندہ باد

(ایضا)

## عربی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد ایک عظیم مقصد کی ابتدا ہے

**''اہل مبارک پور نے ریگزار کو گلزار بنادیا'' نمائندہ اعظمی ٹائمز اپنی رپورٹ میں رقم طراز ہے۔**

پچھلے ایک ہفتہ سے دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مبارک پور کے منتظمین اور اہل مبارک پور حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کی سربراہی میں جس جذبۂ شوق، ہمت اور لگن کے ساتھ ایک کل ہند پیمانہ پر تعلیمی کانفرنس اور سنی یونیورسٹی کے قیام کے لیے کوشش کر رہے تھے اس نے ۵؍ مئی کی شام کو حقیقت کا روپ اختیار کر لیا اور یونیورسٹی کی مجوزہ ۱۱؍ ایکڑ زمین پر انسانوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر جو گواہ تھا اس بات کا کہ پرخلوص جذبۂ ایمانی، عمل پیہم اور مستقل مزاجی اپنی راہ میں حائل بڑی سے بڑی رکاوٹوں کی پرواہ نہیں کرتی اور انہیں ٹھوکروں سے ہٹاتی منزل کی طرف گامزن رہتی ہے۔ اہل سنت وجماعت کے تمام رہنماؤں کے علاوہ تقریبا دو ہزار ڈیلی گیٹ ملک کے کونے کونے سے اس تعلیمی کانفرنس اور تقریب سنگ بنیاد میں شرکت کرنے کے لیے آئے تھے۔ بریلی سے ''مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفے رضا خاں صاحب'' اور بمبئی سے سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفے صاحب ''صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی تشریف آوری اور سرپرستی نے اس کی افادیت، اہمیت اور فضیلت کو اور منور کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ، مولانا قاضی شمس الدین صاحب جون پور، حضرت مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب کوٹہ، مولانا عبد المصطفےٰ صاحب، مولانا مفتی رضوان الرحمٰن صاحب اندور، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آباد، مولانا ارشد القادری صاحب جمشید پور ٹاٹا، اور حضرت بیکل اتساہی بلرامپور سے اس تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔

(اعظمی ٹائمز ۱۰ رمئی ۷۲ء)

''بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی اس عظیم مقصد کی تکمیل میں سدّ راہ نہ بن سکے گی''

۵ رمئی کو بعد نماز عشاء جلسۂ عام کا آغاز ہوا۔ جس میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے صدر حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب نے ایک بصیرت افروز تقریر کی جس میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اجتماع کی اہمیت اور ایک یونیورسٹی کے قیام پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ سنی یونیورسٹی کے قیام کا مقصد قرآن کی روشنی میں یونیورسٹی کے مختلف شعبوں سے ایسے طالب علم پیدا کرنا ہے جو اگر ایک طرف اسلام کی تصویر ہوں گے تو دوسری طرف عصر جدید کے تقاضوں سے اس طرح ہم آہنگ ہوں گے کہ جدیدیت سے مرعوب ہونے کے بجائے مذہب اور دین کے لیے سپر کا کام بھی کریں گے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں بار بار قرآن کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ صرف قرآن کی تعلیم ہی ایک یونیورسٹی کے قیام کے تقاضوں کو پورا کردے گی۔ انہوں نے تقریر کے دوران میں ان لوگوں کو بار بار تنبیہ کی جو اس عظیم اجتماع اور یونیورسٹی کے مقصد میں رخنہ انداز ہونا چاہتے ہیں انہوں نے عوام کو یقین دلایا کہ کوئی بھی مخالفت عوام کے عزم محکم کو روک نہ سکے گی۔ (ایضا)

کانفرنس کے بعد ہی ۵ رجولائی ۷۲ء سے تعمیری کام شروع ہوگیا۔ پورے ملک کے مسلمانوں میں اس تعمیری جوش وخروش کی لہر محسوس کی گئی اور مجوزہ پروگرام کے ماتحت علما کا ایک وفد ملک کے مختلف حصوں میں گیا۔ جس کا عامۃ المسلمین نے نہات خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور تعاون پیش کیا۔ ذیل میں اسی سے متعلق چند اور تراشے پیش خدمت ہیں:

## الجامعۃ الاشرفیہ کے وفد کی شاندار کامیابی:

یاد ہوگا کہ اس سے پہلے خبر دی جاچکی ہے کہ ''عربی یونیورسٹی'' مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کی بورڈنگ ہاؤس اور دوسری عمارتوں کے لیے سرمایہ کی فراہمی کی غرض سے حضور حافظ ملت دامت برکاتہم القدسیہ کی سربراہی میں جمشید پور بھیونڈی، بمبئی کے لیے وفد روانہ ہو چکا ہے۔

الحمد للہ! وفد کی کامیابی کی ابتدائی رپورٹ نہایت حوصلہ افزا اور مستقبل میں روشن امکانات کی بہت بڑی ضمانت ہے جمشید پور سے علامہ ارشد صاحب، مولانا عبدالمنان صاحب مفتی دارالعلوم اشرفیہ نے اطلاع دی ہے کہ حضرت حافظ ملت قبلہ کی اپیل پر یہاں کے لوگوں نے والہانہ انداز میں ۶۵ رہزار ۸ رسو روپئے کا گرانقدر عطیہ پیش کیا۔ جمشید پور سے علامہ ارشد و مولانا اسرار الحق صاحبان حضرت کے ہمراہ ہوگئے اور وفد وہاں سے روانہ ہوکر بھیونڈی پہنچ چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ بھیونڈی کے فدا کاران اسلام نے بھی اپنی مالی قربانی اور بھرپور تعاون کا پورے جوش وخروش کے ساتھ یقین دلایا ہے۔

(اردو ٹائمز بمبئی ۱۱ راکتوبر ۷۲ء)

## عربی یونیورسٹی کے لیے عطیات کی فراہمی کا سلسلہ:

''بمبئی سے تقریباً تین لاکھ روپئے جمع ہونے کی توقع''۔ بمبئی ۲۵؍اکتوبر (اسٹاف رپورٹر) مبارک پور میں مجوزہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر کے سلسلہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کی قیادت میں مقبول اور ممتاز شاعر بنگال اتساہی، مفتی عبدالمنان صاحب اور مولانا قمرالزماں صاحب پر مشتمل جو وفد بمبئی میں آیا ہے۔ اس نے بفضل خدا اب تک بمبئی کے مخیر حضرات سے مل کر تقریباً ایک لاکھ روپیہ جمع کر لیا ہے ابھی عطیات کی فراہمی کا سلسلہ جاری ہے امید ہے کہ بمبئی سے تین لاکھ روپے اس عظیم دینی درسگاہ کے لیے حضور حافظ ملت صاحب کو نذر کیے جائیں گے۔ (اردو ٹائمز بمبئی ۲۷؍اکتوبر ۷۲ء)

## اشرفیہ کے وفد کا پر جوش خیر مقدم:

۲۹؍ستمبر کو جو وفد حضرت حافظ ملت کی قیادت میں یہاں پہونچا ہے آج اس کا چوتھا دن ہے۔ قصاب واڑہ بنگال پورہ ''باغ فردوس'' کے عظیم الشان جلسوں میں وفد کے ارکان حضرت مولانا اسرار الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اور حضرت مولانا ارشدالقادری صاحب کی ولولہ انگیز تقریروں سے یہاں کے مسلمانوں میں دینی جذبات کا تلاطم قابل دید ہے۔ کل یکم اکتوبر کو پھر بعد نماز مغرب الحاج سیٹھ عبدالغفور صاحب مرشد شرفی کے دولت کدہ پر شہر کے عمائدین کا ایک خصوصی اجتماع ہوا جس میں زیر تعمیر یونیورسٹی کی تفصیلات اور اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی گئی۔ اس ضمن میں مولانا ارشدالقادری صاحب نے بتایا کہ یہ وفد جمشید پور سے یہاں پہونچا ہے جہاں کے مسلمانوں نے یونیورسٹی کے ہاسٹل کی تعمیر کے لیے ۶۷؍ہزار روپے پیش کیے ہیں۔

زیر تعمیر یونیورسٹی کی تفصیلات معلوم کر کے عمائدین کا مجمع بے حد متاثر ہوا۔ اور اس مجلس میں الحاج سیٹھ عبدالغفور مرشد اور ان کے بھائی نے ہوسٹل کے دو کمروں کی تعمیر کا ذمہ لیا۔ جناب سیٹھ محمد حنیف صاحب نے اپنے والد کی طرف سے ایک کمرہ کی تعمیر کا وعدہ کیا۔ باغ والوں نے اپنے جلسہ میں ایک کمرہ کی تعمیر کا وعدہ کیا۔ واضح رہے کہ ایک کمرہ کی تعمیر پر ۶؍ہزار روپئے لاگت کا تخمینہ ہے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ۳؍اکتوبر سے یہاں کے رؤسا، عمائدین سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ (اردو ٹائمز بمبئی ۴؍اکتوبر ۷۲ء)

بے شمار شکر واحسان ہے اس رب قدیر کا جس نے پورے ملک کے مسلمانوں کو اس عظیم کام کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ یہ کیوں نہ ہو کہ اس کی تعمیر میں آقائے نعمت حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جیسی عظیم شخصیت کی بے دریغ قربانی اور تمام علما ومشائخ عظام کے علاوہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند کی دلی دعائیں شامل حال ہیں۔

## حضور مفتی اعظم ہند کا پیغام:

دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو ایک عظیم سنی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب

فرمائے اور حضرات اہل سنت کوتوفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں ۔ (فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ)

## دوسری تعلیمی کانفرنس

مورخہ ۱۶ر۱۷ر نومبر ۱۹۷۳ء کو ہونے والی کانفرنس بھی اسی سلسلۂ تعمیر ملت کی ایک کڑی تھی جس کی بنیاد ۶ر مئی ۱۹۷۲ء میں رکھی گئی تھی ۔ درسگاہ کی دومنزلہ عمارت صرف ڈیڑھ سال میں منصۂ شہود پر آگئی۔ یہ اشرفیہ کی انتظامیہ اور شعبۂ تعمیرات کا جیتا جاگتا کارنامہ ہے جسے پورے ملک نے بیک نگاہ محسوس کیا۔

اس موقع پر مجلس شوریٰ نے ادارہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر مختلف باقاعدہ بورڈ قائم کردیئے تاکہ کام میں سہولت ہو۔

(ا) تعمیراتی بورڈ جس کا کام ادارہ سے متعلق تمام تعمیری امور کی انجام دہی ہے اس کے منصرم جناب عبدالمغنی صاحب ہیں۔

(ب) تین وسیع النظر، تجربہ کار اور جدید وقدیم علوم کے ماہر علما کا بورڈ جو تمام اسلامی یونیورسٹیوں اور مذہبی اداروں کے نصاب ہائے تعلیم کی روشنی میں عربی یونیورسٹی (الجامعۃ الاشرفیہ) مبارک پور کا مکمل نصاب تعلیم مدوّن کریگا ۔اس کے علاوہ پانچ مذکورہ بالا صفات کے ماہر علماء کا بورڈ اس لیے تشکیل دیا گیا تاکہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کا دستور اساسی مرتب ہو۔ نیز شعبۂ نشرواشاعت کے قیام کی منظوری اسی موقع پر ہوئی۔

اسی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی تعلیمی زبان عربی ہوگی۔ عربی ادب، کے علاوہ چار مستقل زبانیں اردو، فارسی، سنسکرت اور انگریزی کی تعلیم دی جائے گی تاکہ دوسرے طبقات مذاہب سے افہام وتفہیم آسان ہو۔ اور اسلام کے پیغام حق کو مختلف زبانوں میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے ۔ تمام تدریسی شعبوں کے لیے ماہر اساتذہ کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں۔

### درسگاہ:

عربی درسگاہ کی دومنزلہ عمارت جس میں ۲۰×۳۰ فٹ کے بیس کمرے ۴۰×۳۰ فٹ کے دوہال کمرے ہیں۔ یہ تمام کمرے شمالا جنوبا ہیں جن کے درمیان میں ہال کمرے ہیں۔ ہال کمرہ کے سامنے برآمدے کے بعد دونوں طرف دوکمرے ہیں۔ گیٹ میں داخل ہونے کے بعد پہلے دونوں کمروں کا سائز ۱۵×۳۰ ہے۔ جن سے متصل ہی اوپر جانے کے لیے دونوں طرف ۱۰×۱۶ فٹ کے زینے ۔ زینہ سے ملے ہوئے دونوں کمرے ساڑھے ۳۳ ×۱۶ فٹ کے ہیں۔ دارالحدیث کا گنبد، گیٹ اور اس سے متصل دونوں کمروں کی بالائی منزل پہ ہوگا۔ گنبد کا سائز ۴۲×۴۲ فٹ ہوگا۔ اس عمارت میں اب صرف گنبد کی تعمیر باقی رہ گئی ہے۔ (نوٹ! الحمد للہ اس گنبد کی تعمیر بھی اب مکمل ہوچکی ہے۔)

درسگاہ کی عمارت کے بعد ہم مستقبل میں بننے والی عمارتوں کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ

ہوگا کہ ملک وملت کی تعمیر کا یہ کارخانہ کتنی وسعت چاہتا ہے اوراس کے لیے کتنی قربانیاں درکار ہیں۔

دور ہے منزل مقصود مگر ہے تو سہی
راہ کٹ جائے گی تو عزم سفر پیدا کر

## دارالاقامہ:

یہ دومنزلہ عمارتیں ہوں گی جومرتبہ نقشہ کے مطابق درسگاہ سے ہٹ کر بنائی جائیں گی۔ ہوسٹل (Hostel) کی دو الگ الگ عمارتیں ہوں گی جوایک دوسرے کے بالمقابل بنیں گی۔ ہر عمارت میں ۲۷رکمرے ہوں گے جن کا سائز ۲۰×۳۰ ہوگا۔ان کے درمیان میں میدان ہوں گے۔دارالاقامہ کی مجوزہ عمارتیں بالکل جدید طرز کی ہوں گی جن میں طالب علموں کے لیے ہر قسم کی سہولیات ہوں گی اور تعلیمی زندگی کے تمام لوازمات مہیا ہوں گے۔

## مسجد کی عمارت:

جواتنی طویل وعریض ہوگی کہ ہزاروں نمازی بیک وقت نماز ادا کرسکیں گے۔

## دارالتحفیظ کی عمارت:

جس میں کم ازکم ڈیڑھ سو طلبہ مختلف حصوں میں متعدد اساتذہ کے زیرنگرانی تعلیم حاصل کرسکیں۔مشقی شبینہ کی جماعت کے لیے درمیان میں ایک بڑا ہال ہوگا۔

## دارالتجوید کی عمارت:

جہاں مستقل طور پر قراءت عاصم بروایت حفص اور قراءت سبعہ کے درجات ماہرین فن کی نگرانی میں چلیں گے۔

## دارالتصنیف والتالیف کی عمارت:

جس میں مصنفین ، مؤلفین، نیز مترجمین اسلامی نظریات کی متحمل کتابیں لکھیں گے جووقت کے تقاضوں اور حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھ کر مرتب ہوں گی۔

## درالافتاء کی عمارت:

جس کے ذریعہ وقت کی الجھی ہوئی شخصی، سماجی، معاشرتی اور اجتماعی گتھیاں فقہ اسلامی کی روشنی میں حل کی جائیں گی۔

## لائبریری کی عمارت:

جس میں دنیا کی ممتاز زبانوں کے اندر لازمی علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہوگا۔دارالتصنیف والتالیف اوردارالافتاء کی عمارتیں لائبریری سے قریب ہوں گی۔

## مکتبہ جامعہ کی عمارت:

جس کے ذریعہ ملک اور بیرون ملک کو صالح اسلامی لٹریچر برآمد کیا جاسکے گا۔

جامعہ طبیہ کی عمارت:

جہاں حکمت وطب کی مکمل تعلیم اور عملی تربیت گاہ کے جملہ لوازمات کے ساتھ درجات کھولے جائیں گے۔ ایک رہائشی ہسپتال بھی اس عمارت سے ملحق ہوگا۔

## مہمان خانہ کی عمارت:

جو بالکل جدید طرز کی ہوگی۔ اس میں معزز مہمانوں کے لیے قیام کی سہولت ہوگی۔

## پریس اور فن کتابت کی تربیت گاہ کی عمارت:

خطاطی اور پریس کے کام سیکھنے والوں کو یہاں ہر قسم کی سہولت ہوگی۔

## الجامعۃ الاشرفیہ کے دفاتر کی عمارت:

جملہ شعبہ جات کو باقاعدگی سے جاری رکھنے کے لیے انتظامیہ کے ماتحت ان میں حساب کتاب کا مکمل انتظام ہوگا۔

## ہائی اسکول کی عمارت:

جہاں جزوی تبدیلی کے ساتھ پرائمری سے میٹرک تک انگریزی نصاب کی تکمیل کرائی جائے گی۔

## جامعہ کے لیے رہائشی عمارتیں:

یہ عمارتیں جامعہ سے متعلق اساتذہ اور ملازمین کے لیے ہوں گی۔

## جامعہ اسٹاف سے متعلق مارکیٹ کی عمارتیں:

یہ کرائے پر چلنے والی دوکانیں ہوں گی جو جامعہ کے لیے آمدنی کا اہم ذریعہ ہوں گی۔

## بیت المال کی عمارت:

یہ جامعہ کے مطبخ اور شعبۂ تعمیرات وغیرہ سے متعلق سامان کی حفاظت کے لیے ہوگی۔

''الجامعۃ الاشرفیہ کی مجوزہ عمارتوں کے لیے اب تک ۳۳/ ایکڑ زمین (33 Acre) حاصل کی جاچکی ہے۔ مزید توسیع کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ موجودہ حاصل شدہ رقبۂ زمین پر ایک مختصر لیکن نہایت خوبصورت پرفضا اور خوشنما ٹاؤن کی پلاننگ عمل میں آچکی ہے۔ جو متعدد شاہراہوں، ذیلی سڑکوں روشنی کے ستونوں، پانی کے نلوں، باغات، چمنستان، پارک، تالاب، مارکیٹ اور جملہ لوازم شہریت پر مشتمل ہے''۔

## ہمدردانِ قوم:

پرانے ہیں یہ ستارے فلک بھی فرسودہ
جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز

حدیث بیخبراں ہے تو بازمانہ بساز
زمانہ باتونہ سازد تو بازمانہ ستیز

دارالاقامہ کی تعمیر میں ابتداءً حصہ لینے والے ہمدردان ملت

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | جناب محمد قاسم صاحب مرحوم | شوز مرچنٹ بسٹو پور جمشید پور بہار | ایک کمرہ |
| ۲ | جناب محمد سمیع احمد صاحب عزیزی | شوز مرچنٹ بسٹو پور جمشید پور بہار | ایک کمرہ |
| ۳ | اہلیہ محترمہ محمد سمیع عزیزی | شوز مرچنٹ بسٹو پور جمشید پور بہار | ایک کمرہ |
| ۴ | محترمہ حشمتی بی زوجہ دیانت علی صاحب مرحوم | امرڈوبھا بستی یوپی | ایک کمرہ |
| ۵ | جناب سیٹھ محمد بشیر صاحب | بمبئی | ایک کمرہ |
| ۶ | جناب سیٹھ احسان اللہ صاحب | بمبئی | ایک کمرہ |
| ۷ | جناب حاجی جہانگیر عرف بھولا میاں مرحوم | پیرپنیتی بھاگل پور | ایک کمرہ |
| ۸ | محترمہ جگن رحمانو بی مرحومہ | پیرپنیتی بھاگل پور | ایک کمرہ |
| ۹ | جناب سیٹھ مقصود احمد صاحب | یوپی آٹو موبائکس کرلا بمبئی | ایک کمرہ |
| ۱۰ | جناب ظفر الدین احمد شہاب الدین | جھارسوگڑھ سندرگڑھ | ایک کمرہ |
| ۱۱ | صاحبزادہ مرتضیٰ حسین مرحوم منجانب نظر محمد خان | کرلا بمبئی | ایک کمرہ |
| ۱۲ | جناب سیٹھ محمد سمیع صاحب | کوری پاڑہ بھیونڈی تھانہ مہاراشٹر | ایک کمرہ |
| ۱۳ | جناب زین اللہ حاجی نصیب دار حاجی شکر اللہ مرحوم | کرلا بمبئی | ایک کمرہ |
| ۱۴ | مرحوم الحاج محمد علی صاحب مؤذن | کھاڑی مسجد کرلا بمبئی | ایک کمرہ |
| ۱۵ | جناب عبدالرحیم شیخ عمر باوزیر | ماہم شریف بمبئی | ایک کمرہ |
| ۱۶ | محترمہ سلمیٰ عبدالرحیم باوزیر | ماہم شریف بمبئی | ایک کمرہ |
| ۱۷ | جناب حاجی محمد منیر صاحب منجانب مصطفےٰ صاحب | نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۱۸ | جناب قمر الحق سراج الہدیٰ صاحبان | پرانی بستی مبارک پور | ایک کمرہ |
| ۱۹ | جناب مولانا ضیاء الحق معین الحق مصباحی صاحبان | مصطفےٰ بازار، بمبئی | ایک کمرہ |
| ۲۰ | جناب حاجی منظور احمد صاحب | نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۱ | جناب مختار احمد صاحب بھٹے والے | پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۲۲ | جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب | بلرام پور گونڈہ، یوپی | ایک کمرہ |
| ۲۳ | جناب محمد ابراہیم صاحب عزیزی اینڈ سنس | ادری اندارا، اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۲۴ | جناب مولانا امام الدین صاحب | بسکھاری ضلع فیض آباد | ایک کمرہ |
| ۲۵ | جناب حاجی عابد علی خاں صاحب | دیولی مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۲۶ | جناب حاجی محمد صدیق صاحب | مہراج گنج | ایک کمرہ |
| ۲۷ | جناب محمد خلیل صاحب | مرزاپور | ایک کمرہ |
| ۲۸ | جناب حاجی سراج الدین صاحب | نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۲۹ | جناب حاجی خلیل الرحمٰن صاحب | نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۳۰ | جناب خالد جاوید اقبال احمد صاحبان | خیرآباد اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۳۱ | جناب شبیر جمال دواخانہ | مبارک پور اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۳۲ | جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب مرحوم | مڈھا ضلع بلیا | ایک کمرہ |
| ۳۳ | جناب شیخ جمن صاحب انصاری مرحوم | مڈھا ضلع بلیا | ایک کمرہ |
| ۳۴ | جناب الحاج موسیٰ علی محمد لمبا مرحوم | اپلیٹہ کاٹھیاواڑ | ایک کمرہ |
| ۳۵ | جناب شیخ ضمیر الدین صاحب عرف مرلا سیٹھ | بانکڑہ ہوڑہ | ایک کمرہ |
| ۳۶ | محترمہ آسیہ خاتون صاحبہ والدہ محترمہ جناب حاجی عبدالمنان صاحب | ہوڑہ | ایک کمرہ |
| ۳۷ | جناب محمد مقبول صاحب انصاری | جمرا ضلع دیوریا | ایک کمرہ |
| ۳۸ | جناب شیخ فتح محمد حاجی عبدالغفور مرحوم | چیت بڑا گاؤں، بلیا | ایک کمرہ |
| ۳۹ | جناب سیٹھ عبدالقدوس صاحب | بنارس | ایک کمرہ |
| ۴۰ | جناب سیٹھ ابوالحسنات و سیٹھ شاہ محمد صاحبان | نیابازار اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۴۱ | جناب سیٹھ محمد یٰسین صاحب | نیابازار اعظم گڑھ | ایک کمرہ |
| ۴۲ | زکریا اینڈ برادرس | ریوڑی تالاب بنارس | ایک کمرہ |
| ۴۳ | نصیر برادرس | مالتی باغ بنارس | ایک کمرہ |
| ۴۴ | جناب نظام الدین ولد محمد قاسم صاحب | نیابازار اعظم گڑھ | ایک کمرہ |

| ۴۵ | جناب شعبان احمد شیخ | ٹیگور نگر، وکرولی بمبئی ۸۳ | ایک کمرہ |
|---|---|---|---|
| ۴۶ | منجانب بزم امجدی | چوک بازار جگسلائی ٹاٹا نگر، جمشید پور | ایک کمرہ |
| ۴۷ | جناب حفیظ الدین صاحب عزیزی مرحوم | بر ما مائنس ٹاٹا نگر جمشید پور | ایک کمرہ |

## اشرفیہ کے فروغ میں مدرسین کی قربانیاں اور مشائخ کے تاثرات

کسی بھی علمی درسگاہ کو فروغ دینے کے لیے صرف روپے پیسے ہی کافی نہیں ہوتے بلکہ اس کے علاوہ تعلیمی امور انجام دینے کے لیے ایسے لائق مدرسین اور صلاح کار بھی ضروری ہوتے ہیں جو انہماک اور توجہ کے ساتھ مقررہ نصاب تعلیم کے سانچہ میں طلبہ کو پوری طرح ڈھال دیں اور ان کے اخلاق واطوار کی اس طرح اصلاح کریں، کہ وقوم وملت کے لیے مفید ہو سکیں۔ ہندوستان میں اسلامی مدارس اور دینی درسگاہوں کی کمی نہیں، بعض اپنی جگہ کچھ تاریخی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ جنہوں نے وقت کے نازک مرحلوں میں قوم وملت کی اصلاح بھی کی ہے۔ دارالعلوم اشرفیہ ان درسگاہوں کے سرخیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس نے اپنے فرزندوں کے ذریعہ صالح معاشرہ کی ترتیب اور وفادار فرزندان وطن پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اور علمی میدان میں بھی ہندوستان کے مسلمانوں سے اپنا لوہا منوالیا۔ یہ اس کی اعلیٰ کارکردگی کا بین ثبوت ہے یوں تو مدرسہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء سے کسی نہ کسی عالم کی سرکردگی میں برابر چلتا ہی رہا۔ مگر جب سے حافظ ملت نے اس کی صدر مدرسی قبول فرمائی وہی تاریخ عروج اشرفیہ کا زینہ ثابت ہوئی۔ جیسا کہ "جامعہ معینیہ عثمانیہ" کے شیخ اپنے معائنہ ۱۹۴۸ء میں فرماتے ہیں:

**مولانا محمد شریف اجمیر مقدس** "میں نے عرصہ ہوا اس مدرسہ کا معائنہ کیا تھا اس وقت اس کی ابتدائی حالت تھی۔ موجودہ صدر مدرس صاحب جب سے تشریف لائے مدرسہ نے بہت ترقی کی ہے اور دارالعلوم کی صورت اختیار کر لی ہے جملہ اساتذہ اپنے فرائض کو نہایت محنت سے انجام دیتے ہیں۔ (حضرت مولانا محمد شریف صاحب جامعہ عثمانیہ (اجمیر شریف)

امیر کارواں اگر اپنے اندر منزل تک پہونچنے کا عزم رکھتا ہو تو وہ اپنے تھکے ہارے کاہل وکسل مند رفقائے سفر کو جو درمیان راہ ہی میں قیام کی جستجو میں ہوں چند قدم اور آگے بڑھا کر منزل سے قریب تر کر سکتا ہے، کسل مند رفیق سفر تو جلد از جلد اپنی تکان دور کرنے کے لیے سورج کے مغرب میں چھپنے کا انتظار کرتا رہتا ہے مگر اسے کیا معلوم کہ اس وقت دو ایک منزل کا طے کر لینا قافلے کو منزل مقصود تک جلد پہنچنے میں مفید ثابت ہوگا۔

حافظ ملت کی سرکردگی میں مدرسین واراکین اور مخلصین کا جو قافلہ چلا تھا پوری کوشش سے جلد از جلد اپنی مراد پالینے کے لیے بے قرار تھا۔ اب میں ذیل میں کچھ مقتدر شخصیتوں کے معائنے پیش کروں گا جس سے حقیقت واقعہ کا علم ہوگا۔

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ "اراکین مدرسہ کو میں مبارک باد دیتا ہوں، انہوں نے نہایت کدوکاوش اور جاں فشانی

سے کام لیا اور اچھے سلیقے سے کام انجام دیا۔ ان کے حسن انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صدر مدرس ہی ایسا چھانٹ کر رکھا ہے جس نے مدرسہ کو باغ و بہار، نہایت شاداب چمن گلزار کر دکھایا۔ یہ ساری برکات میرے گمان میں اسی وجود مسعود کی ہیں۔ یہ ساری بہار اسی کے دم سے ہے۔ اسی کے فیض قدم سے ہے، یہ روشنی اسی کے جلوے کی ہے۔ اسی کے خلوص اسی کے اخلاق اسی کے انتخاب نے اچھے قابل مدرسین وطلبہ کو جمع کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ اسے اور مدرسہ کو نظر بد سے بچائے رکھے۔ آمین! (۷؍ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ)

سرکار کلاں حضور سید مختار اشرف ''آج مجھے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے رجسٹر حاضری طلبہ و مدرسین ورجسٹر حساب آمدنی و مصارف وغیرہ بالتفصیل با قاعدہ دکھلائے گئے۔ مدرسہ ہذا کا حسن انتظام نیز حضرات مدرسین کے جذبات واخلاص خصوصاً مکرمی حافظ مولانا عبد العزیز صاحب اشرفی کے ایثار مخلصانہ ہمدردی اور خدا داد قابلیت اور طلبہ میں تحصیل علوم فنون کا شوق ذوق تہذیب واخلاق دیکھ کر جو مسرت ہوئی وہ تحریر سے باہر ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ہمیشہ ہرا بھرا رکھے اور ایسے پھول کھلائے کہ اس کی مہک سے عالم مستفیض ہو۔ آمین! (حضرت مولانا سید مختار اشرف کچھوچھہ مقدسہ)

نہایت جاں فشانی اور دل جمعی سے کام کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ دار العلوم نے نہایت لمبی مسافت مختصر عرصہ میں طے کرلی۔ جس کا اعتراف مذکورہ معائنوں سے ہوتا ہے۔ مدرسہ کی تاریخ میں ایسا وقت بھی آیا جو مالی اعتبار سے بڑا صبر آزما تھا۔ اخلاق پیشہ مدرسین نے اس وقت ہمت ہار دینے کے بجائے نہایت دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ خدمات کی رفتار اور تیز کردی۔ اور ان کے صبر وتحمل کی پیشانی پر ذرہ برابر بھی بل نہ آیا۔

کہیں روکے سے رکتی ہے تجلی نور ایماں کی
ہوا روکے تو کشتی تیز چلتی ہے مسلماں کی

اس وقت خود اراکین وممبران ادارہ کی ہمتیں ڈانوا ڈول ہوگئیں تھیں کہ اب مدرسہ کو اتنے وسیع پیانہ پر چلانے کے بجائے مختصر کیا جائے روداد میں اس کے متعلق تحریر ہے۔

''دار العلوم ہذا کی کوئی مستقل آمدنی نہیں جو کچھ علم دوست حضرات سے پہنچ جاتا ہے وہی سال بھر تک صرف ہوتا ہے اور پھر سفراء جاتے ہیں اور استدعا کرتے ہیں۔ مقامی اور بیرونی آمدنی کی صرف یہی ایک صورت ہے درمیان میں ایک ایسا بھی وقت آیا تھا کہ غیر مستقل آمدنی بھی بند ہوگئی تھی۔ تو اراکین اس عظیم الشان دار العلوم کو مکتب کی شکل میں منتقل کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اس وقت مدرسین کے ایثار اور بے نفسی نے ہی دار العلوم کو باقی رکھا۔ ورنہ یہ دار العلوم کب کا ختم ہو چکا تھا۔ (روداد ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء تا ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء ص ۶)

سچ ہے:

جلا کر خرمن دل عشق کو تابندگی دیدے
بلا خون جگر یہ آئینہ تاباں نہیں ہوتا

مخلصین اشرفیہ نے اس کے لیے اپنے متاع مقدور کی قربانیاں دیں اور رب کائنات نے ان کی قربانیوں کو قبول بھی فرمالیا پھر کیا تھا جو کلفتوں کی تاریک رات جھیل جائے وہ مسرتوں کے روشن دن ضرور پائے گا۔ جو وحشت وفراق کے درد میں تڑپے گا اسے قربت کی چاشنی ضرور میسر آئے گی۔ اس لیے کہ ہر سختی کے بعد آسانی ہر مصیبت کے بعد آرام قدرت کا اٹل قانون ہے۔ "**فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا**"

جب اشرفیہ کا سفینہ غربت وافلاس کے طوفان سے صحیح وسالم بچ نکلا تو قدرت نے اس کے لیے پرسکون اوراطمینان بخش راہ عطا فرمائی۔ جس پہ چل کر اس نے علمی خدمات میں ریکارڈ قائم کردیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف حضرت علامہ شاہ اجمل صاحب علیہ الرحمہ ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مراد آباد ۷؍شعبان ۱۳۷۶ھ کے معائنہ میں فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی "آج ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے درجۂ اعلیٰ اور دیگر درجات کی چند مشہور اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا۔ میری عادت کسی مدرسہ کی رعایت اور جانب داری کی نہیں۔ بلکہ طلبہ سے ان کی استعداد اور کتاب کی حیثیت کے اعتبار سے سوالات کرنے اور کما حقہ طلبہ کی قابلیت اور استعداد کا صحیح جائزہ لینے کی ہے تاکہ اراکین مدرسہ کے سامنے صحیح معیار تعلیم پیش کرسکوں۔ اور دیانت داری سے انہیں طلبہ کی اہلیت مدرسین کی محنت اور عرق ریزی کا واقعی اندازہ بتاسکوں۔ یہ وہ بات ہے جس میں نہ میں کسی سے مرعوب ہوتا ہوں نہ کسی کی رعایت کرتا ہوں۔ اس دارالعلوم کے طلبہ کا میں نے خوب جم کر امتحان لیا۔ ہر ایک سے سوال کرکے اس کی صحیح استعداد کا معیار قائم کیا۔ اور ہر حیثیت سے اس کی قابلیت کا جائزہ لیا۔ اور پھر ہر ایک کو صحیح نمبر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد پایا اور خصوصا بعض کو بے نظیر اور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا۔ اور یہ کیوں کر نہ ہو اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں خصوصاً صدر المدرسین، بدر المعلمین، فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، حضرت مولانا مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب دام فیوضہ قابل صد تحسین ہیں۔ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے اور اس چمن مصطفوی کی بہار انہیں کی ذات پر موقوف ہے"۔

محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ۔ حضرت العلام نے جن حقیقتوں کا اعتراف مذکورہ الفاظ میں کیا ہے حضور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنے معائنہ ۱۰؍شعبان ۱۳۶۹ھ میں انہیں خصوصیات کی وضاحت فرمائی ہے۔

"آج دس شعبان مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے درجۂ اعلیٰ کے ان طلبہ کا امتحان لیا گیا جو تفسیر وحدیث کی آخری تعلیم حاصل کرچکے تھے۔ صحیح عبارت خوانی اور صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بتانے میں طلبہ نے بے حد خوش کیا اور ان مقامات کا سوال کیا گیا جس کو پہلے سے متعین نہیں کیا گیا تھا۔ کتاب سے باہر کی باتیں امتحان ذکاوت کے لیے پوچھی گئیں اور یہ نہ

گھبرائے اور سوال کا جواب مدرسانہ انداز میں دیتے رہے اور اس تجربہ کی بنیاد پر جو ملک کے مدارس عربیہ کا رکھتا ہوں اور جابجا امتحان کی خدمت مجھ سے لی جاتی ہے میں بغیر کسی مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کے کمزور طالب علم کا درجہ دوسرے مدارس کے قابل فخر طلبہ سے بڑھا ہوا پایا۔ یہ مدرسین کرام کی انتھک کوششوں کا، معاونین مدرسہ کی پاک نیتوں کا ثمرہ ہے۔

(فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء)

## حافظ ملت اور انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ

مولانا عبدالغفار اعظمی مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

"یہ حافظ ملت ہی کا کارنامہ ہے جنہوں نے محنتی اور اہل ذوق طلبہ کی رہنمائی کر کے اتنی متحرک وفعال "انجمن اہل سنت" اور اس کی گرانقدر لائبریری "اشرفی دارالمطالعہ" مبارک پور کو وجود بخشا کہ اس کے فیوض وبرکات سے ایک دنیا سیراب ہو رہی ہے۔ دارالعلوم اشرفیہ کے باکمال طلبہ نے درسی کتب میں ٹھوس صلاحیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسی دارالمطالعہ سے اپنی علمی وفنی غذا حاصل کی ہے۔

انجمن اہل سنت مبارک پور نے "جشن عید میلاد النبی" صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا مقدس اور قابل تقلید جلسہ وجلوس کا اہتمام کیا ہے کہ قرب وجوار ہی نہیں دور دور تک اس کے اثرات کی گونج سنائی دیتی ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ۔فروری ۱۹۸۸ء)

## اشرفی دارالمطالعہ کے تین اہم شعبے:

(۱) شعبۂ تحریر (۲) شعبۂ تقریر (۳) شعبۂ تبلیغ

اس انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کے زیر اہتمام "المصباح میگزین" اور نہ جانے کتنی کتابیں بالخصوص تصانیف امام احمد رضا شائع کی جاچکی ہیں۔

## اشرفی دارالمطالعہکے معائینے

### (۱) حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ محبّ محترم عالی درجت حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی صوفی حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ کے فیوض وبرکات کا اثر ہے۔ (سردار احمد ۵/شعبان ۱۳۶۵ھ)

**(۲) شیر بیشۂ اہل سنت:** خدا تبارک وتعالیٰ پھر اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک انجمن کو حضرت بابرکت مولانا الحافظ المفتی محمد عبدالعزیز صاحب مرادآبادی دام بالفیوض والایادی کی سرپرستی میں اشاعت اسلام وتبلیغ سنیت کی توفیق ہمیشہ بالخیر والعافیۃ والفتح والنصرۃ عطا فرماتا رہے۔ آمین!

(حشمت علی ۲۲/ربیع الاول ۱۳۷۰ھ)

**(۳) مولانا نذیر الاکرم:** مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں اس لائبریری کو دارالعلوم اور اس کے روح رواں حضرت حافظ ملت قبلہ دامت فیوضھم کے زیر سایہ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ (نذیر الاکرم

(نعیمی ۸ ۶۰/۳)

(۴) محدث اعظم ہند: میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم اپنے تمام علمی شعبوں میں ترقی یافتہ مدارس میں امتیازی درجہ پیدا کر رہا ہے اور بعونہ تعالیٰ ابھی ترقیات کی تڑپ مدرسین وطلبہ میں موجود ہے اور ہر روز مہینوں کی رفتار سے بلندی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ (۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۵) غزالی دوراں: جامعہ مصباح العلوم سنیوں کے دین ومذہب کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے اور اس کے معاونین ومنتظمین طلبہ ومدرسین اس قلعہ کی خدمت اور تحفظ وبقا کے شیدائی ہندوستان کے طول وعرض میں ایسا باوقار محکم ومضبوط دارالعلوم اہل سنت کا نظر نہیں آتا۔ دارالعلوم کی عمارت وکتب خانہ، طلبہ ومدرسین کی خدا داد قابلیت حسن انتظام جامعہ کے خصوصیات سے ہیں۔ (سعید احمد کاظمی ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۶) محدث اعظم پاکستان: دارالعلوم اشرفیہ کی عمارت کو دیکھ کر فرحت وسرور حاصل ہوا اور اس دارالعلوم میں حضرات مدرسین وطلبہ کے ہجوم کو دیکھ کر فقیر کی خوشی کی حد نہ رہی۔

مصباح العلوم کی خصوصیات میں سے اس انجمن کا انعقاد اور دارالمطالعہ کا قرار بھی۔

( ۵/شعبان ۱۳۶۵ھ)

(۷) مولانا ساجد علی خان: عرصہ دراز سے اس مبارک ادارہ کی شہرت سن رہا تھا لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ترقی کی اعلیٰ منازل کو ماشاء اللہ طے کر رہا ہے۔ (ساجد علی خاں ۳/اپریل ۱۹۶۲ء)

(۸) مولانا رحمانی میاں بریلی شریف: بچپن سے سن رہا تھا کہ قصبۂ مذکور میں علم وفضل کا ایک بحر ذخار موجزن ہے آج اس مبارک سفر میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے مطابق کہیں بڑھ چڑھ کر پایا سب سے پہلے جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم کی حسین وخوشنما عمارت کو دیکھ کر دلی مسرت حاصل ہوئی جس میں سیکڑوں طلبائے کرام حصول علم دین میں تندہی کے ساتھ مشغول ہیں۔ (ریحان رضا خاں رحمانی ۲۴/ جنوری ۱۹۶۹ء)

(۹) محدث اعظم ہند: دارالمطالعہ کی دیدہ زیبی اور کتابوں کے ذخیرے میں روز بروز ترقی کتابوں کے رکھنے میں بڑی ندرت کے ساتھ باسلیقگی، طلبہ میں شوق مطالعہ اور ذخیرۂ کتب میں علوم وفنون کی ہمہ گیری پر نظر کرنے سے عیاں ہے کہ اراکین انجمن دارالمطالعہ ہزاروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (سید محمد ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۱۰) مفتی عبالحامد بدایونی: مقام مسرت ہے کہ مبارک پور جیسے تاریخی مقام پر اشرفی دارالمطالعہ کے سرگرم کارکنان اور طلبہ نے باوجود قلت وقت اور گوناگوں علمی مصروفیات کے عمیق توجہات سے اس دارالمطالعہ اور کتب خانہ میں بعض نایاب وکمیاب کتابیں جمع کر لی ہیں کہ طلبہ کے علمی وتاریخی مذاق اور سعی کی داد دینی پڑتی ہے۔

(عبدالحامد بدایونی ۱۱ر ربیع النور ۱۳۶۶ھ)

(۱۱) مفتی محمد اجمل شاہ: دارالمطالعہ کا بھی معائنہ کیا جس میں مختلف فنون کی مشہور و نادر کتابوں، دینی وسیاسی رسالوں عربی وفارسی واردو کے ماہوار وروزنامے ورسالوں واخباروں کا بہترین اورزبردست ذخیرہ پایا۔ (مفتی محمد اجمل ۸ر شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ)

## اشرفی دارالمطالعہ میں نادر کتب:

اس دارالمطالعہ میں نایاب کتابوں کو پایا جن کتابوں کو فقیر خود تقریبا پندرہ سال سے تلاش کررہا ہے اور جدوجہد کے باوجود پنجاب و ہند میں ان کتابوں کو حاصل نہ کرسکا بحمدہ تعالیٰ اس اشرفی دارالمطالعہ میں ان کتابوں کو موجود پایا۔ (۵ر شعبان ۱۳۶۵ھ)

(۱۲) مفتی نظام الدین الہ آباد: ابھی ابھی بعض ایسی کتابیں نظر سے گذریں جو نہ صرف کمیاب بلکہ نایاب ہیں جن سے ممتاز لائبریریوں کی فہرستیں خالی ہیں۔ (نظام الدین ۲۳ر شعبان ۱۳۶۵ھ)

(۱۳) شفیق جون پوری: بعض نایاب کتابیں نظر سے گذریں جو بڑے بڑے کتب خانوں میں بہ مشکل دستیاب ہوتی ہیں۔ (شفیق جونپوری مئی ۱۹۷۴ء)

اخبارات وجرائد ورسائل بھی لائبریری میں آرہے ہیں۔ میری یہ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمارے طلبہ اور کارکنان دارالمطالعہ کی سعی حسنہ کو قبول فرمائے اور یہ کتب خانہ ودارالمطالعہ ایک مرکزی حیثیت اختیار کرے اگر حضرات اہل سنت کے مدارس عربیہ اشرفی دارالمطالعہ کی طرح کام کریں اور اسے نقش راہ بنائیں تو بلا شبہ اہل سنن فنی وعلمی، ادبی وتاریخی ترقیات حاصل کرسکیں۔ (عبدالحامد بدایونی ۱۱ر ربیع النور ۱۳۶۶ھ)

(۱۴) مولانا ابوالوفا فصیحی: بالخصوص عہد حاضر کے سیاسی اور دینی مرجحات پر مشتمل علمی مقالات اور دیدہ زیب کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ (ابوالوفا فصیحی ۱۳ر ستمبر ۱۹۵۵ء)

(۱۵) سید اسرار الحق: دارالمطالعہ کی بعض قدیم نادر ونایاب کتابیں دیکھ کر اگر ایک طرف روح پھڑک اٹھی تو دوسری جانب جدید لٹریچر اور معلومات عامہ سے متعلق ہر مکتبۂ خیال اور ہر مضمون پر کافی کتابیں ورسائل دیکھ کر بے اختیار دل جھوم اٹھا۔ (سید اسرار الحق ۱۹ر نومبر ۱۹۶۱ء)

## نظم وضبط:

(۱۶) صدر الشریعہ: کتابیں نہایت قاعدے کے ساتھ عمدہ طریقہ پر رکھی ہوئی ہیں دارالمطالعہ میں ایک رجسٹر بھی ہے جس میں لوگوں کے نام درج کیے جاتے ہیں جو یہاں حاضر ہوکر کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ (ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی ۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۱۷) مفتی اعظم ہند: فقیر نے اشرفیہ مصباح العلوم میں انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کو ملاحظہ کیا جس کی خوش انتظامی سے بہت مسرور ہوا۔ (مصطفیٰ رضا قادری ۱۹ر رج ۱۳۶۵ھ)

**(۱۸) علامہ کاظمی صاحب:** انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ اور مدرسہ کے حسن انتظام کو دیکھ کر احقر کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی۔ (سید سعید احمد کاظمی ۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

## طلبہ کا معیار ذوق:

صدر الشریعہ :۔ دارالمطالعہ میں ضروری کتابیں جن کی طلبہ وعلما کو عموماً ضرورت ہوا کرتی ہے موجود پائیں اور طلبہ کا یہ شغف دیکھتے ہوئے بہت زیادہ مسرت ہوئی کہ انھوں نے بعض کتابیں اور رسائل جو دستیاب نہ ہوسکیں اپنے قلم سے تحریر کی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نقل کتب کا سلسلہ جاری ہے اور چند طلبہ کتابوں کے نقل کرنے میں بیش قیمت وقت صرف کرتے ہیں۔ (۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

# جلوس عید میلاد النبی ﷺ

انجمن اہل سنت اشرفی دارالمطالعہ کے بانیوں۔ مولانا قاری محمد عثمان صاحب گھوسوی، مولانا صوفی وجیہ الدین صاحب پیلی بھیتی، مولانا عبدالرؤف صاحب، مولانا ظفر علی نعمانی صاحب اور مولانا علی احمد صاحب وغیرہ نے ماہ ربیع الاول شریف کی آمد پر جلوس عید میلاد النبی کا پروگرام بنایا۔ قاری محمد عثمان صاحب نے ایک پٹھے پر جلی قلم سے "قد جاء کم من اللہ نور" اور ایک شعر" آؤ مل کر ہم منائیں جشن میلاد رسول۔ آج کے دن مالک خلد بریں پیدا ہوئے" لکھا اور سب نے کچھ جھنڈے اور جھنڈیاں بنائیں اور ۱۲؍ ربیع الاول شریف کو صبح آگے آگے مولانا علی احمد صاحب، قاری محمد عثمان صاحب اور چند طلبہ مذکورہ بالا شعر پڑھتے ہوئے قصبہ میں گھوم آئے۔

آئندہ سال سے اس جلوس میں اہل مبارک پور کا بھر پور اشتراک بھی رہا اور گیارہ تاریخ کی رات میں جلسہ کا انعقاد بھی شروع ہوا۔ آج یہ جلوس ایک تاریخی حیثیت حاصل کر گیا ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قیادت میں الجامعۃ الاشرفیہ تحریک کا آغاز ہوجانے کے بعد ارباب حل وعقد نے ضروری سمجھا کہ اس عظیم الشان منصوبہ کی خبروں سے مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً لازمی معلومات فراہم ہوتی رہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر شعبۂ نشر واشاعت قائم کیا گیا۔ راقم الحروف کو حافظ ملت نے اس شعبہ کی خدمت کے لیے مبارک پور طلب فرمایا۔ میرے مبارکپور پہنچنے کے بعد اس سلسلہ کا پہلا اشتہار یہ تھا۔

# الجامعۃ الاشرفیہ کا اشاعتی پروگرام

کسی بھی اہم تحریک کو فروغ دینے میں اس کی نشری قوت کا خاص دخل ہوتا ہے۔ مگر اس کے برخلاف اشرفیہ نے اب تک ملک میں جو مثالی وقار پیدا کیا ہے وہ اس کی ممتاز دینی خدمت کا مرہون منت ہے، اب جب کہ دارالعلوم

اشرفیہ نے ترقی کر کے یونیورسٹی کی شکل اختیار کی ہے تو مستقل شعبہ نشر و اشاعت کی شدید ضرورت محسوس کی جانے لگی، جامعہ کی مجلس شوریٰ نے شوال ۱۳۹۴ھ میں اس شعبہ کے لیے بھی منظوری دے دی تھی، مگر مناسب آدمی تلاش کرنے میں تاخیر ہوتی گئی۔

بحمد اللہ مولانا بدر عالم صاحب بدر القادری گھوسوی کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں امید ہے کہ اب اشاعتی کام باضابطہ شروع ہو جائے گا اور ایک تشنگی جو ہند کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے لاکھوں مشتاقان اشرفیہ کا احساس بن چکی ہے رفع ہو جائے گی۔

## نشر و اشاعت کی راہیں:

(۱) ایک ماہانہ جریدہ کا اجراء جس سے ملک کے مسلمان اس عظیم درس گاہ کے بڑھتے قدم اور وقیع دینی خدمات سے واقف ہو سکیں۔

(۲) مذہبی اصلاحی اور تعمیری مضامین کے ذریعہ عامۃ المسلمین میں دینی روح پھونکنا۔

(۳) مفید موضوعات پر کتابیں شائع کرنا۔

(۴) اشرفیہ کی زریں تاریخ کی ترتیب و تدوین۔

## اپیل:

ملت اسلامیہ کے ہمدردوں اور اشرفیہ کے بہی خواہوں سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں شعبہ کا ہر ممکن تعاون کریں بالخصوص فارغین اشرفیہ، علما، قرا اور حفاظ حضرات ماہنامہ کے لیے خریداروں کی فراہمی میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں اور مفید مشوروں سے نوازیں تاکہ اشرفیہ کے پیغام کو گھر گھر عام کیا جا سکے۔

منجانب: شعبۂ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ)

## شعبۂ نشر و اشاعت کی اہمیت:

حضرت حافظ ملت تحریر کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ وہ تحریر کو تدریس سے بھی زیادہ مشکل کام سمجھتے تھے۔ وہ تعلیم و تربیت اور تعمیر شخصیت کے ساتھ ''پرورش لوح و قلم'' کے بڑے حامی تھے۔ وہ خود بھی سریع القلم تھے اور ابتدا میں انہوں نے تحریری و تصنیفی کاموں میں بھی حصہ لیا لیکن تدریسی و تبلیغی اور تعمیری سرگرمیوں نیز دیگر دینی مصروفیات کے باعث آپ کو تصنیف و تالیف کا زیادہ موقع نہ مل سکا پھر بھی معارف حدیث، ارشاد القرآن، المصباح الجدید اور دیگر مضامین (جو وقتاً فوقتاً رسائل میں چھپتے رہے) سے آپ کے ذوق تصنیف و تالیف اور تحریری امور کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

## سنی دار الاشاعت کا قیام:

حضور حافظ ملت کے لائق و فائق شاگردان کے معتمد و نائب، حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ

اللہ علیہ۔ ''سنی دارالاشاعت'' کے محرک تھے۔ یہ ادارہ ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم اشرفیہ میں قائم ہوا۔

## حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ مفتی اعظم اور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہما کی نگاہ میں:

حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قدس سرہ نے کچھ مدت تک ''دارالعلوم مظہر اسلام'' بریلی شریف میں بھی تعلیم دی۔ جب آپ وہاں سے مبارک پور آنے لگے تو حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ نوری بریلوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:

''مولانا عبدالرؤف کا جانا ہمارے مدرسہ کی موت کے مترادف ہے۔'' (اشرفیہ کا ماضی وحال از۔ بدرالقادری)

حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب قبلہ نے حضرت حافظ ملت کی حیات ہی میں ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔ ان کی وفات سے حضرت حافظ ملت کو بڑا صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا'' آج میرا داہنا ہاتھ کٹ گیا''

## مفتی اعظم کا کرامت آثار جملہ۔ اور سنی دارالاشاعت کا قیام:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے تو آپ سے عرض کی گئی'' فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا؟ تو آپ نے فرمایا'' تم لوگوں کے علاوہ کس سے اس کی توقع ہوسکتی ہے'' حضرت کے اس کرامت آثار جملہ نے دلوں میں ہمت اور عزائم میں استواری پیدا کی اور دارالعلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع ہوا اور'' سنی دارالاشاعت'' کی بنیاد رکھی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص بقلم ناظم سنی دارالاشاعت، مبارک پور)

مفتی اعظم کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ دینی کام بالخصوص تصانیف امام احمد رضا کی اشاعت کا کام اگر کہیں سے ہوسکتا ہے تو صرف ''اشرفیہ'' سے ہی ممکن ہے۔

حضرت کے اسی فرمان اور کرامت آثار جملہ نے مبارک پور میں ''سنی دارالاشاعت'' کی بنیاد قائم کرادی۔

۱۹۶۳ء میں فتاویٰ رضویہ جلد سوم اور ۱۹۶۷ء میں جلد چہارم کی اشاعت ہوئی۔ لاریب! یہ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اہم وعظیم کارنامہ ہے بعد میں حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۵، ۶، ۷، ۸ کی تدوین فرمائی اور یہ جلدیں شائع ہوئیں۔

اس دارالاشاعت سے امام احمد رضا اور دیگر علما کی تصانیف بھی شائع ہوچکی ہیں۔

## شعبۂ نشریات:

مجلس شوریٰ نے ۱۹۷۴ء میں ''شعبۂ نشریات'' کی منظوری دی۔

یکم اگست ۱۹۷۴ء کو حضرت شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین علیہ الرحمہ کی صدارت میں ایک اجلاس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں منعقد ہوا اور باتفاق رائے ''شعبۂ نشریات'' کے قیام کی منظوری عمل میں آگئی۔

ادارہ کے ممبران نے اپنے نظام عمل کو دوحصوں پر منقسم کیا۔

پہلا حصہ: تحریر وتصنیف اوراس سے متعلق امور کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔
دوسرا حصہ: تحریر وتصنیف کوشائع کرنے اوراس کے اسباب مہیا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

## اسمائے ممبران حصہ اول:

۱۔ حضرت شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین قبلہ
۲۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب
۳۔ حضرت مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب
۴۔ حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب
۵۔ حضرت مولانا محمد یٰسین اختر صاحب
۶۔ حضرت مولانا بدرالقادری صاحب
۷۔ حضرت مولانا محمد نصیرالدین صاحب

## اسمائے ممبران حصہ دوم:

۱۔ مولانا بدرالقادری صاحب
۲۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب
۳۔ حاجی عبدالستار صاحب
۴۔ جناب عبدالاول ایڈوکیٹ صاحب

(ملخصا۔ نقل۔ کاروائی اجلاس)

شعبۂ نشریات سے سب سے پہلے حضرت حافظ ملت کی کتاب ''ارشادالقرآن'' شائع ہوئی۔

# پہلی منزل

شعبۂ نشریات نے اپنے اشاعتی پروگرام کا آغاز حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے رسالہ ''ارشادالقرآن'' سے کیا۔ حضرت کی انقلاب انگیز روحانی شخصیت کی طرح یہ مختصر تحریر بھی شعبۂ نشریات کے لیے مشعل راہ اور روشن مستقبل کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

آپ نے ہماری امید سے زیادہ اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا اور صرف ڈیڑھ ماہ کی قلیل مدت میں پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا۔ اب ہم دوسرا ایڈیشن شائع کرتے ہوئے آپ کی قلبی ہمدردی کے خواہشمند ہیں۔ (بدرالقادری یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء)

شعبۂ نشریات سے متعدد کتب ورسائل شائع ہوچکے ہیں۔ چند خاص کتابوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشاد القرآن ۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ

۲۔ الوسیلۃ السنیۃ ۔ حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ المدیح النبوی ۔ مرتبہ: مولانا یٰسین اختر مصباحی

۴۔ الادب الجمیل ۔ مرتبہ: مولانا افتخار احمد مصباحی

۵۔ اشرفیہ کا ماضی اور حال ۔ مولانا بدر القادری

## ماہنامہ اشرفیہ کا اجرا

شعبۂ نشریات کی جانب سے ۱۹۷۶ء میں ''اشرفیہ'' کے نام سے ماہنامہ کا ڈکلریشن حاصل ہوگیا۔ پہلی تعلیمی کانفرنس کے انعقاد کی تیاری کے زمانہ سے ہی اشرفیہ سے ایک ماہنامہ نکالے جانے کا پروگرام تھا اور اسی لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ راقم بدر القادری کو ادبی مشق کی طرف خصوصی توجہ دلایا کرتے تھے ۔ ڈکلریشن ملنے میں دیری ہو رہی تھی لیکن حضرت مطمئن تھے کہ ڈکلریشن ملے گا ضرور تو دیر ہی سے اور ''دیر آید درست آید''

(۱) راقم بدر القادری کو ماہنامہ کی ادارت سونپی گئی ۔ حضرت مولانا سید شمیم گوہر صاحب رقمطراز ہیں:

فروری ۱۹۷۶ء میں اشرفیہ کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ معیاری، موقر اور جامع رسالہ کے اجرا پر دنیائے علم وادب نے داد وتحسین عنایت کی اور چند ہی ماہ کے اندر عوام وخواص کے دلوں پر چھاتا چلا گیا۔ ابھی یہ رسالہ اپنی چوتھی منزل سے گزرنے ہی پایا تھا کہ یکم جمادی الآخریٰ ۱۳۹۶ھ میں حضور حافظ ملت نے دار فانی کو خیر باد کہہ دیا۔ پانچویں شمارے میں بستر علالت سے لے کر سپرد لحد تک کے تمام مناظر پرغم کی عکاسی کے ساتھ ''حافظ ملت نمبر'' کا اعلان بھی شامل تھا۔

''حافظ ملت نمبر'' کی تیاری میں تقریباً دو سال لگ گئے اور شعبۂ نشریات کی یہ چوتھی پیش کش اپریل ۱۹۷۸ء میں منظر عام پر آئی مگر اچانک عیوب واغلاط کی بنا پر اشاعت روک دی گئی ۔ دریں اثنا مولانا بدر القادری ہالینڈ روانہ ہوگئے اور ادارت کی ذمہ داری راقم السطور کو سونپی گئی اور اس طرح اغلاط وعیوب سے صاف اور ازسر نو تصحیح ہونے کے بعد اپریل ۱۹۸۰ء میں ۵۸۶ رصفحات کے اس نمبر کی باقاعدہ اشاعت ہوئی اور منظر عام پر آیا۔'' (ماہنامہ اشرفیہ)

## مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر الہ آبادی:

(۲) مولانا بدر القادری کے ہالینڈ چلے جانے کے بعد ''ماہنامہ اشرفیہ'' کی ادارت کا قرعہ فال آپ کے نام سے نکلا۔ آپ کو شعر وشاعری کا اچھا ذوق ہے۔ طنز ومزاح نگاری سے بھی دل چسپی ہے آپ بہت اچھے قلم کار ہیں۔ آپ کے دور ادارت میں ادب وشاعری اور تنقید وتبصرہ سے متعلق اچھے خاصے مضامین زینت ماہنامہ ہوتے رہتے تھے۔

''مجاہد ملت نمبر'' آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوا۔ اس وقت آپ ''خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ الہ آباد'' کے وارث وسجادہ نشین ہیں'' ۔ (الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور از مولانا یٰسین اختر مصباحی ص ۳۴،۳۵)

(۳) حضرت قاری محمد یحیٰ صاحب اعظمی مصباحی (رحمۃ اللہ علیہ):

آپ حضور حافظ ملت کے معتمدین میں تھے۔ایک مدت تک دارالعلوم اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔۱۹۹۶ء میں آپ کا وصال ہوا۔ڈاکٹر سید شمیم گوہر صاحب کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک ماہنامہ کی ادارت کی ذمہ داری آپ نے نبھائی۔

حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی صاحب علیہ الرحمہ (م ۱۹۹۱ء):

ادارت اور دیگر خدمات اشرفیہ میں حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب کے خاص رفیق کار تھے۔

(۴) مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی: حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ کے بعد آپ ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر منتخب ہوئے۔

مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

''نعمانی صاحب نے جب ماہنامہ اشرفیہ کی ادارت کی باگ ڈور سنبھالی تو تبلیغ واصلاح کی جانب خصوصی توجہ دی۔'' (الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ص ۳۵)

(۵) مولانا مبارک حسین مصباحی: آپ سربراہ اعلیٰ حضرت عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ کے داماد ہیں۔اشرفیہ کے مدرس ہونے کے بعد تقریباً ۱۵ ر سال سے اشرفیہ کے مدیر بھی ہیں۔آپ اچھے خطیب وقلمکار اور بہت ہی سوجھ بوجھ کے مالک متحرک نوجوان ہیں۔آپ کی ادارت میں رسالہ صوری اور معنوی اعتبار سے دن بدن نکھرتا چلا جارہا ہے اور اس کی اشاعت ومقبولیت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

آپ کی ادارت میں اب تک متعدد وقیع نمبر نکل چکے ہیں جیسے: (۱) صدرالشریعہ نمبر ۱۹۸۵ء (۲) حافظ ملت افکار اور کارنامے ۱۹۹۱ء (۳) پیغمبر اعظم نمبر ۱۹۹۱ء (۴) انوار حافظ ملت نمبر ۱۹۹۲ء (۵) تعلیمی کنونشن نمبر ۱۹۹۶ء (۶) سلطان الہند غریب نواز نمبر ۱۹۹۸ء (۷) جشن شارح بخاری نمبر ۲۰۰۰ء (۸) فقیہ اعظم ہند نمبر ۲۰۰۰ء (۸) خصوصی شمارہ بیادگار حضرت رئیس القلم ۲۰۰۲ء (۹) سیدین نمبر ۲۰۰۲ء

## ماہنامہ اشرفیہ کے شمارہ اول میں حافظ ملت کا ارشاد گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمـــدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکـــــریم

اما بعد! برادران اسلام السلام علیکم! مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ایک قدیم دینی درس گاہ ہے جو ترقی کر کے دارالعلوم اشرفیہ ہوا اور اب ''الجامعۃ الاشرفیہ'' ہے۔یہ دینی ادارہ اپنی پوری جدوجہد کے ساتھ تعلیمی وتبلیغی خدمات انجام دیتا رہا۔

۲۰ ر شوال ۱۳۹۳ھ کی مجلس شوریٰ نے اس میں شعبۂ نشر واشاعت کا اضافہ کیا۔یہ شعبہ اپنی بساط کے مطابق تقریری وتحریری خدمات انجام دیتا رہا۔

قلمی خدمات: ''ارشاد القرآن'' ''اشرفیہ کا ماضی اور حال'' ''الوسیلۃ السنیۃ'' شائع ہوکر منظر عام پر آچکیں۔

اب مستقل ''ماہنامہ اشرفیہ'' آپ کے زیر نظر ہے۔ان شاء المولیٰ القدیر یہ ماہنامہ نہایت پابندی کے ساتھ وقت پر

پہنچتا رہے گا۔امید کہ آپ اس کی قدر کریں گے اورحتی الامکان اس کی اشاعت کوفروغ دیں گے اور اعانت فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں اس ماہنامہ اشرفیہ کوقوم وملت اورمذہب اہل سنت کے لیے مفید تر فرمائے ۔(آمین ثم آمین)

فقط عبدالعزیز عفی عنہ

۲۵/ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

(الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور از مولانا یٰس اختر مصباحی ص ۳۷)

## لائبریری اور کمپیوٹر سینٹر:

اشرفیہ سے متعلق سب سے قدیم لائبریری'' اشرفی دارالمطالعہ'' ہے جس سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے طلبہ اشرفیہ علمی استفادہ کررہے ہیں۔مجلّات ورسائل بھی اس لائبریری مین آتے ہیں ان سے بھی طلبہ استفادہ کرتے ہیں۔ اس کا انتظام وانصرام طلبہ سے ہی وابستہ ہے۔علاوہ اس کے''مکتبۃ اللغۃ العربیۃ'' کے نام سے بھی طلبہ کی ایک لائبریری ہے جس میں عربی زبان کی نادرونایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔

اس لائبریری میں طلبہ کے لیے درسی کتب کے ساتھ ساتھ غیر درسی کتب کا بھی وافر ذخیرہ ہے۔اس مرکزی لائبریری میں تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، فلسفہ ومنطق، سیرو تاریخ، تصوف، عربی ادب اور میراث ومناظرہ وغیرہ کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔

طلبہ کوان کی جماعت کے حساب سے شوال میں کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں۔جنہیں وہ سالانہ امتحان کے بعد تعطیل کلاں میں گھر جانے سے قبل جمع کردیتے ہیں۔

طلبہ کی یہ لائبریری اب ایک الگ عمارت''امام احمد رضا لائبریری'' میں منتقل ہوچکی ہے۔

ایک بڑے ہال میں'' اشرفیہ کمپیوٹر سینٹر'' قائم ہوچکا ہے جس کے اندر ملٹی میڈیا بیس کمپیوٹر ہیں۔۳/ٹیچر روزانہ طلبہ کو کمپوزنگ ،ڈیزائننگ اور پروگرامنگ کی ٹریننگ دیتے ہیں۔

# شارح بخاری دارالافتاء

اشرفیہ کے دارالافتاء میں خود حضور حافظ ملت، حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب وغیرہ نے بھی فتاویٰ لکھے ہیں اورخاص طور سے یہ شعبہ حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی کے سپرد تھا۔۱۹۷۶ء سے ۲۰۰۰ء تک حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ نے صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ کی حیثیت سے عظیم فقہی خدمت انجام دی ہے۔اس دارالافتاء سے ہزارہا ہزار فتاوے تحریر کیے جاچکے ہیں۔

اب دارالافتاء کے لیے ایک علیحدہ بلڈنگ''شارح بخاری دارالافتاء'' تیار ہوگئی ہے اوردارالافتاء اسی میں منتقل

ہوگیا ہے۔ اس کی علیحدہ لائبریری بھی قائم کردی گئی ہے۔ حضرت شارح بخاری کے نائب حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ اس وقت اس شعبہ کے صدر مفتی ہیں۔

## مجلس شرعی:

مجلس شرعی سے قبل ''شرعی بورڈ'' کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس بورڈ کے کنویز حضرت علامہ ارشد القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

رویت ہلال اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے سوال پر پورے ملک میں مسلمانانِ اہل سنت کو جن مشکلات اور افتراق وانتشار کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔

وقت کے انھی اہم سوالات پر غور کرنے کے لیے ۳؍ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲؍جولائی ۱۹۸۵ء کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں مشاہیر علمائے اہل سنت کی ایک مجلس شوریٰ زیر صدارت قائم مقام مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری منعقد ہوئی جس میں مذکورہ بالا مسائل کو شرعی اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کے لیے ۳۰؍مفتیان کرام پر مشتمل ایک شرعی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ استفتاء کے لیے بورڈ کے ارکان اور ملک وبیرون ملک کے مفتیوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ذمہ داری کاتب الحروف ارشد القادری کو اور عرب ملکوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ذمہ داری مولانا محمد احمد مصباحی کو سونپی گئی۔

یہ بھی طے پایا کہ ۱۵؍صفر المظفر مطابق ۳۰؍اکتوبر کو بورڈ کی پہلی میٹنگ بنارس میں رکھی جائے اور اس میں سارے فتاوے سامنے رکھ کر کوئی متفقہ فیصلہ کیا جائے۔ قرار داد کے مطابق اس خط کے ہمراہ ایک استفتاء اور بورڈ کے ارکان کی فہرست حاضر کررہا ہوں۔ از راہِ کرم ۳۰؍ستمبر ۸۵ء تک استفتاء کا جواب ارسال فرمادیں تاکہ ۳۰؍اکتوبر کی میٹنگ میں پیش کرنے کے لیے ہم اس کا خلاصہ مرتب کرسکیں۔ دو مہینے کی طویل مدت میں فقہ حنفی کے ذخائر اور اعلیٰ حضرت کے فتاوے کو کھنگال کر استفتاء کا ایسا جواب مرحمت فرمائیں کہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ خدا کے لیے ایسا ہرگز نہ کریں کہ جواب ہی سے ہمیں محروم کردیں۔

والسلام آپ کا مخلص

ارشد القادری کنویز شرعی بورڈ

## اسمائے گرامی مفتیان کرام اہل سنت ارکان شرعی بورڈ:

(۱) جانشین اعلیٰ حضرت مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری

(۲) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۳) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ

(۴) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نائب شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور

(۵) شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں صاحب مدنی میشن۔اپوزٹ پریس کالج احمد آباد

(۶) حضرت مولانا مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی مفتی راجستھان دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور

(۷) حضرت مولانا فضل کریم صاحب قاضی ادارۂ شرعیہ بہار۔ سلطان گنج۔ پٹنہ

(۸) حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب مرکزی دارالافتاء،۸۲/سوداگران، بریلی شریف

(۹) حضرت مولانا مفتی محمد عارف صاحب رضوی جامعہ منظر اسلام سوداگران، بریلی شریف

(۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد

(۱۱) شمس العلماء حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور

(۱۲) حضرت مولانا مفتی غلام محمد خاں صاحب رضوی، مہتمم دارالعلوم امجدیہ ناگپور

(۱۳) حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب امجدی دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف،بستی

(۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب نائب مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۱۵) حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی جی بہاری پور، بریلی

(۱۶) حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب دارالعلوم غریب نواز مرزا غالب روڈ، الہ آباد

(۱۷) حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمٰن صاحب جامعہ حمیدیہ دریا گنج، الہ آباد

(۱۸) حضرت مولانا مفتی محمد محبوب صاحب اشرفی انجمن معین الاسلام پرانی بستی شہر بستی

(۱۹) حضرت مولانا خادم رسول صاحب جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ ہٹیہ، وارانسی

(۲۰) حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم دارالعلوم محمدیہ باؤلا مسجد، لائل روڈ

(۲۱) حضرت مولانا مفتی عبدالجلیل صاحب جامع اشرف کچھوچھہ شریف

(۲۲) حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مدرسہ حنفیہ کھگڑا کشن گنج

(۲۳) حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ چاپئی کلاں بستی

(۲۴) حضرت مولانا سید اصغر امام صاحب جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب، بنارس

(۲۵) حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ

(۲۶) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد

(۲۷) حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رضوی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ

(۲۸) حضرت مولانا مفتی محمد یامین صاحب جامعہ حمیدیہ رضویہ ہٹیہ مدن پورہ وارانسی

(۲۹) حضرت مولانا مفتی محمد میاں صاحب دہلوی مسجد شیخان باڑہ ہندوراؤ، دہلی

(ماہنامہ اشرفیہ جولائی، اگست ۱۹۸۵ء)

ارشد القادری۔ کنوینر شرعی بورڈ

۲۷ر جولائی ۸۵ھ

بعد میں باقاعدہ ۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ/۱۹ر دسمبر ۱۹۹۲ء مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا۔

عہد حاضر میں سائنس کی حیرت انگیز ترقی سے روزانہ نئی نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں اور طرح طرح کی تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں۔ علاوہ ازیں تجارتی واقتصادی میدان اور بینکنگ وغیرہ میں بھانت بھانت کے اصول وفارمولے بھی وضع ہورہے ہیں۔ ان تمام امور کے تعلق سے شرعی احکام کی پیچیدگیوں اور احکام نے علمائے کرام اور مفتیان عظام کے لیے زبردست الجھنوں یا صبر آزما کدوکاوش کا سامان بھی پیدا کردیا ہے۔ ان تمام مشکلات کو دیکھتے ہوئے مفتیان کرام کے ایک بورڈ کی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے کہ تن تنہا ہر عالم ومفتی کے لیے اس ذمہ داری سے عہدہ برآنا ہونا مشکل ہے۔

اس معاملے میں الجامعۃ الاشرفیہ کے ذمہ داروں نے سب سے پہلے شدت کے ساتھ اس کی ضرورت واہمیت کو محسوس کیا اور ''مجلس شرعی'' کا قیام عمل میں آیا۔

مفتی الجامعۃ الاشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کا یہ اعلان ملاحظہ کیجئے۔

۲۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۲ء بروز شنبہ عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی تحریک پر درج ذیل علمائے کرام کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔

(۱) عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سربراہ اعلیٰ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور۔ (۲) نائب مفتی اعظم ہند وشارح بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتاء دار العلوم اشرفیہ (۳) ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ۔ (۴) حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی استاذ دار العلوم اشرفیہ (۵) محمد نظام الدین رضوی (مفتی واستاذ) دار العلوم اشرفیہ

اس مجلس میں نو پید مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کے لیے اتفاق رائے سے علما کی ایک مجلس کا قیام عمل میں آیا جس کا نام ''مجلس شرعی'' رکھا گیا۔ عبوری طور پر اس کے درج ذیل ارکان نامزد ہوئے:

(۱) حضرت عزیز ملت مدظلہ العالی (۲) نائب مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی (سرپرست) (۳) حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی (صدر) (۴) حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی (رکن) (۵) محمد نظام الدین رضوی (رکن) (۶) جناب مولانا معراج القادری صاحب (رکن) (۷) جناب مولانا نسیم صاحب شعبۂ افتا دار العلوم اشرفیہ (رکن) (۸) جناب مولانا آل مصطفیٰ صاحب استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو (رکن)

مجلس شرعی کی پہلی نشست ۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ کو جامعہ اشرفیہ میں بوقت ۸ر بجے شب منعقد ہوگی جس میں طریقۂ کار کی تجاویز کی منظوری اور آئندہ سمینار کی تاریخ اور موضوع بحث کا تعین ہوگا۔

معلن

**نظام الدین**

رکن مجلس شرعی

۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

۱۲/۲۱ر ۱۹۹۱ء

اس مجلس شرعی کے زیر اہتمام اب تک متعدد سیمینار (مختلف اہم موضوعات پر) منعقد ہو چکے ہیں۔

## ادارہ تحقیقات حافظ ملت

۱۹۸۹ء میں حضرت عزیز ملت قبلہ کی سرپرستی میں اس ادارہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا بنیادی مقصد ہے حضرت حافظ ملت، جامعہ اشرفیہ اور فرزندان اشرفیہ کے حوالے سے سوانحی، تاریخی اور تحقیقی امور انجام دینا۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو اس کا پہلا ''حافظ ملت سیمینار'' ۷ر دسمبر ۱۹۹۱ء کو منعقد ہوا۔ اس سیمینار کے مقالات کا مجموعہ بنام ''حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے'' ۱۹۹۰ء میں اس ادارہ سے شائع ہو چکا ہے۔ مرتب ہیں مدیر اشرفیہ مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی۔

دوسرا سیمینار حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی کی حیات و خدمات پر ان کی حیات میں منعقد ہو چکا ہے۔

دوسرے سیمینار کے مقالات ''انوار حافظ ملت نمبر'' ۱۹۹۴ء (ماہنامہ اشرفیہ) میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ادارہ مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی کے زیر عمل ہے۔

## شعبۂ نشریات کا میڈیا سیمینار

تنظیم ابنائے اشرفیہ (جنرل سکریٹری۔ مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور) کے زیر اہتمام۔ ۱۹/۲۰ر ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۸، ۱۹ر مئی ۲۰۰۶ء زیر صدارت حضرت عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ۔ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ دو روزہ میڈیا سیمینار منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی نے انجام دیے۔

موضوع تھا: اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج۔ میڈیا کے حوالے سے

اس سیمینار میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی۔ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ کے لکچرار صاحبان۔ متعدد رسائل وجرائد کے مدیران اور صحافی صاحبان نیز بریلی شریف، سنبھل، رام پور، مئو، اعظم گڑھ، روناہی اور دیگر مقامات کے مشاہیر علما، دانش وران ملت وغیرہ نے شرکت کی۔

اس میڈیا سیمینار کی دھمک پورے ملک کے مذہبی حلقوں کے علاوہ حلقۂ دانشوران نیز حلقۂ غیر مسلمین میں بھی محسوس کی گئی

اورالجامعۃ الاشرفیہ کی عظمت کا مزید اعتراف کیا گیا۔ملک کے مسلمانان اہل سنت اور مدارس اسلامیہ کا یہ پہلا میڈیا سیمینار تھا اوراس معاملہ میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کو اولیت حاصل رہی۔

**تربیت طلبہ اور دعوت و تبلیغ**: یہاں مذہبی ودینی تربیت کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ مدرسہ سے کچھ دور ایک مسجد ہے۔طلبہ نماز باجماعت اس مسجد میں ادا کرتے ہیں اور مدرسین حضرات اس امر کی خاص نگرانی رکھتے ہیں۔خلق نبوی وعادتِ مصطفوی کے ساتھ آراستہ ہوکر ایک ایک فارغ التحصیل یہاں سے باہر نکلتا ہے اوراسی مشعل کی روشنی اطراف واکناف ہند میں پھیلاتا ہے۔ یوپی۔سی،پی، حیدرآباد، بنگال، بہار، مارواڑ، اڑیسہ، پنجاب غرض کہ تمام ہندوستان میں یہاں کے تعلیم یافتہ آج مسند تدریس وافتا وارشاد پر متمکن ہیں۔رات دن ہمارے پاس ہندوستان کے تمام اطراف سے یہاں کے فارغ التحصیل کی طلبی کے خطوط آتے رہتے ہیں۔مگر ہم ان کی آرزو پوری نہیں کرسکتے،تقریر وتحریر میں جو ملکہ ہمارے دارالعلوم کے طلبہ کو حاصل ہے وہ باید وشاید ہی کسی مدرسہ میں ہو۔ پھر بحمدہ تعالیٰ وہ ہر جمعرات کو اطراف مبارک پور میں جو دیہات وقصبات واقع ہیں وہاں پیدل جاکر اور چار چار چھ چھ میل سفر کرکے لوگوں کو اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور یہ سب کام محض حسبۃً للہ ہوتا ہے۔ اس سے کوئی دنیوی غرض وابستہ نہیں۔اس دارالعلوم کے فاضل آج بھی بہت سی جگہ مسند صدارت پر فائز ہیں اوراپنے علم وفضل کا ڈنکا بجارہے ہیں۔جس کی فہرست اسی روداد کے نقشۂ فارغ شدگان میں درج ہے ملاحظہ فرمائیں:

اسی روداد۶۴۔۱۳۶۵ھ کے آخری صفحات پہ دس گیارہ سال کے اندر اشرفیہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کے نام اس طرح درج ہیں۔نمبر ۲۶ رکا نام غلام رشید علامہ ارشد القادری ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | جناب مولوی قاری اسد الحق صاحب | تدریس | خطیب جامع مسجد جالی محلہ بمبئی |
| ۲ | جناب مولوی محمد خلیل صاحب کچھوچھوی | تدریس | صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ انوار العلوم جین پور |
| ۳ | جناب مولوی علی احمد صاحب مبارکپوری | تدریس وافتا | دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ |
| ۴ | جناب مولوی محمد حاتم صاحب مبارک پوری | تجارت | مبارک پور اعظم گڑھ |
| ۵ | جناب مولوی محمد محبوب صاحب اشرفی مبارک پوری | تدریس وافتا | صدر مدرس مدرسہ احسن المدارس کانپور |
| ۶ | جناب مولوی عبدالحق صاحب گونڈوی | تدریس وافتا | صدر مدرس مدرسہ احسن المدارس کانپور |
| ۷ | جناب مولوی جان عالم صاحب مئوی | تدریس | مدرس محمد علی میموریل اسکول چمن گنج کانپور |
| ۸ | جناب مولوی محمد حفیظ الدین صاحب اعظمی | حکمت | گولا بازار ضلع گورکھپور |
| ۹ | جناب مولوی وجیہ الدین صاحب امانی غازیپوری | سجادہ نشین | خانقاہ مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ پیلی بھیت |
| ۱۰ | جناب مولوی پیر جی محمد شفیع صاحب جودھپوری | خطیب | خانقاہ مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ پیلی بھیت |

| ۱۱ | جناب مولوی قاری محمد عثمان صاحب گھوسی | تدریس | صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ جالپور فیض آباد |
|---|---|---|---|
| ۱۲ | جناب مولوی عبدالغفار صاحب بلیاوی | تدرس | خانقاہ سرکانہی ضلع مظفر پور، بہار |
| ۱۳ | جناب مولوی مصلح الدین صاحب قندھاری | تدریس وخطابت | خطیب جامع مسجد صدر ناگ پور |
| ۱۴ | جناب مولوی عبدالستار صاحب اعظمی | تجارت | کریم الدین پور گھوسی، اعظم گڑھ |
| ۱۵ | جناب مولوی عبدالرؤف صاحب بلیاوی | تدریس | دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ |
| ۱۶ | جناب مولوی ظفر علی صاحب بلیاوی | تدریس وافتا | صدر مدرس دارالعلوم اہل سنت اپلیٹا کاٹھیاواڑ |
| ۱۷ | جناب مولوی کلیم حسام الحق صاحب بلیاوی | طبابت | بلیا، یوپی |
| ۱۸ | جناب مولوی افتخار احمد صاحب اعظمی | تدریس | مدرسہ عربیہ مگہر، بستی |
| ۱۹ | جناب عبدالسبحان صاحب آسامی | تدریس | صدر مدرس مدرسہ عربیہ جھنڈواڑہ، سی، پی |
| ۲۰ | جناب مولوی عبدالقیوم صاحب آسامی | تدریس | مدرسہ عربیہ جھنڈواڑہ، سی، پی |
| ۲۱ | جناب مولوی حافظ رحمت اللہ صاحب اعظمی | تدریس | مدرسہ عربیہ جھنڈواڑہ، سی، پی |
| ۲۲ | جناب مولوی عبدالسلام صاحب مبارک پوری | تجارت | مبارک پور اعظم گڑھ |
| ۲۳ | جناب مولوی اختر حسین صاحب اعظمی | تجارت | موضع ادری ڈاکخانہ اندارا ضلع اعظم گڑھ |
| ۲۴ | جناب مولوی مقبول احمد صاحب اعظمی | تجارت | کریم الدین پور گھوسی اعظم گڑھ |
| ۲۵ | جناب مولوی سید عبدالحق صاحب مبارک پوری | تدریس وخطابت | مدرسہ عربیہ مسجد غریب شاہ دھوراجی کاٹھیاواڑ |
| ۲۶ | جناب مولوی غلام رشید صاحب بلیاوی | تدریس | مدرسہ عربیہ آنولہ ضلع بریلی |
| ۲۷ | جناب مولوی محمد شفیع صاحب مبارک پوری | تدریس | مبارک پور اعظم گڑھ |
| ۲۸ | جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مبارک پوری | تدریس | مبارک پور اعظم گڑھ |
| ۲۹ | جناب کلیم الدین صاحب مالدہی | تدریس | مالدہ، بنگال |
| ۳۰ | جناب مولوی غلام مصطفٰے صاحب بلیاوی | تدریس | رتسڑ بلیا |
| ۳۱ | جناب مولوی گل محمد مالیگاؤں | تدریس | مدرسہ عربیہ حنفیہ اسلام پورہ مالیگاؤں، ناسک |
| ۳۲ | جناب مولوی محمد حسین صاحب سمند پوری | تدریس وخطابت | مدرسہ جامع مسجد انڈال بازار ضلع بردوان |

| ۳۳ | جناب مولوی عبدالحق صاحب ولید پوری | تدریس | صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیر آباد |
|---|---|---|---|
| ۳۴ | جناب مولوی محمد فاروق صاحب بنارسی | تجارت | مبارک پور ضلع اعظم گڑھ |

# اشرفیہ کے ممتاز مدرسین

مخلص وباصلاحیت اور صاحب کردار مدرسین بھی مدرسہ کی روح اور کسی بھی تعلیمی ادارہ کی کامیابی وترقی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ ان کی استعداد ولیاقت، عادات واطوار اور احساس ذمہ داری کا طلبہ کے دلوں پر گہرا نقش ثبت ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو انہی مدرسین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ اشرفیہ مبارک پور اس سلسلے میں خوش قسمت رہا ہے اور اسے ملک کے نہایت قابل اور قیمتی مدرسین میسر آتے رہے ہیں۔ حافظ ملت کی دور اندیش اور مردم شناس نگاہوں کا اس سلسلے میں بڑا دخل رہا ہے۔ چند ممتاز مدرسین اشرفیہ کے نام ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔ جن کی اپنے اپنے دور میں بے پناہ شہرت ومقبولیت علما اور طلبہ کے درمیان اس حد تک رہی ہے کہ دوسرے مدارس اسلامیہ انہیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں۔

حضور حافظ ملت تو آخر دم تک اشرفیہ کے صدر المدرسین رہے ہیں ان کے علاوہ چند نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی متوفی ربیع الاول ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء

(۲) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری متوفی ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اکتوبر ۱۹۸۹ء

(۳) حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

(۴) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری متوفی ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مارچ ۱۹۷۷ء

(۵) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی متوفی رمضان ۱۴۰۵ھ مئی ۱۹۸۶ء

(۶) حضرت مولانا ثناء اللہ اعظمی متوفی محرم ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء

(۷) حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف مصباحی بلیاوی ثم مبارک پوری متوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

(۸) حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی متوفی ربیع الاول ۱۴۱۶ھ اگست ۱۹۹۵ء

(۹) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارک پوری مصباحی متوفی ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

(۱۰) حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی متوفی ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

(۱۱) حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی

(۱۲) حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی

(۱۳) حضرت مولانا عبداللہ عزیزی مصباحی

(۱۴) حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

(۱۵) حضرت مولانا عبدالشکور گیاوی مصباحی

مذکورہ بالا شخصیتوں میں سے ہر فرد اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہے اور ہندو پاک کے مدارس اہل سنت وعلمائے کرام ان کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں۔ طلبۂ اشرفیہ ان کی تدریس وتعلیم وتربیت اور انداز تفہیم کی وجہ سے اوقات درس کے علاوہ خارجی اوقات میں استفادہ کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں اور ان کی نگاہ توجہ وعنایت کے متمنی رہتے ہیں۔ ان کے دینی وعلمی اوصاف ومحامد روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

## بیرون ملک فرزندان اشرفیہ کی خدمات

دارالعلوم اشرفیہ سے تکمیل علوم اسلامیہ کرکے دستار فضیلت اور سند فضیلت حاصل کرنے والے بیشمار فرزندان اشرفیہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اشرفیہ کا سحاب علم وفضل خطۂ ہند کی تقریبا ہر وادی وکوہسار پر جھوم جھوم کر برس رہا ہے اور تشنہ لبوں کو سیراب کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کے فیضان سے افریقہ اور یورپ وامریکہ کے بہت سے ممالک سیراب ہو رہے ہیں۔

نیپال تو ہمارا پڑوسی ملک ہے اور آمد ورفت کی سہولتوں کی وجہ سے بہت سے نیپالی طلبہ اشرفیہ میں تعلیم حاصل کرکے نیپال واپس جاتے ہیں اور اپنے یہاں خدمت دین کرتے ہیں۔ درجنوں فرزندان اشرفیہ نیپال کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں مفتی نیپال حضرت مولانا محمد جیش مصباحی برکاتی نیپالی کا نام پورے نیپال میں مشہور ومعروف ہے اور نیپال کے سنی عوام اپنے مذہبی مسائل کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کراچی پاکستان میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان وبانی دارالعلوم امجدیہ کراچی پورے پاکستان میں قدر ومنزلت اور عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور علما وخواص کے درمیان آپ مسند اعزاز وتکریم پہ بٹھائے جاتے ہیں۔ صدرالشریعہ کے فرزند حضرت قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مصباحی خطیب نیومیمن مسجد کراچی کی شخصیت بھی محتاج تعارف نہیں۔ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فرزند مولانا عطاء المصطفیٰ قادری مصباحی دارالعلوم امجدیہ کراچی کے نوجوان اور ممتاز مدرس ہیں۔

دیگر فرزندان اشرفیہ جو مختلف ممالک میں دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں ان میں سے چند نام یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| مولانا افتخار احمد قادری مصباحی | مدینہ منورہ حجاز مقدس |
| مولانا عبدالمجید بستوی مصباحی | ماریشش افریقہ |
| مولانا فیاض احمد مصباحی | ماریشش افریقہ |
| مولانا حمید الحق مصباحی | زمباوے افریقہ |
| مولانا عبدالمجید نوری مصباحی | ساؤتھ افریقہ |

| | |
|---|---|
| مولانا سید علیم الدین اعظمی مصباحی | ساؤتھ افریقہ |
| مولانا فتح احمد بستوی مصباحی | ساؤتھ افریقہ |
| قاری عظیم الدین مصباحی | ساؤتھ افریقہ |
| مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی | امریکہ |
| مولانا احمد القادری مصباحی | امریکہ |
| مولانا نعیم اختر اعظمی مصباحی | سرینام امریکہ |
| مولانا بدر القادری مصباحی | ہالینڈ |
| مولانا شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی | ہالینڈ |
| مولانا محمد محفوظ مصباحی | ہالینڈ |
| مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا ممتاز احمد اشرف القادری مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا ارشاد احمد مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا محمد اقبال پٹیل مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا غلام یزدانی مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا محمد یونس مصباحی گجراتی | انگلینڈ |
| مولانا محمد الیاس مصباحی گجراتی | انگلینڈ |
| مولانا نوشاد عالم مصباحی غازی پوری | ساؤتھ افریقہ |
| مولانا نظام الدین پٹیل مصباحی | انگلینڈ |
| مولانا عبد الرب مصباحی | امریکہ |
| مولانا سراج احمد حبیبی مصباحی | ساؤتھ افریقہ |
| مولانا امان اللہ مصباحی | ساؤتھ افریقہ |

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ مل کر آج سے تقریبا ستائیس سال پہلے مکہ مکرمہ کی پر نور فضا اور نورانی ماحول میں حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی نے ایک عالمی اسلامی تنظیم کا منصوبہ بنایا اور پھر انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا۔ جس نے انگلینڈ میں اہل سنت کو منظّم کر کے کئی ایک قابل قدر کارنامے انجام دیئے اور مشن کے وفود نے کئی بار متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کیے۔ شروع میں مشن کو متحرک وفعال بنانے کے لیے بائیس مہینے تک علامہ نے انگلینڈ میں قیام کیا اور اب تک دسیوں مرتبہ وہ انگلینڈ وہالینڈ کا سفر کر چکے ہیں۔ مولانا قمر الزماں اعظمی

مصباحی ورلڈ اسلامک مشن کے مرکزی جنرل سکریٹری ہیں۔ کچھ دنوں تک مولانا اعظمی نے ''حجاز'' کے نام سے اردو زبان میں ایک دینی رسالہ بھی انگلینڈ سے نکالا۔

راقم بدرالقادری مصباحی ہالینڈ کی سرزمین پر دینی خدمات عرصہ تیس سال سے انجام دے رہا ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف بھی ہے۔ ''ندائے اسلام'' کے نام سے عرصہ تک اس نے ایک مذہبی ماہنامہ ہالینڈ سے نکالا۔

دعوت اسلامی جو ہندو پاک کے علاوہ متعدد ممالک میں مثبت انداز سے دینی واصلاحی خدمت انجام دے رہی ہے۔ جس کے امیر مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ہیں۔ اس دعوت اسلامی کا منصوبہ مولانا شاہ احمد نورانی کے مشورے سے علامہ ارشدالقادری نے بنایا اور انہی حضرات نے مولانا محمد الیاس عطار قادری کو اس کا امیر منتخب کیا۔

فرزندان اشرفیہ کی مخلصانہ محنت اور سرگرم جدو جہد سے جہاں اہل سنت کا سر فخر سے اونچا ہو رہا ہے وہیں الجامعۃ الاشرفیہ کا ستارۂ اقبال بھی بلند اور روشن ومنور ہو رہا ہے۔

## فرزندان اشرفیہ کے قائم کردہ تحریری واشاعتی ادارے

اشرفیہ کے ماحول میں دینی وعلمی پرورش پانے والے طلبہ ابتدا ہی سے انفرادی واجتماعی طور پر قومی وملی احساس وشعور سے لبریز ہوتے ہیں۔ جماعت کے ٹھوس اور مستحکم اور دیرپا مفادات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحریر واشاعت کی جانب انہوں نے ہمیشہ توجہ کی اور اشرفیہ نے ایسے اصحاب قلم پیدا کیے جن کے قلم کی عظمت کا لوہا اپنے بیگانے سبھی مانتے ہیں۔ اہل حق فرزندان اشرفیہ کی تحریریں پڑھ کر جھوم اٹھتے ہیں، ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور اہل باطل فرزندان اشرفیہ کے صریر خامہ کی ہیبت سے لرز اٹھتے ہیں۔

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی متوفی ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ ۱۱رمئی ۲۰۰۰ء اور رئیس التحریر علامہ ارشدالقادری مصباحی، مفتی عبدالمنان اعظمی، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا یٰسٓ اختر مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری جیسے چند نام بطور مثال پیش کر دینا کافی ہے۔ حضرت مولانا محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی جیسے اصحاب قلم بھی اشرفیہ کے پروردہ اور حافظ ملت کے تلامذہ میں ہیں۔

اپنے ذوق تحریر واشاعت کی تسکین اور جماعت کی ضرورت کے پیش نظر فرزندان اشرفیہ نے اپنے اپنے طور پر کئی ایک تحریری واشاعتی ادارے قائم کیے۔ جن میں سے چند نام یہ ہیں:

### (۱) سنی دارالاشاعت مبارک پور:

۱۹۵۹ء میں سنی دارالاشاعت کا قیام حافظ ملت کی سرپرستی میں ہوا۔ عملی طور پر حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی مصباحی اس کے روح رواں تھے اور حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی، حضرت قاری محمد یحییٰ مبارک پوری مصباحی، حضرت

مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی سنی دارالاشاعت کے دست و بازو تھے۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی مصباحی کے وصال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء کے بعد حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی نے سنی دارالاشاعت کی پوری ذمہ داری سنبھالی، امام اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کے فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا سہرا سنی دارالاشاعت کے سر ہے۔ جلد سوم سے جلد ہشتم تک فتاویٰ رضویہ کی اشاعت سنی دارالاشاعت مبارک پور ہی سے ہوئی۔ الحمدللہ اب فتاویٰ رضویہ کی اشاعت رضا اکیڈمی ممبئی سے مکمل بارہ جلدوں میں اور ترجمہ کے ساتھ تیس جلدوں میں ہو رہی ہے۔

## (۲) حق اکیڈمی مبارک پور:

حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی کے فرزند مولانا محمد احمد مصباحی مرحوم ۱۹۶۸ء میں اشرفیہ سے فارغ ہونے کے بعد رانچی بہار گئے اور وہیں لگ بھگ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے حق اکیڈمی قائم کی، مولانا مرحوم کو تحریر و اشاعت سے لگاؤ اور دلچسپی تھی۔ انہوں نے حق اکیڈمی کی طرف سے چھوٹی بڑی کئی ایک کتابیں شائع کیں۔ بعد میں ان کے بھائی مولانا شکیب ارسلاں مصباحی نے اکیڈمی کی ذمہ داری سنبھالی۔ بہت پہلے حق اکیڈمی رانچی سے مبارک پور منتقل ہوئی، اب مولانا شکیب ارسلاں مصباحی مبارک پوری حق اکیڈمی کو تجارتی کتب خانہ کی طرح چلا رہے ہیں۔

## (۳) المجمع الاسلامی مبارک پور:

ایک وسیع ہمہ گیر منصوبہ کے تحت ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں اس کا مبارک پور میں قیام عمل میں آیا۔ اس کی باضابطہ ایک کمیٹی ہے مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، مولانا بدرالقادری مصباحی اور مولانا یٰسین اختر مصباحی اس کے بانی ارکان ہیں۔ ایک سو سے زیادہ دینی و علمی کتابیں المجمع الاسلامی سے شائع ہو چکی ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے مشرق میں واقع ملت نگر کے اندر "المجمع الاسلامی" کی اپنی زمین پر عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ جو، نو (۹) کمروں، لائبریری، دارالمطالعہ کے دو ہال اور سیمینار ہال ۶۱×۶۴ پر مشتمل ہے۔ مزید کام جاری ہے۔

## المجمع الاسلامی کے چند شعبے اور منصوبے:

(۱) دارالتصنیف (۲) دارالتحقیق والتصحیح (۳) دارالکتب (۴) دارالمطالعہ (۵) دارالاشاعت (۶) دارالتربیت والتعلیم (۷) سیمنار ہال (۸) مہمان خانہ (۹) اسٹاف کوارٹر (۱۰) شعبۂ مالیات

## (۴) دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی:

حضرت شارح بخاری نے ۱۹۸۴ء میں نزہۃ القاری شرح بخاری کی طباعت و اشاعت کے ساتھ اس کا آغاز فرمایا۔ نزہۃ القاری کی نو ضخیم جلدیں دائرۃ البرکات کی طرف سے شائع ہوئیں۔ دائرۃ البرکات ہی کی طرف سے حضرت شارح بخاری کی یہ کتابیں بھی شائع ہوئیں۔

(۱) اشرف السیر (۲) مقالات امجدی (۳) اسلام اور چاند کا سفر (۴) اثبات ایصال ثواب (۵) سنی اور دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ (۶) فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق (۷) امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر (۸) اذان خطبہ کہاں ہو؟ (۹) تنقید برمحل (۱۰) مقالات شارح بخاری (تین جلدوں میں) اول مطبوعہ باقی زیر طبع گیارہ سو صفحات پر مشتمل معارف شارح بخاری دائرۃ البرکات کے اہتمام سے شائع ہوا۔

## (۵) دائرۃ المعارف الامجدیہ قصبہ گھوسی:

مولانا عبدالمنان کلیمی مصباحی اور مولانا علاء المصطفیٰ قادری مصباحی نے ۱۹۷۷ء میں دائرۃ المعارف الامجدیہ قائم کیا۔ جس کی طرف سے اپریل ۱۹۷۸ء میں قصبہ گھوسی کے اندر صدرالشریعہ سیمینار منعقد ہوا۔ صدرالشریعہ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام ''فتاویٰ امجدیہ'' کی جلد اول، دوم، سوم، چہارم کی ترتیب واشاعت اسی دائرۃ المعارف سے ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ صدرالشریعہ مختصر تعارف مرتبہ مولانا آل مصطفیٰ مصباحی اور صدرالشریعہ کی حیات وخدمات مرتبہ مولانا فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی کی طباعت واشاعت دائرۃ المعارف الامجدیہ نے کی۔

## (۶) المجمع المصباحی مبارک پور:

مولانا مبارک حسین مصباحی اور مولانا زاہد علی سلامی مصباحی نے تقریباً ۱۹۹۰ء میں المجمع المصباحی قائم کیا جو اشاعت وتجارت کی بنیاد پر کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے، دو تین ماہ پہلے سیرۃ النبی کے موضوع پر پیر محمد کرم شاہ ازہری کی مشہور وضخیم کتاب ''ضیاء النبی'' شائع کی جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ شرح مسلم، ۷، جلدوں میں از غلام رسول سعیدی، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، خطبات نظامی، العذاب الشدید، انسان کامل وغیرہ پینتالیس سے زائد کتابیں المجمع المصباحی کی طرف سے اب تک شائع ہوچکی ہیں۔

## (۷) افکار حق بائسی:

مولانا غلام جابر شمس مصباحی، ان کے رفقائے درس اور دیگر ساتھیوں نے اشرفیہ کے زمانۂ طالب علمی میں تقریباً ۱۹۸۸ء میں ادارہ افکار حق قائم کیا۔ بائسی ضلع پورنیہ بہار میں اس کا آفس ہے۔ اردو اور انگریزی میں پچیس تیس کتابیں ادارہ افکار حق بائسی نے شائع کیں۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

## (۸) المجمع العلمی ہزاری باغ:

مولانا طیب علی رضا مصباحی اور ان کے ساتھیوں نے لگ بھگ ۱۹۸۶ء میں المجمع العلمی قائم کیا اور اس کی طرف سے تقریباً ایک درجن کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ مولانا طیب علی رضا مصباحی اور مولانا انور نظامی مصباحی المجمع العلمی ہزاری باغ کے روح رواں ہیں۔ (الجامعۃ الاشرفیہ از مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص ۴۸ تا ص ۶۲)

## (۹) دارالقلم :۔

دارالقلم دہلی کے نام سے، ذاکرنگرنئی دہلی میں حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی نے ایک اشاعتی وتصنیفی ادارہ قائم کیا ہے جس میں باضابطہ تصنیف واشاعت کا کام جاری ہے بعض طلبہ کو تربیت بھی دے جاتی ہے، تقریبا ۲۵ کتابیں اس سے شائع ہوچکی ہیں اکثر بانی ادارہ علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب کی ہیں، ادارہ کے احاطے میں ایک شاندار قادری مسجد بھی ہے۔ جو ادارہ ہی کے ساتھ قائم ہوئی ہے۔

ان اداروں کے علاوہ اشاعتی وتصنیفی اور بہت سے ادارے ہیں جنہیں ازراہ اختصار نظر انداز کیا جارہا ہے،

## اشرفیہ کا انتظام وانصرام

اشرفیہ کے وسیع انتظامات کو کنٹرول کرنے اور نظم وضبط بحال رکھنے کے لیے مجلس انتظامی کی روایت اشرفیہ میں آغاز عمل ہی سے قائم ہے۔ شیخ محمد امین انصاری صدر مدرسہ اور شیخ علیم اللہ ناظم وخیر اللہ دلال متولی مدرسہ کے ایک روداد میں ہے۔

''دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ ۳۲ سال سے ایک باضابطہ کمیٹی کے ماتحت قائم رہ کر تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے جس کے سرپرست شمع شبستان غوثیت حضرت مولانا العلام الشاہ ابوالمحامد سید محمد صاحب قبلہ محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم وعلامہ زمن خاتم الفقہاء حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ ابوالعلاء محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ علاوہ اراکین وعہدہ داران کے چالیس اشخاص معززین قصبہ ممبر کمیٹی ہیں جن کے مشورے سے امور انتظامی طے پاتے ہیں۔ (مطبوع ص۲، روداد ۶۲۔۱۳۶۱ھ)

## مدارس اہل سنت میں فرزندان اشرفیہ کی تدریسی خدمات

اشرفیہ کی ٹھوس تعلیم وتربیت کے مفید اثرات ونتائج اور حسن کارکردگی کے خوشگوار نتائج ہمیشہ سامنے آتے رہے۔ اشرفیہ کی حیثیت ایک ایسے پاور ہاؤس کی ہوگئی ہے جس سے علم کی روشنی پھیلتی اور دوسرے مدارس کو اس پاور ہاؤس سے بجلی ملتی رہتی ہے۔ اشرفیہ ایک ایسا علمی کارخانہ ہے جس کی پیداوار ہمیشہ اچھی اور معیاری ہوئی ہے اور جب کسی کارخانے میں معیاری سامان تیار ہوتو اس کی مانگ بڑھ جاتی ہے اور دور دراز تک کے لوگ اس کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تقریبا سارے قابل ذکر سنی مدارس میں فرزندان اشرفیہ بہترین دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں اور شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ بعض مدارس تو ایسے ہیں کہ ان کے بانی وشیخ الحدیث وصدرالمدرسین سے لے کر درس نظامی کے آخری مدرس تک تقریبا سب کے سب فرزندان اشرفیہ ہی ہیں۔ جیسے دارالعلوم محمدیہ بمبئی بعض ایسے مدارس ہیں جن میں تقریبا آدھے درجن فرزندان اشرفیہ امتیازی حیثیت کے ساتھ تدریسی عملہ میں شامل ہیں جیسے درالعلوم

فیضان اشرف باسنی ضلع ناگور شریف راجستھان۔

ذیل میں چند ایسے مدارس اہل سنت کے نام دیئے جارہے ہیں جن میں ایک دو سے لے کر کئی ایک فرزندان اشرفیہ تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔

(۱) دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

(۲) جامعہ رضویہ نوریہ بریلی شریف

(۳) دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف

(۴) جامعہ نعیمیہ مرادآباد

(۵) جامع اشرف کچھوچھہ شریف

(۶) دارالعلوم امجدیہ ناگ پور مہاراشٹر

(۷) دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان

(۸) شمس العلوم قصبہ گھوسی ضلع مئو

(۹) الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد

(۱۰) دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی

(۱۱) دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

## تفصیل عمارات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

قصبہ مبارک پور سے باہر چالیس ایکڑ زمین میں الجامعۃ الاشرفیہ کی متعدد عمارتیں مکمل ہوکر زیر استعمال ہیں۔ان کا ایک اجمالی تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) سینٹرل بلڈنگ الجامعۃ الاشرفیہ: کل ۳۱ر کمروں پر مشتمل ہے جس میں ۲۸ر کمرے ۲۰×۳۰ کے، اور دو بڑے ہال ۳۰×۴۰ کے اور ایک دارالحدیث ۴۲×۴۲ مربع فٹ کا ہے۔ دارالحدیث کا گنبد زمین سے ۱۰۷ر فٹ بلند ہے۔ یہ پرشکوہ عمارت دومنزلہ ہے۔

(۲) دارالتحفیظ والتجوید: اس میں ۲۸ر کمرے ہیں۔ ۲۰ر کمروں کا سائز ۱۵×۲۰ ہے۔ اور ۸ر کمرے ۲۰×۲۵ کے ہیں۔ یہ عمارت بھی دومنزلہ ہے۔

(۳) عزیزی ہاسٹل: دومنزلہ ہے جس میں کل چھوٹے بڑے ۱۲۰ر کمرے ہیں

(۴) برکاتی ہاسٹل: اس کی عمارت بھی دومنزلہ ہے جس میں کل چھوٹے بڑے ۲۲ر کمرے ہیں۔

(۵) احسن العلماء ڈائننگ ہال: اس میں ۱۳۰×۳۰ر کے دو بڑے لمبے ہال ہیں اس کے علاوہ ۸ر کمرے اس سے متعلق ضروریات کے لیے ہیں۔

(۶) ٹیچرز کالونی: اس کی عمارت بھی دو منزلہ ہے جس میں ۱۲؍فلیٹ ہیں۔ ہر فلیٹ میں ۳؍روم، ایک مطبخ اور جملہ ضروریات رہائش مہیا ہیں۔

(۷) عزیز المساجد: کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد ہے۔ جس کا اندرونی حرم ۱۷۷×۸۰؍کا ہے۔ پوری مسجد ۵۳۱۴۵؍مربع فٹ پر مشتمل ہے۔ یہ ہندوستان کی تین چار سب سے بڑی مسجدوں میں سے ایک ہے۔

(۸) لائبریری: طلبہ کے لیے ایک لائبریری ہے جس میں دو بڑے ہال، آفس اور لائبریرین کے لیے ایک کمرہ دیگر ضروریات کے ساتھ ہے۔

(۹) دارالشفا: گیٹ کے بغل میں دارالشفا نام کی عمارت ہے جس میں چھوٹے بڑے ۳؍کمرے دیگر ضروریات کے ساتھ ہیں۔ پانی کی ٹنکی بھی ہے۔

(۱۰) پاور ہاؤس: یہ ۳؍کمروں پر مشتمل ہے۔ جس میں ۴؍جنریٹر ہیں۔ ایک ۶۳؍کے وی کا دوسرا ۱۴۳؍کے وی کا۔ تیسرا ۱۵؍کے وی کا۔ اور چوتھا ۵؍کے وی کا ہے۔

(۱۱) پانی ٹنکی: الجامعۃ الاشرفیہ کی تمام آبی ضرورت کے لیے ایک بہت بڑی پانی کی ٹنکی ہے جو ڈھائی لاکھ لیٹر کی ہے۔ اس کے علاوہ ہر عمارت میں ہزار، دو ہزار لیٹر کی ضمنی ٹنکیاں بھی ہیں۔

## قصبہ مبارک پور میں اشرفیہ کی زمین اور اس کی عمارتیں

اس سے پہلے جن عمارتوں کا تعارف کرایا گیا ہے وہ قصبہ سے باہر ہیں جہاں اپنے شعبوں کے ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ قائم ہے۔ ذیل میں ان عمارتوں کا تعارف اور ان کی زمینوں کی نشاندہی کی جارہی ہے جو آبادی کے اندر ہیں۔

(۱) باغ فردوس: دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور۔ یہ عمارت پانچ منزلہ ہے جس کا رقبہ سات ہزار تین سو (۷۳۰۰) مربع فٹ ہے۔ جس میں بیسمنٹ اور گراؤنڈ فلور پر ۹۰؍دوکانیں ہیں۔ اوپر کی تین منزلوں میں دفتر ماہنامہ اشرفیہ، درجات تحتانیہ و درجۂ حفظ کا ایک سیکشن اور نماز باجماعت کے لیے ایک ہال ہے۔

(۲) باغ فردس سے قریب جنوبی سمت میں ایک مارکیٹ ہے جس کا رقبہ ۳۵۰۰؍مربع فٹ ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے جس کے حصے میں ۱۳؍دوکانیں اور اوپر ۳؍بڑے ہال ہیں۔

(۳) باغ فردوس سے متصل جنوبی زمین کا رقبہ ۳۰۰؍مربع فٹ ہے۔ جس پر درجات تحتانیہ کے لیے درسگاہوں کی تعمیر کا کام جلد ہی شروع ہوگا۔

(۴) اشرفیہ مارکیٹ: دو منزلہ عمارت ہے جس میں کل ۵۸؍دوکانیں ہیں۔

(۵) اشرفیہ مارکیٹ کے شمال میں بھی ایک دو منزلہ عمارت ہے جس میں ۸؍دکانیں ہیں۔

(۶) اشرفیہ مارکیٹ کے سامنے پچھم جانب قریب ۳۰۰؍مربع فٹ پر مشتمل دو منزلہ عمارت ہے جس میں ۴؍دکانیں ہیں۔

(۷) نعمانی دواخانہ والی عمارت بھی دومنزلہ ہے جس میں ۲۰؍دوکانیں ہیں۔

(۸) اشرفیہ مارکیٹ کے پورب دومنزلہ گیٹ ہے جس میں نیچے ۳؍دکانیں اوپر۲؍بڑی دوکانیں ہیں۔

(۹) محلہ پرانی بستی میں ایک مارکیٹ ہے جس میں نیچے ۳؍دوکانیں اوراوپر ایک بڑا کمرہ ہے۔

(۱۰) محلّہ کٹرہ مین ایک منزلہ مارکیٹ ہے جس میں ۱۸؍دوکانیں ہیں۔

(۱۱) محلّہ پورہ خواجہ میں درجات تحتانیہ کے لیے ۲۵×۲۰؍کے چار کمرے، آنگن اور برآمدہ بھی ہے۔

(۱۲) محلّہ نوادہ میں ۲؍دوکان کی ایک عمارت ہے۔

(۱۳) محلّہ نوادہ روڈ پر ایک مختصر سی زمین بھی ہے۔

(۱۴) محلّہ پورہ دلہن میں ۱۰۰۰؍مربع فٹ کی ایک زمین ہے جس میں ایک بڑا ہال ہے۔

## اشرفیہ عزیز از جان عزیز

اشرفیہ: حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا منشا، مقصد اور نظریہ تھا۔

اشرفیہ: حافظ ملت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا اور کیوں نہ ہو کہ انہوں نے چالیس سال تک اس ''باغ فردوس'' کو اپنے خون جگر سے سینچ کر بہاروں کا وہ شباب عطا کیا کہ اشرفیہ۔ واقعی ''باغ فردوس'' بن گیا۔

آج الجامعۃ الاشرفیہ جماعت اہل سنت کا سب سے بڑا علمی مرکز ہے جسے ''ازہر ہند'' کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اشرفیہ تو وہ ہے جس کا تعارف خود حافظ ملت نے اپنے قلم حق رقم سے فرمایا۔ جس کے چندے کے لیے پورے ملک میں وفود بھیجے، مریدین ومعتقدین و متعلقین، تلامذہ اور علاقہ کے ذمہ داران اہل سنت کو چندہ کی فراہمی کے لیے خطوط بھیجے۔ خود بھی وفد کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں ضرورت پڑی کبرسنی کے باوجود دورے کیے۔

## تعارف جامعہ بقلم بانی جامعہ

حضرت حافظ ملت شیخ مزمل اللہ صاحب (آسام) کے نام جو مکتوب ارسال فرماتے ہیں، اس میں الجامعۃ الاشرفیہ کا مختصر تعارف بھی پیش فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

''عربی یونیورسٹی کے تعمیری چندہ کے لیے آسام کے دورے کا ارادہ ہے۔ اسی لیے آپ کو لکھا تھا کہ مقامی اخبارات میں اطلاع دے دیں اور خصوصی احباب سے تذکرہ کردیں۔ کام بہت بڑا ہے۔ بڑی زبردست کوشش کی ضرورت ہے۔'' (مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ صاحب ۲۴؍جمادی الآخرہ ۱۳۹۳ھ)

الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی قصبہ مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ صوبہ یوپی میں یہ عظیم الشان عربی یونیورسٹی قائم ہوئی۔ پچیس ایکڑ وسیع زمین میں جس کی نہایت شاندار، پرشکوہ عمارت تعمیر ہورہی ہے۔ اس یونیورسٹی میں علوم دین کے ہر شعبہ اور ہر فن کی مکمل تعلیم ہوگی۔ اردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی، پانچوں زبانوں کا پورا درس دیا جائے گا۔ اس

یونیورسٹی کا فاضل پانچوں زبانوں میں صاحب قلم، وصاحب لسان ہوگا۔ یعنی قلم اٹھائے گا تو عربی انگریزی، ہندی وغیرہ میں مضمون لکھے گا۔ زبان کھولے گا تو پانچوں زبانوں میں تقریر کرے گا۔ تاکہ ہندوستان اور بیرون ہند ہر ملک میں جاکر دینی خدمات انجام دے۔ یہ پورے ہندوستان کا واحد ادارہ ہے۔ مسلمان اس کی امداد واعانت کی طرف پوری توجہ فرمائیں۔ اس کے عمارتی چندہ کے لیے ماہ رجب میں وفد آسام کا دورہ کرے گا۔ فقط''

''شیخ مزمل اللہ صاحب (آسام) کے نام حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مکتوب گرامی سے واضح ہے کہ ''اشرفیہ ان کا ''منشا، مقصد اور نظریہ'' تھا۔

مولانا شاہ مبین الہدیٰ صاحب گیاوی رقمطراز ہیں:

''حافظ ملت کی تحریک اور ان کا مشن معلوم کرنے کے لیے مکتوبات کے تراشے ملاحظہ کیجیے جو مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کے نام ہیں:

## صرف ایک مکتوب کا حوالہ:

''میرا منشا صرف خدمت دین ہے''میرا نظریہ، مدرسہ ہے'' اور اب حضرت کے ایک تقریر کا خلاصہ ملاحظہ کیجیے جو آپ نے طلبہ اشرفیہ کو خطاب کرتے ہوئے اس وقت فرمایا تھا جب کہ حضرت شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر حافظ ملت کی عدم موجودگی میں تشریف لے جاچکے تھے اور طلبہ میں ایک ہنگامی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ جب آپ باہر سے تشریف لائے تو اس وقت یہ تقریر فرمائی۔

# حافظ ملت کی تقریر کا خلاصہ

## عزیز از جان عزیز:

یہ تقریر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اس وقت فرمائی تھی جب کہ حضرت شمس العلما مولانا شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر چلے گئے۔

## مولانا عبدالمبین نعمانی ناقل ہیں، حضرت نے فرمایا:

اس کو (دارالعلوم اشرفیہ کو) بہر حال اس پر چلنا ہے، پھلنا پھولنا ہے، اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا اس کے لیے عبدالعزیز اپنی جان کھپا سکتا ہے، اپنے کو مٹا سکتا ہے مگر آخری دم تک اس کی پستی کو نہیں دیکھ سکتا۔''

یہ مدرسہ اشرفیہ اس پر بزرگوں کی نظر ہے۔ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔ آپ جب حج سے واپس تشریف لائے تو بیمار ہوگئے، مجھے معلوم ہوا تو فوراً کچھوچھہ مقدسہ زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت نے دیکھتے ہی سب سے پہلے مدرسہ کے بارے میں دریافت فرمایا کہ مدرسہ چل رہا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! مدرسہ چل رہا ہے، پھل رہا ہے، پھول رہا ہے۔ اس وقت تقریباً ستر طلبہ کو خوراک ملتی تھی۔ جب حضرت نے

مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا تاریخی نام ''باغ فردوس'' (۱۳۵۳ھ) ہے اور واقعی یہ ''باغ فردوس'' ہے۔ اس کا یہ نام آسمان سے اترا ہے تو اس کی پہلی اینٹ رکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا:

''جو اس کی ایک اینٹ کھسکائے گا خدا اس کی دو اینٹ کھسکائے گا'' حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کا ارادہ فرمایا۔ اندارا اسٹیشن پر میں نے حضرت سے عرض کیا حضور! مجھے اس وقت دو باتیں کہنی ہیں۔ حضور! میں سرکار کی بارگاہ میں یوں تو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش ہی کرتا ہوں۔ مگر چاہتا ہوں کہ حضرت تشریف لے جارہے ہیں سرکار کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کردیں۔ تو فرمایا: میاں ایک مرتبہ بھی سلام کا جواب مل گیا تو بیڑا پار ہے۔ اس کے بعد عرض کیا حضور! اشرفیہ کے بارے میں مجھے کچھ خطرات محسوس ہورہے ہیں اور اس کا مستقبل کچھ تاریک نظر آرہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا: ''اشرفیہ چلے گا، بڑھے گا، ترقی کرے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا ذلیل ہوگا۔''

حضرت مولانا نسیم بستوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''حضرت (حافظ ملت) کو اپنے اس تعلیمی ادارہ سے کس قدر عشق اور گہرا لگاؤ تھا اس کا اندازہ آپ کے حسب ذیل پرجوش کلمات سے لگایا جاسکتا ہے۔

''میں پیدا ہی کیا گیا تھا اشرفیہ کے لیے۔ اسی کے لیے زحمتیں برداشت کرتا ہوں اور اسی میں مرجانا ہے۔'' ایک مرتبہ تو جمال وجلال کے ملے جلے انداز میں یوں فرمایا: ''اشرفیہ کو میں نے اپنے پسینے سے نہیں اپنے خون سے سینچا ہے۔'' (انوار حافظ ملت ص ۲۵)

## الجامعۃ الاشرفیہ تاثرات کے آئینے میں

الجامعۃ الاشرفیہ گو کہ آج قوم کی امانت، ملت کی ضرورت اور اہل سنت کا علمی مرکز اور دینی وفکری پرشکوہ قلعہ کی صورت میں سرزمین مبارک پور کے علمی جمال اور دینی حسن کا غازہ بنا ہوا ہے۔ مگر اس کا فیضان سارے عالم کے لیے عام ہے اور جس کی ضیاپاش کرنوں سے یورپ وایشیا کے علمی وفکری ایوان روشن وتابناک ہیں۔ یہ وہ از ہر ہند ہے جس کی شاخوں پر ملک وبیرون ملک کے خوش آہنگ وخوش نوا بلبل قرآن وحدیث کے ایسے حجازی نغمے الاپتے ہیں جن کے زمزموں سے پورے ملک کی فضا گونج اٹھتی ہے اور جس کی آغوش تربیت سے ایسے جواں مرد و باہمت باطل شکن مجاہدین اور ائمہ فن نکلے ہیں جو وقت کے طوفانوں، زمانہ کے چیلنجوں اور حالات کے سیل رواں کے سامنے ''سد سکندری'' اور ''بنیان مرصوص'' بن کر حریم اسلام کی پاسبانی کرتے ہیں، اس گلشن بے خار اور گہوارہ علم وادب سے ایسی صاحب ایمان اور اولوالعزم شخصیتیں اٹھیں جن کی اذانیں یورپ کے کلیساؤں سے ٹکرائیں، جن کی تکبیریں مغرب کی فضاؤں میں گونجیں، جن کا قلم بے باک خنجر خونخوار اور کلک برق بار بن کر خرمن وہابیت ونجدیت اور جملہ فرقِ باطلہ پر ٹوٹا اور جو علمی وفکری، تحریری وتقریری، تحقیقی وتصنیفی، دینی ودعوتی، مذہبی وسیاسی، ہر میدان میں فائق رہے۔ اور آج بھی اس عظیم اسلامی یونیورسٹی (الجامعۃ الاشرفیہ) سے ملک وملت کی دینی ومذہبی قیادت کا ایسا سیل رواں ہے جس سے دینی مدارس کی کشت زار علم وتحقیق اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل کی آبیاری ہوتی ہے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

آج الجامعۃ الاشرفیہ صرف ایک دینی درسگاہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم وفقہ اور دینی رہبری کا ایسا پاور ہاؤس بن گیا ہے جو علم نبوی کے نور سے روشنی لیتا ہے اور مسلمانوں کے شب وروز کی زندگی کے تاریک گوشوں کو ہدایت وعرفان سے روشن ومنور کرتا ہے اور ایسا چشمۂ شیریں ہے جس کا ایک سرا زندگی سے اور دوسرا سرا نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہوا ہے۔ یہ قوم مسلم کی ایک ایسی دینی ضرورت ہے جس نے اپنے دور تاسیس سے لے کر آج تک قوم کے تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر دور میں ملت اسلامیہ کو علمی وفکری غذا فراہم کرتا رہا ہے۔

جامعہ اشرفیہ کے یوم تاسیس سے لے کر اس کی تعمیر کی ابتدا تک (حیات حافظ ملت میں) اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد سے لے کر اب تک جامعہ اشرفیہ میں ملک وبیرون ملک کے جانے کتنے علما ومشائخ، پروفیسران ودانش وران نے بہ نفس نفیس جامعہ میں تشریف لاکر اس کا معائنہ کیا اور جانے کتنی نامور ہستیوں نے جامعہ کی ترقی، اس کے دینی وعلمی کارناموں سے متاثر ہوکر اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنے تاثرات پیش فرمائے۔ ان میں اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی۔

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے سنگ بنیاد کا آغاز حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ ہی کے دست پاک سے پہلی اینٹ رکھنے کے بعد ہوا تھا۔

اب آیئے تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند کے اثر انگیز قلم کا پیغام ملاحظہ کیجئے جو آپ نے جامعہ کے تعاون کے لیے قوم کو دیا تھا۔

مسلسل ۵،۶ رسال کی علالت کے بعد جب حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے معتقدین کے اصرار پر تبلیغی دورہ شروع کیا تو پہلا سفر اندور کا ہوا، دوسرا گورکھپور کا اور تیسرا سفر مبارک پور کا۔ الجامعۃ الاشرفیہ کا پہلا سنگ بنیاد آپ ہی کے دست مبارک نے رکھا تھا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ارادوں کے مطابق رکھا جانے والا یہ وہی پتھر ہے جس کے اوپر آج ایک سے ایک عظیم الشان بام ودر دکھائی دے رہے ہیں جسے آج دنیا مرکزی دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ مفتی اعظم ہند کے دست مبارک سے رکھا ہوا یہ پہلا پتھر اب قلعۂ عظیم اور قصر نعیم میں تبدیل ہوچکا ہے۔ خوش نصیب عمارت کی آج حسرت برآئی ہے آج حضور مفتی اعظم ہند اپنی آنکھوں سے اس قلعہ کا پہلی بار دیدار فرما رہے ہیں۔ ان کی دعاؤں کا یہ انمول شگوفہ اپنی زبان مبارک سے کہہ رہا ہے ”اپنے اس محسن انسانیت کا دیدار کرنے کے لیے میں کب سے تڑپ رہا تھا جس نے حضور حافظ ملت کے منصوبہ پر پہلی بار اپنی مہر صداقت ثبت فرمائی تھی۔ نگاہوں کے اس مقدس اور قیمتی وصل کا منظر شاید کبھی دیکھنے میں نہ آیا ہو۔ آج خوش نصیب جامعہ کے خوش نصیب محراب ودر حضرت کی آمد پر اپنی آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں اور ان کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جامعہ کے مرکزی ہال میں حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب قبلہ نے حاضرین سے خطاب فرمایا اور حضور مفتی اعظم ہند کی روحانی شخصیت پر

ایسی پر اثر تقریر فرمائی کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔

شاہزادہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ اشرفیہ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ دشمنوں سے محفوظ رکھے اور اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ یہاں کے مشفق اساتذہ پر، مخلص اراکین وعہدہ داران پر، عزیز طلبہ پر اور مبارک پور کے دین پرور باشندوں پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اعظمی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ نے مہمانان خصوصی کی تشریف آوری پر اپنا تاثر پیش فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ کی دعوت شرف قبول سے نوازی گئی اور جس کے لیے ادارہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب قبلہ کا انتہائی ممنون کرم ہے کہ حضرت والا نے اپنی مصروفیات کے باوجود حضور کی معیت میں تشریف لاکر رضوی فیض وکرم کی یاد تازہ فرمادی۔ امید کہ عنایات وفیوض کی یہ بارش ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ حضور مفتی اعظم ہند کی معیت میں تشریف لانے والے تمام حضرات کا ادارہ ممنون ومشکور ہے۔

آج الجامعۃ الاشرفیہ سورج کی ہر نئی کرن کے ساتھ ترقی کی ایک نئی منزل طے کر رہا ہے۔ سرکار مفتی اعظم ہند کا روحانی تصرف وتعلق آج بھی اس میں کارفرما ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک رہے گا۔ آمین

الجامعۃ الاشرفیہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما ہی کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے اور صرف ہند ہی نہیں بیرون ہند بھی پرچم سنیت بلند کرنے میں کامیاب وکامران ہے۔

## سفیر مدینہ کا تاثر:

حضرت الشیخ مولانا فضل الرحمٰن مدنی بن قطب مدینہ علامہ شاہ محمد ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہما الرحمہ نے راقم سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ ایک بار میں نے والد گرامی کی حیات میں ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تو حضرت قطب مدینہ نے فرمایا کہ ہندوستان جانا تو اجمیر مقدس، بریلی شریف وغیرہ کی حاضری کے بعد مبارک پور جاکر حافظ ملت قبلہ سے ضرور ملاقات کرنا۔

چنانچہ حضرت نے دوشنبہ ۱۱ر ربیع الآخر ۹۶ھ کو مبارک پور تشریف ارزانی فرمائی۔ جامعہ کے تمام علما وطلبہ نیز اشرفیہ نواز اہل عقیدت نے حضرت کے قدوم میمنت لزوم کو اس لحاظ سے جامعہ کے لیے اور خود مبارک پور کے لیے نہایت فال نیک تصور کیا کہ خود سرکار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر منور کا نمائندہ ہمارے پاس تشریف لایا۔ اپنے والد گرامی کی ہدایت کے مطابق شیخ مدنی نے الجامعۃ الاشرفیہ میں رات بھر قیام فرمایا۔ حضور حافظ ملت کی زیارت کی۔ علما وطلبہ نے گرم جوشی سے ان کے استقبال میں دوسرے روز ایک جلسہ کیا۔ جس میں حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے شیخ مدنی کا تعارف کرایا۔ حضرت شیخ مدنی نے بھی حضور حافظ ملت سے ملاقات اور جامعہ کی زیارت کرکے اپنی قلبی مسرت کا اظہار فرمایا۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۱۹ر پر رپورٹ شائع ہوئی)

## مولانا عبدالکریم بنگلہ دیش:

حضرت مولانا عبدالکریم قادری نعیمی، مدرسہ اسلامیہ فرید پور، بنگلہ دیش ماہنامہ اشرفیہ پر تبصرہ کے ضمن میں رقم

طراز ہیں:

''الجامعۃ الاشرفیہ کی ہمہ گیر دینی وملی خدمات معلوم کر کے ہم اہل سنت بنگلہ دیش بیحد مسرور ہوئے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس جریدہ کو بیش از بیش ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ حضور حافظ ملت کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں''۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی ۷۶ء ص ۳۸)

## حضرت مولانا سید کمیل اشرف صاحب:

''اشرفیہ تو گہوارۂ تعلیم اور ایک آفتاب جہاں تاب ہے۔ ہم اس آفتاب کی روشنی ہیں۔ روشنی آفتاب سے دور جاسکتی ہے لیکن جدا نہیں ہوسکتی۔'' (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۸۷ء)

## مولانا سید ظفر الدین اشرف سجادہ نشین آستانہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھہ شریف:

''باوجود اس کے کہ مخالفین نے کافی تگ و دو اور جہد مسلسل سے کام لیا لیکن پھر بھی الجامعۃ الاشرفیہ کا انعقاد ہونا تھا ہوکر رہا اور آج تشنگان علم دین متین اس مثالی دانش گاہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۸۶)

## سیاح ایشیا حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب باندوی:

سیاح ایشیاء حضرت مولانا سید مظہر ربانی باندوی لکھتے ہیں:

''ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں کا گروہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی دنیائے سنیت میں مرکزیت وافادیت بذات خود ان کا مکمل تعارف ہے۔ کیوں کہ ہر درخت کے برگ وبار سے درخت کی اصلیت وحقیقت معلوم ہوجاتی ہے۔

پھل پھول پتیوں پہ تیری نظر ہے بس
جڑ پر نظر نہیں ہے کہ جس کی ہے سب بہار

آج حافظ ملت کے ہزاروں شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد، ہندو بیرون ہند میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، افتاء وقضا، ہدایت وارشاد، خطابت وقیادت کے منصب پر فائز ہوکر، ہر طرف علم وحکمت کی جو روشنی پھیلا رہے ہیں۔ یہ حافظ ملت کے علمی وروحانی فیضان کا ناقابل تردید شاہکار ہے۔

''فقیر نے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی حافظ ملت کی خاموش علمی وروحانی اعلیٰ تربیت کے نمونے جابجا دیکھے ہیں۔'' (حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص ۸)

## مولانا اسلم بستوی علیہ الرحمہ:

انہوں (حافظ ملت) نے الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی (جو ایک تحریک ہے) قائم کر کے نئی نسل کے تابناک مستقبل کی بنا رکھی ہے۔ اس طرح حضور حافظ ملت نے اپنی تحریک (عربی یونیورسٹی) کے ذریعہ دینی تعلیم کو دنیاوی تعلیم سے مربوط کر کے اور ان تعلیمات کو اقتصادیات سے ہم آہنگ کر کے یہ ثابت کردینے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے کہ

اسلام ایک مذہب نہیں بلکہ بلا شبہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے۔ (حافظ ملت ۔افکار اور کارنامے ص ۲۱)

## جناب سید حامد صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ:

میں جامعہ اشرفیہ کے مقدس بانی کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور ان سب حضرات کو سپاس پیش کرتا ہوں جو اس مشعل کو جلائے ہوئے ہیں اور جنہوں نے اس کی لو تیز تر کر دیا ہے۔ اس دارالعلوم کا پہلا نام مصباح العلوم تھا یہاں کے فارغین اپنے آپ کو مصباحی لکھتے ہیں گویا یہ ادارہ اسم با مسمیٰ ٹھہرا کیوں کہ اس نے رات کے اندھیرے میں ایک مشعل جلایا جس کے نور سے نہ جانے کتنے دل اور نہ جانے کتنے لوگ مستنیر ہوئے۔ یہ بڑا ہی قابل قدر کارنامہ ہے جو سنہرے حرفوں میں لکھا جائے گا۔

میں غور کروں گا انشاء اللہ آپ کی یونیورسٹی کی اسناد کو ہماری یونیورسٹی اپنے قواعد کی رو سے جہاں تک تسلیم کر سکتی ہو وہاں تک ضرور تسلیم کرے۔ (اشرفیہ مارچ، اپریل ۸۵ء)

## ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف:

"تقسیم ہند کے بعد سے ملک میں اہل سنت و جماعت کے اندر تاریخ وادب کا مذاق اشرفیہ نے قائم کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق، مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت میں تیزی اور گرمی اشرفیہ نے پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کتب و رسائل کی طباعت و اشاعت نیز انہیں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام اشرفیہ نے انجام دیا۔

۱۴ ارویں صدی ہجری کے مجدد، فاضل بریلوی امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی، تبلیغی اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی، تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل اشرفیہ نے کی۔ دینی تعلیم کو فروغ اشرفیہ نے دیا، طلبۂ اسلام و علمائے دین کو جدید تعلیم یافتہ پروفیسروں اور اسٹوڈنٹس کے سامنے ایک نئی جرأت واحساس اور وقار و طمانیت کے ساتھ اشرفیہ نے لا کھڑا کر دیا۔

مغربیت کے سامنے مشرقیت کو سرخرو اشرفیہ نے کیا، قدیم و جدید کو شیر و شکر اشرفیہ نے کیا۔ مسلمانوں کے جمود دم کو اشرفیہ نے توڑا اور انہیں جہد و عمل کی راہ دکھائی۔" (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۳۱، ۱۷)

برطانیہ سے حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی کا تبصرہ یہ تھا: یہاں برطانیہ میں اردو داں اہل علم طبقہ سنیوں میں اتنے اہم علمی مجلّہ کو پا کر بیحد مسرور ہے۔

"اشرفیہ کے ارکان و اساتذہ کی یہ ایک بہت سعید کوشش ہے جو جامعہ کو دنیا میں متعارف کرانے کا مستحکم ذریعہ ہے۔ یقیناً حافظ ملت کی روح آپ سے بہت خوش ہوگی"۔ (اشرفیہ جنوری ۷۷ء ص ۳۹)

## پروفیسر مسعود احمد صاحب:

ماہنامہ اشرفیہ کی اشاعت کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ کے متعلق پروفیسر محمد مسعود نے گورنمنٹ کالج سندھ سے یہ تاثر تحریر فرمایا:

## مدرسہ نہیں یونیورسٹی:

''الجامعۃ الاشرفیہ کے متعلق تفصیلات پڑھ کر بیحد مسرت ہوئی اب معلوم ہوا کہ یہ مدرسہ نہیں بلکہ ایک یونیورسٹی سے کم نہیں ہے۔'' (ماہنامہ اشرفیہ مئی، جون ۷۷ء ص۳)

## حضرت احسن العلماء مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ مارہروی علیہ الرحمہ:

''اس عظیم الشان نمبر (حافظ ملت نمبر) جو ایک ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چینوں میں حکمت ودانش، علم ومعرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔ موقر جریدہ ماہنامہ اشرفیہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان حافظ ملت نمبر شائع کر کے ہمیں پھر بیدار کرنے کی کوشش کی۔ ان کی بارگاہ میں الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے ہم سب سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔'' (ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۱۹۹۴ء)

## مولانا جلال الدین نوری بغداد یونیورسٹی:

''حقیقت ہے کہ اگر آپ نے اشرفیہ کا اجرا نہ کیا ہوتا تو شاید ہم حضور حافظ ملت کی سچی تصویر اور ان کی بیشمار دینی ملی بے لوث خدمات سے قطعی غافل رہتے۔'' (اشرفیہ جنوری ۱۹۹۷ء)

## جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی تعمیر:

جامعہ اشرفیہ سے متعلق جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اپنی وسعت وعظمت میں دور دور تک مشہور ہے۔ یہ مسجد بانی مبارک پور راجہ مبارک شاہ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ قصبہ مبارک پور میں جمعہ اور عیدین کی سب سے بڑی جماعت یہیں ہوتی ہے۔ اس مسجد کی نئی تعمیر کی بنیاد ۱۹۵۱ء میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ہی رکھی تھی۔

طول وعرض اور زیب وخوش نمائی کے اعتبار سے یہ مسجد برصغیر میں اپنی آپ مثال ہے۔ اس مسجد کی تعمیر نو کے وقت مسلمانان مبارک پور کے جوش وولولہ اور مالی ایثار کا عالم دیدنی تھا۔ اس مسجد کی خصوصیات اور اہل مبارک پور کی شان سخاوت ملاحظہ فرمائیے۔

''ابھی کل کی بات ہے کہ تقریبا چار ہزار افراد کی سمائی رکھنے والی طویل وعریض جامع مسجد جب یہاں کے نمازیوں پر تنگ ہوگئی تو صورت حال نے اس قوم (قوم مسلم) کو توسیع مسجد پر مجبور کر دیا چنانچہ پرانی مسجد شہید کر کے اب وہ ایسا فلک نما ایوان عبادت بنا رہے ہیں جس کے متعلق ماہرین فن کا کہنا ہے کہ تکمیل کے بعد یہ عظیم الشان عمارت جدید آثار اسلامی میں ایک اعلیٰ ترین نمونہ قرار دی جائے گی۔

## مسجد نبوی کا عکس جمال:

بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ تکمیل کے بعد یہ مسجد کس شوکت وجمال کی آئینہ دار ہوگی۔

اب اس مسجد عظیم کی ایک ایسی اہم ترین خصوصیت سے میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں جس کے متعلق پورے وثوق

کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں کسی مسجد کو بھی حاصل نہیں اور جو اسلامیان ہند کی پیشانی کا بالکل پہلا طغرائے امتیاز ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ پچھلے دنوں یہاں کے دیندار مسلمانوں نے ماہر انجینئروں کا ایک وفد بھیج کر مسجد نبوی کا پیمائشی خاکہ حاصل کیا تھا اب حرم نبوی کا وہی نقشۂ جمال معماروں کے سامنے رکھ دیا گیا ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ مسجد اسی نقشہ کے مطابق تیار ہو۔

غنچے اس کے ہیں گل اس کے ہیں بہاریں اس کی
خون سے اپنے بنائے جو گلستاں کوئی

گویا یہ لوگ دیار ہند میں ایوان حبیب کا عکس اتار کر دیدہ ہائے ناشکیب کے لیے تسکین کی ٹھنڈک مہیا کر رہے ہیں:

دل فرش راہ کیجیے آنکھیں بچھائیے

زندہ باد! اے مبارک پور کے ارجمند مسلمانو!! کہ تم نے مدینۃ النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہجراں نصیب بیتابوں پر ہمیشہ کے لیے ایک بار احسان رکھ دیا۔ ہماری گردنیں تمہاری فلک پیما ہمتوں کے سامنے خم ہیں اور ہمارے دل کی زبانیں تمہاری دعاؤں کے لیے فارغ!

## الجامعۃ الاشرفیہ کی متنازعہ آراضی کا حل:

ایک قطعہ آراضی جو یونیورسٹی کی سینٹرل بلڈنگ کے جنوب جامعہ ہی کے احاطہ میں واقع ہے اس کا حصول سخت مشکل مرحلے میں آ گیا تھا۔ غیر مسلم مالک سے مقدمہ بازی ہوئی اور ادارہ کی خاصی رقم صرفہ میں آ گئی مگر اس پر بھی زمین نہ حاصل ہو سکی۔

## مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کا کارنامہ:

مولانا عبید اللہ خانصاحب اعظمی ممبر راجیہ سبھا کی کوشش سے الحمد للہ مورخہ ۲۱ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو یہ عقدہ لاینحل شائستگی کے ساتھ حل ہو گیا۔ یہ مسئلہ مولانا عبید اللہ خاں صاحب نے عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ کے حکم کے مطابق بہت ہی خوبی کے ساتھ حل کیا۔ معاملات کے تصفیہ میں مولانا محمد ادریس صاحب بستوی نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ کا بھی تعاون شامل رہا۔

صلح نامہ کی تکمیل کے بعد ۵ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو مالک زمین نندلال گپتا عرف منو بابو اپنے فرزندوں کے ساتھ جامعہ میں آئے اور اپنی رضا مندی اور خوشی کا اظہار کیا۔ منو بابو اور ان کے لڑکوں نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر حاضری بھی دی۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۱۹۸۸ء، اداریہ)

# ترانۂ اشرفیہ

پیش کردہ: بموقع عرس عزیزی یکم جمادی الآخرہ ۱۴۱۵ھ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

از: بیکل اتساہی عزیزی

اشرفیہ ہے باغ ہمارا، ہم ہیں اس کے پھول — ہماری منزل عشق رسول
قادریت کا روپ ہے اپنا رنگ اپنا سمنانی
رضویت کا لہو ہے نس نس امجدیت کا پانی
شان فقیرانہ بھی اپنی ، عزم اپنا سلطانی
تاج ہمارا حافظ ملت کے قدموں کی دھول — ہماری منزل عشقِ رسول
دنیا کے باغوں سے پیارا یہ ہے باغ ہمارا
اس کی ہر کیاری سے اُبجے عظمت کا اجیارا
اس کے ہر ذرّے پہ نچھاور جلووں بھرا منارا
حسن زمانہ، دولت دنیا، ہم کو نہیں قبول — ہماری منزل عشقِ رسول
اس باغ فردوس کو نوری موسم سے لہکائیں
اپنی خوشبو سے ہر دل کی انگنائی مہکائیں
ہم مصباحی قدم قدم پر حق کے دیپ جلائیں
باطل کو ناکام ہی رکھنا اپنا رہے اصول — ہماری منزل عشقِ رسول
چاندی کا آکاش ہے یہ اپنا سونے کی انگنائی
اس کے چاند ستارے بانٹیں اندھوں کو بینائی
اس کا ہر رہ گیر کرے دنیا کی راہ نمائی
یا رب ترے حبیب کی مدحت ہے اس کا معمول — ہماری منزل عشق رسول

# دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور

از: حضرت بیکل اتساہی عزیزی بلرامپوری

ہے منور کتنا خد و خال مصباح العلوم — ضوفشاں ہر اک قدم ہے لعل مصباح العلوم

جھانکتی ہے جس کے ٹپ سے شان مستقبل کی لاج
رحمتوں کی گود میں ہے حال مصباح العلوم

☆☆☆

فصل گل کا رازداں گلزار مصباح العلوم
نشر گاہ سنت، اذکار مصباح العلوم

ہر قدم درس محبت، ہر چلن جانِ شعور
کتنے خوش آئند ہیں آثار مصباح العلوم

منکر علم شہ والا پنپ سکتا نہیں
ہاتھ ملتا جائے گا بیزار مصباح العلوم

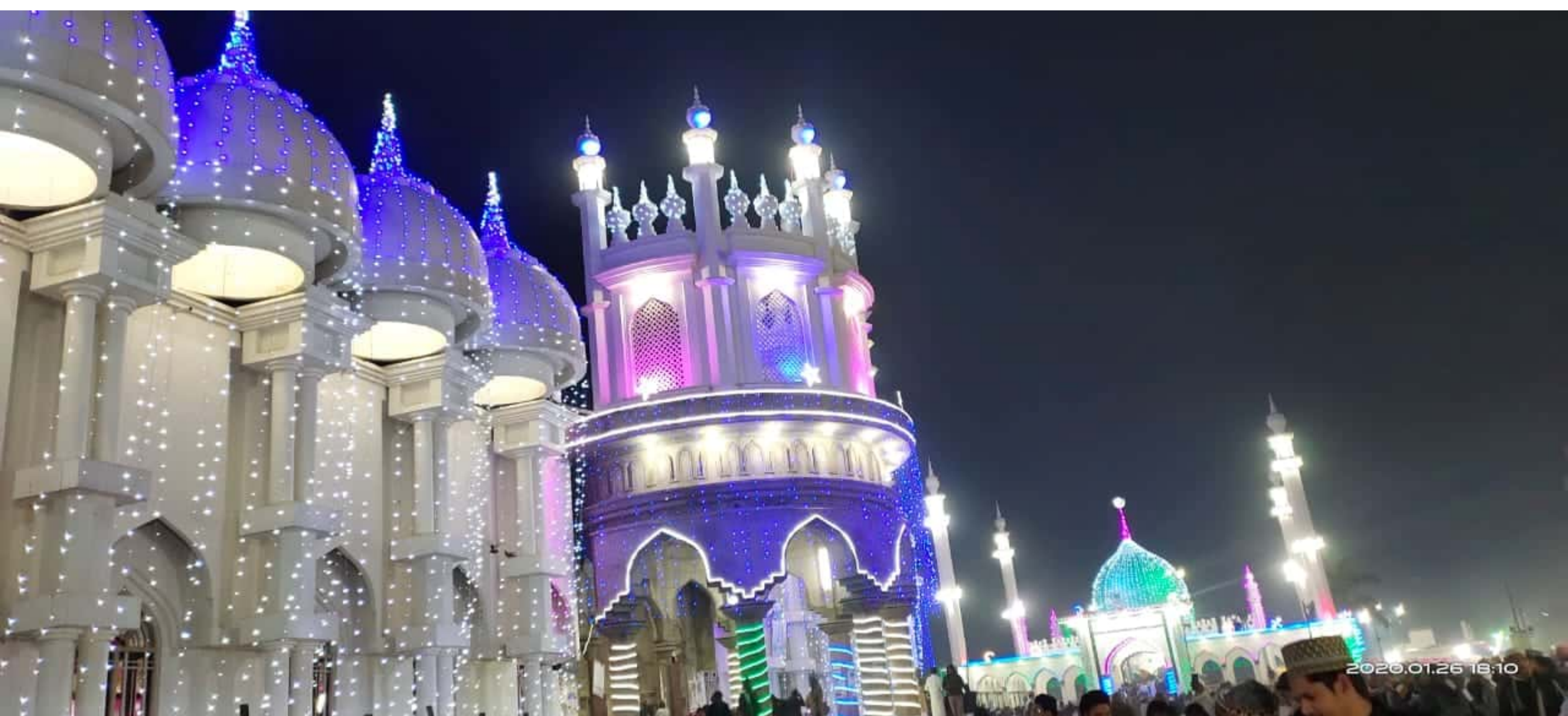
میری جانب اک نگاہ ملتفت اے اہل خیر
ہیں صدا دیتے در و دیوار مصباح العلوم

جب چٹک کر کوئی غنچہ اس کے گلشن میں کھلے
ساری دنیا کہہ اٹھے شہکار مصباح العلوم

دے اثر اس کو الٰہی صدقۂ خیرالوریٰ
ہو مسیحا کے جہاں بیمار مصباح العلوم

کیوں نہ گونجے ہر طرف بیکل صدائے آفریں
چھا گئے جب ہر طرف انوار مصباح العلوم

☆☆☆


2020.01.26 18:10

## اکیسواں باب

# حافظ ملت اور فکر رضا

عاشق غوث الوریٰ میرے حافظ ملت
مظہرِ فکرِ رضا میرے حافظ ملت
نبض ڈوبنے کو تھی قومِ اہل سنت کی
تونے کر دیا زندہ میرے حافظ ملت
(بدر)

# حافظ ملت اور فکر رضا

عام طور پر ''فروغ رضویات'' سے امام احمد رضا کی حیات وشخصیت اور ان کے مختلف دینی ،تجدیدی، اصلاحی، روحانی، علمی اور ادبی کارناموں سے تحریری وتحقیقی امور کی انجام دہی مراد لی جاتی ہے لیکن فروغ رضویات کے باب میں اور بھی کچھ امور ہیں جیسے۔

(۱)افکار رضا کی اشاعت کے لیے اشاعتی اداروں ،تحریکوں اور تنظیموں کا قیام۔

(۲)وعظ وتقریر اور مناظرہ کے ذریعہ افکار رضا کی اشاعت۔

(۳)امام احمد رضا کے عقائد ونظریات اور تصنیفات وتالیفات پر معترضین ومخالفین کے اعتراضات کا جواب اور ابطال۔

(۴)امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی اشاعت نیز ان کا ترجمہ ،تلخیص ،تحشیہ ،تخریج ،توضیح ،تقدیم اور ترتیب جدید کے ساتھ اشاعت۔

جہاں تک تعلق ہے امام احمد رضا کی حیات وشخصیت اور ان کے مختلف دینی ،تجدیدی ،اصلاحی ،روحانی ،علمی اور ادبی کارناموں پر تصنیفی وتحقیقی امور کی انجام دہی کا تو اس ضمن میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کوئی تحریر تو نظر نہیں آتی لیکن دار العلوم اشرفیہ (مصباح العلوم) کے قیام سے لے کر الجامعۃ الاشرفیہ (مجوزہ عربی یونیورسٹی) کے قیام تک حضور حافظ ملت کی تصنیفی ،تدریسی ،تبلیغی خدمات نیز وعظ وتقریر ،مناظرہ اور رشد وہدایت وغیرہ کارناموں سے لے کر آپ کے ہر عمل اور اٹھے ہوئے ہر قدم میں ''فروغ رضویات'' کا کارنامہ نظر آتا ہے۔

آپ کی حیات ظاہری تک اشرفیہ سے فروغ رضویات کا جو فریضہ انجام دیا گیا ہے ،اس کے علاوہ آپ کے وصال پاک سے لے کر اب تک فرزندان اشرفیہ کے کارناموں کو دیکھا جائے تو ''فروغ رضویات'' میں جو کارہائے نمایاں ان صاحبان علم وفضل نے انجام دیے ہیں وہ مجموعی طور پر پوری دنیائے سنیت کے کارنامۂ فروغ رضویات سے بہت زیادہ ہے۔

''فروغ رضویات'' کے سلسلے میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذاتی کارناموں کے باوصف فرزندان اشرفیہ کے کارنامۂ فروغ رضویات کا اجمالی جائزہ پیش ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (م۱۳۴۰ھ) کے بعد جب حضور حافظ ملت ''دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں زیر تعلیم تھے اور وہاں ایک شامی بزرگ تشریف لائے تھے جنہوں نے امام احمد رضا کے تعلق سے حسب ذیل روایت بیان فرمائی تھی اسے حافظ ملت نے ہی عام کیا جس سے امام احمد رضا کی عظمت شان اجاگر ہوئی۔حضور حافظ ملت کا یہ تحریری بیان ''فروغ رضویات'' میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور حافظ ملت کا تحریری بیان ملاحظہ کیجئے:

## اعلیٰ حضرت بارگاہ رسالت میں:

ادھر ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قبلہ دنیائے دنی سے روانہ ہو رہے ہیں ادھر بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ ٹھیک ۲۵ ر صفر کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں ۔حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں فداک ابی وامی میرے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے ؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے ۔انہوں نے عرض کی احمد رضا کون ہے؟ حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں ۔بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں وہ ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ کو اس دنیا سے روانہ ہو چکا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ ضلع اعظم گڑھ کے عظیم المرتبت محدث حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی واقعۂ مذکورہ بالا کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دارالخیر اجمیر شریف کی حاضری کا وہ دور طالب علمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی اور استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی کفش برداری کا شرف حاصل رہا۔اس مبارک زمانہ میں اکثر علما، مشائخ اور بزرگان دین کی زیارت میسر آتی تھی انہیں بزرگوں میں حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی ۔وہ اکثر بزرگان دین کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ایک دن حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے ۔ان کی آمد کی خبر پاکر (میں نے) ان سے ملاقات کی، بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے ۔طبیعت میں بڑا ہی استغنا تھا۔ مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان (شامی بزرگ) کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے ۔نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بفضلہ تعالیٰ میں فارغ البال ہوں، مجھے (روپیہ پیسے کی) ضرورت نہیں ۔(مجھے) ان کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت! یہاں (ہندوستان میں) تشریف لانے کا سبب کیا ہے فرمایا؟ مقصد تو بڑا ازریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہے۔واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں ۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں ،لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے میں نے بارگاہ

رسالت میں عرض کیا فداک ابی و امی کس کا انتظار ہے؟ ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں؟ فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولانا احمد رضا خاں صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا میں ہندوستان آیا بریلی پہونچا معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ رصفر ان کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہوسکی۔

اس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت بارگاہ رسالت میں معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو عاشقان رسول یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔ (ماہنامہ پاسبان الہ آباد (شمارہ مارچ واپریل ۱۹۶۲ء ص ۴)

## انتباہ:

میں نے استاذ گرامی حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے براہ راست واقعہ مذکورہ بالا کی تصدیق حاصل کی ہے۔ ماہنامہ پاسبان میں ان شامی بزرگ کی جائے سکونت کا ذکر نہیں تھا۔ میں نے حضرت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شہر بیت المقدس کے باشندہ تھے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس تحریری بیان کا حوالہ امام احمد رضا کے متعدد سیرت نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے بھی دیا ہے اور متعدد رسائل و جرائد میں بھی یہ بیان شائع ہو چکا ہے۔

## تصانیف حافظ ملت میں امام احمد رضا کے حوالے:

حضور حافظ ملت نے اپنی تحریروں میں امام احمد رضا کے اشعار و کتب کے حوالے بھی دیے ہیں، مسلک رضا کی تائید کی ہے اور ان پر اعتراضات کے جواب بھی دیے ہیں۔

مثال (ا) معارف حدیث کے ایک باب کی ابتدا حضور حافظ ملت۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی اس رباعی سے کرتے ہیں:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(معارف حدیث ص ۲۴ رناشر بزم عزیزیہ امجدیہ بلرام پور)

(ب) ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنت و جماعت کا اسی پر عمل ہے ''فتاویٰ حسام الحرمین'' شریف کی یہی تعلیم ہے، مسلمان اسی کو اپنا معمول بنائیں۔'' (معارف حدیث ص ۲۷)

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر قائم و دائم رہنے کی تلقین فرماتے ہوئے انہیں کے اسی مسلک کو مسلک حق تسلیم کرتے ہیں۔

(ج) حافظ ملت اپنی ایک تصنیف ''انباء الغیب'' میں تحریر کرتے ہیں:

''علم غیب نبی ﷺ ایمان والوں کے لئے بدیہیات شرعیہ سے ہے۔ ہر مومن کا ایمان ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالی کے محبوب ہیں۔ محبوب سے پیاری کون سی چیز ہے جس کو اس سے چھپایا جائے گا، اسی کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

(انباء الغیب مطبوعہ آل انڈیا بزم عزیزی ممبئی ۷۰)

(د) بد مذہب لوگ جب ہر طرف سے گرفت میں آکر پھڑ پھڑانے لگتے ہیں تو ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' والی کہاوت پر اعلیٰ حضرت پر الٹی سیدھی تان توڑنے لگتے ہیں۔

حضور حافظ ملت اپنی تالیف "العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید" میں امام احمد رضا پر ایک اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

''مرثیہ (مرثیہ گنگوہی) کے اس شعر میں

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گنگوہی صاحب کی برتری اور فوقیت ظاہر ہے اور ''المصباح الجدید'' کا اعتراض بالکل حق و بجا ہے اور دیوبندیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ مرثیہ کے اس کفری شعر کے مقابلہ میں مدائح اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پیش کیا

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ
ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا

مرثیہ کے مقابلہ میں مدائح اعلیٰ حضرت کا پیش کرنا کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔ مدائح کے قائلین عوام الناس ہیں، اہلسنت کے نزدیک انکا قول معتبر نہیں اور مرثیہ تو تمہارے شیخ الہند کا ہے جن کے ہر قول پر دیوبندی ایمان لا چکے ہیں پھر مدائح سے مقابلہ کیسی شرمناک حرکت ہے مگر بات یہ ہے کہ علما اہلسنت میں سے کسی کا کوئی ایسا قول قیامت تک مل ہی نہیں سکتا اس لئے عوام ہی کے اقوال کو لاتے ہیں اور وہ بھی محض عوام کو دھوکہ دینے کے لئے۔ کیا اس شعر میں بھی ہے۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم۔ کیا اسمیں بھی تقابل ہے، کیا اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اعلیٰ حضرت کی مسیحائی دکھائی گئی ہے۔ تم نے اس کا مقابل بنانے کے لیے شعر کا مطلب بگاڑا، لفظ طفیل کو ایک ہی طرف لیا طفیل حضرت عیسیٰ کا تعلق دونوں مصرعوں سے ہے اور مطلب صاف یہ ہے کہ بیماروں کا شفا پانا اور مردے زندہ ہونا یہ دونوں کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل وصدقے سے ہے اور اس کا ظہور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سعی و کوشش سے ہے لہذا ثابت ہوا کہ مدائح کے

اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف ہے مگر دیو بندیوں کو کیا سوجھے۔

ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

(العذاب الشدید ص ۵۶۔۵۷ مطبوعہ المجمع المصباحی، مبارکپور)

(ہ) بد مذہب ''مقامع الحدید'' ص ۲۹ پر لکھتا ہے:

''مدائح اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے لوح کے صفحہ پر آپکے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب کو شیخ الاسلام والمسلمین لکھا گیا ہے اور آپ کی منطق کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے شیخ اور مسلمین میں صدیق اکبر، فاروق اعظم سے لیکر قیامت تک کے مسلمان بلکہ انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ اب آپ کی منطق کے لحاظ سے مولوی احمد رضا خانصاحب ان سب کے شیخ اور امام ہوں گے۔

**جواب ملاحظہ کیجئے:**

''سنئے ہم آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور آپ کے مخدوم الکل کا فرق بتائیں۔ اولا یہ کہ شیخ الاسلام سلطنت اسلامیہ میں علمائے اعلام ومفتیان عظام کے لئے ایک ممتاز عہدہ رہا ہے اور ترکستان میں اب تک تھا، اسی لحاظ سے ممتاز علما کو اس لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور مخدوم الکل نہ کسی عہدہ کا نام ہے نہ کسی مخصوص شی کا اسم بلکہ وہ ہمیشہ عموم ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر اس سے معارضہ کیوں کر صحیح ہوگا؟ (العذاب الشدید ص ۷۷)

(و) اسی ''العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید'' میں اعلیٰ حضرت کے خلف اصغر حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی کنیت ''آل الرحمٰن'' پر اعتراض کرتے ہوئے مؤلف کتاب کہتا ہے کہ جب مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا نام آل الرحمٰن ہے تو گویا ان کے باپ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو رضا خانی خدا سمجھتے ہیں۔''

اس کا جواب حضور حافظ ملت اس طرح دیتے ہیں:

''آل الرحمٰن پر اعتراض تھانوی کی خبث باطنی کا نتیجہ ہے۔ آل کے معنی پیرو ومطیع منتخب اللغات وغیرہ کتابوں میں لکھے ہیں اور آل کی اضافت رحمٰن کی طرف اس معنی کو معین کر رہی ہے لہذا آل الرحمٰن کے حقیقی معنی مطیع الرحمٰن ہیں۔ مطیع الرحمٰن پر تمہارا اعتراض ہے اور کیوں نہ ہو تمہارے نزدیک تو واجب الاطاعت گنگوہی صاحب ہی ہیں۔ خدا کی اطاعت، رسول کی اطاعت تمہارے نزدیک سب بیکار ہے جب تک گنگوہی کے سامنے سر نہ جھکائے۔ اسی لئے تو گنگوہی صاحب کو مطاع العالم، مخدوم الکل پکارتے ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ!'' (العذاب الشدید ص ۸۰)

زیر نظر کتاب میں حضور حافظ ملت نے اور بھی مقامات پر امام احمد رضا پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور بد مذہبوں کا رد وابطال فرمایا ہے۔

صرف ایک مثال اور پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

''مؤلف یعنی صاحب مقامع الحدید لکھتا ہے کہ امام احمد رضا نے اسمٰعیل دہلوی کے کفریات شمار کرائے ہیں، اسے نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والا، گالیاں دینے والا بتایا اور اس کو کافر نہیں کہا بلکہ تمہید ایمان میں لکھ دیا اور میں اسمٰعیل دہلوی

کے کفر پر حکم نہیں کرتا۔‘‘

اس کا جواب دیتے ہوئے حضور حافظ ملت اس بد مذہب کی جہالت بھی آشکارا کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

’’اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض دیوبندیوں کی جہالت ہے۔ کفر فقہی اور کفر کلامی میں فرق نہ جاننے پر مبنی ہے۔ اس جہالت کا ایک شعبہ یہ ہے کہ الکوکبۃ الشہابیہ اور تمہید ایمان میں فرق نہیں جانتے۔ الکوکبۃ الشہابیہ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔ اسمٰعیل دہلوی پر فقہی کفریات عائد ہیں۔ تمہید ایمان کفر کلامی کے بیان میں ہے۔ کفر فقہی سے بھی کافر کہنا جائز ہے ضروری نہیں۔ متکلمین محتاطین کف لسان کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کمال احتیاط ہے کہ اسمٰعیل دہلوی کے سیکڑوں فقہی کفریات موجود ہوتے ہوئے کف لسان فرماتے ہیں۔ تمہید ایمان میں صرف کف لسان ہے، اسمٰعیل کو مسلمان کہاں لکھا ہے یہ دیوبندیوں کا افترا ہے۔ جب تفصیل آئے گی افترا پردازیوں کا پردہ چاک کر دیا جائیگا۔‘‘

(العذاب الشدید ص ۱۱۷۔۱۱۸)

## تقریر کے ذریعہ فکر رضا کی اشاعت:

حضور حافظ ملت اپنی تقریروں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا تذکرہ بھی فرماتے تھے ان کے اشعار کے حوالے دیتے ہوئے ان کی بہت ہی نفیس شرح بھی بیان کرتے تھے۔ وہ اپنی ایک تقریر تو خاص امام احمد رضا کے اس شعر پر کرتے

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

’’گو پاس کچھ رکھتے نہیں‘‘ کی تشریح اس طرح کرتے کہ آقا ﷺ ایسے سخی ہیں کہ اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے، اپنے منگتوں کو سب کچھ عطا فرما دیتے اور ’’ان کے خالی ہاتھ میں‘‘ کو زور دیکر پڑھتے اور فرماتے کہ ہاں ساری نعمتیں خالی انہی کے ہاتھ میں ہیں، ان کے ہاتھ خالی نہیں ہیں بلکہ سب کچھ صرف اور صرف انہی کے ہاتھ (اختیار) میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہی کو ’’قاسم نعمت‘‘ کیا ہے۔

## سنی دارالاشاعت کا قیام:

دین وسنیت کی تبلیغ اور اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے افکار و تعلیمات نیز مسلک اعلی حضرت کی اشاعت ہی کے لئے حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے دارالعلوم اشرفیہ (مصباح العلوم) میں ۱۹۵۹ء میں شعبہ نشر و اشاعت بنام ’’سنی دارالاشاعت‘‘ قائم کیا اور اپنے تلمیذ رشید و عزیز علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ناظم مقرر فرمایا۔ حافظ جی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حافظ ملت کے ایما پر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی نے اس اہم ذمہ داری کا بار گراں اپنے دوش مبارک پر اٹھا لیا اور حافظ جی علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چل کر مابعد کی جلدوں کو نہایت عرق ریزی سے مرتب فرمانے میں مصروف رہے۔

## (ا) فتاویٰ رضویہ کی اشاعت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے وصال ۱۹۲۱ء تک ''فتاوی رضویہ'' کی صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی بعد میں جلد دوم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اہتمام میں چھپی اور کتاب النکاح تین اجزا میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے خاص اہتمام سے شائع کی۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ''فتاوی رضویہ'' کی مزید جلدوں کی اشاعت کی طرف توجہ کی اور اس شعبہ کا آغاز فتاوی رضویہ جلد سوم کی ترتیب و اشاعت سے ہوا۔ تیسری جلد کا مسودہ مفتی اعظم ہند کے پاس سے آیا تو غیر مبوب اور غیر مربوط تھا جس کی تبویب مولانا مجیب الاسلام صاحب ادروی نے فرمائی۔ اس کے بعد منظر عام پر لانے کے لئے تحقیق و ترتیب اور اصل و نقل کے تقابل کے لئے بیشمار مراحل سے گزرنا پڑا جن کو ناظم ادارہ نے اپنی بلند ہمتی اور مستقل مزاجی سے بخوبی انجام دیا۔ اب تک یہ سلسلہ ساتویں جلد تک پہنچا ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اگست ۱۹۹۰ء ص ۵)

(ب) حضور حافظ ملت کی حیات ہی میں ''رضویات'' پر آپ کے تلامذہ کی مندرجہ ذیل کتابیں اور رسائل شائع ہوئے۔

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت۔ حضرت مولانا بدر الدین احمد رضوی۔ مکتبہ براؤں شریف بستی

(۲) مجدد اسلام۔ مولانا نسیم بستوی۔ مکتبہ امجدی پچپڑ وا، گونڈہ

(۳) التحقیقات۔ مفتی محمد شریف الحق امجدی۔ مکتبۃ الحبیب الہ آباد

**وصال کے کچھ عرصہ کے بعد یہ کتابیں شائع ہوئیں:**

(۴) حاشیہ النور و الضیاء از انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ مبارکپور

(۵) حاشیہ ابر المقال از انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ مبارکپور

(۶) امام شعر و ادب مولانا وارث جمال بستوی۔ مکتبہ غوثیہ، بڑھیا، بستی

(۷) ماہنامہ المیزان کا امام احمد رضا نمبر بمبئی۔ مولانا سید جیلانی محامد و مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری مولانا سید اصغر امام صاحب قادری مصباحی ولی عہد آستانہ قادریہ امجھ شریف اورنگ آباد (بہار) نے امام احمد رضا کے حسب ذیل کتب و رسائل (۱۳۹۶ھ تا ۱۳۹۸ھ) شائع کیے:۔

(۱) الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

(۲) بدر الانوار فی آداب الآثار

(۳) منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویۃ

(۴) صلات الصفا فی نور المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۵) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین

(۶) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال

(۷) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید

(۸) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد

(۹) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء

(۱۰) تمہید الایمان بآیات قرآن

(۱۱) ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال

## امام احمد رضا کی حیات اور کارناموں پر فرزندان اشرفیہ کی کتابیں:

(۱) امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات (مولانا یٰسین اختر مصباحی)

(۲) معارف کنز الایمان (مولانا یٰسین اختر مصباحی)

(۳) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں (علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی)

(۴) ترتیب وتعارف جد الممتار (عربی) (علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی)

(۵) امام احمد رضا اور تصوف (علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی)

(۶) تذکرہ رضا (مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری)

(۷) عشق رضا کی سرفرازیاں (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۸) امام احمد رضا کا محدثانہ مقام (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۹) امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۱۰) امام احمد رضا اور مسلک جمہور (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۱۱) افکار رضا (مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی)

(۱۲) الشیخ احمد رضا (عربی ترجمہ) (مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی)

(۱۳) امام احمد رضا کا ذوق عبادت مکتوبات کے آئینے میں (مفتی محمد نظام الدین رضوی)

(۱۴) تنویر رضا (مولانا عبید اللہ خاں اعظمی)

(۱۵) امام احمد رضا اور مولانا ابو الکلام آزاد کے افکار (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی)

(۱۶) آئینہ امام احمد رضا (مولانا غلام جابر مصباحی)

(۱۷) اصلاح معاشرہ اور امام احمد رضا (مولانا قمر الزماں مصباحی)

(۱۸) مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا (مفتی محمد شریف الحق امجدی)

(۱۹) امام احمد رضا اپنے مکتوبات کے آئینے میں (علامہ ارشد القادری)

(۲۰) فن تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام امتیاز (علامہ ارشد القادری)

(۲۱) امام احمد رضا بحیثیت نشان سنیت (مولانا جیلانی میاں کچھوچھوی مصباحی)

(۲۲)امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (مفتی شبیر حسن رضوی مصباحی)
(۲۳)مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کا تحلیلی جائزہ (مولانا اسلم بستوی مصباحی)
(۲۴)امام احمد رضا اور علوم نقلیہ (مفتی محمد اشرف رضا مصباحی)
(۲۵)فقہی عبارات پر امام احمد رضا کا کلام اور تحقیق و تنقیح (مفتی آل مصطفیٰ مصباحی)
(۲۶)امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی جائزہ (علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی مصباحی)
(۲۷)امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن پاک تحقیق کے اجالے میں (علامہ عبد القدوس مصباحی)
(۲۸)تجلیات کنز الایمان (مولانا مبین الہدیٰ مصباحی جمشید پوری)
(۲۹)تعلیمات امام احمد رضا پر ضمیمۂ ردمنکرات (مولانا مبین الہدی مصباحی)
(۳۰)رانچی میں یوم رضا (مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری)
(۳۱)قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی (مولانا قاری رضاء المصطفیٰ مصباحی)
(۳۲)مسلک امام احمد رضا (مولانا محمد حنیف خاں رضوی مصباحی)
(۳۳)مہر درخشاں (مولانا یٰسین اختر مصباحی)
(۳۴)انوار کنز الایمان (مولانا وارث جمال مصباحی)
(۳۵)امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں (مولانا یٰسین اختر مصباحی)
(۳۶)ارشادات اعلیٰ حضرت (مولانا عبد المبین نعمانی)
(۳۷)تصانیف رضا (مولانا عبد المبین نعمانی)
(۳۸)معمولات رضویہ (مولانا عبد المبین نعمانی)
(۳۹)الفضل الموہبی از امام احمد رضا کا عربی ترجمہ (مولانا افتخار احمد اعظمی)

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور مارچ ۲۰۰۳ء مضمون از مولانا غلام مدثر رضوی)

## امام احمد رضا کے خلفا و تلامذہ کا تعارف:

امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ کا تعارف درحقیقت شخصیت کے تعارف کا ہی ایک روشن اور درخشندہ باب ہے۔ پروردگان اشرفیہ نے امام احمد رضا کے تعارف کے اس باب میں بھی ایک مثالی نمونہ قائم کردیا ہے۔

ان کے خلفا و تلامذہ کی حیات و خدمات اور فضائل و کمالات میں انہوں نے بے شمار کتب و رسائل اور مقالات و مضامین لکھے ہیں۔ یہاں صرف چند کتابوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱)انوار مفتی اعظم از علامہ محمد احمد مصباحی (۲)ذکر حضور مفتی اعظم از مفتی محمد اشرف رضا مصباحی (۳)تعارف صدر الشریعہ از مفتی عبد المنان اعظمی (۴)تجلیات مفتی اعظم ہند از مولانا قمر الحسن بستوی (۵)مفتی اعظم اپنے فضل و کمال

کے آئینے میں از مفتی محمد شریف الحق امجدی (۶) مفتی برہان الحق جبل پوری حیات و خدمات ازمولانا عبد الوحید مصباحی (۷) ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر از مولانا مبارک حسین مصباحی (۸) صدر الشریعہ حیات و خدمات از مولانا فیضان المصطفے مصباحی (۹) مختصر سوانح صدر الشریعہ از مفتی آل مصطفیٰ مصباحی (۱۰) ماہنامہ حجاز جدید کا مفتی اعظم نمبر ازمولانا یٰس اختر مصباحی (۱۱) مولانا حشمت علی لکھنوی ایک تحقیقی مطالعہ از ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور مارچ ۲۰۰۳ء) مضمون از مولانا غلام مدثر رضوی۔

## اعتراضات کے جوابات:

فرزندان اشرفیہ نے مخالفین امام احمد رضا کے اعتراضات والزامات کا ہمیشہ تقریری اور تحریری طور پر ایسا دندان شکن جواب دیا ہے کہ مخالفین کے دانت کھٹے ہوگئے اور انہیں مذہب اہل سنت و جماعت کے عقائد و مسائل اور امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر دوبارہ اعتراضات کی ہمت نہ ہوئی۔ اس سلسلے میں مصباحی برادران کی چند کتابیں یہ ہیں:

(۱) الدیو بندیت افادات حافظ ملت ترتیب مولانا محبوب اشرفی مصباحی (۲) تنقید برمحل (۳) اذان خطبہ کہاں ہو؟ مولانا عبد الحق رضوی مصباحی (۴) تحقیقات اول، دوم از مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی (۵) الوسیلۃ السنیہ از مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی (۶) عصمت انبیا (بعض لوگوں نے عصمت انبیاء پر کلام کیا تھا اس کے جواب میں مفتی محمد نظام الدین رضوی نے یہ کتاب لکھی) (۷) شمالی امریکہ کی سمت قبلہ تحقیق کے آئینے میں (۸) کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ از مفتی آل مصطفیٰ مصباحی۔ ان جیسی سیکڑوں کتابوں کا نام لیا جا سکتا ہے، مصباحی برادران کے لاکھوں فتاوے ہزاروں مقالات و مضامین کے نام بھی دیو بندیوں کے رد اور ان کے اعتراضات کے جوابات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔

## رسائل ومجلّات:

رسائل و مجلّات کے ذریعہ ہر دور میں فرزندان اشرفیہ مسلک اعلیٰ حضرت اور فکر رضا سے باخبر کرتے رہتے ہیں: چند جرائد و مجلّات کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ماہنامہ اسلام، بنارس۔ مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی (۲) پندرہ روزہ جام کوثر، کلکتہ (۳) ماہنامہ جام نور، کلکتہ (۴) ماہنامہ رفاقت پٹنہ۔ تینوں کے مدیر علامہ ارشد القادری مصباحی رہے (۵) فیض الرسول، براؤں شریف مولانا صابر القادری، نسیم بستوی، مولانا محمد احمد مصباحی مباکپوری (۶) ماہنامہ المیزان ممبئی۔ مولانا سید محمد جیلانی محامد مصباحی (۷) ماہنامہ نمائندہ الہ آباد۔ مولانا سید شمیم گوہر الہ آبادی مصباحی (۸) ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور۔ مولانا مبارک حسین مصباحی (۹) ماہنامہ اعلی حضرت، بریلی۔ مولانا نسیم بستوی (۱۰) پندرہ روزہ شان ملت پٹنہ۔ قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی (۱۱) ماہنامہ الدعوۃ الاسلامیہ، انگلینڈ (مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی (۱۲) پندرہ روزہ ریاض عقیدت، کوچ

جالون۔مولانا اسلم بستوی (۱۳) ہفت روزہ تاجدار بمبئی ۔مولانا اسلم بستوی مصباحی (۱۴)سالنامہ المصباح مبارکپور۔
مولاناسید اصغر امام قادری مصباحی (۱۵)سہ ماہی کوثر مبارک پور۔مولانا نوشاد عالم غازی پوری مصباحی(۱۶)سہ ماہی
احساسات سکٹھی مبارکپور۔مولانا محمود احمد مصباحی مبارکپوری(۱۷)ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بریلی۔مولانا محمد حنیف خاں
رضوی مصباحی(۱۸) ماہنامہ جام شہود کلکتہ ۔مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی(۱۹)وائس آف اسلام ۔مولانا بدر
القادری مصباحی(۲۰)ماہنامہ حجاز لندن۔مولانا قمرالز ماں اعظمی مصباحی(۲۱)ماہنامہ حجاز جدید ،دہلی ۔مولانا یٰس اختر
مصباحی (۲۲)ماہنامہ کنز الایمان ،دہلی ۔مولانا یسین اختر مصباحی (۲۳)The Geft مولانا فتح احمد بستوی مصباحی۔

مندرجہ بالا رسالوں میں سے بیشتر تو وہ ہیں جواپنے اپنے دور میں علم وادب کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کی وجہ سے عوام وخواص میں مقبول اورمحبوب رہے،ان میں اعلیٰ حضرت کی حیات وخدمات ،افکار وکارنامے اورعقائد ومعمولات کے تعلق سے مسلسل مقالات ومضامین شائع ہوئے ۔بعض رسالوں نے امام احمد رضا کے تعلق سے کچھ وقیع نمبرات بھی شائع کیے ہیں مثلا (۱) ماہنامہ المیزان کا عظیم وضخیم امام احمد رضا نمبر (۲)ماہنامہ حجاز جدید کا امام احمدرضا نمبر (۳) ماہنامہ تجلیات ناگپور کا مجدداعظم نمبر ۔اس کے مدیر مفتی غلام محمد رضوی ناگپوری حافظ ملت کے شاگردوں میں سے ہیں (۴)ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کی ادارت میں امام احمدرضا کے پیر خانہ کے حوالے سے ’’سیدین نمبر‘‘ نکلا جوصوری اورمعنوی اعتبار سے آج تک کے نمبروں میں سب سے ممتاز ونمایاں ہے۔

ملک وبیرون ملک کے مختلف رسائل ومجلّات میں اعلیٰ حضرت کے تعلق سے فرزندان اشرفیہ کے مقالات ومضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ان سب کو جمع کیا جائے تو امام احمدرضا کے افکار ونظریات کا عظیم انسائیکلو پیڈیا تیار ہو سکتا ہے۔(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔مارچ ۲۰۰۳ء مضمون ازمولانا غلام مدثر رضوی)

مولانا غلام مدثر رضوی لکھتے ہیں:

حقائق وشواہد کی روشنی میں مولانا یٰسین اختر مصباحی کا یہ قول صحیح اور درست نظر آتا ہے:

’’ہندوستان میں رضویات کے ذخیرہ کا ۱۹۴۷ء کے بعد جائزہ لیجئے تو بڑی آسانی کے ساتھ اس نتیجے تک آپ پہنچ جائیں گے کہ فرزندان اشرفیہ نے رضویات کے موضوع پر جو کچھ خود لکھا اور لکھنے اور چھاپنے والوں کو ترغیب دی ،رہنمائی کی ،تعاون کیا،وہ اتنا زیادہ ہے کہ خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ رضویات کے باب میں ۸۵رفیصد حصہ فرزندان اشرفیہ کا ہے۔‘‘(ایضاص۶۴)

مولانا مبارک حسین مصباحی ماہنامہ اشرفیہ کے ایک اداریہ میں رقم طراز ہیں:

’’الجامعۃ الاشرفیہ نے گونا گوں صلاحیتوں سے لیس ہزاروں باکمال مردان کار پیدا کیے اورانہیں امام احمد رضا کی فکرو بصیرت سے سرشار کرکے ملک وبیرون ملک کے علمی اوتبلیغی محاذوں پر روانہ کیا ،جو جہاں پہنچا قائد ورہنما ثابت

ہوا۔مصباحیت کا علامتی نشان لیے ہوئے جوق در جوق علما کے قافلے آج بھی الجامعۃ الاشرفیہ سے نکل رہے ہیں ،اور ہجوم عوام سے لے کر دانش کدوں تک فکر رضا کا اجالا عام کررہے ہیں ،تحقیق وتصنیف ،دعوت وتبلیغ تحریک وتنظیم ،مناظرہ و خطابت ،رشد و ہدایت اور سیاست وصحافت ہر رخ پر فکروعمل کی مکمل توانائیوں کے ساتھ مصباحی دستے میدان عمل میں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر اسلام کے خلاف اٹھتے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلسل پیش قدمی کررہے ہیں۔''(ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۳ء ص ۴)

فرزندان اشرفیہ کی غیر معمولی خدمات سے متاثر ہوکر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں :

''تقسیم ہند کے بعد ملک میں اہل سنت و جماعت کے اندر تاریخ و ادب کا مذاق اور علمی و دینی تعلیم وتحقیق کی ایک نئی روایت اشرفیہ نے قائم کی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت میں تیزی اور گرمی اشرفیہ نے پیدا کی ،اعلی حضرت امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی طباعت و اشاعت نیز انہیں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام اشرفیہ نے انجام دیا۔

۱۴ ارویں صدی ہجری کے مجدد امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی ،تبلیغی اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے ،اعلی حضرت اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی ،تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل اشرفیہ نے کی۔

دینی تعلیم کو فروغ اشرفیہ نے دیا ،طلبائے اسلام اور علمائے دین کو جدید تعلیم یافتہ پرفیسروں اور اسٹوڈنٹس کے سامنے ایک نئی جرأت واحساس اور وقار وطمانیت کے ساتھ اشرفیہ نے لا کھڑا کردیا۔

مغربیت کے سامنے مشرقیت کو سرخرو اشرفیہ نے کیا ،قدیم وجدید کو اسلامی دائرہ کار میں شیر وشکر اشرفیہ نے کیا اور انہیں جہد وعمل کی راہ اشرفیہ نے دکھائی۔''(حافظ ملت افکار و کارنامے ص ۱۳۔۱۷)

## احترام علما ومشائخ

ادب و احترام ،اخلاق عالیہ کا حصہ ہے اس خزانہ سے بھی حافظ ملت کو وافر حصہ ملا تھا ،اپنے اساتذہ ،مشائخ اور محسن علما کا ادب تو سبھی کرتے ہیں ،اور اساتذہ ،والدین اور بزرگوں کا نیاز منداور ادب شناس ہی ان کی دلی دعاؤں سے نوازا جاتا ہے۔انسان کی اپنی محنت کاوش اور جانفشانی اسے علم وفضل کا وہ مقام بلند نہیں دیتی جو محنت وصلاحیت کے ساتھ ان مربیوں کی قلبی دعائیں اسے بخشتی ہیں ۔حافظ ملت اپنے والدین کریمین کے بھی بیحد ادب شناس تھے۔حافظ ملت نے جن والدین کی آغوش میں پرورش پائی تھی وہاں تعلیم سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔(نمبر ص ۶۷)

اس کے بعد تعلیمی میدان میں قدم رکھا تو اپنے ہر استاذ کا اس طرح ادب واحترام کیا کہ اس کا دل جیت لیا۔اور اپنی خدمت گزاری اور نیاز مندی کے سبب اس کی کامل توجہ ،ہمدردی اور علم بخشی کے مستحق ہوئے ۔چنانچہ حکیم محمد شرا؛

صاحب مرادآبادی جن کا مطب شہر میں تھا۔اور وہ مرادآباد سے بھوجپور (حافظ ملت کے وطن) آیا کرتے تھے۔بھوجپور کے بہت سے لوگ حکیم صاحب سے علاج کراتے تھے۔حکیم صاحب جب آتے تو حافظ ملت کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔حافظ ملت امام مسجد ہونے کے باوجود حکیم صاحب سے اس طرح ادب و احترام سے ملتے کہ ان کے دل میں از خود یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اپنا علم طب اس باصلاحیت باادب نوجوان میں منتقل کردوں۔

حافظ ملت بیان فرماتے ہیں:

''میرے اوپر ان کی نظر عنایت ہوئی۔فرمایا حافظ صاحب! میں آپ کو طب پڑھاؤں گا۔میں نے کہا حکیم صاحب: میں غریب آدمی، میرے والد کثیر العیال، گھر کا دارو مدار مجھی پر ہے۔میں باہر جا نہیں سکتا۔حکیم صاحب نے فرمایا۔ٹرین سے مرادآباد آؤ۔سبق پڑھ کر واپس آجایا کرو تمہارا نقصان نہیں ہوگا۔آمدورفت کا کرایہ بھی میں دوں گا۔''

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ٦٦)

وہ جو ہر ادب ہی تھا جس نے حکیم صاحب کے دل میں جگہ بنائی اور وہ اپنی طرف سے کرایہ دے کر، بلانے اور پڑھانے پر آمادہ ہوئے۔یوں تو حافظ ملت اپنے تمام اساتذہ، مشائخ اور اکابر اہل سنت کا بیحد ادب کرتے تھے۔مگر جس شخصیت کے علم وفضل نے حافظ ملت کی ذات پر سب سے زیادہ اثر ڈالا تھا، وہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تھے۔صدرالشریعہ حضرت مولانا شاہ امجد علی قادری قدس سرہ کی بارگاہ میں جب وہ اپنے وطن گھوسی تشریف لاتے علما فضلا رؤسا اور زائرین کی بھیڑ جمع رہتی، حضرت کی نشست گاہ ہر وقت بھری رہتی۔صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی بیٹھک کے سامنے سے لوگ ننگے سر نہیں گزرتے تھے، مائیں بچوں کو ادب سکھاتیں بڑے مولانا صاحب آئے ہیں، صدر صاحب آتے ہیں ان راستے سے جانا تو حضرت کو سلام کرنا۔حاضرین کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود آپ کی مجلس میں ایک عجب سناٹا ہوتا۔والد مرحوم حافظ محمد رمضان صاحب بتایا کرتے تھے کہ حضرت کے زمانے میں، ان کی موجودگی کے وقت جب میں بڑا گاؤں (جہاں ان کی ہمشیرہ مرحومہ یعنی راقم الحروف کی پھوپھی جان کا گھر تھا) جاتا تھا تو میرے بہنوئی جناب محمد مرحوم کہتے بابو! صدر صاحب آئے ہیں ادھر ادب سے جانا۔

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اپنی بیٹھک سے کسی کام کے لئے اٹھ کر اندر جاتے تو تمام اہل مجلس سروقد کھڑے ہو جاتے اور واپس تشریف لاتے تو دوبارہ کھڑے ہوتے۔اور حضرت کے بیٹھنے پر سب لوگ بیٹھتے۔مگر اس مجلس میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو اس وقت تک سروقد برابر کھڑا رہتا جب تک حضرت خود اسے بیٹھنے کے لئے نہ کہتے۔اور بیٹھتا بھی تو با ادب دوزانو، یہ تھا صدرالشریعہ کا چہیتا شاگرد جسے دنیا نے آگے چل کر ''حافظ ملت'' محدث مبارکپوری اور محدث مرادآبادی کے القاب سے پہچانا۔سچ ہے

ع باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

حافظ ملت خود باادب تھے اور یہی جوہر انہوں نے اپنے فرزندوں اور تلامذہ میں منتقل فرمایا۔حافظ ملت علیہ الرحمہ کو اپنے استاذ و مرشد صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے دلی محبت تھی جب بھی نام نامی لیتے نہایت ادب و احترام سے

''حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ''فرماتے ۔سیدی اعلیٰ حضرت یا اکابر اہل سنت میں جب کسی کا ذکر فرماتے تو تعظیم و احترام سے آپ کی گردن خم ہوجاتی اوران کی محبت میں آپ کی آنکھیں نمناک ہوجاتیں۔ دور طالب علمی میں راقم الحروف نے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی میں ایک مضمون لکھا۔جب وہ چھپ کر آیا تو لے کر حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ اپنی قیامگاہ پر تشریف فرما تھے۔تخت پر بیٹھے کچھ تحریر فرمارہے تھے۔میں نے رسالہ پیش کیا اور دعا چاہی ۔حضرت نے میرے مضمون کو پڑھنا شروع کیا، پھر میں نے دیکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ''عشق رسول'' کی باتیں پڑھ کر حافظ ملت کی آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے۔حافظ ملت علم ومعرفت اور عادات واخلاق میں حضور صدر الشریعہ کے مظہر تھے ۔آپ اپنے استاذ و مرشد کی شخصیت ہی نہیں بلکہ ان کی ایک ایک صفت سے محبت فرماتے تھے۔ان کے عزیز واقارب اوران سے تعلق رکھنے والی ہرشی حافظ ملت کومحبوب تھی۔

ایک دَور میں حضرت مولانا علامہ عبد المصطفے ازہری ابن صدر الشریعہ علیہما الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس تھے حافظ ملت دارلعلوم کے صدر المدرسین تھے اس کے باوجود استاذ زادے کا بیحد ادب واحترام کرتے تھے اوران کے شایان شان تکریم فرماتے تھے۔

علامہ عبد المصطفے ازہری فرماتے ہیں :

''حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی چند خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے اساتذہ اور اپنے تمام مشائخ اوران کے متعلقین کا پورا پورا ادب کرتے تھے کسی فعل یا قول سے یا ترکیب سے وہ ایسا ظاہر نہیں کرتے تھے کہ کسی بزرگ سے تعلق میں کوئی کمی ظاہر کریں۔''(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۴)

حافظ ملت اپنی محسن شخصیات کے متعلقین اور اساتذہ ومشائخ کی اولاد کا بھی حددرجہ احترام فرماتے تھے۔حضرت علامہ ازہری کا بیان ہے:

''میں جب ۱۹۶۱ء میں ہندوستان حاضر ہوا ۔تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کے لئے تشریف لائے۔اتفاق سے میں دوسری جگہ تھا تو وہاں تشریف لائے اور ملاقات کی اور نہایت ہی محبت اور تواضع سے پیش آئے۔اور یہ میری آخری ملاقات تھی۔''(نمبر ص ۸۸)

حافظ ملت ،قوم وملت کے بہی خواہ تھے ۔ان کی شفقتیں عام تھیں ۔وہ اپنے ماتحت مدرسین وعلماء کی علمی ترقی اور کمال کی راہیں بھی استوار فرماتے تھے ۔جس کا احساس عالی ظرف علماء و اساتذہ کو تھا۔حضرت علامہ ازہری ابن صدر الشریعہ لکھتے ہیں:

''جب میں دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس تھا تو حافظ صاحب نے مسلم شریف میرے متعلق کی تھی ۔اور کئی سال جب تک میں مبارکپور رہا دورہ کے طلبہ کو مسلم شریف پڑھایا کرتا تھا۔بعد میں جب میں بحیثیت شیخ الحدیث کے جامعہ محمدی شریف آیا تو مجھے بخاری پڑھانے میں کسی قسم کی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔''(اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی زوجہ محترمہ مخدومہ نانی جان علیہا الرحمۃ (وفات: ۲۹؍رجب یکم جنوری ۱۹۹۰ء) کا

حافظ ملت عمر بھر ماں کی طرح ادب ولحاظ فرماتے رہے۔

ان کی ہر بات حافظ ملت کے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ گھوسی اور اس کے مضافات کے لوگ مخدومہ نانی جان صاحبہ کی وساطت سے حافظ ملت کی خدمت میں اہم سے اہم مسئلہ بھی پیش کرنا آسان سمجھتے تھے۔ دارالعلوم اشرفیہ میں طلبہ کے داخلے عموماً نصف شوال سے پہلے ہوا کرتے تھے۔ اور اس کے لئے بھی مجلس انتظامیہ کی طرف سے ایک تعداد مقرر کی جاتی تھی۔ مگر وقت گزر جانے کے بعد اور مقررہ کوٹہ پورا ہو چکنے کے باوجود اگر کسی طالب علم کے لئے مخدومہ نانی جان صاحبہ علیہا الرحمۃ سفارش فرمادیتیں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اسے مبارکپور سے واپس آنا پڑا ہو۔ قصبہ خاص گھوسی سے حاجی عظیم اللہ مرحوم بالکل اسی انداز میں شوال کی تاریخیں گزر جانے کے بعد حافظ محمد عین الدین و حافظ محمد انوارالحق کو دارالعلوم اشرفیہ شعبہ حفظ میں داخل کرانے کے لئے لے گئے تھے۔ راقم الحروف ان دنوں مبارکپور ہی میں زیر تعلیم تھا۔ طلبہ کا معینہ کوٹہ پورا ہو چکا تھا۔ مگر حاجی صاحب مرحوم نے حافظ ملت کے سامنے مخدومہ نانی جان صاحبہ کا رقعہ پیش کیا۔ تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے درخواست داخلہ پر تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کا داخلہ حضور مخدومہ ملت کی سفارش پر کیا گیا۔

شوال ۱۳۹۲ھ کا پر بہار مہینہ تھا جب الجامعۃ الاشرفیہ درسگاہ کی سنٹرل بلڈنگ کا جشن افتتاح ہوا۔ شہزادۂ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند درس بخاری شریف کا آغاز کرنے کے لئے تشریف فرما تھے۔ علما مشائخ، مفسرین، شیوخ الحدیث کا اجتماع تھا۔ مسلمانان اہل سنت بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ اس وقت کھڑے ہوتے ہیں اور مفتی اعظم ہند کی شخصیت کا تعارف کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

''حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بلا شبہ ولیٔ کامل ہیں۔ آج جو اُن سے ایک سبق پڑھے گا وہ آئندہ اس پر فخر کرے گا۔ جو اُن کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا۔ جو اُن کی دست بوسی کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا۔ اور جو ان کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ اسے بھی فخریہ بیان کرے گا کہ میں نے حضور مفتی اعظم کی زیارت کی ہے۔''

حافظ ملت علیہ الرحمہ مذکورہ باتیں کہتے جاتے تھے اور الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الحدیث شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری علیہ الرحمہ ایک ایک بات کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ ایک جلسہ میں حضرت مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت سے ملے، انہیں اپنے قریب عزت و احترام سے بیٹھایا۔ کچھ دیر بعد ان سے اسٹیج ہی پر کوئی اور عالم ملنے آئے، حضرت سرخمیدہ اس سے باتیں کرنے لگے۔ حضرت رحمانی میاں نے موقع غنیمت خیال کیا اور وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ جا بیٹھے۔ بات سے فراغت کے بعد حافظ ملت نے نگاہ اٹھائی اور رحمانی میاں صاحب کو اپنی مسند پر نہیں پایا تو اسٹیج پر نگاہ دوڑا کر ان کے پاس تشریف لے گئے اور پھر لا کر مسند پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ حافظ ملت کے عرس چہلم پر بیان فرمایا

دارالعلوم اشرفیہ گولہ بازار کی عمارت میں راقم الحروف نے اپنے دور بے شعوری میں یہ منظر بچشم خود دیکھا ہے کہ حافظ ملت کی درسگاہ سے جانب مشرق متصلاً بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی قبلہ کی درسگاہ تھی۔ امتحان سالانہ اور جلسۂ

دستار بندی کا موقع تھا۔حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ ایک پلنگ پر جلوہ فرما ہیں۔حافظ ملت علیہ الرحمہ ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو ان کے اصرار کے باوجود پلنگ پر بیٹھنے کے بجائے فرش پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ پلنگ کی پٹی پر رکھ لیتے ہیں ۔اور دیر تک محدث اعظم ہند سے باتیں کرتے ہیں ۔جن لوگوں نے حضور مفتی اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفے رضا خاں قدس سرہ سے حافظ ملت کے حصول نیاز اور ملاقات کا منظر دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ حافظ ملت ہمیشہ دست بوسی کی کوشش فرماتے اور سرکار مفتی اعظم انہیں سینے سے لگاتے ،اپنے پاس بٹھانے پر اصرار فرماتے مگر حافظ ملت کچھ فاصلہ پر نہایت مؤدب بیٹھتے تھے۔

حضور مجاہد ملت کی شان درویشی کا تو حال ہی الگ تھا۔یہ دونوں واقفان راز جب باہم ملتے تو ایک دوسرے کا حد درجہ احترام فرماتے ایک دوسرے کی دست بوسی و قدم بوسی کی کوشش فرماتے ۔یہی ادب و لحاظ حافظ ملت اپنے جملہ معاصرین اور صاحبان نسبت کا فرماتے۔

حافظ ملت کے دم قدم کی برکت سے دارالعلوم اشرفیہ نے اپنا مقام بنالیا تو اراکین اور ارباب حل وعقد نے ملک کے مشاہیر علما اور ماہرین علوم کو یہاں لانے کا پروگرام بنایا۔ایک بار یہ بات سامنے آئی کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ ارشد اور شاگرد رشید ملک العلماء علامہ ظفرالدین احمد بہاری علیہ الرحمہ کو لایا جائے ۔حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سنا تو بہت خوش ہوئے اور اپنی عادت مبارکہ کے مطابق فرمایا ”یہ تو بہت خوشی بات ہے حضرت تشریف لائیں میں خادم ہوں حذمت کرتا رہوں گا۔ میں نے دس سال حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمہ کی کفش برداری کی ہے،حضرت مولانا تشریف رکھیں گے،اور میں ان کے سامنے درس دوں گا۔“

جناب قاری محمد عبدالحکیم صاحب نے بیان کیا کہ تلشی پور سے ایک حافظ ملت کے معتقد بلرامپور بغرض ملاقات آئے ،دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب آپ کے متعلق ایسا ایسا کہتے ہیں ۔

حافظ ملت نے فرمایا !جی ہاں،مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ ایک جید عالم دین ہیں ۔سنیت کے خادم ہیں،بہت بڑے مبلغ ہیں ،بڑوں کو حق ہے کہ چھوٹوں کو جو چاہیں کہہ لیں ۔مگر چھوٹوں کو حق نہیں کہ بڑوں کو جواب دیں۔

۱۹۷۱ء میں سادات کچھوچھہ کی طرف سے ”اشرفیہ“ کے خلاف مطبوعہ اشتہار جب حافظ ملت کے سامنے آیا اور حامیان اشرفیہ میں سے بعض لوگوں نے اس کا جواب دینا چاہا تو آپ نے فرمایا:

”یہ مخدوم زادوں کی طرف سے ہے خادم کو حق نہیں کہ مخدوم زادوں کو جواب دے میری طرف سے جواب دینے کی ضرورت نہیں ،اگر ایسا کیا گیا تو مجھے بیحد تکلیف ہوگی۔“

اسی موقع پر جب اہل عقیدت نے جواب دہی پر اصرار کیا تو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

”جو میری طرف سے جواب دے گا ،وہ میرا نہیں ،میرا نہیں ،میرا نہیں۔“(معارف حافظ ملت ص ۸۶)

سنی جمعیۃ العلماء کی آل انڈیا کانفرنس منعقدہ کانپور میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا سید محمد مدنی کچھوچھوی شہزادہ محدث اعظم سے ملنے خود ان کی قیام گاہ پر گئے۔باوجودیکہ مدنی میاں حافظ ملت کے شاگرد ہیں۔

سیوان کانفرنس میں پہنچے تو رات کا تہائی حصہ گزر چکا تھا، علما میں سے کسی کو زحمت نہیں دی اور عام شرکا کی قیام گاہ میں سو رہے۔

سراج العلماء حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی (علیہ الرحمہ) اور علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ ۱۳۷۵ھ میں ساتھ سفر حج و زیارت میں رہے۔ واپسی کے بعد دونوں حضرات نے باہم طے کیا کہ ساتھ ہی مبارک پور حاضر ہوں اور حافظ ملت کی زیارت کریں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کو ان دونوں حضرات کے عزم کی خبر ہوئی تو حضرت سراج العلماء کو لکھا:

''یہ تو آپ کا کرم ہے اور علامہ ارشد القادری سلمہ کی بے پایاں محبت ہے کہ یہاں تشریف لا کر ملاقات طے فرمائی ہے۔ لیکن میری غیرت محبت مجھے حاضری پر مجبور کرتی ہے کہ (آپ لوگوں کے) حج و زیارت کے بعد میں خود حاضر ہو کر ملاقات کروں۔''

حافظ ملت اعراس میں عادۃً شرکت نہیں کرتے تھے البتہ اپنے مرشد و استاذ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت ابو العلا مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں گھوسی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ آپ نے تعلیمی ذمہ داریوں کو بطور مجاہدہ اپنی ذات پر لازم کر لیا تھا۔ اس میں انہاک اور مشغولیت کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں جب کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغ علما نے ملک کے طول و عرض میں اپنی علمی بساطیں بچھالیں اور حافظ ملت کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر جا پہونچا، جلسہ جلوس اعراس، کانفرنسیں اور مناظرے میں ہر جگہ حافظ ملت کو پکارا جانے لگا۔ اس وقت حافظ ملت حالات کا لحاظ فرماتے ہوئے ضروری پروگراموں میں شرکت کرنے لگے۔

اہل مبارکپور اور ذمہ داران ملت نے آپ کو جب الجامعۃ الاشرفیہ کا سربراہ اعلیٰ بنادیا اس کے بعد سے تو آپ سیماب پا ہو گئے۔ ہر وقت سفر کے لئے پابہ رکاب رہتے۔ ملک کے طول و عرض میں ہر اہم دینی پروگرام میں شرکت فرماتے خصوصی معاونین اشرفیہ کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے طول طویل سفر کرتے۔ اس دور میں آپ کی مصروفیات متنوع اور ہمہ جہت تھیں۔ ایک طرف جامعہ کا منصوبہ دوسری طرف عام لوگوں کو اس کی کیا خبر کہ وہ دور روحانی لحاظ سے حافظ ملت کا تکمیلی دور تھا۔ اور تاریخ عرفا میں یہ بات ملتی ہے کہ ان کی صراحی قلب جب عرفان سے لبریز ہو جاتی ہے تو گاہے وہ خود سفر کر کے اہل صلاحیت تک نعمت روحانی پہونچاتے ہیں۔

جناب مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

حضرت شاہ یار علی صاحب علیہ الرحمہ (براؤں شریف) کے پہلے عرس کا دعوت نامہ حافظ ملت کی خدمت میں پہونچا تو ہم لوگ درسگاہ میں موجود تھے۔ حضرت نے خط پڑھا اور بآواز بلند فرمانے لگے۔ ''انشاء اللہ شرکت کروں گا ضرور حاضر ہوں گا۔''

ہم لوگ کچھ سمجھے نہیں، مگر حضرت کو سمجھانا اور بتانا ہی مقصود تھا۔ شاہ صاحب کا نام لیا اور ان کے محاسن بتانے لگے۔ اسی وقت پہلی بار مجھے شاہ صاحب کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ چالیس سال تک ان کی جماعت تو جماعت

تکبیرۂ اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی۔ رحمة الله علیه رحمة واسعة

جناب راز الٰہ آبادی کے بارے میں جب معلوم ہوا کہ مفتی اعظم ہند قبلہ کے مرید ہو گئے ہیں تو انہیں مبارکباد دی اور فرمایا "بہت بڑے شیخ کا دامن پکڑا" راز صاحب ہندوستانی غزلیں مشاعروں کے مشہور شاعر اور مذہبی اسٹیجوں کے نعت خواں تھے۔ بیعت کے بعد انہوں نے مسنون داڑھی رکھی۔ حافظ ملت نے ایک جلسہ میں انہیں مشروع داڑھی سے مزین دیکھا تو برسر عام فرمایا "یہ مفتی اعظم ہند کی کھلی کرامت ہے۔"

مولانا تجمل ہدیٰ صاحب گیاوی حافظ ملت علیہ الرحمہ کے برگزیدہ تلمیذ اور مرید ہیں۔ انہوں نے مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری سے بیان کیا کہ:

"صاحبزادہ گرامی مرتبت (عزیز ملت) مولانا عبدالحفیظ صاحب (موجودہ سربراہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور و جانشین حافظ ملت) کو میں ابتدائی درجوں کی کچھ کتابیں پڑھاتا رہا۔ انہی ایام میں عزیز ملت قبلہ حضرت کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران میں حاضر بارگاہ ہوا۔ تو ارشاد فرمایا:

"عبدالحفیظ! یہ تمہارے استاذ ہیں۔ استاذ کا ادب ضروری ہے۔" (معارف حافظ ملت ص ۶۱)





## بائیسواں باب

# ارشادات حافظ ملت

نپا تلا ان کا ہر جملہ
ہر اک بات میں حکمت ان کی
غور سے سنیے! اپنے پرائے
کیا کہتے ہیں بابت ان کی

(بدر)

بزرگان دین کے قلم وزبان سے نکلے ہوئے الفاظ وکلمات ارشادات عالیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ ارشادات علم وحکمت، پندوموعظت، معرفت وحقیقت کا بیش بہاخزانہ ہوتے ہیں اور تاثیر وافادیت کے نور سے ایسے معمور ہوتے ہیں کہ عقیدہ وعقیدت کی دنیا کو بھی منور کرتے ہیں اور فکر وذہن ونظر کی کائنات کو بھی نور بار کرتے ہیں۔ ان کی نورانیت میں سورج کی ہر نئی شعاع اور چاند کی ہر نئی کرن کے ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ موجودہ نسل کی تو یہ صالح رہنمائی کرتے ہی ہیں، آنے والی نسلوں کے لیے بھی منارۂ نور بن کر انہیں صراط مستقیم پر گامزن رکھتے ہیں۔

ان ارشادات کی کئی جہات ہوتی ہیں۔ کبھی یہ اقوال کی شکل میں ڈھل جاتے ہیں تو کبھی ملفوظات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی نکتہ آفرینی کے جلوے دکھاتے ہیں۔

اقوال ایسے لفظوں کا مجموعہ ہوتے ہیں جن کا ہر ہر لفظ معنویت وبلاغت کا چمن زار ہوتا ہے۔ یہ اپنی تاثیر میں ایسے بھرپور ہوتے ہیں کہ ضرب المثل بن جاتے ہیں۔

جیسے یہ مشہور زمانہ اقوال:

۱۔ موت برحق ہے

۲۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں وغیرہ

نکتہ سنجی یا نکتہ آفرینی سے مراد ہے بات میں بات پیدا کرنا۔ اس سے برجستگی اور حاضر جوابی کا اظہار ہوتا ہے اور حکیمانہ بصیرت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ نکتہ آفرینی میں طنز ومزاح کی ہلکی پھلکی شعاعیں بھی پھوٹتی نظر آتی ہیں۔

ملفوظات: بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ ہی ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے نصیحت آمیز کلمات، علم وحکمت کی باتیں، عارفانہ گفتگو اور تقریریں وغیرہ ملفوظات ہی کے دائرے میں آتے ہیں۔

صوفیہ واولیا اپنی مجالس میں الگ الگ مواقع پر جو کچھ بھی زبانی ارشاد فرماتے تھے یا کسی مرید ومعتقد یا سائل کے سوال کا جواب زبانی طور پر دیتے تھے انہیں بھی ملفوظات میں شامل رکھا گیا ہے۔

عربی وفارسی زبان میں بھی اس کی روایت رہی ہے اور اردو میں بھی۔

۱۴ رویں صدی ہجری میں۔ مجدد اسلام، امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات کو بڑی شہرت ملی جو آج تک شہرت ومقبولیت کی منزلوں سے گزر رہا ہے۔ ان ملفوظات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے یکجا کر کے مرتب فرمایا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات اپنی علمی ومعلوماتی گرانقدری میں لاجواب ہیں۔ حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کے اولیاء کاملین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین میں ہیں۔ آپ کے ارشادات عالیہ جو ان کے نوک قلم سے نکلے وہ تو آپ کی تصانیف میں موجود ہیں اور جو زبان سے ادا ہوئے ان میں سب تو نہیں لیکن کچھ آپ کے تلامذہ نے ضرور یکجا کیے۔

حافظ ملت نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو قرآن مجید ان کے سینے پر مرتسم ہو چکا تھا۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل سے

فراغت کے بعد ان کی زندگی پر کوئی ایسا دور نہیں گزرا جب وہ انوار قرآن، افکار قرآن اور عرفان قرآن سے سرشار نہ رہے ہوں۔ علم وحکمت، پند وموعظت، اور معرفت وحقیقت کی تمام نہروں کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت ہیں۔ حافظ ملت عمر بھر جن کی غواصی کرتے رہے۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد کے مطابق حافظ ملت کا ذہن وفکر قرآن وحدیث کی کسوٹی بن چکا تھا، جو منشاء ربانی اور مزاج مصطفوی کے مطابق ہر پیش آمدہ مسئلہ کی تحلیل کرتا تھا، انقلابات عالم ہوں یا سیاسات ملکی قومی وملی دشواریاں ہوں، یا جماعت وفرد کی الجھنیں حافظ ملت کا اخاذ ذہن اصول شرعیہ کے مطابق اس کی عقد کشائی کر لیتا تھا۔ وہ مومنانہ فراست کے مالک تھے۔ عام نگاہوں پر جو باتیں مخفی ہوتیں، وہ ان پر عیاں ہوتیں، اعجاز قرآن اور برکات جوامع الکلم نے ان کے پرحکمت اقوال سے مترشح ہیں۔

دنیا میں عظیم انسانوں کے اقوال وفرمودات ہدایت ومنزل رسی اور حصول مقاصد کا سہل ذریعہ قرار دیے جاتے ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ حافظ ملت کے اقوال زریں کو بھی محفوظ کیا جائے، یوں تو راقم سطور کے رفقاء نے قرطاس وقلم سے وابستہ ہونے کے بعد ہی سے تلاش وجستجو شروع کر دی تھی ماہنامہ اشرفیہ کے اجراء نے اس سلسلہ میں مزید نگینوں کو جمع کرنے کا راستہ نکالا، اور الحمدللہ کہ آج ہمارے پاس حضرت کے اقوال زریں معتد بہ تعداد میں موجود ہیں۔ حیات حافظ ملت سے اکتساب فیض کرنے والا بالیقین ان سے استفادہ کر کے خوش ہوگا۔

عزیز الخلائق ہونے کے لئے کسب کمال ضروری ہے۔

عقل مند وہ ہے جو دوسروں کے تجربوں سے فائدہ اٹھائے۔

آرام طلبی تخریب زندگی ہے۔

خود کو تجربہ گاہ بنانا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

میرے نزدیک مخالفت کا جواب کام ہے۔

کام دین کا ہو یا دنیا کا صحت پر موقوف ہے۔

کام کرو نام کی پرواہ نہ کرو، نام تو ہو ہی جائے گا۔

ہر دل عزیزی چاہو تو باکمال بنو۔

بداعمالی سبب ذلت وباعث ہلاکت ہے۔ (معارف)

زیادہ ہنسنا اور قہقہہ لگانا مومن کی شان نہیں۔

قلب کی زندگی ذکر وفکر ہے۔

محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔

مسلمان کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تب سینے میں اترے گی۔

# اقوال زریں

☆ مشیت ایزدی وقضائے الٰہی میں چارہ نہیں۔

☆ مشیت ایزدی میں صبر ہی شان زندگی ہے۔

☆ حقیقت یہی ہے کہ دنیا بے حقیقت اور بے ثبات ہے ہم سب کے لئے یہ وقت آنا ضروری ہے پیک اجل کو لبیک کہنا لابدی ہے۔

☆ جب اطباء وڈاکٹر جواب دے چکیں تو علاج ختم کردینا چاہئے اور شافی مطلق سے لو لگانا چاہئے وہ حیوم وقیوم اور قادر مطلق ہے زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔

☆ حقیقی مساوات صرف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

☆ مومن کے جوہر اخلاق سے یہ بھی ہے کہ دوسروں کو حقیر وذلیل نہ سمجھے۔ اپنی برتری اور تفوق کا خواب نہ دیکھے۔ اپنی عزت کچھ نہیں اصل عزت دین کی عزت ہے اور ہم سب کی ساری عزتیں اسی کا صدقہ ہیں۔

☆ وہ عزت کس کام کی جو دین کی عظمت کے لئے استعمال نہ ہو۔

☆ دین کے لیے زبان کھولنا اور ہاتھ پھیلانے سے عزت گھٹتی نہیں، بڑھتی ہے۔

☆ مومن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا یعنی اس کے حوصلے جوان ہوتے ہیں اور اس کا دین ترقی کرتا ہے۔

☆ ہوشیار طلبہ وہ ہیں جو اساتذہ سے علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی سیکھتے ہیں۔

☆ آدمی اپنے استاذ سے استفادہ کا محتاج رہتا ہے جس طرح سے مرید اپنے پیر کا۔

☆ آرام طلبی تخریب زندگی ہے۔ضرورت سے زیادہ آرام کرنا زندگی کو برباد کرنا ہے۔
☆ ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ بھی نرمی وخوش اخلاقی سے پیش آئے۔
☆ زندگی وہ ہے جو کسی دوسرے کے کام آسکے۔
☆ آدمی کو ہمیشہ باوقار رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وقار وضع اور رکھ رکھاؤ سے نہیں بلکہ مستحکم وقار عمدہ اخلاق سے قائم ہوتا ہے۔
☆ لوگ کپڑے پر دھوبی سے استری کراتے ہیں، جوتے پر خود پالش کرتے ہیں فیشن میں اپنا خیال رکھتے ہیں نہ وقت کا۔
☆ کامیاب انسان وہی ہے جو دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اٹھائے خود تجربہ کرنا عمر ضائع کرنا ہے۔
☆ اپنی صحت اور جسمانی قوت کی طرف خیال کیجیے۔ دین اور دنیا کا ہر کام تندرستی چاہتا ہے۔ دین کی اچھی خدمت بھی اچھی صحت اور تندرستی پر موقوف ہے اس لیے صحت اور تندرستی کا اہتمام کرنا چاہیے۔
☆ اپنی قدر پہلے خود پہچانو دنیا میں باعزت بنو گے۔ جس نے اپنا وقار خود خراب کرلیا دنیا کی نظر میں بھی ذلیل وخوار رہا۔
☆ انسان کو دوسروں کی ذمہ داریوں کے بجائے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے۔
☆ زندگی کام کا نام ہے اور بے کاری موت کا۔
☆ آدمی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو شخص بے کار ہے گویا مردہ ہے۔ کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔
☆ اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔
☆ زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام۔
☆ احساس ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔
☆ جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا ہے۔
☆ انسان کو مصیبت سے نہیں گھبرانا چاہیے۔ کامیاب وہ ہے جو مصیبتیں جھیل کر کامیابی حاصل کرلے۔ مصیبتوں سے گھبرا کر کام چھوڑ دینا بزدلی ہے۔
☆ جسم کی قوت کے لیے ورزش اور روح کی قوت کے لیے تہجد ضروری ہے۔
☆ تضییع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔
☆ جس کی نظر مقصد پہ ہوگی اس کے عمل میں اخلاص ہوگا اور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔
☆ قابل قدر وہ نہیں جو عمدہ لباس میں ملبوس ہو اور علم وادب سے بے بہرہ بلکہ لائق تعظیم وہ ہے جس کا لباس خستہ ہو اور سینہ علم سے معمور۔
☆ جس کی صحبت سے اخلاق میں گراوٹ پیدا ہو اس کی صحبت کو جلد از جلد چھوڑ دینا چاہیے۔
☆ ایسی تعلیم جس میں تربیت نہ ہو۔ بے سود ہی نہیں بلکہ نتیجتہً مضر ہے۔

☆ تقریر سب سے آسان کام ہے۔ تدریس اس سے مشکل اور سب سے مشکل تصنیف۔

☆ بزرگوں کی مجلس سے بلا وجہ اٹھنا خلاف ادب ہے۔

☆ ایسی جگہ نہیں بیٹھنا چاہئے جہاں سے اٹھنا پڑے۔

☆ بے محل اعتراض و جواب کی فطرت سے لوگوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

☆ مخالفت نفس تمام عبادتوں کا سر چشمہ ہے۔

☆ بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں اور روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔

☆ آدمی کو کام کرنا چاہئے۔ شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔

☆ اتفاق طاقت ہے۔ اتفاق زندگی ہے۔ اتفاق کامیابی ہے۔ نا اتفاقی کمزوری ہے۔ نا اتفاقی موت ہے، ناکامی ہے۔

☆ سفر اور سقر میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔

☆ ہر ذمہ دار کو اپنا کام ٹھوس کرنا چاہئے۔ ٹھوس کام ہی ذمہ داری کی ضمانت ہوتا ہے۔

کامیاب انسانوں کی زندگی اپنانی چاہئے۔ پھر وضاحت فرمائی: میں نے حضرت صدرالشریعہ کو ان کے تمام معاصرین میں کامیاب و موقر پایا، اس لیے خود کو انہیں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔

☆ مسلمان وہی ہے جو اللہ و رسول کا فرماں بردار ہے۔

☆ معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے تندرستوں کی انجمن نہیں۔

☆ دنیا کا علم بھی عزت و وقار کا سبب ہے چہ جائے کہ علم دین۔

☆ لمبی چوڑی عمارتیں ہوں تعلیم نہ ہو تو سب بے کار ہے۔

☆ حقیقت میں نماز تو جماعت ہی کی نماز ہے ورنہ صرف فرض کی ادائیگی۔

☆ اللہ پر توکل کرنے والا دونوں جہان میں سر بلند رہتا ہے۔

☆ دین کے لیے گردن کٹانے کی ضرورت پڑے تو کٹا دینی چاہیے مگر پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

☆ جب سے مسلمانوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے ساری دنیا سے ڈرنے لگے ہیں۔

☆ آج کل آدمی ہم مطلب پہلے ہوتا ہے ہم مذہب بعد میں۔

☆ خدا سے ڈرنے والا کسی سے نہیں ڈرتا۔

# ملفوظات

## نیت:

تمام افعال واعمال کا دارو مدار نیت پر ہے جیسی نیت ویسا ہی عمل ، نیک نیتی سے عمل مقبول ہے ، باعثِ اجروثواب ہے۔ بد نیتی سے عمل مردود ہے۔ موجبِ عذاب وعتاب ہے۔

قول ہو یا فعل، اخذ ہو یا ترک، از قبیل عبادات ہو یا معاملات، کسی عمل پر بھی اجروثواب کا حصول حسن نیت پر موتوف ہے۔ اصول دین میں یہ اصل عظیم اصل الاصول ہے۔ (معارف حدیث از حافظ ملت ص ۵)

## نور ایمان:

نور ایمان سے جب مومن کا دل جگمگا اٹھتا ہے تو اس کا پاکیزہ اثر روحانیت پر اس درجہ پڑتا ہے کہ روح مرتبۂ کمال پر پہنچتی ہے، حیوانیت ودرندگی دور اور لوازم بہیمیت کافور ہوجاتے ہیں۔ اس وقت انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ وپیراستہ ہوکر انسان کامل ہوجاتا ہے اور اپنے خالق ومالک کو خوب پہچانتا ہے۔ اس کی طاعت وعبادت میں خوب لذت پاتا ہے، پیکرِ اخلاص بن جاتا ہے جو کام کرتا ہے رضاے الٰہی اور خوشنودی خداوندی ہی مقصود ہوتی ہے۔ زبان اور ہاتھ ہی کیا جسم کے تمام اعضا حکم الٰہی کے ماتحت ہی کار فرما رہتے ہیں۔ ہر حرکت وسکون خوشنودی معبود ہی کے لیے ہوتا ہے۔ (ایضا ص ۸)

## عبادت:

نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھی جائے۔ نماز کے وقت اعضاے بدن کا قبلہ کعبۂ معظّمہ ہوتا ہے۔ اگر اعضا اس کی طرف نہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح دل کا کعبہ ذات خداوند قدوس ہے۔ اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو یہ نماز کیسے درست ہوگی؟

## حصول خشوع کی ترکیب:

حضرت! نماز پڑھتا ہوں مگر خشوع وخضوع حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ پڑھتے پڑھتے اکتاہت محسوس ہونے لگتی ہے اس کے لیے کون سی تدبیر اختیار کروں؟ فرمایا جی ہاں! بندۂ مومن کے لیے نماز سے زیادہ اہم چیز اور کیا ہے جب بندہ نماز پڑھے تو اپنے قلب وجگر کو ہر چہار جانب سے موڑ لے اور یہ سوچ کر مصلّٰی پر کھڑا ہو کہ میں احکم الحاکمین کی بارگاہ میں کھڑا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر دل میں یہ بات نہ آئے تو اس یقین کے ساتھ پڑھے کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ آپ اس طرح پڑھ کر تو دیکھیں۔

چنانچہ انہوں نے ایسے ہی نماز پڑھنی شروع کی پھر چند ہفتے کے بعد خط لکھا کہ حضرت کے فرمان پر عمل کیا۔ اب

نماز میں طبیعت لگتی ہے۔(حافظ ملت نمبر ص ۳۱۰،۳۱۱ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور)

## شانِ بندگی:

الٰہی عظمتوں اور رفعتوں کے سامنے سر نیاز جھکانا ہی شان بندگی ہے۔اس مالک ومولا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی اور قربانی پیش کرنا ہی سرمایۂ عبودیت ہے۔عبد ومعبود کا رشتہ وعلاقہ وہ ہے کہ جان ومال، عزت وآبرو ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے۔معبود حقیقی کی رضا وخوش نودی کے لیے قربانی بندہ کی سرفرازی وسربلندی ہے۔

(معارف حدیث از حافظ ملت ص ۱۱۵)

مشیت ایزدی وقضاے الٰہی میں چارہ نہیں مشیت ایزدی پر صبر ہی شان بندگی ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

## معیار ایمان:

ہر چھوٹے بڑے، اپنے پرائے، حتی کہ اپنی جان ومال، عزت وآبرو ہر شے سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔یہ دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر

ع دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں

دلیل اس دعویٰ کی یہی ہے کہ اداے حقوق مصطفےٰ میں جب کوئی طاقت کوئی قوت بھی مقابل آئے تو اس کو پاش پاش کردیا جائے، دھجیاں اڑادی جائیں۔جان ومال عزت وآبرو کسی کا پاس نہ ہو، اپنے آرام وراحت، تکلیف ومصیبت تک کا خیال نہ ہو۔حکمِ الٰہی وفرمانِ رسول کے مقابلے میں کسی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

شانِ رسالت میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا خواہ اپنا باپ، استاذ اور پیر ہی کیوں نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم وفاضل ہی کیوں نہ ہو قلب مومن میں قطعاً اس کی گنجائش نہیں، باپ کا ادب، استاذ کا احترام، پیر کی تعظیم وتوقیر، عالم دین کا عزو وقار صرف رضاے الٰہی وخوشنودی رسول کے لیے کیا جاتا ہے اور جب وہ گستاخ اللہ ورسول کا باغی ہوگیا تو پھر اس (گستاخ خدا ورسول) سے کیا علاقہ، ایمان والوں کا اس سے کیا تعلق؟

## اللہ کی عبادت:

عبادت الٰہی، طاعت ربانی، رضائے الٰہی کا سبب ہے۔بالخصوص نماز دنیا وآخرت کی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔اداے فرض کے بعد نوافل کی مداومت بارگاہ خداوندی میں بڑی مقبولیت رکھتی ہے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز نفل کے پابند تھے۔اذان کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے، جب بے وضو ہوتے وضو کرتے اور دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھا کرتے تھے۔اس نماز کی پابندی نے ان کو زندگی میں جنت میں پہنچادیا۔(معارف حدیث از حافظ ملت ص ۸۶)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنا معصیت سے گریز پرہیز تزکیہ ہے۔اس کے بغیر نور عبادت الٰہی حاصل نہیں

ہوسکتا۔ (معارف حدیث ص ٦٥)

## معصیت سے اجتناب اوراس کا فائدہ:

عبادت الٰہی بڑی چیز ہے۔ فلاح دارین وعزت کونین کا باعث ہے ،خوشنودی خداوندی ورضاے الٰہی کا سبب ہے، بڑی نعمت بڑی دولت ہے۔اس کے فوائد گنتی وشمار سے باہر ہیں لیکن عبادت سے بھی اہم فرض اجتناب عن المعصیۃ ہے۔

خداوند قدوس کی نافرمانی سے بچنا، عبادت پر مقدم ہے، کتنا ہی بڑا عابد ہو جب تک وہ اللہ عزوجل کے محارم سے نہ بچے عبادت کے ثمرات وبرکات سے کما حقہ مستفیض نہیں ہوسکتا اس لیے سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے محارم سے بچے تو لوگوں میں سب سے بڑا عابد ہو۔ (معارف حدیث از حافظ ملت ص ٩٠)

## اجتناب عن المعصیۃ کا فائدہ:

خداوند تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام فرمادیا ان کا ارتکاب نہ کرے۔ جن چیزوں سے باز رہنے کا حکم فرمایا، ان کے قریب نہ جائے کیوں کہ معصیت خداوند کریم کی ناراضی کا سبب ہے۔ خداوند کریم کی جب تک نافرمانی کرتا رہے گا اس کی رضا تجھے حاصل نہ ہوگی اور رضاے الٰہی جب تک حاصل نہ ہوگی عبادت کا مقصود ہی حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مقصود عبادت رضاے الٰہی وخوشنودی خداوندی ہے۔ لہٰذا خواہ کتنی ہی عبادت کرے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل ہی کیوں نہ ہوجائے لیکن اگر معصیت میں مبتلا ہے تو مقصود عبادت فوت ہے۔ ثمرۂ عبادت سے بے بہرہ ہے، اس لیے تمام معاصی سے تائب ہو اور جملہ نافرمانیوں کو ترک کر! تب تیری عبادت بارگاہ الٰہی میں درجۂ کمال پر پہنچے گی اور پورا پورا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس لیے فرمایا: اتق المحارم تکن اعبد الناس اللہ کے محارم سے بچ تب لوگوں میں بڑا عابد ہوگا۔ (معارف حدیث ص ٩٠)

## قلب کی زندگی اور موت:

خوف الٰہی وخشیت ربانی سے قلب آراستہ ہوتا ہے۔ زیادہ ہنسنا، قہقہہ لگانا یہ مومن کی شان نہیں کیوں کہ اس سے دل سخت ہوتا ہے قلب کو یاد خدا سے غفلت ہوتی ہے جو قلب کی موت ہے۔

اعمال کا مدار نیت پر قلب کی زندگی ذکر وفکر ہے، یاد الٰہی ہے۔ مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کا تقرب ونزدیکی حاصل کرنا ہے۔

(ایضاص ٦٧،١١٥)

اعمال کا مدار جب نیت پر ہے تو کوئی عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں اور جس عمل کی نیت کی اس کا ثواب پائے گا۔ لہٰذا اگر کوئی عمل ایسا ہے جس میں کئی نیتیں ہوسکتی ہیں تو جس کی نیت کرے گا اس کا ثواب پائے گا۔ مثلاً ایک فقیر جو اپنا قریبی رشتہ دار بھی ہے۔ اس کو اللہ کے لیے کچھ دیا۔ اگر صرف محتاج سمجھ کر دیا تو صرف صدقہ کا ثواب پائے گا اور اگر صرف قرابت دار سمجھ کر دیا تو صلہ رحمی کا ثواب پائے گا اور اگر محتاجی وقرابت داری دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے دیا، تو ایک

ہی عمل میں صدقہ وصلہ رحمی دونوں کا ثواب پائے گا۔ (معارف حدیث ص ۷)

## حبّ خدا ورسول:

محبت ومودت، الفت وعقیدت ایک قلبی کیفیت ہے جو حیاتِ انسانی کا محور اور زندگانی کا مرکز ہے۔ میلانِ قلب ہی انسانی حرکات وسکنات کا مدار ہے۔ دل کا جھکاؤ جس طرف ہوتا ہے، سر سے پیر تک تمام اعضا اسی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جس سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر ادا اچھی، ہر بات پیاری معلوم ہوتی ہے، اس کے ہر قول وفعل کو اپنانا دلی خواہش اور قلبی تمنا ہوتی ہے۔ صرف یہی دیکھنا ہوتا ہے کہ محبوب کی مرضی کیا ہے، محبوب کیا چاہتا ہے، محبوب جو کہے وہی کیا جائے، جس طرف لے جائے، اسی طرف جائے۔ اس کے اشارۂ ابرو اور جنبش لب پر مرنا اور جینا معراج تمنا ہے۔ کرشمۂ محبت کا جب اتنا بلند مقام ہے تو اگر قلب مومن میں کسی غیر کی محبت بھی اللہ اور رسول کی محبت سے زیادہ ہو بلکہ برابر بھی ہو تو مومن کو رضائے الٰہی وخوشنودیٔ رسول حاصل کرنا محال ہو جائے حالانکہ یہی مقتضائے ایمان ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ایمانی قلب میں سب سے زیادہ اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو، عزیزوں اور دوستوں کی الفت ہو یا جان ومال کی محبت اگر ان سب پر حبّ رسول غالب ہے تو یہی واقعی ایمان ہے، قابل مبارکباد ہے اور یہی اللہ عز وجل کی سچی محبت ہے۔ محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔ قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبُکُمُ اللّٰہُ۔" میں اسی کی تعلیم ہے۔ (معارف حدیث ملخصاً ص ۲۴)

## شانِ مسلم:

مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ اپنی زبان سے نہ جھوٹ بولے نہ غیبت کرے نہ چغلی کھائے، نہ گالی بکے، نہ کسی مسلمان کو برا کہے نہ ہاتھ سے ستائے نہ تکلیف پہنچائے۔ (معارف حدیث ص ۲۵)

## شافیٔ مطلق سے لو لگانی چاہیے:

جب اطبا اور ڈاکٹر جواب دے چکیں تو علاج ختم کر دینا چاہیے اور شافی مطلق سے لو لگانا چاہیے وہ حی وقیوم اور قادر مطلق ہے۔ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔ (ارشاد القرآن از حافظ ملت ص ۵)

## انسان اور اس کا مقصود:

انسان: انسان کو انس لازم ہے، وہ کیا انسان ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی نہ ہو۔ صرف اپنی ضرورتیں پوری کر لینا انسانیت نہیں۔ انسان وہی ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی اور غم خواری ہو۔ اس لیے اسلام کا زریں اصول مسلمانوں کا باہمی اتحاد واتفاق ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی غمخواری وہمدردی ہے، امیر کو غریب کی، مالدار کو نادار کی ہمدردی، امداد واعانت نہایت ہی مستحکم اور بڑا ہی زریں اصول ہے۔ جب کبھی غربا ومساکین کو حاجت پیش آئے تو فوراً مسلمان اس کو سہارا دیں اور اپنی طاقت بھر ان کو قوت پہنچا کر ان کی ضرورت کو پورا کریں۔ ایسا نہیں کہ

بڑے بڑے رؤسا، امراء اور بڑے بڑے دولت مندوں ہی کو یہ حکم ہے بلکہ ہر مسلمان کے لیے دوسروں کی غمخواری اور اپنے مقدور بھر ہمدردی لازم ہے۔ (معارف حدیث ص۱۱۲)

**انسان کا مقصود:** انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس کا مقصود بھی ہر شے سے اشرف واعلیٰ وبرتر وبالا ہونا چاہیے۔ اسلام کا بڑا احسان ہے کہ انسان کا مقصد سمجھا دیا اور بتادیا کہ انسان کا مقصود صرف ذات الٰہی اور خوشنودی ربانی ہے۔ انسانی زندگی اور زندگی کے تمام مراحل ومنازل اسی لیے ہیں کہ وہ اپنے مالک ومولیٰ تعالیٰ کی طلب میں کوشاں اور اس کی مرضی کا جویاں رہے۔ انسان غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا فقیر، تخت نشیں ہو یا فرش خاک پر بیٹھنے والا، اگر خداوند قدوس کی یاد میں ہے، کامیاب ہے اگر اس کی یاد سے غافل ہے، ناکام ہے۔

اس غفلت کو دور کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے اور مخلوق کی رہنمائی فرمائی خصوصاً سید الانبیاء سرور عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب عجیب حکیمانہ انداز اور نرالے نرالے عنوان بیان سے ہدایت فرمائی۔ فرمایا دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کرو۔ (معارف حدیث ص۵۳)

## دنیا وآخرت:

عزیزو! دنیا فانی ہے، ناپائیدار ہے، آخرت باقی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ دنیا کی زندگی بے ثبات ہے، ختم ہونے والی ہے، آخرت کی زندگی جاودانی ہے، دنیا میں انسان آخرت کے لیے آیا ہے۔ اس جاودانی زندگی کا سامنا کرنا ہے اسی لیے سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الدنیا مزرعة الآخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں کی نیکی وہاں کام آئے گی۔ آخرت کی منزل کٹھن ہے۔ (معارف حدیث ص۵۶)

## مسلمان کا مقصد:

مسلمان کا مقصد آخرت ہے، دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے دوزخ سے نجات پائے، جنت میں داخل ہو، انعامات واکرامات کا مستحق ہو، یہی اس کا مطمح نظر ہو، اگرچہ جنت کی تمام نعمتیں، ساری خصوصیتیں محض فضل ربانی وعطائے الٰہی ہے۔ لیکن اس مولائے نعیم وغافر نے اس کے حصول کے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں۔ جنت کے ان خصوصی انعامات واکرامات کا ذریعہ تقویٰ اور حسن خلق ہے۔ یوں تو ہر نافرمانی اور معصیت دوزخ کا سبب ہے مگر دو چیزیں خاص طور پر انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ انسان کا منہ اور اس کی شرمگاہ۔ (معارف حدیث ص۵۹)

## مونس وغم خوار:

اے غافل انسان! تجھے اپنا کردار درست کرنا چاہیے۔ عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا، تیرا ساتھ دے گا، تیرے کام آئے گا، تو اپنے عزیزوں، قریبی رشتہ داروں، دوستوں کی خوشنودی، رضاجوئی میں منہمک ہے۔ مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے، ان کو اپنا مونس وغمخوار اور خیر خواہ سمجھتا ہے یہ تیری نادانی ہے، غفلت ہے۔ تیرا خیر خواہ اور مونس وغم خوار تیرا نیک عمل ہے۔ یہ وہاں کام آئے گا جہاں تیرا کوئی نہ ہوگا۔ تو قبر میں اکیلا ہوگا۔ تنہا ہوگا۔ بڑے بڑے گہرے دوست

اور مخلص خیر خواہ، قریبی رشتہ دار سب علاحدہ ہوجائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے تجھے ہزاروں من مٹی کے اندر دفن کر کے چلے آئیں گے۔ تیری اس تاریک قبر میں اگر روشنی ہے تو تیرا نیک عمل۔ لہذا تو اپنے مخلص دوستوں کو پہچان اور ان کی قدر کر، زندگی غنیمت جان، تمام بدکرداریوں سے توبہ کر اور اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہو، توشۂ آخرت جمع کر! یہی تیرے کام آئے گا۔ (معارف حدیث ص ۱۱۱)

## ذلت وہلاکت کا سبب:

بد اعمالی بلاشبہہ سبب ذلت اور باعث ہلاکت ہے، مسلمان اگر اپنی عزت چاہتے ہیں اور دونوں جہان کی سربلندی وسرفرازی مقصود ہے تو جلد از جلد تمام گناہوں سے سچی توبہ کر کے نہایت مضبوطی کے ساتھ صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائیں۔ حضرت شاہ آسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کارِ امروز بفردا مگزار اے آسی
آج ہی چاہیے اندیشۂ فردا دل میں

(معارف حدیث ص ۱۲۰)

## بارامانت:

اے مسلمان! تیرے دوش ہمت پر بار امانت ہے۔ تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ تیرا ہی قول ہے

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام منِ دیوانہ زدند

تو اس بار امانت کا حامل ہے جس کو آسمان وزمین اور پہاڑ بھی نہ اٹھا سکے تو نے اس کو اپنے دوش ہمت پر لیا اور اس امانت کی کماحقہ حفاظت تیرے ذمہ ہے ان کی پوری حفاظت اسی طرح ہوسکتی ہے۔ (معارف حدیث ص ۵۴)

## خوف خدا:

مسلمان خدا سے ڈریں، صرف خدا سے ڈریں، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں، غیرت الٰہی کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اس کا بندہ ہوکر اس کا پرستار ہوکر اس کے سوا کسی سے ڈرے۔ (ارشاد القرآن ص ۱۱) آپ اکثر فرمایا کرتے۔ جب سے لوگوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑ دیا ساری دنیا سے خوف زدہ ہیں۔

## قناعت:

حضور نے قناعت کی تعلیم دی کہ تقسیم الٰہی پر راضی ہو تو سب سے بڑا غنی ہو۔ کیوں کہ کتنا ہی بڑے سے بڑا مالدار کیوں نہ ہو اگر اس کو قناعت نہیں تو اطمینان قلب حاصل نہیں ہوسکتا اور غنا ومالداری سے مقصود اطمینان قلب ہی ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا تقسیم الٰہی پر راضی ہو تو بڑا غنی ہوجائے گا۔ (معارف حدیث ص ۶۷)

## توکل:

بندہ جب اپنے رب پر ایمان لایا ہے اور مسلمان ہے تو اس کو اپنے رب پر توکل کرنا لازمی وضروری ہے۔ اگر بندہ کو اپنے رب پر بھروسہ نہیں تو اس کا ایمان ہی کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو، کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو وہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم اپنے کاموں میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہو یا اس کے غیر پر۔ اگر تم نے اپنے ہر کام میں اپنے رب ہی پر بھروسہ کیا تو واقعی تم اپنے رب کے فرمانبردار بندے ہو اور اس کے انعام واکرام کے مستحق ہو۔ اگر تم نے اپنے کسی کام میں بھی اپنے رب کے غیر پر بھروسہ کیا تو مجرم ہو۔ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد غیر پر بھروسہ کرنا بڑا جرم ہے۔

حضرت حافظ ملت قدس سرہ کبھی ''توکل'' پر خاص طور سے زور دیتے تو یوں فرماتے۔

''توکل ہی توکُل ہے''

آپ اس باب میں اکثر یہ شعر بھی پڑھتے تھے

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

(اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

## صبر وضبط:

صبر کا اجر بے شمار ہے، بے حساب ہے، صبر کامیابی اور نصرت الٰہی کا سبب ہے اسی لیے بہت مرتبہ صابرین کی تھوڑی تعداد بھی غالب ہوئی اور صابرین کو سرداری وپیشوائی ملی۔۔۔ غور تو کرو صبر پر بے حساب اجر کا وعدہ ہے۔ صبر پر نصرتِ الٰہی اور امدادِ غیبی کا وعدہ ہے، صبر پر فتح دینے کا وعدہ ہے۔

سید صاحب! (سید رکن الدین صاحب اصدقؔ) روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جہاں آدمی کے مزاج وطبیعت کے خلاف باتیں نہ ہوں۔ کیا مبارک پور میں میری مرضی کے خلاف باتیں نہیں ہوئیں؟ مگر دین کے خادموں کو ہمیشہ صبر وضبط سے کام لینا چاہیے۔ (ایضا)

## مخالفت کا جواب:

میرے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔ میں نے مخالف کو کبھی مخالفت کا جواب نہیں دیا بلکہ اپنے کام کی رفتار اور تیز کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کام مکمل ہوا اور میرے مخالفین کام کی وجہ سے میرے موافق بن گئے۔ (حافظ ملت نمبر)

## حقیقی مساوات:

آئی ہے میرے ساتھ مساوات کی شعاع
یہ آفتابِ وقت کی پہلی کرن نہیں

مذہب اسلام کی خشت اول سے لے کر اس کی تعمیر ثریا تک مساوات کی تعلیم ہے۔ حقیقی مساوات صرف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

بلا شبہہ اسلامی تعلیم یہی سبق دیتی ہے کہ بھائی کو کم از کم اپنے برابر یا بلند سطح پر ضرور رکھنا چاہیے۔ اپنے آرام کی فکر ہو تو اپنے بھائی کے آرام وراحت کو بھی ضرور یاد رکھے۔ خود تکلیف سے بچے تو اپنے بھائی کو بھی تکلیف سے بچائے۔ نوکروں، ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ بھی نرمی وخوش اخلاقی سے پیش آئے، ان کے راحت وآرام کا بھی خیال رکھے۔ (معارف حدیث ص ۸۳،۸۵)

## معاشرہ کی شیرازہ بندی:

اسلامی اصولوں کے ماتحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان کو دوسرے مسلمان سے دلی ہمدردی، امداد واعانت اور اس کی پردہ پوشی مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے۔ اگر مسلمان اس کے عامل ہو جائیں تو ان کی ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں، تمام پراگندگی وتشتت کا خاتمہ ہو جائے اور اتحاد واتفاق سے قوم مسلم کی شیرازہ بندی ہو کر وہ طاقت پیدا ہو جائے کہ قوم مسلم کی عظمت رفتہ واپس آجائے۔ (معارف حدیث ملخصا ص ۶۸،۶۹)

## رحمت عالم کی آخری وصیت:

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آخری وصیت فرمائی تھی: تركت فيكم الثقلين ما ان تمسكتموهما لن تضلوا كتاب الله وعترتي ' میں نے تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے ہرگز نہ بھٹکو گے۔ وہ وزنی چیزیں قرآن مجید اور میرے اہلبیت ہیں، قرآن مجید ایک متن ہے اور اہل بیت اطہار اس کی عملی تفسیر، قرآن مجید ایک مکمل قانون ہے اور اہل بیت کرام کما حقہ اس کے عامل اور حافظ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا تھا جو مسلمانوں کی فلاح دارین وعزت کونین کے لیے اکسیر اعظم تھا۔ اگر چہ اللہ ورسول کے فرمان کے بعد کسی تجربہ کی ضرورت نہیں، کسی آزمائش کی حاجت نہیں، مگر تجربات اور واقعات بھی شاہد ہیں کہ مسلمان واقعی جب تک اس پر کاربند رہے سربلند رہے۔ (ارشاد القرآن از حافظ ملت ص ۶،۷)

## علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عز وجل نے سارے اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ عرش سے فرش تک، شرق سے غرب تک ساری کائنات حضور کے پیش نظر کردی، ملکوت السموات والارض کا ذرہ ذرہ حضور پر روشن کردیا۔ روز ازل سے یوم آخر تک سب ما کان

وما یکون کا علم عطا فرمادیا۔ عالم کا ایک ذرہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ رہا بلکہ یہ ساری کائنات حضور کے علم عظیم کا ایک ادنیٰ حصہ ہے ۔آپ کا علم وسیع اس سے ہزاروں درجے زیادہ ہے ۔ یہ عقیدہ بہت سی آیات قرآنیہ وکثیرہ احادیث نبویہ واقوال ائمہ سے ثابت ہے۔

## علم مصطفیٰ کی وسعت:

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت ادارک انسانی اور طاقت بشری سے خارج ہے۔ انسان کی کیا مجال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا احاطہ کر سکے ۔ رب السموات والارض نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر چیز روشن کردی۔ کھلی، چھپی، ظاہر و باطن ہر شے پیش نظر فرمادی، گذشتہ، آئندہ اور موجودہ کل حالات اور تمام واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن کردیے۔ (ایضاص ۶۲)

## دین حق:

دین حق صراط مستقیم ، مذہب اہل سنت وجماعت ہے۔ اس کے علاوہ تمام مذاہب باطل ہیں۔ نجات اخروی کا مدار صرف مذہب اہل سنت ہے۔ لہذا ہر فرض سے اہم فرض مذہب اہل سنت پر استقامت ہے ۔ لہذا زمانہ کروٹیں بدلا کرے، فتنے پیدا ہوا کریں، حوادث روزگار نیرنگیاں دکھایا کریں، مصائب وآلام بجلیاں گرایا کریں، طالبِ حق کو بہر حال صراطِ مستقیم پر قائم رہنا ہے۔ فتنے ضرور پیدا ہوں گے ۔ مکار وکیّاد ضرور آئیں گے ، دجال وکذاب ضرور رونما ہوں گے، ان سب کا مقصد مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹا کر اپنے دام میں لینا، جال میں پھنسانا ہے ۔ مخبر صادق سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور ان دجالوں اور کذابوں کی پہچان بتائی ہے اور ان کے فتنوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ (ایضا)

## اتحاد واتفاق:

مسلمانوں کی صلاح وفلاح اسی میں ہے کہ آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ رہیں، اخوت اسلامی کے ماتحت زندگی گزاریں۔ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ حسن سلوک رکھنا چاہیئے ۔ بدظنی بدگمانی بری بات ہے۔

## بغض وعناد:

بغض وعناد کو محبت ومودت میں تبدیل کرنا جنگ وجدال کو صلح وآشتی سے بدل دینا اصلاح ذات البین ہے۔

(معارف حدیث ص ۱۲۶)

## استاذ کا کمال:

نیکو کار اصلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہے جانے کے قابل بنایا۔ استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے چاہے جانے کے قابل

بنا دے ۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

## روشن ماضی کی یاد:

نصرتِ الٰہی تمہارے بازو تھامتی تھی، تائید غیبی تمہاری پشت پناہی کرتی تھی، غیرت الٰہی کو تمہاری ناکامی گوارا نہ تھی اسی لیے تمہاری تعداد کم سے کم اور تھوڑی سے تھوڑی بھی کامیاب ہوتی تھی ۔ بدر واحد کے واقعات تو تمہیں ضرور یاد ہوں گے، خیبر و حنین کو بھی تم نہ بھولے ہوگے، معرکہ موتہ و یرموک جیسے ہزاروں شاندار کارناموں سے تمہاری روشن تاریخ جگمگا رہی ہے ۔ تمہاری قلت، تمہاری عسرت، تمہاری ناداری اور تہی دستی نے کبھی بھی تمہیں ناکام نہ کیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے کبھی بھی تمہارے قدم کو لغزش نہ دی ۔

## ملت کا درد و غم:

دینی خدمات کا مخلصانہ جذبہ ہم سے رخصت ہوگیا اور نصیب دشمنان ہوگیا۔ ۲۰، ۲۵ روپے پر کافی تعداد میں مل جاتے ہیں۔ نہ معلوم کیسے گذر کرتے ہیں ۔ خداوند کریم ہم کو توفیق خیر بخشے جو ہر اخلاق عطا فرمائے ۔

فی زمانہ اخلاص وایثار تو کیا دیانتداری بھی ختم ہو رہی ہے ۔ ہماری تمام خصوصیات ہم سے رخصت ہوگئیں۔ مولیٰ تعالیٰ رحم فرمائے ۔

افسوس ہے کہ لوگوں میں اخلاص واستقلال نہیں، کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں، وعدہ کا بھی خیال نہیں کرتے ۔ سینوں میں آرام طلبی زر پرستی کا مرض بھی ہے ۔ عجب قحط الرجال ہے کام کے آدمی دستیاب ہی نہیں ہوتے ۔ جن کو کام کا سمجھا جاتا ہے وہ بھی نتیجتاً ناکارہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

(حافظ ملت نمبر)

## خدمت دین:

میرا منشا صرف خدمتِ دین ہے ۔ میرا نظریہ مدرسہ ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ سنی علما زیادہ سے زیادہ اور قابل سے قابل تیار ہوں جو دین متین کی نمایاں اور زریں خدمات انجام دیں اسی کے لیے میری تمام ترسعی اور کوشش ہوتی ہے ۔

(حافظ ملت نمبر)

## کام سے نام:

آدمی کو کام کرنا چاہئے ۔ شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے ۔ کام کرو خود ہی اس کے صدقے میں نام اور شہرت حاصل ہو جائے گی اور جو شہرت کی فکر میں پڑتا ہے وہ اصل میں کام نہیں کرتا نام کرتا ہے ۔ اسی طرح آدمی کو منصب اور عہدے کی خواہش نہیں کرنی چاہیے بلکہ کام کرتے رہنا چاہیے، منصب اور عہدے خود ہی اس کا قدم چومیں گے ۔

(حافظ ملت نمبر)

## اشرفیہ کو خون جگر پلایا:

میں نے اشرفیہ کو خونِ جگر پلایا ہے ۔ میں اشرفیہ کے لیے اپنی جان کھپا سکتا ہوں، مگر اس کی پستی آخر دم تک نہیں برداشت کرسکتا۔ میں نے اشرفیہ کو اپنا پسینہ نہیں خون پلایا ہے۔

## مدرسہ سے طلبہ کا اخراج:

مدرسہ سے طلبہ کا اخراج بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کو عاق کردے ۔ یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کردیا جائے ۔

انتظامی مصالح کے پیش نظر اگر چہ یہ شرعا مباح ہے لیکن میں اسے بھی ابغض مباحات کے قبیل سے سمجھتا ہوں۔

(حافظ ملت نمبر)

## مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی:

میں مدرس کا تقرر کرتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں ۔ مدرس اپنی خوشی سے خود چھوڑ دے اسے اختیار ہے ۔

بار بار مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی مضر ہے ، وثوق واعتماد جاتا رہتا ہے اور کام بھی نہیں ہوتا۔ بزرگوں نے بتایا ہے۔

''یک در گیر محکم گیر'' (ایضا)

## مدرسہ سب سے اہم :

مسجد بنانا ثواب۔ سرائے بنانا ثواب۔ یتیم خانہ بنانا ثواب۔ مگر مدرسہ سب سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے ۔ کیوں کہ اگر علما نہ پیدا ہوں گے تو ان سب کو کون آباد کرے گا۔ کون حفاظت کرے گا۔ میں نے مدرسہ کو بہت سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے ۔ (ایضا)

## فسادات کی وجہ:

مولانا عبدالمبین نعمانی بیان کرتے ہیں:

بتاریخ ۲۴رمئی ۱۹۷۴ء بروز جمعہ حضرت میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اتفاقا کچھ سیاسی بحث چھڑ گئی ملک کی موجودہ سیاسی پارٹیوں پر تبصرہ فرمانے کے بعد حضرت نے فرمایا ایک مرتبہ چندافراد فسادات کے اسباب پر تبادلۂ خیالات فرمارہے تھے ہر ایک اپنی اپنی رائے پیش کرر ہا تھا اس میں مولانا اعظمی صاحب (عبدالمصطفیٰ اعظمی گھوسوی) بھی تھے انہوں نے بھی اپنی رائے پیش کی (حضرت نے فرمایا) میں نے کہا سب غلط ہے ۔ مجھ سے سنیے، فسادات کیوں ہوتے ہیں ؟ فسادات صرف دو وجہ سے ہوتے ہیں ایک تو لیڈروں کی وجہ سے اور دوسرے اخبارات کی وجہ سے۔ لیڈر لوگ ایک دوسرے کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کرتے ہیں پھر فسادات ہوتے ہیں اور اخبارات ان کو بڑھا چڑھا کر مشتعل انداز میں شائع کرتے ہیں اگر حکومت ان دونوں پر پابندی لگادے تو آج فسادات ختم ہوسکتے ہیں

اور امن قائم ہوسکتا ہے۔ سب نے اس پر اتفاق کیا۔

## عیب جوئی:

اگر تمہارا عیب کوئی ظاہر کرے تو دیکھو وہ عیب تم میں پایا جاتا ہے یا نہیں! اگر پایا جاتا ہے تو اس سے باز آؤ اور عیب ظاہر کرنے والے سے کہو کہ تم نے مجھ پر کرم کیا کہ میرا عیب مجھ کو بتا دیا اور اگر یہ عیب تم میں نہیں تو خداوند کریم سے دعا کرو کہ اس عیب ظاہر کرنے والے کو عیب جوئی سے بچائے اور مجھ کو بدکلامی سے محفوظ رکھے۔

## نمونۂ عمل:

حضرت حافظ ملت سے جب یہ سوال کیا گیا کہ:

''کچھ ایسے افراد کی نشاندہی فرمائیں جو آپ کی زندگی کا نمونۂ عمل ہیں''؟ اس استفسار پر ارشاد فرمایا:

نمونۂ عمل کردار سے بنتا ہے جو کردار لیتا ہے وہ نمونۂ عمل بنتا ہے۔ میں نے چالیس سال اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات انجام دیں، بڑے بڑے قابل فاضل ہوئے، جو کردار اپنائے گا وہ نمونۂ عمل بنے گا۔ پڑھانا میرے اختیار میں تھا، پڑھا دیا، نمونۂ عمل بنانا میرے اختیار سے باہر ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

## سترِ عورت:

حافظ ملت کے وطن مالوف بھوجپور ضلع مراد آباد میں ماسٹر ابراہیم نام کے ایک صاحب نیکر پہننے کے عادی تھے انہوں نے حضرت سے استفسار کیا کہ گھٹنے کھولنے کی ممانعت کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''الرکبة عورة'' ماسٹر صاحب مطمئن نہیں ہوئے۔ کہا ضرور ہے لیکن دل مطمئن نہیں ہوتا، عقل قبول نہیں کرتی۔ فرمایا۔ ''اچھا اب دل و دماغ کا اطمینان بھی حاصل کر لیجیے۔ بتائیے کوئی عضو بدن یا ہڈی ہی ہو تو اس کا حکم یکساں ہونا چاہئے یا مختلف''۔ کہا یکساں۔ پوچھا گھٹنے سے لے کر کولہے تک ایک ہڈی ہے یا مختلف۔ کہا ایک ہی ہے تو فرمایا گھٹنے کے حصے کو کھولتے ہوئے جب کوئی جھجھک محسوس نہیں ہوتی تو آخر کولہے کے حصے کو کھولنے میں عار کیوں ہے۔ اس عقلی استدلال پر ماسٹر صاحب جھوم اٹھے اور پورے طور پر مطمئن ہو گئے۔ (حافظ ملت نمبر از ڈاکٹر شکیل اعظمی)

## نماز:

حافظ ملت نے فرمایا:

میں نے (بی بی مسجد ہوڑہ) جمعہ کے دن تقریر کی کہ دیکھو ایک مؤذن پکارتا ہے اور سب مسلمان اس ایک پکار پر دوڑ پڑتے ہیں۔ اگر صحیح معنوں میں مسلمان ہیں تو بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ اس میں اس بات کا درس ہے کہ جب بھی کوئی اللہ کے دربار میں، یا اللہ کے احکام کے لیے پکارے تو مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ فوراً دوڑ پڑتا ہے اس کی پکار پر اور یہ دربارِ الٰہی ہے اس میں سب برابر ہیں۔ باہر تو کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی شاہ ہے اور کوئی گدا ہے مگر یہاں

آئے تو سب ایک۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آج کل بہت سے مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں تو بس آئے، اٹھے بیٹھے اور چلے گئے، تو ایسے نماز نہیں ہوتی۔ نماز دل سے پڑھنی چاہیے۔ اس کا جو قاعدہ ہے اس طرح پڑھنی چاہیے، میرے پاس ایک صاحب سراج الدین نام کے آئے اور کہا کہ نماز میں میرا دل نہیں لگتا ہے۔ میں نے کہا نماز جیسی دلچسپی کی تو کوئی چیز نہیں دیکھی گئی کیسے تمہارا دل نہیں لگتا ہے۔ کہا کہ بہت کوشش کرتا ہوں مگر دل نہیں لگتا۔ میں نے کہا تو نماز ایسے پڑھا کرو کہ جب مؤذن اذان پکارے تو یہ سمجھو کہ مجھ کو بلایا جارہا ہے اور جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو اس کے معنی پر غور کرو، پھر جب مسجد چلو تو اس تصور کے ساتھ کہ ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور جب نماز میں کھڑے ہو تو کم از کم اتنا تو تصور جماؤ کہ میں خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہوں، اس کے سامنے ہاتھ باندھے ہوں دیگر طریقے تو اپنی جگہ ہیں صرف اتنا ہی اگر تصور جم جائے تو پھر دھیان ادھر ادھر ہوگا ہی نہیں۔
(قلمی یادداشت۔ از مولانا محمد عبد المبین نعمانی صاحب)

## نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال:

انجمن تبلیغ اہل سنت تحریک صلوٰۃ غوری گنج بنارس کے ایک اجلاس میں غالباً ۱۹۷۰ء یا ۱۹۷۱ء کا واقعہ ہے جلسہ والوں نے حضرت حافظ ملت سے عرض کیا کہ حضرت! اپنی تقریر میں لاؤڈ اسپیکر سے متعلق وضاحت فرمادیں کہ اس کی آواز پر نماز میں اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت نے دوران تقریر ارشاد فرمایا۔

آج کل لوگ لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کرنے پر سوال کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس سلسلہ میں دو اقوال ہیں ایک تو یہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز چوں کہ امام کی بعینہ آواز نہیں ہے اس لیے اس کی آواز پر رکوع وسجود وغیرہ کرنا جائز نہیں، دوسرے یہ کہ جائز، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس جھگڑے سے نجات کی سب سے آسان شکل یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھی جائے، تاکہ کسی قسم کا مسلمانوں میں اختلاف ہی نہ ہو، کیوں کہ لاؤڈ اسپیکر لگانے کے بعد ہی یہ جھگڑا اٹھتا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں ہوئی، جب کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھنے میں اور نماز صحیح ہوجانے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، ایسا کیوں نہ ہو کہ جھگڑے والی بات کو چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرلی جائے جس میں سرے سے کوئی جھگڑا ہی نہ ہو، اور حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی ہی صورت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "دع ما یریبک الی مالا یریبک" یعنی ایسی چیز کو چھوڑ دو جس میں شک وشبہہ ہو اور اسے اختیار کرلو جس میں کوئی شک وشبہہ نہیں۔ لہذا میری رائے میں یہی صورت زیادہ مناسب ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے کہ نماز میں کسی قسم کا جھگڑا اور شبہہ پیدا ہو۔ (از: مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی)

## تقویٰ:

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی بیان فرماتے ہیں کہ جب ۸/اپریل ۱۹۷۱ء یوم پنج شنبہ حضور حافظ ملت مدرسہ عربیہ اہل سنت بحرالعلوم خلیل آباد ضلع بستی (یوپی) میں مجھے برائے تدریس بھیج رہے تھے، تو وہ دوپہر کا وقت تھا حضور نے اپنے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا کھلایا اور درمیان میں مختلف وصیتوں سے بھی نوازتے رہے اور فرمایا۔ دیکھو جانے کے بعد سب سے ضروری چیز یہ ہونی چاہیے کہ اپنا علمی وقار بہر حال باقی رکھا جائے۔ دوسرے یہ کہ جانے کے بعد سب سے پہلی جو تقریر ہو وہ نہایت درجہ کامیاب ہو، تیسرے یہ کہ ہر اس بات سے یک لخت اجتناب ہونا چاہیے جس سے ایک انسان کے دل میں کسی طرح کی اخلاقی گراوٹ کا شائبہ بھی گزرے۔

حقیقت میں یہ اس حدیث رسول کی ترجمانی تھی جس میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اتقوا مواضع التهم" (تہمت کی جگہوں سے بچو) اور آخر میں فرمایا: دیکھو جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کو کہیں بھیجتے تو ان کو یوں وصیت فرماتے: "اوصیکم و نفسی بتقوی الله" میں تم کو اور اپنے کو تقوی، خوف خداوندی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ حضور کی انتہائی ذرہ نوازی ہے کہ غلاموں کی وصیت میں اپنے کو بھی شامل کر لیا (حالانکہ حضور ہی کا قول ہے "انا اتقٰکم و اعلمکم باللہ" (قلمی یادداشت از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

## تصنیفی صلاحیت:

بفضلہ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی، مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ المصباح الجدید (عقائد علماء دیوبند) ارشاد القرآن، معارف حدیث وغیرہ ہیں لیکن قوتِ تصنیف کے باوجود ہمیشہ عوائق وموانع در پیش رہے اور مصروفیات نے گھیر رکھا جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا، ایک طالب علم (مولوی محمد عثمان مرحوم) مرقات (علامہ فضل امام خیر آبادی) کی شرح (مصنفہ مولانا عبدالحق خیر آبادی) جس کا درجہ قاضی مبارک کے مساوی ہے۔ پڑھنا شروع کیا تو ان کے اصرار پر میں نے شرح مرقات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر طالب علم موصوف فراغت حاصل کر کے چلے گئے جس کے باعث یہ حاشیہ ناتمام رہ گیا، اور پھر کوئی ایسا باذوق طالب علم مذکورہ کتاب پڑھنے والا نہ ملا کہ اس کے لیے حاشیہ کی تکمیل ہو سکے۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۷۶، از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

## اشاعت وصحافت اور علما وعوام کی ذمہ داریاں:

پریس اور قلم سے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ہر مسلمان مذہب وملت کا ذمہ دار ہے، علمائے کرام زیادہ ذمہ دار ہیں، عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ پریس کی طاقت بھی حفاظت مذہب کے لیے ضروری ہے تو علمائے اہل ست کا تعاون کریں علماء اہل سنت انشاء اللہ قلمی خدمت بھی کریں گے اور حتی الامکان کرتے بھی ہیں۔

یہ کھلی اور ظاہر حقیقت ہے کہ سنیوں میں جذبۂ تعاون نہیں سنیوں کے کتنے جرائد ورسالے شائع ہوئے، اور اسی

بیماری کی نذر ہوگئے، جماعتیں قائم ہوئیں اور اسی مرض کی شکار ہوگئیں۔

(اور یہ سوال کرنا کہ کیا سنی علما پیچھے ہیں) یہ بات ہی غلط ہے کہ سنی علما وہابیوں سے پیچھے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں میں پروپیگنڈہ ہے وہابیوں دیوبندیوں میں تنظیم ہے، سنیوں میں تنظیم نہیں، یہی وجہ ہے کہ غیروں کا کام منظر عام پر کارنمایاں معلوم ہوتا ہے، اور اپنوں کا کام منظر عام پر اس منزل پر معلوم نہیں ہوتا۔ اتفاق اور انتشار میں بڑا فرق ہے۔(حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص۷۶، ۷۷)

## تصنیف وطباعت:

ایک مرتبہ بڑے افسوس اور قلق کے ساتھ ارشاد فرمایا:

مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہوسکا، جس کا مجھے افسوس ہے حالانکہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا، اور اب نہ تو وہ قوت دماغ ہے اور نہ ہی فرصت اس لیے اب میرا مطمح نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے۔

(اور کتاب کی حسن کتابت وطباعت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں)

میرا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ کتابوں کی قیمتیں کم ہوں کیوں کہ مذہبی کتابوں کے پڑھنے والے بالعموم غریب لوگ ہوتے ہیں، اسی لیے جب میں نے فتاویٰ رضویہ چھپوائی تو اس کی قیمت لاگت سے زیادہ نہیں رکھی، ہمارا مقصد صرف اشاعت ہے نہ کہ تجارت۔(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۴۱۲، ۴۱۳ از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

## بنیادی کتابوں کی اہمیت:

آپ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ علم اونچی کتابوں سے نہیں حاصل ہوتا، بلکہ ابتدائی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور وہیں سے آگے بڑھنے کی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے تم خود ہی غور کرو کہ تشحیذ اذہان کے لیے شرح جامی کتنی ہی اعلیٰ درجے کی کتاب ہو لیکن جو قواعد نحو میر، ہدایۃ النحو وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ شرح جامی کے پڑھنے کے بعد ان میں کیا اضافہ ہوتا ہے؟ اس میں نکتہ بعد الوقوع کا کثرت سے بیان ہوتا ہے، اصول وقواعد کے علل واسباب کی توضیح وتشریح ہوا کرتی ہے، علمی نقطۂ نگاہ سے یہ تشریحات وتوضیحات کتنی ہی اہمیت رکھتے ہوں، اور طلبہ کے ذہن میں ان سے کتنا ہی جلا پیدا ہوتا ہو، لیکن درحقیقت جو قواعد اور گرامر ابتدائی کتابوں میں بیان کردیے گئے ہیں، اور جن کی ضرورت عبارت خوانی یا عبارت فہمی میں پڑتی ہے۔ ان سے زائد شرح جامی وغیرہ میں کتنا پایا جاتا ہے؟ اس لیے تعلیم کا اسلوب یہ ہونا چاہیے کہ طلبہ بنیادی کتابوں پر مکمل طور سے حاوی ہوجائیں، اور تمرین ومشق کے ذریعہ ان کو قواعد کا استحضار ہوجائے یہی ان کو آگے بڑھنے کی راہیں ہموار کرے گا۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص۳۹ / مقالہ از مولانا عبداللہ صاحب گونڈوی مصباحی)

## علم اور عمل:

علم کی اہمیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ جواب عنایت فرمایا۔

علم کی اہمیت کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے، دنیا کا علم بھی عزت و اقتدار کا ضامن ہے، چہ جائے کہ علم دین کہ یہ وہ دولت عظمیٰ اور عظمت کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتاز کائنات بناتی ہے مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

## حسن نیت:

حضرت کا طریقۂ تعلیم و تربیت اتنا مؤثر تھا کہ دلوں کو مسخر کرلیتا تھا، انہوں نے تقریبا چالیس سال تک ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' بخاری شریف کی تعلیم دی، جب بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھاتے تھے تو اپنے تلامذہ کو ''انما الاعمال بالنیات'' کا درس ایسے دلنشیں انداز میں دیتے جو دلوں میں گھر کر جاتا تھا، اور وہ فرماتے تھے کہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث پاک سے اپنی کتاب کی ابتدا اس لیے فرمائی کہ وہ طالبان علم حدیث پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ مشکوۃ نبوت کے انوار و تجلیات سے اسی وقت مستنیر ہوا جا سکتا ہے جب کہ نیتوں میں اخلاص پیدا ہو جائے اور دنیا پرستی کا منحوس سایہ انسان کے ذہن پر نہ پڑے، (اور بار بار یہ بھی ارشاد فرماتے) خواہ کتنا ہی علم حاصل کرلیا جائے، لیکن اس کا اثر اگر انسان کی زندگی پر نمایاں نہ ہو تو ایسا علم سودمند نہیں ہوتا، اس لیے جو کچھ پڑھا جائے اور جتنا بھی پڑھا جائے اس عزم اور ارادے سے پڑھا جائے کہ اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۸ / مقالہ از مولانا عبد اللہ گوڈوی مصباحی)

## صدر الشریعہ کا مقام:

حافظ ملت نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے بعد زہد اور تقویٰ، اتباع سنت، علم و فضل، خدمت دین میں حضرت صدر الشریعہ (مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی) قبلہ علیہ الرحمہ کا پہلا مرتبہ ہے، اس جامعیت میں موصوف منفرد ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کا علمی وقار تو غیروں کو بھی مسلم ہے، اپنوں کا تو یہ عالم ہے کہ حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرزند رشید حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھاگل پور کی کانفرنس میں علمائے اہل سنت کا تعارف کرایا اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا تو فرمایا، یہ علم کی لائبریری ہیں۔

حضرت صدر الافاضل (مولانا نعیم الدین) مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھوچھہ مقدسہ کے مجمع عام میں حضرت قبلہ کا تعارف کراتے ہوئے آپ کے علم و فضل کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کے احب الخلفا ہیں، اس سے اعلیٰ حضرت کی محبت معلوم ہوئی، اعلیٰ حضرت نے جو دینی خدمت آپ کو سپرد کی، ان سے آپ کا علمی وقار ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فرمایا ''تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب مین زیادہ پایئے گا'' اعلیٰ حضرت نے کسی کی بے جا تعریف کبھی نہیں فرمائی، اپنی نماز جنازہ کے لیے

یہ وصیت فرمائی ''حامد رضا خاں وہ دعائیں جو کہ فتاوی میں لکھی ہیں، خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی''۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۴۳،۷۴۷)

## اخلاق اور استقلال کی برکت:

مولانا سید رکن الدین اصدق ادارۂ شرعیہ پٹنہ نے بیان فرمایا کہ دستار بندی کے بعد ۱۱رشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کی صبح جب میں اپنے آقائے نعمت حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے بلا کر قریب بیٹھایا اور اچھوتے انداز میں فرمایا۔

سید صاحب رات کی دستار بندی کے بعد آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوگیا ہے، اور اب آپ گھر سے باہر تک دوسری ہی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ مگر ماشاء اللہ جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ ہیں، مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ بحیثیت استاذ صرف ایک بات کہنی ہے اور یہ کتاب میں پڑھ کر نہیں چالیس سالہ تجربہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آدمی کے اندر دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو انسان کیا۔ قدموں کے نیچے کی کنکریاں بھی اس کا احترام کریں گی۔ ایک اخلاق اور دوسرا استقلال (حافظ ملت نمبر)

## عہد حافظ ملت کی سیاست:

آپ سے سوال کیا گیا کہ سنِ شعور کے وقت ملک کا سیاسی مزاج کیا تھا، اس پر حضرت نے یہ جواب مرحمت فرمایا۔

سیاست کے معنی اگر انتظام ملکی ہیں تو اس وقت نہایت معقول انتظام تھا۔ مظلوموں کی دادرسی ہوتی تھی، ظالموں کو پوری سزا دی جاتی تھی۔ اس وقت جتنی چوری ہوتی تھی، اس سے زیادہ اب ڈاکہ زنی ہوتی ہے، اس وقت مار پیٹ کے جتنے واقعات ہوتے تھے، اس سے بہت زیادہ اب قتل وغارت ہو رہا ہے، ہر طبقہ نہایت مطمئن اور امن وچین کی زندگی بسر کرتا تھا، کچھ سیاسی جماعتیں میدان میں آئیں، انہوں نے بڑی جدوجہد کی، متفقہ طور پر کوشش کر کے ملک کو آزاد کرالیا، اور جواب حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص۱۷)

## مسلم پرسنل لا کا تحفظ کیسے؟

مسلم پرسنل لا میں ترمیم کے خلاف مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، اس استفسار پر حضرت نے جواب مرحمت فرمایا:۔

اپنے دین کے تحفظ وبقا کے لیے حتی المقدور ہر مسلمان پر کوشش فرض ہے، جو مناسب تدابیر ہوں عمل میں لائیں سب سے ضروری تدبیر یہ ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائیں۔

عورت کو حق طلاق اور اسلامی قوانین اِرث کے خلاف ہندوستانی حکومت کے مرتب کردہ قوانین پر موجودہ مسلمان کیا کریں؟ اس سوال پر حضرت نے درج ذیل جواب عنایت فرمایا:۔

حق وہ ہے جو اللہ اور رسول نے دیا، اس کے سوا سب ناحق ہے، مرد کو طلاق کا حق حق ہے عورت کو طلاق کا حق

دینا ناحق ہے۔ خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے عورت ناقص العقل ہے، مرد کامل العقل ہے، اس سے پہلے یورپ پر بھی یہ بھوت سوار ہوا، اس نے عورت کو بھی حق طلاق دیا اس کے بعد جو طلاق بازی شروع ہوئی تو عاجز آگئے، وراثت بھی علی ہذا القیاس، مسلمان حتی الامکان مناسب تدابیر اختیار کریں اور مداخلت فی الدین سے اظہار بیزاری کریں، دین ومذہب میں مداخلت کا کسی کو حق نہیں، یہ مسلمانوں پر سب سے بڑا ظلم ہے۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۵،۷۶)

## موت کیا ہے؟

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جب کہا جاتا ہے۔ فلاں آدمی مرگیا۔ تو بتاؤ جسم وروح میں سے وہ کون سی چیز ہے جو مرگئی یا فنا ہوگئی، کیا روح مرجاتی ہے، ہرگز نہیں، اہل اسلام میں ہی نہیں بلکہ فلاسفہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ روح نہیں مرتی، پھر کیا جسم مرجاتا ہے؟ یہ بھی نہیں اسے تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو، ہاتھوں سے ٹٹولتے ہو، تمام اعضا اپنی جگہ سلامت ہیں۔ کوئی عضو فنا نہیں ہوا پھر موت کیا ہے؟ میں کہتا ہوں موت جسم اور روح کے اختلاف کا نام ہے، جب تک روح اور جسم کا اتصال واتفاق تھا، آدمی زندہ تھا، جب دونوں میں اختلاف اور جدائی ہوگئی کہہ دیا انسان مرگیا۔

معلوم ہوا اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔ ایک جسم وروح کا اختلاف شخص کی موت ہے، ایک محلّہ، ایک گاؤں، ایک شہر یا ایک ملک کا اختلاف اس محلّہ، گاؤں، شہر یا ملک کی موت ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۱۸۴،۱۸۵، از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

## جاہلانہ طلسم خطابت اور حافظ ملت:

جن دنوں عربی یونیورسٹی کی تعمیری سرگرمیاں شباب پر تھیں۔ شرپسندوں نے ایک جاہل واعظ پالن حقانی کو مبارک پور بلایا اور مسلسل کئی جلسوں میں اہل سنت وجماعت کو سب وشتم وطعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا، جس سے سنیوں میں اضطراب واشتعال کی کیفیت پیدا ہوگئی چنانچہ سنیوں کا ایک نمائندہ وفد حافظ ملت کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ان جہالت آمیز بیانات اور گمراہ کن خیالات کی تردید وتکذیب کے لیے فی الفور جوابی جلسے منعقد کیے جائیں، لیکن حافظ ملت نے انتہائی متانت اور فراست کے ساتھ وفد کو سمجھایا کہ۔

اس وقت ہمارے سامنے الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر وتشکیل کا عظیم الشان منصوبہ ہے، ہمیں اپنے بنیادی مقاصد پر ہی نظر رکھنی چاہیے، معاندین کا دلی مقصد یہ ہے کہ غیر ضروری مسائل میں الجھ کر اپنے تعمیری منصوبوں سے غافل ہوجائیں، علاوہ ازیں یہ واعظ محض جاہل انسان ہے اس کے جواب کے لیے جلسے کرنا خواہ مخواہ اس کی حیثیت اور اہمیت کو بڑھاوا دینا ہے، اس جماعت کے مقتدر علما کے جواب ہم تو برابر اپنی تحریروں اور تقریروں میں دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی جب کبھی ضرورت پیش آئے گی ان کی علمی بے مائیگی اور مذہبی بے راہ روی کا پردہ چاک کرتے رہیں گے، لیکن ہمارے لیے یہ وقت کام اور صرف کام کا ہے، ہمیں اپنے کام ہی سے کام رکھنا چاہیے خدانخواستہ اگر سنیوں پر ان کی تقریروں سے

کوئی وسوسہ یا شبہ پیدا ہو تو اس کے ازالہ کے لیے میں اور الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذۂ کرام ہمہ وقت موجود ہیں، جب جہاں اور جس وقت جو بھی چاہے ہم سے مسائل کی تحقیق کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے ویسے ہر جمعہ کو ہم خطبہ سے قبل مختلف فیہ مسائل اور جواب طلب امور پر روشنی ڈالتے رہیں گے تا کہ سادہ لوح مسلمان گمراہ کن افکار وخیالات سے متاثر نہ ہوسکیں۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۲۰۷،۲۰۸، از ڈاکٹر شکیل اعظمی گھوسوی)

## اعدائے دین کے مقابل میں تکبر جائز:۔

۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ ۳۰/ اگست ۱۹۶۹ء شنبہ درس بخاری شریف پارہ ۲۶/ میں حضور حافظ ملت (علیہ الرحمۃ) نے فرمایا:

مومن عزت اسی وقت حاصل کر سکتا ہے، جب اعدائے دین کی تذلیل کرے اور بوقت مقابلہ انہیں حقیر وذلیل ثابت کر دے، اگر ان کے سامنے انکسار وتواضع سے پیش آئے تو اس میں اس کی ذلت ہے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ (علامہ سید محمد صاحب کچھوچھوی، شاگرد اعلیٰ حضرت متوفی ۱۳۸۱ھ) کا بیان ہے کہ میرا ایک گستاخ رسول سے مناظرہ ہوا جس میں اس نے ''صرفی مسئلہ'' پر بحث کرتے ہوئے مجھ سے بطور طنز کہا کہ آپ نے شرح مأۃ بھی نہیں پڑھی اس پر میں نے اس کی بھرپور تذلیل وتحقیر کی اور اپنے کو اس کے مقابلے میں بہت کچھ بڑھایا جس سے وہ رسوا ہو کر شکست خوردہ ہوگیا۔ میں نے مناظرہ میں فتح تو حاصل کر لی، لیکن میرے دل میں اپنے ان جملوں سے جو اپنی بڑائی میں کہہ ڈالے تھے، انقباض پیدا ہو گیا کہ میں کبر وعجب کا مرتکب ہوا جو قطعاً مذموم ہے، طبیعت میں ایک تکدر رہا کرتا تھا، جس کے باعث میں نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی جانب رجوع کرنا چاہا، حاضر بارگاہ ہوا، وہاں تو دل کی ڈھڑکنیں دیکھی جاتی تھیں، اور سطح دماغ پر ابھرتے ہوئے اعتراضات کا بچشم بصیرت مشاہدہ ہوا کرتا تھا، پہنچنے کے بعد فرمانے لگے۔

فقیر کو کبھی اپنی بڑائی پسند نہیں آتی، خدا کا فضل ہے کہ جو کچھ ملا ہے کچھ اپنے کو اس پر غرور وناز نہیں، تکبر اور عجب بہت ہی مذموم ہے، آدمی کسی بھی بلند مرتبہ پر پہنچ جائے اسے فخر نہیں کرنا چاہیے، محدث اعظم بیان فرماتے ہیں اتنے جملے سننے کے بعد میں دم بخود رہ گیا، اب تو کچھ پوچھنے کی بھی مجال نہ رہی اور میں اپنے نفس پر بہت زیادہ ملامت کرنے لگا لیکن اعلیٰ حضرت نے پھر اس کے بعد فرمایا مگر دشمنان رسول اور اعدائے دین کے مقابلے میں کبھی انکسار نہیں برتنا چاہیے۔ وہاں تو یہ شخص دین حق کا ذمہ دار ہوتا ہے اسے مذہب کو بلند وبرتر ثابت کرنا ہوتا ہے اور حمایت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان کی عظمت شان کا اظہار اس کا فریضہ ہوتا ہے۔ وہاں تواضع وانکسار سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے ان کے مقابلے میں اپنے کو بلند وبالا کہنا جائز اور دین متین کی حمایت ہے۔

محدث صاحب فرماتے ہیں۔ میں اتنا سننے کے بعد بہت مسرور ہوا، دل کا انقباض اور تکدر دور ہوا اور انشراح صدر ہوگیا۔ فالحمد لله علیٰ ذٰلك ۔ (حافظ ملت نمبر از مولانا محمد احمد مصباحی)

## اشرفیہ کا مقصد:

میں چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علما ہوں، وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم وصاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کما حقہ اشاعت وخدمت کرسکیں، میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۷۷)

## کام کا جذبہ:

آخری ایام میں جب حضرت بیمار تھے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کچھ روز مکمل آرام فرمالیں اور تبلیغی دوروں کو بند کردیں، اگر صحت رہی تو پھر یونیورسٹی کا کام ہوجائے گا، اس شدید نقاہت وعلالت کے عالم میں اس جدوجہد کا اثر جسم پر اچھا نہ پڑے گا۔

ارشاد فرمایا۔ میاں! اونچ نیچ ہوش وحواس والے کو سمجھایا جاتا ہے۔ اور میں تو الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے عقل وہوش کی دنیا سے نکل کر جنون کی سرحد میں داخل ہوچکا ہوں۔ اس لیے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ (نعمانی)

## روانگی حج کے وقت خطاب:

حضرت حافظ ملت نے حج وزیارت کی روانگی کے وقت اہل مبارک پور سے فرمایا کہ یہ میرے رب کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھے قباحت شرعیہ سے بچایا اور بغیر فوٹو کے مجھے حج وزیارت کی منظوری ملی۔

آپ نے اہل مبارک پور سے یہ بھی کہا کہ مبارک پور کے طویل دوران قیام میں ہوسکتا ہے ان سے کسی کو کوئی اذیت پہنچی ہو تو وہ اس کے لیے انہیں معاف کرے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی محمد عمر صاحب (سابق ناظم) نے بھی صفائی کرلی اب میرے اور ان کے درمیان کوئی خلش باقی نہیں ہے، حاجی صاحب کے لیے دعاے خیر کرتا ہوں۔ خداوند کریم ان کو صحت اور تندرستی دے۔ آمین۔

اس کے بعد دارالعلوم اشرفیہ کے لیے جو فرمایا، ملاحظہ کریں۔

''برادران اسلام! میری زندگی کا اہم مقصد دارالعلوم اشرفیہ ہے میں نے اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا ہے، ۳۵ رسالہ زندگی کا بڑا قیمتی وقت اس کی خدمت میں صرف کیا ہے، آپ حضرات کی مخلصانہ خدمات اور بے مثال قربانیوں سے یہ دارالعلوم اس منزل پر پہنچا کہ اپنی خصوصیات میں امتیازی شان رکھتا ہے، پورے ہندوستان پر اس کی خدمات کا سکہ ہے، ملک کے طول وعرض سے خراج تحسین وصول کرتا ہے، یہ مذہب وملت کا قلعہ ہے، بڑی وزنی اور شاندار درسگاہ ہے، اب یہ خادم جارہا ہے آپ کے اشرفیہ کو آپ کے سپرد کرتا ہے، آپ اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں۔ اور اپنی زریں خدمات سے ہمیشہ اس کی آبیاری کرتے رہیں پورا خیال رکھیں کہ اشرفیہ کے کسی شعبہ میں تنزل وانحطاط نہ ہونے پائے، بلکہ آپ کی خدمات سے یہ آگے بڑھتا رہے خداوند کریم آپ حضرات کو جزاے خیر دے، شاد وآباد رکھے۔ آمین''۔

(حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۷۷۔۲۷۸، از مولانا اسلم بستوی انوار القرآن بلرامپور)

## خاک در رسول کا سرمہ:

مدینہ طیبہ جب حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں باب جبریل کے قریب بڑی مشکل سے کچھ گرد پاک ہاتھ میں آئی تو انہیں حضرت نے اپنی آنکھوں میں لگایا۔ اور اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی کہ یہ دن نصیب ہونے سے پہلے میں دعا میں یہ شعر بھی پڑھا کرتا تھا۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینے کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

لہذا مدینہ طیبہ پہنچ کر میں نے اپنی یہ آرزو تو پوری ہی کرلی اور اس کی تصدیق بھی ہوگئی کہ میرا مذکورہ بالا شعر دعا میں پڑھنا محض شاعری نہ تھا۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ۔ روایت حضرت مولانا نصیر الدین پلاموی۔ ناقل مولانا اسلم بستوی)

## جانشین کا انتخاب:

شدید علالت کے دوران خیر خواہوں اور جاں نثاروں نے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب (موجودہ سربراہ جامعہ) کے متعلق جانشین نامزد کرنے پر پیہم اصرار کیا اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ۔

اگر وہ اس منصب کے لائق ہوں گے، ان کی ذات میں ایسے اوصاف ومحاسن پیدا ہوجائیں گے جو اس عہدۂ جلیلہ کے لیے درکار ہیں تو طالبان رشد وہدایت خود ہی ان کی جانب متوجہ ہوجائیں گے۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۲۱۰ از جناب ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

## عربی یونیورسٹی کا تصور:

میں نے دار العلوم اشرفیہ کو ترقی کی منزل پر پہنچانے کے لیے ’’الجامعۃ الاشرفیہ‘‘ قائم کیا، اشتہار میں احباب نے بلا میری رائے کے اس کا ترجمہ بریکٹ میں عربی یونیورسٹی کردیا نہ میں نے یونیورسٹی قائم کی، نہ کرسکتا ہوں الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم وصاحب لسان، بنانا ہے، تاکہ وہ ہندو بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کرسکیں، خیال تو بہت زمانہ سے تھا، لیکن ہر کام کا وقت ہے، وقت آیا، ہوا، ہورہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۴۷)

اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا:

بلاوجہ آپ لوگ مجھے کام سے روکتے ہیں، اور کہیں جانے نہیں دیتے، بیمار اپنی حالت خود سب سے بہتر جانتا ہے، جب میں خود اپنے کو صحت یاب پارہا ہوں، تو آپ لوگ کیوں بیمار بیمار کی رٹ لگا رہے ہیں۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۴۰۹ از مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی رکن المجمع الاسلامی)

## اضطراب:

اشرفیہ کے سلسلہ میں ان کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو دیکھ کر ان کے خدام عرض کرتے، حضور! آپ زیادہ پریشان نہ ہوں، خدائے قدوس آپ کی پرخلوص سعی کو رائیگاں نہ فرمائے گا، اورالجامعۃ الاشرفیہ کا تخیل ایک حقیقت بن کر منصۂ شہود پر ضرور جلوہ گر ہوگا، تو آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے ایسے انسان کے بارے میں جو اپنے اردگرد کاموں کا انبار دیکھ رہا ہے اور یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ سورج بس غروب ہی ہونے والا ہے۔ کیا وہ کاموں کی کثرت، اور وقت کی قلت دیکھ کر مضطرب نہ ہوگا اور کیا اس کا اضطراب بجا نہ کہلائے گا۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۳۴۴، از مولانا قمرالزماں صاحب مصباحی انگلینڈ)

## اشرفیہ کی حفاظت وخدمت:

اشرفیہ کی حفاظت کے لیے اللہ کی رحمت اور مسلمانوں کا جذبۂ صادق ضروری ہے اور وہی کافی ہے۔ میں نے اپنے کو ہمیشہ دارالعلوم اشرفیہ کا خادم جانا، خدمت ہی اپنا کام ہے، عہدہ اور اختیارات کا استعمال میرے خیال میں نہیں۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ۷۵)

## اشرفیہ کی سربراہی:

کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اشرفیہ کو اپنی حیات ہی میں ایسے ایثار پسند اور سنجیدہ ذہن لوگوں کو سپرد کر دیں جو آپ کے مرتب کردہ قوانین پر اس مشن کو ترقی دیں؟ اس سوال پر حضرت نے جواب عنایت فرمایا:

میری حیات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، کب تک ہے؟ میں تو اسی وقت تیار ہوں، قوم نے میرے سر جو بار رکھا ہے اگر قوم آج چاہے تو وہ میری جگہ دوسرے کو مقرر کر دے۔ یہ قوم کی امانت ہے، قوم کو اختیار ہے مجھے اختیار نہیں۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۷۵)

## اشرفیہ کی مخالفت:

کچھ لوگوں نے اشرفیہ کی مخالفت کیوں کی اس سوال پر فرمایا:

اس سوال کا جواب وہی لوگ دے سکتے ہیں، موافقت کرنے والا اس کے اسباب خود جانتا ہے مخالفت کرنے والا مخالفت کے اسباب جانے گا دوسرے کو کیا معلوم۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۷۴)

## اشرفیہ کا اشتہار:

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دارالعلوم اشرفیہ میں ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی موثر اور رقت انگیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ۔

میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار واشتہار تو نہیں شائع کیا (حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی، مفتی

عبدالمنان صاحب اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا قمر الزماں اعظمی اور دیگر موجود ممتاز شاگرد وعلما کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندہ جاوید اخبارات واشتہارات جنہیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے۔ کاغذی اخبارات واشتہارات پڑھ کر ردی کی ٹوکریوں یا گندی نالیوں میں ڈال دیے جاتے ہیں۔ یا پھاڑ کر راستوں میں بکھیر دیے جاتے ہیں۔ اور قدموں کے تلے آکر پامال ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ وہ اخبارات واشتہارات ہیں جو نہ کسی کے پھاڑنے سے پھٹ سکتے ہیں نہ راہوں میں پامال کیے جاسکتے ہیں اور نہ بادباراں کی یورشوں سے معدوم ہوسکتے ہیں۔

نوٹ کرلو عام کاغذی اخبارات واشتہارات اپنے عارضی وجود کے ساتھ وقتی افادیت ہی کے حامل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے شائع کردہ اخبارات واشتہارات تو اپنے قیمتی وجود سے اور پھر اپنے تلامذہ کے تسلسل وتوسط سے رہتی دنیا تک خلق خدا کے لیے صحیح معلومات کا ذریعہ اور رشد وہدایت کا وسیلہ بنے رہیں گے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۲۱۰، از جناب ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

## اشرفیہ اور قلمی شعور:

الجامعۃ الاشرفیہ کے نصاب تعلیم میں متعدد کتابیں شامل کرنے اور فرزندان اشرفیہ میں قلمی شعور پیدا کرنے کے متعلق جب حضرت حافظ ملت کے سامنے گفتگو ہوتی تو حضرت اپنے درد وکرب کا اظہار فرماتے۔ اور ساتھ ہی حوصلہ افزائی بھی کرتے، ایک موقع پر جب کہ اس طرح کی گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت نے بڑے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

میرے نزدیک ان سب کا جواب الجامعۃ الاشرفیہ ہے انشاء اللہ کام ہوگا اور اسی سے سب کچھ ہوگا۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۴۰۴۔ از مولانا یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر حجاز جدید دہلی)

ہمارے یہاں کام زیادہ پروپیگنڈہ کم ہے اور دوسروں کے یہاں کام سے زیادہ پروپیگنڈہ ہے۔ علما کی تنخواہ اتنی ہونی چاہیئے کہ وہ خوشحال رہیں اور آبادی کے دوسرے لوگوں کے سامنے ذلیل نہ ہوں۔

ملازمین کی درخواستوں پر جلد غور کرنا چاہیے۔ میں لوگوں کو رکھتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں۔ یہ اشرفیہ پلے گا، بڑھے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ ذلیل ہوگا، ذلیل ہوگا۔ (قول صدر الشریعہ بروایت حافظ ملت)

# حافظ ملت کی نکتہ سنجی

حافظ ملت عالم راسخ بھی تھے اور زاہد شب زندہ دار بھی۔ مگر ان کی زندگی میں ظاہر دارانہ خشکی نہیں تھی بلکہ ان کی مجلس جہاں قال اللہ اور قال الرسول سے پر رونق ہوتی، وہیں اس میں دنیا اور کشاکش دنیا کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر اور تبادلۂ خیالات بھی ہوتے۔ حافظ ملت جہاں صلحا اور عرفا کی جانشینی کے فرائض ادا کرتے، مزاح وخوش کلامی بھی

فرماتے۔ مگر اس طرح کہ سننے والوں کے ذہن میں علم وحکمت کے اس جبل شامخ کا وقار اور بلند ہو جاتا۔ اور مجلس نشاط وکیف سے زعفران زار بن جاتی۔ الفاظ کی مختصر سی تبدیلی کے ذریعہ نہایت بلند اور نصیحت آموز نکتہ سنجی میں حافظ ملت کو کمال حاصل تھا اور یہ سب کچھ بلا تکلف اور برجستہ ہوتا۔

اردو ادب کے ذخیرے میں انشا پردازی کرنے والوں اور زبان وبیان کے ماہرین نے شب وروز مشقت کر کے جو ادبی شہ پارے چھوڑے ہیں میں ان کے روبرو حافظ ملت کی زبان سے برجستہ صادر ہونے والے اقوال وفرمودات۔ او ر برجستہ زیر قلم لائے ہوئے حافظ ملت کے مضامین کو پیش کرتا ہوں۔ ارباب نقد ونظر خود فیصلہ کریں کہ یہ سب ادبیات اردو کے خزانہ میں قیمتی اور نایاب اضافہ ہے یا نہیں؟

ضرورت ہے کہ اب نوجوان اہل علم وادب حافظ ملت کا اس لحاظ سے بھی مطالعہ شروع کریں۔ اسے ہم اپنی غفلت ہی کہیں گے کہ حافظ ملت کے ایسے فرمودات جمع کرنے پر اُن کی حیات میں کوئی توجہ نہیں دی گئی ورنہ وہ ایک قیمتی خزانہ بنتا۔ تاہم مختلف ذرائع سے حکم وامثال کے جو درر والآلی ہم جمع کر سکے ہیں وہ نذر قارئین کرتے ہیں۔

## اسراف:

جناب قاری عبد الحکیم صاحب سابق مدرس شعبۂ حفظ تجوید دار العلوم اشرفیہ بیان کرتے ہیں:

کسی طالب علم نے دوران عبارت خوانی "اَلِاسْرَافُ فِیْ الْوُضُوْءِ" کو "اَلْاَسْرَافُ فِیْ الْوُضُوْءِ" پڑھ دیا اس پر حافظ ملت نے فرمایا:

"یہاں لفظوں کا اور وہاں پانی کا"

## کالا کالا:

"ایک طالب نے بخاری شریف کی عبارت خوانی میں "قال قال" کو کالا کالا پڑھ دیا۔ تو حافظ ملت نے صفحہ کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کالا کالا نہیں قال قال ہے۔

## امامت بھی کوئی کام ہے:

حضرت مولانا قاری رحمت اللہ صاحب ادروی کوٹا ٹانگر کی خطابت وامامت کے لیے طلب کیا گیا وہ امامت کی گونا گوں پابندیوں اور ذمہ داریوں کے خیال سے دعوت قبول کرنے میں پس وپیش کر رہے تھے۔ اس وقت حافظ ملت نے فرمایا "امامت بھی کوئی کام ہے؟ نماز تو پڑھنا ہی ہے۔ پچھلی صف میں نہ کھڑے ہو کے اگلی میں کھڑے ہو گئے"۔

## علم کی قیمت:

حافظ ملت قبلہ کے پاس مدرسین، ائمہ اور مبلغین کی طلبی کے خطوط برابر آتے رہتے۔ جن میں سے بعض نہایت مضحکہ خیز ہوتے تھے۔ ایک مدرسہ کے لیے صدر مدرس کی ضرورت تھی۔ مدرسہ کی منتظمہ نے حافظ ملت سے درخواست کی

کہ آپ ہمیں جو صدر مدرس عنایت فرمائیں اس میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں۔

''عالم ہو، قاری ہو، حافظ ہو، وجیہہ ہو، خوش آواز ہو، مقرر ہو، مناظر ہو، شادی شدہ ہو''

تنخواہ فی الحال ستر روپے مہوار دی جائے گی۔ طلبہ درسگاہ میں درس کے لیے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت خط پڑھ کر مسکرا رہے ہیں۔ طلبہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اتنے میں حضرت نے طلبہ کو بھی وہ خط پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ سب مسکرا پڑے۔ آپ نے فرمایا:

''بندۂ خدا نے ایک وصف کے لیے دس روپے ماہوار تو رکھے ہوتے۔

اس کے بعد سارے اوصاف پر ایک بار پھر نظر دوڑا کر فرمایا۔ اتنا کچھ لکھا۔ حاجی کی شرط نہیں لگائی؟

متعلم مولانا حسام الدین گھوسوی نے عرض کیا۔ شاید حج وہ خود کرائیں۔ اس جواب سے محظوظ ہوئے۔ اور سبق شروع ہو گیا۔

## ملنا مشکل ٹکنا مشکل:

حافظ ملت کے ایک معتقد ایک مولانا صاحب کو اپنے ادارہ کے لیے نہایت شوق اور جتن سے لے جانے کی گفتگو میں کامیاب ہوئے۔ مولانا موصوف کی عادت ہے کسی ایک مسند پر جم کر بیٹھ نہیں پاتے۔ اور جہاں بھی جاتے ہیں تھوڑے ہی دنوں بعد وہاں سے چل پڑتے ہیں۔ پھر بھی اہل ادارہ مولانا صاحب کے بہت متمنی رہتے ہیں۔

حضرت کے معتقد کی ان سے بات چیت طے ہو گئی تو انہوں نے حصول شاباشی کے لیے اس کا ذکر حافظ ملت سے کیا۔ اس پر حافظ ملت نے برجستہ فرمایا۔ ''اول یہ کہ ملنا مشکل، مل جائیں تو ٹکنا مشکل''

## ہم ہار نہیں جمع کرتے:

آسام میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ایک محبّ خاص شیخ مزمل اللہ صاحب تھے۔ جو اپنے اچھے برے ہر دور میں حضور حافظ ملت سے وابستہ رہے تجارت کرتے تھے۔ کبھی خسارہ ہوتا تو اپنے شیخ سے دعا طلب کرتے اور ترقی و خوشحالی کا زمانہ آتا تو مرشد مخلص حافظ ملت کو خوش خبری سناتے۔ ایک بار ان کے علاقے میں حافظ ملت تشریف لے گئے۔ ساتھ میں جناب مولانا مفتی عبدالمنان صاحب بھی تھے۔ شیخ صاحب نے حافظ ملت اور مفتی صاحب کا شاندار استقبال کیا۔ ہار پہنایے۔ اس سفر سے واپسی کے کچھ دنوں بعد شیخ مزمل اللہ صاحب نے استقبالیہ میں پہنایا ہوا مفتی صاحب کا ہار ڈبہ میں بند کر کے حضرت کے پتے پر مبارک پور روانہ کیا۔ اور خط لکھا کہ حضرت کو جو ہار پہنایا گیا تھا عنقریب وہ بھی روانہ کروں گا۔ اس پر حضور حافظ ملت نے انہیں جو مکتوب روانہ فرمایا۔ اس میں ظاہر داری اور بناوٹ سے ان کے تنفر اور خالصاً لوجہ اللہ خدمت دین سے قلبی لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور حافظ ملت محض رضائے الٰہی کے حصول ہی کو کامیابی و کامرانی سمجھتے تھے۔ جسے انہوں نے شیخ صاحب کے خط میں ہار کے مقابلے میں جیت سے تعبیر فرمایا۔

تحریر فرماتے ہیں ''خط ملا۔ ڈبہ میں بند حضرت مفتی صاحب کا ہار بھی ملا۔ وہ ان کو دے دیا۔ میرے لیے بھی ہار

بھیجنے کولکھاہے۔ یہ کام ہرگز نہ کرنا۔ ہم لوگ ہار جمع کریں تو مکان میں جگہ نہ رہے۔ ہزاروں جگہ ہار ملتے ہیں۔ ہمارا طریقہ ہار جمع کرنا نہیں۔ البتہ جیت جمع کرتے ہیں یعنی رضائے الٰہی جو خدمت دین سے حاصل ہوتی ہے۔ ہار کو وہیں چھوڑ آتے ہیں یہ لوگوں کی عقیدت ہے کہ اس کو تبرک سمجھ کر رکھیں۔ (مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ صاحب مورخہ ۲۴؍رجب ۱۳۸۸ھ)

## نیچری:

حضرت کے مایۂ ناز تلمیذ شیخ الاسلام مولانا سید محمد مدنی میاں سجادہ نشین حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے راقم الحروف سے ۲۰؍اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہالینڈ میں یہ دونوں واقعہ سنائے کہ

نیچریوں پر طنزیہ تبصرہ فرماتے ہوئے حافظ ملت علیہ الرحمہ نے دوران درس ارشاد فرمایا:

''اگر نئے چری'' ہو تو صحیح آواز کہاں برآمد ہوگی'' (یعنی بانسری اگر چر گئی ہے تو آواز صحیح نہیں نکلے گی، یوں ہی نیچری لوگوں کو سمجھ لیجیے جن کے ایمان میں خرابی آگئی ہے وہ صحیح بات کیسے کریں گے)۔

## ابوالکلام آزاد:

مشہور کانگریسی لیڈر ابوالکلام آزاد کے بارے میں فرمایا:

''آں جناب جب تک اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے عقیدہ اور طریقہ پر مولانا رہے اس وقت تک ابوالکلام تھے۔ بعد میں لیڈر بنے تو ''آزاد'' ہوگئے۔

## مقالہ یا منہ کالا:

صوبہ بہار کے کسی جلسہ میں ایک صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ جلسہ حضرت کی صدارت میں ہو رہا تھا اور ماحول ایسا تھا کہ وہ مختلف گروہوں کے آپسی اختلاف کی فضا تھی۔ مقالہ خواں نے ابتداً اتحاد کے نظریہ کو اجاگر کیا اور اخیر تک پہنچتے ایک گروہ کی وکالت اور طرف داری کا رنگ اختیار کرلیا جس سے بجائے اس کے کہ میل ملاپ کی کوئی شکل نکلتی اور کشیدگی ہوگئی حضرت کی حیثیت ثالث کی تھی جنہیں دونوں طرف کے لوگوں سے تعلق تھا اور دونوں کے خیر خواہ تھے وہ لوگ بھی حضرت کو ایک دوسرے سے کم نہ چاہتے تھے اس مقالہ سے دوسرے گروہ کی دل شکنی ہوئی اور بات سلجھنے کی بجائے اور الجھنے لگی۔ حضرت نے فوراً مائک ہاتھ میں لیا اور فرمایا ایک ہوتا ہے مقالہ پیش کرنا اور ایک ہوتا ہے منہ کالا پیش کرنا۔ آں جناب نے ''منہ کالا پیش کیا ہے''۔

## حلقہ یا ہلکا:

ہندوستان کے بعض خطوں میں حضور حافظ ملت کے سلسلۂ ارادت میں داخل ہونے والوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ بالخصوص جمشید پور بہار اور بلرام پور تو اس اعتبار سے حافظ ملت کی راجدھانی کہی جاتی ہے۔ حضرت سال میں کبھی

جب ان مقامات پر گذرتے اور قیام کا موقع ملتا تو حضرت خود حلقہ کی محفل میں شرکت کرتے تھے اور مریدین کو توجہ اور تعلیم سے نوازتے تھے۔ ایک بار اسی قسم کی محفلوں کا ذکر آیا تو لوگوں کی عدم توجہی اور غیر مخلصانہ طریقہ کار پر نکتہ چینی کرتے ہوئے فرمایا۔ میاں یہ حلقہ ہے یا ہلکا؟ یعنی خلوص محبت اور دل کی لگن کے ساتھ ذکر کی مجلسوں سے حلقہ کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ورنہ صرف خانہ پری کے لیے گاہے گاہے محض حاضری کا نام حلقہ نہیں ہے "حلقہ کو اتنا ہلکا نہیں سمجھنا چاہئے"۔

## فرشتوں کی ٹرین:

۱۹۶۸ء میں حضرت کے سفر ممبئی میں میں ہمراہ تھا۔ ممبئی مرغی محلہ میں عبدالمجید سیٹھ کے مکان کی دوسری منزل پہ قیام تھا۔ بھیونڈی سے جناب سیٹھ عبدالشکور صاحب نے ایک آدمی بھیجا کہ حضرت کو فرصت ہو تو چند گھنٹوں کے لیے دعوت قبول کریں اور بھیونڈی تشریف لائیں حضرت کا یہ خاص مزاج تھا کہ رؤسا اور سیٹھوں سے زیادہ قریب نہ ہوتے تھے مگر ان رئیسوں کی قدر فرماتے جن سے دین کا کام ہو رہا ہو۔ سیٹھ عبدالشکور مرحوم رئیس بھیونڈی اور ان کا خاندان بھیونڈی میں دینی خدمات کے معاملہ میں ممتاز ہے اس لیے حضرت ان لوگوں کا بہت خیال فرماتے تھے۔ دعوت منظور کر لی وہ شخص اجازت لے کر بھیونڈی جانا چاہ رہا تھا اس نے کہا کہ وہاں جا کر اطلاع بھی کردوں اور گاڑی لیتا آؤں حضرت نے کہا نہیں میں لوکل سے چلوں گا۔ روانگی ہوئی لوکل فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں بیٹھے راستے میں آپ نے شیروانی اتاری اور اپنی سیٹ سے اٹھ کر چلے۔ میں سمجھ گیا کہ استنجا کی حاجت ہے میں نے عرض کی حضور یہ لوکل ٹرین ہے اس میں استنجا خانہ نہیں ہوتا۔ حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا۔ تو کیا لوکل ٹرین میں فرشتے سفر کرتے ہیں؟

## منہ صفا:

علما اور بزرگوں سے مصافحہ کرتے وقت ان کی دست بوسی کی جاتی ہے ان کے مبارک ہاتھ آنکھوں سے لگائے جاتے ہیں حضرت کے ساتھ مصافحہ کرنے والے بھی اکثر ایسا کیا کرتے تھے مگر بعض لوگ اس طرح اپنے ہونٹ، آنکھیں اور چہرہ ہاتھ پہ ملنے لگتے تھے کہ کچھ دیکھنے میں بھی اچھا نہ معلوم ہوتا۔ مگر حضرت اس وقت ان لوگوں سے کچھ نہ کہتے۔ ایک بار نہایت نرم انداز میں فرمایا۔ مصافحہ کا مطلب منہ صفا کرنا نہیں ہوتا۔ مگر کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں۔

## بنا نہیں بگڑ گیا:

ہدایۃ النحو کا سبق شروع ہو رہا تھا۔ ایک طالب علم نے عبارت پڑھی۔ لفظ تھا "بِنائً" اس کو اس نے پڑھا "بَنَائً" آپ نے کمال شفقت سے تبسم ریز ہو کر فرمایا۔ ارے جنتی بَنَا نہیں۔ یہ تو بگڑ گیا۔

## چلنا اور چالنا:

پتلا ناہموار راستہ تھا ارد گرد کیچڑ پڑی تھی اور ہم لوگوں کو بہت جلدی میں کہیں پہنچنا تھا۔ مگر ایک شخص ٹانگیں لہراتا ہوا جھومتا جھامتا پورے راستہ کو گھیرے ہوئے چلا جا رہا تھا ہم لوگ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح آگے نکل جانے کا راستہ

دے دے تو تیز تیز چل کر جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں مگر ایسا نہ ہوسکا۔ منزل پر پہنچنے کے بعد حضرت نے فرمایا بعض لوگ چلتے ہیں اور کچھ لوگ چالتے ہیں۔

## دیکھنا اور دِکھنا:

نامحرموں کو بالقصد دیکھنا اسلام میں گناہ ہے۔ اگر اضطراراً راستہ چلتے ہوئے کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو پہلی نظر قابل معافی ہے مگر کسی کو بار بار اور قصداً دیکھنا حرام اور ناجائز ہے۔ حضرت فرماتے تھے۔ ایک ہے دیکھنا اور دوسرا دِکھنا (نظر آ جانا) یہ جرم نہیں مگر دیکھنا (ارادۃً نظر ڈالنا) گناہ ہے۔

## تقیہ اور تبرّا:

رات میں دو بجے جلسہ ختم ہوا منتظمین نے سونے کے لیے ایک لمبا چوڑا پرانا پلنگ بچھا دیا۔ حضرت لیٹے اور تھوڑی دیر بعد نماز تہجد کے لیے اٹھے اس سے فارغ ہو کر سونے کے لیے دراز ہوگئے مگر نیند نہ آسکی، صبح کو فجر بعد میزبان نے پوچھا۔ حضرت آپ لگتا ہے سو نہ سکے؟ آپ نے فرمایا۔ جی ہاں! آپ خود فرمائیے میں سنی آدمی ہوں۔ مجھے ایسی جگہ کیسے نیند آسکتی ہے جہاں نیچے سے تقیہ اور اوپر سے تبرّا ہو رہا ہو۔؟ یعنی پلنگ میں سے نکل نکل کر کھٹملوں نے یلغار کر دی تھی اور اوپر سے مچھروں کا حملہ تھا۔

## زیادہ نہیں بولتے:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اندر اور بہت سے محاسن کے ساتھ حوصلہ افزائی کا جوہر بھی بے حد تھا۔ آپ کی اسی خوبی نے کتنے ذروں کو آفتاب کی تابناکی اور قطروں کو سمندر کی وسعت عطا کر دی مگر جب کوئی شخص خود ستائی اور ڈینگ کی منزل میں آجاتا تو آپ نہایت لطیف کنایہ سے کبھی طنز بھی فرماتے اور اسے باز رکھنے کی کوشش کرتے ایک صاحب مہینہ میں کئی بار آکر حضرت کے پاس اپنی کارستانیاں پیش کرتے۔ فلاں جگہ گیا، یہ تقریر کی اس طرح بحث ہوئی یوں جواب دیا۔ حضرت سنتے جاتے اور شاباشی واہ واہی کرتے جاتے، ایک بار حسب معمول وہ صاحب اپنی تقریر شروع کیے ہوئے تھے۔ حضرت میں نے فلاں مقام پر بدمذہبوں سے یوں مقابلہ کیا وہ اس طرح بھاگے میں نے یوں پیچھا کیا اس کے بعد حضرت، لوگوں کے اصرار پر میں نے چار گھنٹے تقریر کی۔ حضرت نے نہایت ناگواری کے باوجود نہایت اطمینان سے اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا۔ مولانا تقریر کرنا اور دین کی تبلیغ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ مگر ''زیادہ نہیں بولتے'' سمجھے آپ، انہوں نے کہا۔ جی ہاں!

## قیلولہ یا لیلولہ:

ظہر بعد کا مدرسہ تھا حضرت کے پاس پہلی گھنٹی تھی، طلبہ درسگاہ میں پہنچے۔ جماعت کے کچھ طلبہ موجود نہیں تھے حضرت نے ان کے بارے میں پوچھا فلاں فلاں کہاں ہیں۔ موجود طلبہ ابھی حضرت کی بات کا جواب دے نہیں سکے

تھے۔ اتنے میں وہ لڑکے آگئے۔ ان کے چہروں پر حضرت نے نیند سے فوری بیداری کے آثار دیکھ کر فرمایا۔
"قیلولہ کرنا ہمارے سرکار کی سنت ہے۔ مگر سنت وہیں تک ہے کہ قیلولہ طویل ہو کر لیلولہ نہ بن جائے"
اب ذیل میں مولانا صابر القادری نسیم بستوی مصباحی اور کچھ دوسرے مصباحی حضرات کے بیان کردہ نکات لکھے جاتے ہیں۔

## گھر جاؤ گے تو گھِر جاؤ گے:

ایک مرتبہ راقم الحروف رخصت حاصل کرنے کے لیے حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں نے عرض کیا کہ حضور! مجھے گھر جانے کے لیے اتنے ایام کی رخصت چاہیے۔ آپ نے برجستہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا۔ "گھر جاؤ گے تو گھِر جاؤ گے" یہ کہہ کر مجھے رخصت عنایت فرمادی۔ اس مفہوم کو مولانا محمد اسلم مصباحی نے زیر اور زبر کا فرق کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ (معارف حافظ ملت ص ۶۳)

## عالم یا آلم:

غلط کار اور بدکردار برائے نام عالموں یا بد مذہبوں کے سربراہوں اپنے گروہ کی قیادت کرنے والے رسوائے زمانہ اور مذہب وملت کے پیشہ ور تخریب پسندوں پر بھرپور مگر مہذب ولطیف طنز فرماتے ہوئے کہا کرتے۔
"یہ عالم نہیں بلکہ آلم ہیں"
عالم اور آلم کے معنوں کا فرق محسوس کر کے آپ فوراً خود بھی اپنا فیصلہ کچھ اس انداز میں صادر کیے بغیر نہ رہیں گے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا ذرّہ کجا خورشید افلاک

## مِیلا نہیں مَیلا:

حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کے آستانۂ مبارکہ پر عرس کی تقریب تھی۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق حاضری کے لیے جارہے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا حضرت مخدوم صاحب کا میلا لگا ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی بھی جانے کو تیار ہے۔ یہ سن کر حضرت نے نہایت شدت سے اظہار ناراضگی فرمایا۔ اور کہا۔ عرسوں کی مبارک تقریبات میں لہو ولعب اور عورتوں کی شرکت نے اس کو میلا بنادیا۔
"ان لوگوں کا یہ مِیلا نہیں مَیلا ہے"

## اصل اونچائی:

ایک متعلق شخص الجامعۃ الاشرفیہ کی فلک بوس عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گفتگو کر رہا تھا اس کا روئے سخن حضرت کی طرف تھا۔ حضرت اب تو مدرسہ بہت اونچا ہو گیا ہے۔ ماشاء اللہ کیا کہنا۔ حضرت نے فرمایا میاں صاحب

اس کے اونچا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی عمارتیں اونچی ہوگئی ہیں ۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کا نظام تعلیم وتربیت اور کام اونچا ہوگیا ہے ۔

## زیروزبر:۔

گونڈہ ضلع کے ایک جلسہ میں ۔ ''موت العالم موت العالم'' کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ عالم اور عالم میں زیروزبر کا فرق ہے ۔مطلب یہ ہے کہ اگر عالِم ہے تو عالَم ہے۔ عالِم نہیں تو عالَم نہیں۔ بلکہ جب عالِم کی موت ہوتی ہے تو عالَم زیروزبر ہوجاتا ہے۔

## خالی ہاتھ کا مطلب:

کسی جلسہ میں ایک مرتبہ اختیار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا ذکر کرتے ہوئے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

پڑھ کر ارشاد فرمایا۔ اس شعر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ہاتھ خالی تھا اور خالی ہاتھ نعمتوں سے بھر گیا۔ اور اس شعر کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف دست پاک میں دوجہاں کی نعمتیں ہیں۔ (روایت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری)

## بازِ آئی کا دو مطلب:

ایک طالب علم رخصت لینے کے بعد بوقت روانگی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت ملا جامی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ دعائیہ شعر

بہ سفر رفتنت مبارک باد　　بسلامت روی وباز آئی

پڑھ کر فرمایا۔ اس شعر کا ایک مطلب یہ ہے کہ خیرت کے ساتھ جاؤ اور خیریت کے ساتھ رہو پھر سلامتی اور خیریت کے ساتھ واپس آکر اپنے کام میں مصروف ہوجاؤ۔ اور ایک مطلب اس شعر کا یہ بھی ہے کہ اس کے بعد اس حرکت سے باز آجاؤ اس لیے کہ بار بار آنا جانا تعلیم کے لیے سخت مضر ہے۔ (روایت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری)

## پڑھنا اور پھاڑنا:

مولانا صابر القادری نسیم بستوی مصباحی راوی ہیں:

''پڑھنے پڑھانے کے معاملہ میں جو طلبہ بد ذوق ہوتے ۔ اور برائے نام بس درس میں شرکت وشمولیت کی حد تک ہی طالب علم ہوتے ۔ ان کے متعلق فرماتے ۔''میاں کچھ لوگ پڑھتے ہیں ۔ اور کچھ پھاڑتے ہیں (یعنی کتابوں کی ناقدری کرتے ہیں)

## ممتاز ممتاز رہے گا:

بمبئی کے ساحل سے حجاج کرام کا سفینہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضور حافظ ملت کے فدائیوں اور شیدائیوں کی ساحل پر بھیڑ جمع تھی۔ آنکھوں میں محبت والفت کے موتی جھلمل جھلمل کررہے تھے۔ لوگ مدینے کے مسافر کے دست وپا چوم رہے تھے۔ حضرت کے داماد جناب حافظ ممتاز احمد واصف حضرت سے بغل گیر ہوئے تو وفور جذبات میں بے قابو ہو کر ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ حافظ ملت نے سر پر دست شفقت پھیرا اور پیشین گوئی فرمائی۔

''فکر نہ کرو انشاء اللہ ممتاز ممتاز رہے گا''

## اس تھوک پر کون نہ تھوکے گا:

دارالعلوم اشرفیہ کے شعبۂ حفظ وقراءت کے شیخ حضرت قاری عبدالحکیم صاحب ''حافظ ملت کے ساتھ دارالعلوم کی عمارت میں داخل ہوئے۔ آنگن کی دیوار پر کسی نے پان کھا کر نہایت بدنما داغ بنادیا تھا''۔ حافظ ملت کی نظر پڑی تو فرمایا۔

''قاری صاحب اس تھوک پر کون نہیں تھوکے گا'' (معارف حافظ ملت ص ۶۴)

## امام کی کھانسی کھانسیوں کی امام:

رفیق محترم مولانا یٰسین اختر مصباحی نے بیان کیا کہ ایک بار کہیں مسجد میں نماز باجماعت پڑھی امام صاحب کو کھانسی بہت آتی رہی یا کہا جائے وہ کھانستے رہے۔ بعد نماز حضرت نے فرمایا:

''امام صاحب کی کھانسی کھانسیوں کی امام ہے''

## جہل پڑھنا خود جہل ہے:

مدارک شریف (سورۃ الکہف) کی عبارت ہے۔

**یعنی ان قولهم هذا لم یصدر عن علم ولکن عن جَهل مفرط''**

مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری نے عبارت خوانی کے دوران لفظ جیم کو زیر کے ساتھ پڑھ دیا۔ اس پر فرمایا:

''جِہل پڑھنا خود جَہل ہے''

## اُشرفی اور اَشرُفی:

ایک صاحب نے خانوادۂ اشرفیہ کے کسی فرد کے غیر مستحسن کردار کا ذکر کرتے ہوئے لفظ اَشرُفی استعمال کیا تو برجستہ فرمایا ''اُشرفی بگڑا بھی تو اَشرُفی ہوگیا''۔

## یہ نقل ہی اصل ہے:

مبارک پور کے ایک جلسہ میں ایک مقرر نے وہابیوں کے عقیدہ ''نماز میں حضور کا خیال نہ آئے'' کا رد بلیغ کیا تھا۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تقریر کے درمیان مقرر کے رد بلیغ کی تائید میں فرمایا ''نماز ادائے رسول کی نقل کا نام ہے پھر یہ کیسے ممکن کہ نماز میں حضور کا خیال نہ آئے'' اور اپنے اس دعویٰ کو ''صلوا کما رأیتمونی اصلی'' (بخاری ج۱ص۸۸ یعنی میرے نماز پڑھنے کے طریقہ پر نماز پڑھو) کی روشنی میں اس طرح واضح فرمایا کہ ہر خاص و عام کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ واقعی نماز ادائے رسول کی نقل کا نام ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ نقل ہی اصل ہے۔

## چھپانا اور چھپایا نا:

حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی ایک تقریر کے لیے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم کی تعمیل میں مبارک پور تشریف لائے اور وہابیہ کی کتابوں کے حوالہ سے وہابیت کا بطلان آفتاب نیم روز کی طرح واضح کر دیا۔ وہابیوں کے پاس اس کا کوئی جواب تو تھا نہیں، قصبہ میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں، اس طرح نہیں بولنا چاہیئے۔ ان سرگوشیوں کا ذکر حضرت حافظ ملت کی بارگاہ میں ہوا تو برجستہ ارشاد فرمایا ''چھپانا تھا تو چھپایا کیوں''؟ (بتوثیق قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ گونڈوی)

## اور بہت کچھ ہیں:

ایک صاحب ایک مصباحی عالم کی شکایت لے کر آئے۔ حضرت! انہوں نے یہ خرابی کی۔ یہ نقصان کیا۔ یوں بے خوفی دکھائی۔ ہمیں ان سے یہ امید نہیں تھی۔ کیوں کہ وہ آپ کے شاگرد ہیں۔ دیر تک اپنی تقریر سنانے کے دوران انہوں نے بار بار اسی جملہ کی گرہ لگائی کہ ''وہ آپ کے شاگرد ہیں۔

حافظ ملت نہایت صبر و تحمل سے۔ سنتے رہے پھر یک بیک اپنے دونوں ہاتھوں کو زانو پر مار کر سر اٹھایا اور گرجدار آواز میں فرمایا۔

جی ہاں! وہ میرے شاگرد ہیں۔ مگر اس سے بہت پہلے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ سیدنا امام اعظم کے مقلد ہیں اور مسلمان با ایمان بھی ہیں۔ حضرت کی پر جلال آواز میں انہوں نے جواب با صواب سنا تو سٹپٹا گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی اس بات کا ذکر نہ کیا''۔

آج کل کئی خانقاہیں خوامخواہ بن چکی ہیں۔

آج کل بنام پیر بہت لوگ پیڑ (درد) بن چکے ہیں

آج کل کے بہت سے پیران نابالغ مرید کے نام پر لوگوں کو مریض بناتے ہیں اور ,,خلافت'' نہیں خالی آفت تقسیم کرتے ہیں (حافظ ملت)

## لمبا پاجامہ:

ایک طالب علم کے پاجامے کی مہریاں ضرورت سے زیادہ لمبی تھیں۔ ٹخنوں کو چھپاتے ہوئے زمین پر گھسٹ رہی

تھیں بایں حال وہ حافظ ملت کی درسگاہ کے سامنے سے گزرا۔ اتفاقاً اس پر حافظ ملت کی نظر پڑ گئی بلا کر پوچھا! آپ نے ازار کو پہن رکھا ہے یا ازار نے آپ کو پہن رکھا ہے۔ طالب علم ہیبت سے کانپتے ہوئے! حضرت! درزی نے لمبا کردیا۔۔۔ یہ کہتے ہوئے پاجامے کو کمر کے پاس لپیٹنے لگا۔ حضرت نے فرمایا:

اوپر کی طرف موڑنا بھی کف ثوب ہے۔ اور نیچے کی مہری کا موڑنا بھی کف ثوب ہے دونوں طرح سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ٹخنے کے اوپر تک چھوٹا کرائیے۔

## ہم مذہب اور ہم مطلب:

قصبہ لار ضلع دیوریا کے دیندار رئیس جناب مقبول انصاری صاحب رضوی، حافظ ملت کی شخصیت اور کارناموں کے دلدادہ ہیں انہوں نے اپنے ایک کارخانہ کا منیجر، کسی دیندار عالم خاندان کے فرد کو بنایا تھا۔ مگر منیجر خلاف توقع شاطر نکلا، ایک ملاقات کے دوران مقبول انصاری صاحب حافظ ملت سے منیجر کی شکایت بایں الفاظ کررہے تھے۔ حضور! میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ ہمارے ''ہم مذہب'' ہوکر ہمارے ساتھ ایسا کریں گے؟

حافظ ملت نے فرمایا: انصاری صاحب! آج کل انسان ''ہم مطلب پہلے ہوتا ہے، ہم مذہب بعد میں''۔ اب اس برجستہ جملہ کے حوالے سے بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی قبلہ جیسے کلام فہم اور زبان داں کا، حافظ ملت کے کلام بلاغت نظام پر تأثر ملاحظہ کیجیے۔

''سیٹھ صاحب پر اس جملہ کا جو اثر ہوا ہو۔ لیکن میرا یہ حال ہے کہ جب جب اس کی یاد آتی ہے۔ لطف ولذت سے ہوش گوش کے ساتھ ساتھ دل ودماغ بھی سرشار ہوجاتے ہیں۔ ہم مطلب کو مطلبی اور خود غرض کے معنی میں میرے کانوں نے زندگی میں پہلی بار سنا۔ اور عجب نہیں اردو زبان میں پہلی دفعہ یہ لفظ اس معنی میں استعمال بھی کیا گیا ہو۔ لیکن موزونیت اور برجستگی کا یہ عالم ہے کہ زبان کے پورے ذخیرے میں اس موقع پر اس معنی کو ادا کرنے کے لیے شاید اس سے زیادہ موزوں کوئی لفظ نہ ملے۔ مخاطب کے کلام کو اس کی مراد کے خلاف، طریق استعمال میں ادنی تغیر کرکے پلٹ دینا۔ معانی وبلاغت کی انوکھی دستکاری ہے''۔ (اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۱۴۶،۱۴۵)

بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی لکھتے ہیں

مرشد برحق آقائے نعمت حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علمی عملی روحانی اعلی درجہ کی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا اور محاسن وہبی وکسبی ذاتی اور عرضی سے مزین کیا تھا۔ انہی خوبیوں میں ایک خوبی یہ تھی کہ قدیم صوفیا حکما اور اخلاقیین کی طرح آپ کی زبان فیض ترجمان سے بھی موقع بموقع ایسے کلمات صادر ہوتے ہیں جو ضرب المثل بنائے جانے کے لائق ہیں۔ اور ان میں اختصار اور رایجاز کے ساتھ معانی وحکم کے سمندر موجزن ہیں۔ جن میں کسی نہ کسی قسم کی علمی یا لسانی طرفگی یا لطافت حکمت ضرور پائی جاتی ہے۔ یا زندگی کے کسی اہم مسئلہ پر، پر لطف انداز میں

رہنمائی اور ہدایت موجود ہے"۔

انہوں ہی نے فرمایا:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ شاعر نہیں تھے، کبھی آپ نے کچھ اشعار کہے تھے ان کی فنی حیثیت کیا تھی، زبان و بیان اور اسلوب نگارش کیا تھا معلوم نہیں۔ لیکن طبع رسا اتنی موزوں، فطرت اتنی سلیم واقع ہوئی تھی کہ برجستہ بھی جو کلام آپ کی زبان سے ادا ہوتے نظم کا لطف اور شعر کا مزا دے جاتے تھے"۔

☆☆☆



(تیئسواں باب)

# سفرِ آخرت

لبریز وہیں رہ کے ہراک جام کروں گا
مرقد ہی سے میخانے کا ہر کام کروں گا
مئے خانہ میرے بعد مرا بند نہ کرنا
میں زیرِ زمیں جاتاہوں آرام کروں گا

(بدر)

# سفرِ آخرت

موت برحق ہے۔جو اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک دن اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرنا ہی پڑتا ہے۔اللہ کے سوا ہر شئی فانی ہے۔صرف وہی حی و قیوم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کی فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

(اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

انبیائے کرام اور ان کے سید و سردار مدینے کے تاج دار علیہ السلام کی حیات کے صدقے میں نائبین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از مرگ وہ حیات پاجاتے ہیں جس پر زندگی خود ناز کرتی ہے۔

حضور حافظ ملت اس دنیا میں تشریف لائے۔انہوں نے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ غلبۂ اسلام کے لئے وقف کردیا تھا ان کی ہر ادا اور ہر صدا سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا آئینہ تھی۔تعلیم سے فراغت کے بعد کی ۴۳ سالہ زندگی کا ہر ہر لمحہ بلا مبالغہ خدمت دین متین ،فروغ علم اسلام ،شخصیات کی تعمیر اور قوم و ملت کے تحفظ اور پاسبانی میں صرف ہوا۔مبارک پور کی سرزمین کو میدان عمل بنا کر ہندوسندھ کی سرزمین سے لے کر یورپ و امریکہ اور آسٹریلیا و افریقہ تک دین وسنیت اور سرور دین و دنیا کے علم وعشق اور عقیدت کا ایسا اجالا برپا کردیا کہ نہ صرف ان کے اپنے عہد کی نسل اس نور کی برسات سے سیراب ومسرور ہوگئی بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی آپ کے تقدیسی کارنامے منارۂ نور بنکر ان کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

رب عظیم کو اپنے اس بندۂ نیک اور مرد مومن سے اپنے دین اور اپنے حبیب لبیب علیہ السلام کے علم شریعت و سنت کے فروغ و اشاعت کا جو کام لینا تھا جب اس کی تکمیل ہوگئی تو وعدۂ الٰہیہ کے مطابق اسے بھی یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔

اللہ اکبر!حضور حافظ ملت عروس مرگ سے ہم آغوش ہوگئے۔وہ اپنے رب سے ایسے واصل ہوئے کہ زندگی ان کی موت پر رشک کرنے لگی۔آج بھی ان کا نام زندہ ہے۔ان کے نقوش قدم سے وہ شعاعیں پھوٹ رہی ہیں کہ بس۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

ان کے نقش قدم کا جس نے بھی سراغ پالیا وہ ہرگز ہرگز نہ بہک سکتا ہے نہ بھٹک سکتا ہے۔

آپ جب تک زمین پر رہے ،چلتے ہی رہے ،کام کرتے ہی رہے ،زندگیاں نکھارتے رہے ،تقدیریں سنوارتے رہے ،کبھی شکست خوردہ نہ ہوئے ،ہمیشہ ہر محاذ پر کامیاب و کامران رہے جب تک اس زمین پر رہے آسمان بن کر رہے۔اور میرا حسن ظن ہے کہ آج وہ زیر زمین آرام فرماہیں۔

## بستر علالت سے آغوش لحد تک:

حضور حافظ ملت کے خلف اکبر اور جانشین، عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب موجودہ سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ۔ ''حضرت حافظ ملت کے چند آخری ایام'' کے عنوان سے رقم طراز ہیں:۔

''وصال سے پہلے رمضان میں آپ مکان پر سخت بیمار ہوگئے تھے۔ ہم اپنے محسن سے ناامید ہوگئے تھے، آنسو بہاتے تھے بارگاہ ایزدی میں التجا کرتے تھے کہ الہ العالمین ہماری عمروں میں سے کاٹ کر کشتی کے اس کھیون ہار کو دے دے۔ اس حالت میں ہمیں دلاسا دیتے تھے کہ میں انشاء اللہ ابھی زندہ رہوں گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں!''

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔ حافظ ملت نمبر جلد۳ شمارہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ جون جولائی اگست ۱۹۷۸ء ص ۲۳۹)

## شدید علالت میں بھی رمضان کے پورے روزے رکھے:

حضور حافظ ملت نے شدید علالت کے باوجود رمضان المبارک کے پورے روزے رکھے۔ حالانکہ شریعت نے ایسی حالت میں رخصت دی ہے لیکن آپ نے فرمایا:۔

''جو ثواب رمضان میں ملتا ہے وہ اس کے بعد کی ادائیگی میں تو نہیں مل سکتا''

اس شدید علالت کی حالت میں بھی پنج وقتہ نمازیں کھڑے ہوکر ادا کرتے، تہجد کے وقت اٹھ کر خود سے وضو کرتے اور کھڑے ہوکر ہی یہ نماز بھی پڑھتے۔ ماہ شعبان ہی میں حضرت کو موتیابند کی شکایت لاحق ہوگئی تھی۔ شوال کے بعد بہرائچ شریف میں آنکھ کے آپریشن کی تیاری ہوئی۔ آپریشن کے وقت آپ درود پاک کا ورد کرتے رہے۔ آپریشن ہو بھی گیا مگر آپ کو احساس تک نہ ہوا کہ آپریشن کب ہوا۔ آپریشن کے بعد خود ہی فرمایا:۔

''سب درود شریف کی برکت ہے کہ مجھے پتہ تک نہ چلا کہ ڈاکٹر نے کب اپنا کام ختم کیا''

ڈاکٹر نے آپ کو اسپتال سے ڈسچارج کرنیکی اجازت اس شرط پر دی کہ آپ مبارک پور تشریف نہ لیجا کر بلرام پور میں پندرہ روز آرام کریں اس کے بعد جانچ کے لئے پھر بہرائچ تشریف لائیں۔ آپ نے اس تاکید کو بہرحال مان لیا۔ بلرام پور میں اپنے مرید خاص ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب کے یہاں پندرہ روز قیام فرمایا۔ ٹھیک پندرہ یوم بعد خود فرمایا اب جانچ کے لئے بہرائچ چلیے۔ جانچ کے بعد مبارک پور کا سفر کیا۔ ٹھنڈک کی وجہ سے کھانسی کی شکایت ہوگئی جو آنکھ کے لئے بہت ہی مضر ہے مگر اسی حالت میں مبارکپور آکر جامعہ کی ضروریات پوری کرنیکی تدابیر کرنے لگے۔

اسی دوران ہوڑہ سے حاجی قاسم صاحب نے دعوت دی جس پر علامہ ارشد القادری صاحب کی سفارش تھی۔ آپ ایسے عالم میں بھی حضرت عزیز ملت کو ساتھ لے کر ہوڑہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

ہوڑہ سے ایک ہفتہ بعد واپسی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب کے اصرار پر دارالعلوم محمدیہ ممبئی کی دعوت منظور کرلی۔ اسی موقع پر حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب نے ''شہید اعظم کانفرنس'' کی دعوت کی، آپ نے اسے بھی منظور فرمالیا۔

آٹھ دس دنوں بعد ممبئ سے واپسی ہوئی ۔ چونکہ آپریشن کے بعد سے اب تک آنکھ کی روشنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھالہذا جانچ کے لئے پھر بہرائچ جانا طے کیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ پتلی کے اوپر خون جم گیا ہے۔ ڈاکٹر نے بذریعہ آپریشن اسے دور کیا اسپتال سے واپسی پر پھر دینی اموراور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔

مارچ کے مہینے میں طبیعت بہت زیادہ ناساز ہوگئی سارے پروگرام منسوخ کر دیے۔

جو زندگی بھر کام کرتا رہا، جس نے کبھی آرام نہ کیا اس نے فرمایا:۔

مجھے مبارکپور سے کہیں اور لے چلو آرام کی ضرورت ہے"

آرام کے لئے آپ بلرام پور تشریف لے گئے کچھ دنوں بعد حضرت کو دیکھنے کے لئے عزیز ملت مجھے اپنے ہمراہ لے کر بلرام پور تشریف لے گئے ۔ مجھے دیکھ کر حضرت بہت مسرور ہوئے بہت بہت دعائیں دیں، میری اشاعتی خدمات کو احباب اور مریدین کی مجلس میں سراہا اور ماہنامہ اشرفیہ کی اشاعت کو بڑھانے پر زور دیا۔ کچھ مخلصین ماہنامہ کے خریدار بھی بنے۔

## بلرام پور سے بنارس کو روانگی :۔

حضرت حافظ ملت کو جمشید پور جانا تھا لیکن علالت کو دیکھتے ہوئے بلرام پور کے جاں نثار مریدین بالخصوص بکل اتساہی اور ڈاکٹر عبدالمجید خاں وغیرہ نے آپ کو جمشید پور جانے سے روک لیا تھا اس پر حضرت نے اظہار برہمی فرمایا تھا۔

بنارس میں حاجی عبدالحکیم صاحب کے یہاں گیارہویں شریف کی سالانہ محفل نیاز اور حاجی غلام یاسین صاحب کے یہاں شادی کی تقریبات منعقد ہونے والی تھیں۔ بنارسی صاحبان حضرت کو بنارس لے جانا چاہتے تھے مگر حافظ محمد حنیف، بکل اتساہی اور ڈاکٹر عبدالمجید صاحبان یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ بیماری کے عالم میں اتنا طویل سفر کریں۔ ان حضرات نے حضرت سے بلرام پور ہی میں قیام فرمانے کی درخواست کی مگر حضرت بنارس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

بلرام پور سے رخصت کے وقت آپ نے حافظ محمد حنیف صاحب سے فرمایا:۔

"اب بلرامپور نہیں آنا ہے"

حافظ صاحب اور دیگر حاضرین گھبرا گئے کہ شاید حضرت ایسا ناراضگی کی وجہ سے فرمارہے ہیں ۔ بمشکل تمام حافظ محمد حنیف صاحب نے ہمت کر کے وجہ دریافت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔ "ہر بات معلوم نہیں کیا کرتے"

عقیدت مندوں کو کیا خبر تھی کہ واقعی یہ آپ کا آخری سفر ہے اور آپ ہمیشہ کے لئے جدائی کی خبر دے رہے ہیں

## وصال سے قبل ایک جمعہ کا منظر:

۱۴ رمئی ۱۹۷۶ھ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ کے جمعہ کی منظر کشی شہزادۂ حافظ ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے قلم سے یوں فرمائی ہے۔

۱۴ رمئی جمعہ مبارکہ کا دن پوری آب و تاب کے ساتھ رونق بخش ہے ۔ مسجد راجہ مبارک شاہ میں حضرت کو دیکھ کر

،لوگوں کے لئے وہ دن یوم عید ہوجایا کرتا تھا،مخلصین وکرم فرما حضرت کی معیت میں نماز جمعہ ادا کرنے جارہے ہیں۔
اذان ثانی ہونے کے بعد حضرت منبر پررونق افروز ہوئے ،نصیحت آمیز عربی خطبہ دینے کے بعد نماز پڑھائی۔نماز ختم ہوگئی لوگ سنتیں پڑھ رہے ہیں۔مسجد کا صحن اپنی کوتاہ دامنی کا شکوہ کررہا ہے۔لوگوں کی نگاہیں کسی کی زیارت کے لئے بیتاب ہیں۔کچھ لوگ (مسجد کے )اندر سے ایک بابرکت ہستی کو اپنے جلو میں لئے چلے آرہے ہیں۔ بے چین نگاہوں سے مسرت کے چشمے ابلنے لگے۔خوشیوں کا سماں جاگ اٹھا۔دھوپ کی تپش سے بے پرواہ لوگ آگے بڑھے اوراس بابرکت ہستی کی دست بوسی کرنے لگے۔عاشقوں کا ایک ہجوم ہے جو ختم نہیں ہونا چاہتا۔کمزورنحیف انسان چہرے پر رحمت و انوار کی برکھا لیے پروانوں کودعائیں دیتا ہوا آگے بڑھتا جارہا ہے۔اور اب فرش سے گزرکر مسجد کی سیڑھیوں سے اتر رہا ہے۔لوگ کائی کی طرح پھٹتے جارہے ہیں۔ دست بوسی کے لیے ہر شخص قدموں میں بچھا جارہا ہے۔سیڑھی کے نیچے صحن میں دورویہ حاجت مندوں کی جماعت سورج کی شعاعوں سے بے نیاز اپنے بزرگ کے انتظار میں کھڑی ہے۔وہ سب کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔عقیدت مندوں کی بھیڑ ہمرکابی میں چل رہی ہے۔اب لوگ نگاہوں سے نذرانہ خلوص نچھاور کرتے مختلف راستوں پر مڑتے جاتے ہیں لیکن اب بھی کچھ لوگ بابرکت ہستی کو لیے جارہے ہیں۔ایسا لگتا ہے سب کچھ قربان کردیں گے۔قافلہ آگے بڑھتا جارہا ہے۔رہائش گاہ آگئی۔ضرورت منداپنی ضروریات کوسینے سے لگائے کھڑے ہیں۔ہر شخص اس مختصر معیت پر نازاں اور مسرور ہے ضعف وناتوانی آرام کرنے پر مجبور کررہی ہے۔چونکہ حضرت بس کے ایک طویل سفر سے آئے ہوئے تھے۔تھکان تھی ہی۔اس پر مستزاد ضعف ونقاہت کا عالم پروانوں کو کچھ اشارہ کر کے اندر چلے جاتے ہیں۔بستر پر آرام کرتے ہیں۔کئی روز سے بخار آرہا ہے تکان اور دھوپ کی شدت نے بخار میں اور اضافہ کردیا۔شدت اتنی بڑھی کہ غنودگی طاری ہوگئی۔سب لوگ نروس ہو گئے ،مایوس نظر آنے لگے۔دل دھڑکنے لگے۔زبانیں گنگ ہونے لگیں۔بخار نے اپنا خطرناک اثر مرتب کردیا تھا کہ التجاؤں نے اجابت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔آنکھیں کھلیں۔حالت کچھ سدھرنے لگی۔آہ! جو دوسروں کے لئے ہمیشہ سہارا بنتا رہا آج سہارے کے بغیر نقل وحرکت نہیں کرسکتا تھا'' (المصباح ص:۲۴/۲۵)

یہ انتقال سے پہلے کے جمعہ کا منظر تھا اب اس کے بعد کی داستان ملاحظہ ہو۔

## جدائی کا آخری دن:

عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ و جانشین سجادہٗ حافظ ملت حضرت کے آخری روز کی کیفیت اپنے قلم سے یوں رقم طراز ہیں۔

تیری آہ صبح گاہی ترا نالۂ شبانہ
یہی باب رہ گیا ہے شب غم کی داستاں سے

دن کے ڈھائی بج چکے تھے ،دھوپ کی تمازت اپنے شباب پر تھی ،نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد فطرتا ہمیں کچھ دیر آرام کرنا چاہئے تھا،مگر ہم لوگ معمول کے مطابق بخاری شریف لے کر حضرت کی بارگاہ میں پہونچے۔حضرت بھی نماز و

وظائف سے فارغ ہو چکے تھے۔اپنے حکیمانہ انداز میں تکلم ریز ہوتے ہیں۔اور درس بخاری کے ضمن میں رموز ونکات کے گوہر بکھیرتے ہیں۔پھر سبق ختم ہونے کے بعد اس پروگرام کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے لئے مجھے خلیل آباد جانا تھا۔عاجز قدم بوسی کے بعد الٹے پاؤں واپس ہو گیا میں اور میرے ہم سفر مولانا سید اصغر امام صاحب گھوسی کے لئے روانہ ہو گئے یہ سوچ کر کہ رات گھوسی میں گزارنے کے بعد صبح بستی کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔حافظ ملت کی زندگی کا آخری دن بھی درس بخاری سے خالی نہ رہا اور یہی حافظ ملت کی تمنا بھی تھی۔اب شام ہو چکی تھی ڈوبنے والا سورج کسی مقدس پیشانی کی بلائیں لے رہا تھا،اور مبارکپور کے درودیوار پر حسرت بھری نگاہ ڈالتا ہوا رخصت ہو چکا تھا۔ہواؤں کی خنکی بدستور چھا گئی۔اب نہ دن کا ہنگامہ تھا۔اور نہ دھوپ کی تمازت۔بلکہ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ادھر نوشتہ قدرت کچھ اور ہی تھا۔رفتہ رفتہ رات کی سیاہ زلفیں ہر طرف بکھر گئیں۔آج کا دن بڑے سکون سے گزرا تھا۔اور رات بھی حضرت کے لئے اور راتوں کی بہ نسبت پرسکون تھی۔اور اب تو انہیں ایک ایسا سکون ملنے والا تھا جس سے بڑھ کر کوئی سکون نہیں طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر مصروف مطالعہ ہیں گیارہ بج چکے ہیں۔حضرت کے پاس سے ملاقاتیوں کی بھیڑ چھنٹ چکی ہے۔رات کو حضرت خلاف معمول دولت کدہ سے باہر تشریف لائے۔اور مجھ ناچیز کو یاد کرنے لگے۔عبد الحفیظ آئے کہ نہیں؟لوگوں نے کہا حضرت وہ تو آپ سے کل تک کی اجازت لے کر گئے ہیں۔وہ اس وقت گھوسی ہوں گے کل وہاں سے بستی جانے والے ہیں۔اتنا سن کر حضرت نے کچھ توقف فرمایا۔اور مایوس کن لہجے میں گویا ہوئے۔

''اس کا مطلب کہ میں عبد الحفیظ کا انتظار نہ کروں''

یہ کہہ کر اندر تشریف لے گئے۔اور دروازہ بند کرلیا۔جوں ہی تشریف لے گئے کھانسی شروع ہوئی۔اور اس حد تک بڑھی کہ قے ہونے لگی۔چراغ بجھایا جا چکا تھا والدہ محترمہ سے فرمایا:۔

''چراغ روشن کرو اور دیکھو کس قسم کی قے ہو رہی ہے''

چراغ جلایا۔اور یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی۔کہ خون کی قے تھی۔فرمایا یہ تو خون ہے۔اتنا سننا تھا کہ حضرت کا جسم نرم پڑنے لگا۔اتنے میں محلے پڑوس کے لوگ بھی آ گئے۔اور حضرت کو اٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ایک بار حضرت کا دہن مبارک کھلا اور پھر ہمیشہ کے لئے سکوت پذیر ہو گیا۔'' (المصباح ص ۲۴/۲۳)

''دو آدمی اپنی اپنی موٹر سائیکل لے کر گھوسی پہونچے۔میں مدرسہ شمس العلوم میں سو رہا تھا۔رات کے دو بج رہے تھے۔لوگوں نے اٹھا کر مجھے مبارکپور چلنے کے لئے کہا۔اگر چہ ان لوگوں نے کسی طرح مجھ پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔مگر اچانک ان لوگوں کا اس طرح میرے پاس پہونچنا کچھ معنی رکھتا تھا۔دل پر کچھ عجیب رقت طاری ہوئی اور میں پکار اٹھا۔انا للہ وانا الیہ راجعون سیدھے آ کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔اور ہوا سے ٹکراتے ہوئے ہم لوگ بہت جلد مبارکپور پہونچ گئے۔(المصباح ص ۲۴)

اس کے بعد مبارکپور کے سوگوار ماحول کا حال حضرت عزیز ملت اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

''مبارکپور کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔اپنے اور غیر کی تمیز مشکل ہو گئی تھی۔وہ لوگ جو زندگی میں جانی دشمن تھے

آج وہ بھی اشکبار تھے ...اپنے اور بے گانے بھی اللہ کے اس نیک بندے کا آخری دیدار کرنے غم و اندوہ کے فطری جذبات کے ساتھ آتے اور زیارت سے شرفیاب ہوکر لوٹتے ۔آج ان کے چہرہ پرسکون تھا۔

ہم تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

(حافظ ملت نمبر۔ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ص ۲۴۸/۲۴۹)

## حضور حافظ ملت کا وصال :۔

آہ! کسے معلوم تھا کہ ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء کا آفتاب نہیں غروب ہو رہا ہے بلکہ وہ مہر درخشاں نگاہوں سے اوجھل ہونے والا ہے جس کی ضیا پاشی سے عالم اسلام کا گوشہ گوشہ نور بار تھا۔

جس کی تب وتاب اور توانائی سے علم وفضل کی کائنات میں روشنی اور حرارت برپا تھی ۔آہ! آج کا آسمانی سورج نہیں غروب ہو رہا ہے بلکہ کروڑوں اشخاص کے دل غم کے بحر ناپیدار میں غرقاب ہو رہے ہیں ۔

مئی کا مہینہ گزر کر جون میں داخل ہونے والا تھا کہ خلاف امید یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء بروز دوشنبہ رات میں ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر معمار قوم، محافظ ملت سیدنا حافظ ملت اہل مبارکپور اور جہانِ سنیت کو روتا بلکتا چھوڑ کر مبارک پور کے باغ فردوس سے حقیقی باغ فردوس کی طرف روانہ ہوگئے ۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

## شہزادۂ غوث الوریٰ کا خواب:

کلکتہ کی سرزمین پر خانقاہ مفید الاسلام ''دلین دربار شریف'' حضور غوث الثقلین ،قطب الدارین، محی الدین الشیخ عبد القادر گیلانی بغدادی رضی اللہ تعالی عنہ کے شہزادوں کا دربار ہے ۔جہاں زیب سجادہ شہزادۂ غوث الوری حضرت علامہ سید شاہ غلام مصطفیٰ حضرت القادری دامت برکاتہم القدسیہ ہیں۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور صاحب سجادہ ایک ہی مے خانے کے مے نوش ہیں اس لئے تا عمر نہایت پیار محبت ،عزت واحترام کا تعلق رہا ہے ۔سرکار غوثیت مآب سے تعلق کے باعث حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ،صاحب سجادہ قبلہ کا غیر معمولی احترام فرماتے تھے ۔اور حضرت صاحب سجادہ ، وارث علوم غوثیت مآب ہونے کے وجہ سے حافظ ملت کے والہ وشیدا تھے ۔آپ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے انتقال کی شب خواب دیکھتے ہیں کہ وہ دربار شریف میں تشریف فرما ہیں محبت وعنایت بھری نگاہوں سے صاحب سجادہ شہزادۂ غوث الوریٰ کی طرف دیکھ رہے ہیں اپنی حیات مبارکہ میں آپ جب دربار شریف میں قدم رنجہ فرماتے تو نور دیدۂ غوثیت مآب اپنے دادا کے اس روحانی فرزند کو پا کر بے حد خوش ہوتے تھے ۔دونوں میں پیار محبت اور عقیدت وروحانیت کی باتیں ہوتی تھیں ۔

حضرت صاحب سجادہ نے آج حضرت کو پھر دربار شریف میں دیکھا تو پوچھا۔

حضور! مزاج مبارک کیسا ہے؟

مگر حافظ ملت نے آپ کی بات کا زبان سے کوئی جواب نہیں دیا۔بلکہ فقد فاز فوز اعظیما کے تبسم اور معنی

خیز مسکراہٹ کے پھول بکھیرتے رہے۔

شہزادۂ غوث الوریٰ فرماتے ہیں ۔میں بیدار ہوا تو مجھے اس بات پر بڑی پریشانی کا احساس ہوا کہ حضرت نے کوئی بات نہیں کی۔ میں اس وقت کلکتہ سے باہر تھا۔تیسرے روز وہاں سے واپس کلکتہ دربار شریف آیا تو روز نامہ آزاد ہند میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر نظر سے گزری۔ دل پر بجلی گری۔سر چکرا گیا۔

حضور حافظ ملت کے تلمیذ عزیز حضرت مولانا کوثر امجدی فرماتے ہیں ۔

''میں مبارکپور سے واپسی کے بعد کلکتہ چلا گیا۔دربار شریف مفید الاسلام میں شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت علامہ الحاج سید شاہ غلام مصطفیٰ حضرت القادری دامت برکاتھم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال کی خبر وحشت اثر اور جنازہ مبارکہ میں اپنی حاضری اور تقریبا دو لاکھ انسانوں کی شرکت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا تو حضرت علامہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے ۔کہ اب دنیائے سنیت یتیم ہوگئی ۔اب ہم ایسا محدث ،ایسا سچا خادم دین کہاں پائیں گے'' (ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۷۷ء)

## حضور حافظ ملت کو اپنے وصال کی خبر تھی:

حضرت عزیز ملت فرماتے ہیں :۔'' دوپہر کا کھانا تناول کیا۔حسب معمول قیلولہ کے بعد نماز ظہر ادا کی پھر بخاری شریف کا درس دینے لگے۔

''کتاب الجنائز'' تک سبق پڑھایا۔درمیان سبق دریافت فرمایا کہ آج کون سا دن ہے ۔میں نے عرض کیا:۔ ''آج دوشنبہ ہے'' فرمانے لگے'' آج ہی کے روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا'' میں سوچنے لگا اس گفتگو کا درس کی حدیث شریف سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر ایسا کیوں فرما رہے ہیں ۔

جب آج سوچتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ عبدالحفیظ تو کتنا ناداں ہے اپنے مشفق ومہربان والد کو چھوڑ کر باہر جا رہا ہے جو چند ساعت کے بعد دنیا کو خیر باد کہنے والے ہیں''

(ماہنامہ اشرفیہ۔حافظ ملت نمبر ص ۲۳۷/۲۳۸)

## انتقال کی پیشگی خبر:

بلاری ضلع مرادآباد میں ایک زندہ ولی بتائے جاتے ہیں جن کا نام اللہ بخش ہے۔لوگ ان کی خدمت میں عقیدت ومحبت سے حاضری دیا کرتے ہیں ۱۹۷۶ء کے ابتدائی مہینوں میں سے کسی تاریخ کو جناب غلام مصطفیٰ عزیزی مرادآبادی ان ولی اللہ کی زیارت سے شادکام ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: مئی کے مہینہ میں دو گرہیں ہونے والی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کے زندہ اولیاء اللہ میں سے کسی کا وصال ہوگا۔تم جس قدر جلد ممکن ہو اپنے پیرومرشد سے ملاقات کرلو ''چنانچہ ۷ مئی ۱۹۷۶ء کو انہوں نے مبارکپور آکر حافظ ملت کی زیارت کی'' (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۷۲)

## ایک خواب:

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فاضل اور حافظ ملت کے تلمیذ حضرت مولانا عبد الجلیل رضوی مصباحی ناگ پور سے اپنا انہی ایام کا خواب بیان کرتے ہیں کہ جب حافظ ملت کی رحلت ہوئی:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا چہرہ مبارک اتنا روشن ومنور ہے کہ آج تک میں نے ایسا تابناک اور خوبصورت کبھی نہیں دیکھا تھا۔اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ بہت ہنس مکھ نظر آرہے ہیں تو مجھے ڈاکٹر اقبال کا وہ شعر یاد آگیا۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

(ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ۱۹۷۶ئص ۳۴)

## وصال کی تیاری:

شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب امجدی، خطیب وامام نیومیمن مسجد کراچی رقم طراز ہیں:

''حافظ ملت قبلہ کی ناسازی طبیعت کے بارے میں مسلسل معلومات ہندوستان سے آرہی تھیں خیال تھا کہ حضرت صحت یاب ہوجائیں گے کہ اچانک ۲۰/اپریل ۱۹۷۶ء کا لکھا ہوا خط مجھ کو موصول ہوا۔

محبّ من ذوالمجد والفضل والعز والکرم حضرت مولانا قاری رضاء المصطفی صاحب زیدت معالیکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ مزاج شریف!

میں عرصہ دراز سے علیل ہوں علاج کے لیے بلرام پور گیا تھا۔ واپسی پر آپ کا محبت نامہ نظر نواز ہوا آپ کے آپریشن کی کامیابی کے لئے دعا ہے کہ مولائے قدیر جلد از جلد کامل صحت عطا فرمائے اور دعا ہے کہ مولائے کریم شفاء کامل عاجل عطا فرمائے اور ہمیشہ ہمیشہ بصحت وسلامتی مع متعلقین کے شادو آباد رکھے۔آپ حضرات کی خوشحالی باعث مسرت وشادمانی ہے مولائے قدیر مزید کرم فرمائے۔محبّ محترم جناب مفتی ظفر علی صاحب زید مجدہم کے کارخانہ کا حال معلوم ہوکر بڑی خوشی ہوئی مولیٰ تعالیٰ مزید برکتیں عظمتیں عطا فرمائے۔مفتی صاحب کو مع متعلقین کے شادو آباد رکھے حضرت مولانا ازہری صاحب دامت برکاتہم و جناب مولانا مصلح الدین صاحب کی خیریت معلوم ہوکر خوشی ہوئی۔ان حضرات کی کامیابی سرفرازی بلند اقبالی باعث صد مسرت ہے۔خداوند قدوس مزید توفیق رفیق بخشے۔بہت ضروری اور اہم بلکہ اہم الاہم گذارش یہ ہے کہ زمانہ دراز سے آپ کی ایک امانت میرے پاس رکھی ہے اب میں اس کی حفاظت سے عاجز ہوں ابھی تک وہ امانت محفوظ ہے۔آپ سے گذارش ہے کہ آپ جلد از جلد تحریر فرمائیں کہ وہ میں کس کو دیدوں اس کا ہر گز انتظار نہ کریں کہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو تب تشریف لائیں خدا کرے یہ سلسلہ شروع ہو اور آپ سے ملاقات

نصیب ہولیکن امانت کے سلسلہ میں اس کا انتظار نہ کریں جس کو فرمائیں دے دوں اگر بالفرض آپ نے خاموشی اختیار کی اور ایک مہینہ تک متعین نہ فرمایا تو آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد میں اس امانت کو آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ قادری منزل گھوسی کو دیدوں گا ان سے وصولی کی تحریر بھی لے لوں گا۔احباب کو سلام بچوں کو دعا۔والسلام

فقط عبد العزیز عفی عنہ

۲۰/اپریل ۱۹۷۶ء

(اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۴۷/۴۴۸)

حضرت کے اس مکتوب کے بعد مجھے ظن غالب ہوگیا کہ سفر کی تیاری آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ میں نے بار بار حضرت کے الفاظ کو پڑھا اور جس قدر زیادہ پڑھا یقین بڑھتا گیا کہ معلوم ہوتا ہے حضرت نے موت کے وقت کو بھانپ لیا ہے چنانچہ ٹھیک اس تحریر کے چالیسویں دن یعنی ۳۱/مئی ۱۹۷۶ء کو حضرت حافظ ملت کا وصال ہوگیا۔ یہ اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اپنے نیک بندوں کو سفر آخرت کی تیاری کا خصوصی موقع مرحمت فرماتا ہے تاکہ دنیا سے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوکر ہلکے پھلکے آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں اللہ تعالی حافظ ملت کے تلامذہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

## راقم الحروف چہرہ نہ دیکھ سکا:

کیا معلوم تھا کہ راقم الحروف حضور حافظ ملت کے وطن مالوف بھوج پور میں ہوگا اور حضرت ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔

گھوسی میں بہن کی شادی کے بعد ۲۹/مئی ۱۹۷۶ء کو مبارکپور حاضر ہوا۔حضرت کی دست بوسی کے بعد ہمشیرہ کی شادی کے تمام مراحل خیر وخوبی کے ساتھ گزر جانے کی خبر سنائی۔ جس پر حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا۔معا ارشاد فرمایا کہ میرے وطن بھوجپور میں لوگ (بڑے حافظ جی) میرے والد گرامی حافظ محمد نور صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس کر رہے ہیں جس میں آپ کو جانا ہے۔ان لوگوں کے ہمراہ چلے جایئے (اشارہ حافظ عبد الرشید صاحب،حضور حافظ ملت کے بھائی اور جیلانی بھائی حضور کے خلف اصغر عبد القادر جیلانی صاحب کی طرف تھا) ۳۰/مئی کی صبح کو ہم لوگ روانہ ہوکر نو بجے کی ٹرین سے شاہ گنج پہنچے۔تین بجے وہاں سے مرادآباد کے لئے ٹرین ملی الغرض بھوجپور دوسرے روز تقریبا ۵/بجے صبح پہنچے۔

بھوجپور میں حضرت کی خیریت پوچھنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ ۳۱/مئی ۱۹۷۶ء بعد عشا جلسہ کی کاروائی شروع ہوگئی۔میں حضرت کے دولت کدہ کے مغربی بیٹھک کے سامنے چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں لیکن نیند نہیں آرہی تھی ساڑھے دس بج چکے تھے وضو کرکے اسٹیج کی طرف چلا۔مجمع میں بھی عجیب بے کیفی تھی۔ساڑھے بارہ بجے تقریر شروع ہوئی طبیعت پر نہایت جبر کرکے بولتا رہا۔اخیر حصۂ تقریر صرف حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شخصیت اور کارناموں سے متعلق تھا مگر اخیر تک وہی بے لطفی،بے کیفی اور اداسی پورے اجلاس پر طاری رہی قمقمے روشن تھے مگر ان کی روشنی میں بھی کسی تاریکی کا

احساس موجود تھا اور شاید ایسا بے کیف اجلاس میری زندگی کا پہلا ہی تھا۔
جلسے کے بعد تقریباً ڈھائی بجے رات تک حضرت ہی کا ذکر رہا۔

## یکم جون ۱۹۷۶ء بروز سہ شنبہ:

بھوج پور سے صبح کی ٹرین سے مبارک پور واپسی کا ارادہ تھا مگر عبدالقادر جیلانی بھائی اور واصف بھائی (حضرت حافظ ملت کے داماد) نے روک لیا۔ سہ پہر کو بھوجپور سے نکلا۔ مراد آباد سے حضرت کے لیے کچھ سامان اور دوا لے کر کاشی وشوا ناتھ ٹرین پکڑنے کے لیے جنکشن پر آیا بمشکل کھڑے ہونے کی جگہ ملی۔ رام پور میں گاڑی رکی اور جب وہاں سے چلنے کے لیے گاڑی اسٹارٹ ہوئی تو جیلانی بھائی بیگ لیے ہوئے نظر آئے۔ انھوں نے کہا میں بھی چلوں گا میں نے سمجھا شاید بریلی یا کسی اور جگہ کاروباری سلسلے میں جانا ہو رہا ہوگا لہذا ان سے پوچھا کہاں تک جائیں گے جہاں تک آپ جائیں گے پھر ٹرین میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ بدر بھائی افسوس ہم یتیم ہوگئے ابا جی کا انتقال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی روانگی کے فوراً بعد تار ملا ہے، افسوس ہمارا سب کچھ لٹ گیا، برباد ہوگیا، یا اللہ! بالکل ناقابل یقین خبر! میری قوت یقین نے جھٹکا، چند لمحہ بعد تیز رفتار ٹرین ہمیں مبارکپور سے قریب کر رہی تھی۔ لیکن کیا واقعی؟ جس شخصیت کے فیضان کرم نے مبارک پور کو مبارکپور بنایا۔ آج اپنی بساط زندگی سمیٹ کر ہم سے جدا ہوگئی، جس کے دم قدم کی برکت کا یہ حال کہ بقول حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ:

"کاغذی دنیاوی اور قانون کے اعتبار سے مبارک پور کا ضلع اعظم گڑھ ہے مگر مذہبی اور دینی حیثیت سے اعظم گڑھ کا ضلع مبارکپور ہے" اور جو خود صرف مدرس ہی نہیں بلکہ تعلیم و تربیت کے لحاظ سے عظیم مدرسہ تھا اپنی ساری فیض رسانیوں کا دروازہ بند کر کے راہیِ ملک عدم ہوگیا۔

جو اپنی ذات میں خود انجمن تھا — ہوا، وہ انجمن سے آج رخصت
خانہ عشق بے چراغ ہوا — آج رخصت جہاں سے داغ ہوا

۲/جون ۱۹۷۶ء کی شب میں ہم لوگ (راقم الحروف، برادران حضور حافظ ملت حافظ عبد الرشید و حکیم عبدالغفور صاحبان اور حضرت عبدالقادر جیلانی بھائی) بمشکل تمام لکھنؤ سے بذریعہ بس اعظم گڑھ پہنچے۔ یہاں سے مبارکپور کے لیے کوئی بس نہ ہونے کی وجہ سے لا محالہ اسی بس سے محمد آباد گوہنہ تک کا ٹکٹ لے کر سٹھیاؤں پہونچے۔ یہاں بس اسٹینڈ سے جنازہ میں شرکت کے لیے بہت سے افراد ہم لوگوں کے ساتھ ہوگئے۔ نماز جنازہ کا وقت ۲/جون بدھ کو صبح ۸/بجے رکھا گیا تھا یونیورسٹی کے صدر گیٹ سے لے کر مبارک پور تک انسانی سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔

یہ جنازہ صرف ایک انسان حافظ ملت کا نہیں انسانیت اور للّٰہیت کا جنازہ، اخلاص و کرم کا جنازہ، خلق و مروت کا جنازہ، قوم کے عظیم رہنما کا جنازہ بلکہ اس کا جنازہ جو محافظ ملت تھا، مسیحائے قوم تھا۔ آج وہی مسیحا خاموش تھا اور سارا زمانہ اس کے غم میں نالہ کناں تھا۔

سرکار حافظ ملت کا جنازۂ مبارکہ مسلمانوں کے عقیدت کیش شانوں پر منتقل ہوتا ہوا اپنے مسکن اصلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بوڑھے اور کمزور عقیدت مند دور ہی سے جنازہ پر حسرت وتاسف کی نگاہیں ڈال رہے تھے اور زبان حال سے عرض کرتے تھے۔

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

اے مبارکپور کے غیر آباد اور ویران علاقہ کو خطہ باغ فردوس بنانے والے، اے جہل وعناد کے ماحول میں علم وحکمت کی شمع جلانے والے، لاکھوں سینوں میں شعور وآگہی کی قندیل روشن کرنے والے۔ آپ کو سلام! آپ کی عظمت کو سلام!

ایک شوریدہ زمیں کو تو نے گلشن کردیا
ڈال دی چشم کرم مٹی کو کندن کردیا

آج مبارک پور کا ذرہ ذرہ ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے، اپنے پرائے سب اندرونی سوز سے سلگ رہے ہیں۔ یقیناً آج اس خطہ ارضی کا نور بجھ گیا، سایۂ رحمت اٹھ گیا اور پورا قصبہ یتیم ہوگیا۔

آج وہ رخصت ہوگیا جو اپنے طلبہ اور تلامذہ کے لیے شفقت وکرم کا سحاب تھا، اپنے مریدوں اور نیاز کیشوں کے لیے لطف ومحبت کا ساگر تھا، جس کے پڑوسی اپنی قسمت پہ نازاں، جس کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کرنے والے اپنی تقدیر پر رشک کناں، جس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والے اپنے بخت پر فرحاں، جس کا ہلکا سا تعلق بے شمار دلوں کا قرار، جس کی معمولی سی تسلی مضطرب قلوب کی طمانیت، جس کے ہم درس اور ہم نشیں علمائے کرام کو اس کے تعلق پر ناز وہ ہر دل عزیز رہنما وقائد آج اس تنگنائے گیتی کو خیر باد کہہ چکا تھا۔

آہ! اسے کوئی اتفاق کہا جائے یا اپنی کم نصیبی یا پھر سرکار حافظ ملت کا مجھ جیسے چاہنے والے کو اپنی جدائی کے وقت غموں سے چور ہوتا نہ دیکھنے کے لیے دور کرکے اپنی مشفقانہ اور کریمانہ بصیرت کا اظہار؟ حقیقت کیا تھی، اللہ ہی جانے۔

ہائے! جس وقت یہ شمع علم وحلم وکرم گل ہوئی خود ان کے سب سے زیادہ چہیتے، لخت جگر اور نور نظر حضرت عزیز ملت بھی پاس نہیں تھے اور نہ ہی اس شمع کا یہ پروانہ۔

## جنازہ کی تیاری اور جلوس جنازہ:

مولانا محمد احمد مرحوم ابن حضرت مفتی عبد المنان صاحب قبلہ جلوس جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں:

یکم جون ۷۶ھ کی صبح سے ۲؍جون ۷۶ء کی صبح تک مرد، عورت، بچے، بوڑھے، مسلم وغیر مسلم اور بیرونی اشخاص حافظ ملت علیہ الرحمہ کے طلعت زیبا کی زیارت کرتے رہے۔ حسب روایت مولوی نصیر الدین صاحب ۲؍جون ۷۶ء کو

بعد نماز فجر آپ کی نعش کے پاس اور حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے دلائل الخیرات شریف پڑھی۔ اس کے بعد ۵ر بج کر ۴۵ر منٹ پر غسل دینے کے لیے مدرسہ قدیم کے اندرونی مغربی برآمدے میں نعش مبارک لائی گئی (اسی جگہ آپ کی روح بھی پرواز ہوئی تھی) غسل کے لیے حاجی سلامت اللہ صاحب پانی دے رہے تھے۔ مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری ومولانا غلام محمد عزیزی بھیروی نے غسل دلایا، پوری کاروائی میں شہزادۂ حافظ ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب وہاں تشریف فرما رہے۔

تکفین کے فرائض بھی اسی مغربی برآمدے میں انجام دیے گئے۔ اس میں مندرجہ ذیل اشخاص نے حصہ لیا۔ شہزادہ حاظ ملت، مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا غلام محمد عزیزی، مولانا نصیر الدین پلاموی، حاجی محمد حسین صاحب پرانی بستی، حافظ نثار احمد صاحب پورہ دلہن، حاجی سلامت اللہ صاحب پرانی بستی، ڈاکٹر عبدالمجید بلرام پوری اور مولانا محمد نعمان صاحب دیوگانوی۔ تکفین کے بعد جنازہ اتری دروازہ سے لاکر مدرسہ قدیم کے پچھمی چبوترہ پر ۶ر بج کر ۴۵ر منٹ پر رکھا گیا۔

جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ ہر شخص ساکت وصامت تھا۔ حسرت ویاس کی منزلوں سے گزر رہا تھا۔ اس وقت بالکل شہر خموشاں کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ مگر یہ خاموشی کسی مبارک انقلاب کا پیش خیمہ تھی مجمع کو کنٹرول کرنے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کرلیا گیا تھا۔ بذریعہ لاؤڈ اسپیکر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی نے رقت آمیز اور بھرائی ہوئی آواز میں اب یہ اعلان فرمایا: حضرات! حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا آخری سفر شروع ہورہا ہے۔

پورا مجمع شدت غم سے چیخ پڑا، روتے روتے لوگوں کا برا حال ہوگیا، ہچکیاں بندھ گئیں۔ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے یہ جنازہ کسی ایک شخصیت کا ہے اور نہ کسی ایک گھر کا، بلکہ یہ پورے مبارک پور اور ہر گھر کا جنازہ ہے، ہر گھر سے ایک شخص کم ہورہا ہے جو اس گھر کا دل ودماغ تھا، جان تھا اور چین وسکون تھا، ہچکیوں کے درمیان مفتی صاحب نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔۔۔

حافظ ملت نے اپنی پوری زندگی دین متین کی ترویج واشاعت کے لیے وقف فرمادی اسلامی اصول پر سختی کے ساتھ خود پابند رہے اور دوسروں کو بھی پابند بنانے کی سعی فرمائی۔ یہ جنازہ ایک مومن کامل، سچے عاشق رسول اور صالح قیادت کرنے والے عظیم دینی رہنما کا جنازہ ہے۔ اس لیے جنازہ کو اسلامی انداز ووقار میں لے چلیں۔ جنازہ لے چلنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ لوگ جنازہ سے آگے نہ بڑھیں، بلکہ پیچھے پیچھے کلمۂ طیب اور درود کی ڈالیاں نچھاور کرتے چلیں۔

دوسری بات یہ کہ حضور حافظ ملت جن گلیوں سے چالیس سال تک صبح وشام دن میں کم از کم چار مرتبہ گزرا کرتے تھے، ہم خادموں اور عقیدت مندوں نے بھی فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے جنازہ کو انہیں راستوں سے گزارتے ہوئے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں لے چلیں اور وہیں آخری دیدار کرکے الجامعۃ الاشرفیہ جہاں آپ کا مزار تیار کیا گیا ہے، لے

چلا جائے۔ چونکہ بھیڑ بہت زیادہ ہے اس لیے دو رویہ صفیں باندھ لیں تاکہ جنازہ کو لے چلنے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ صفوں کو توڑ کر کاندھا دینے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے بلکہ جس جگہ سے جنازہ گزر جائے لوگ صفوں کو توڑ کر جنازہ کے پیچھے شامل ہو جائیں۔

شدت جذبات غم والم سے حضرت مفتی صاحب کا بولنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لیے فخر القراء حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب نے مائک سنبھالا اور پورے مجمع پر کنٹرول کرتے ہوئی کلمہ طیبہ اور درود شریف کی چھاؤں میں جنازہ کو الجامعۃ الاشرفیہ تک لانے کا فریضہ انجام دیا۔

مدرسہ قدیم کے چبوترہ سے ۶ ر بج کر ۵۰ ر منٹ پر جنازہ اٹھایا گیا از مدرسہ قدیم تا لحد پاک مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی، حضرت بیکل اتساہی، ڈاکٹر عبد المجید، محمد مغنی صدیقی، مولانا محبوب احمد رانچی، حاجی غلام حسین، قمر الحق، محمد عثمان اور نور محمد وغیرہم لگ بھگ سو افراد جنازہ کے گرد دیواروں کی طرح ڈٹے رہے تاکہ شدت جذبات یا کاندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش میں ہجوم سے کوئی ایسی بات نہ سرزد ہو جائے جو حضور حافظ ملت کے اعزاز واکرام کے خلاف ہو۔

بہرکیف جنازہ مدرسہ قدیم سے چلا اور دو رویہ صف بستہ عقیدت مندوں نے اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہی جنازہ کو ہاتھ لگا کر کاندھا دینے کا فریضہ انجام دیا مدرسہ اشرفیہ تک پہونچنے میں ۲۵ ر منٹ صرف ہو گیا۔

حالانکہ مشکل سے پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ ۷ ر بج کر ۱۵ ر منٹ پر مدرسہ اشرفیہ کے آنگن میں جنازہ لاکر رکھا گیا، آدمیوں کا بے پناہ ہجوم دیکھتے ہوئے منتظمین نے آخری دیدار کا پروگرام تبدیل کر دیا، مدرسہ اشرفیہ میں جنازہ رکھتے ہی پرانی یادیں عود کر آئیں اور لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے دس منٹ کے بعد دل کا غم کچھ ہلکا ہوا تو جنازہ کا جلوس الجامعۃ الاشرفیہ کی طرف روانہ ہوا۔

جلوس جنازہ جب مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ کی طرف روانہ ہوا تو ایک عجیب ازدحام تھا جدھر دیکھیے آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے۔ سڑک، گلی کسی طرف سے گزرنے کا راستہ ہی نہیں تھا۔ آدمیوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا پوری سڑک اور فٹ پاتھ پر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے لوگ سڑک سے اتر اتر کر کھیتوں سے جا رہے تھے۔

میرے خیال میں مبارک پور کی تاریخ کا یہ پہلا مجمع تھا جو اتنی تعداد میں یکجا دکھائی دے رہا تھا۔ بلاتفریق مذہب وملت ہر فکر اور ہر خیال کے لوگ شریک جلوس جنازہ تھے۔ حد یہ کہ غیر مسلم برادرانِ وطن بھی ہزاروں کی تعداد میں جنازہ کے ساتھ تھے اور ان کی بھی وہی کیفیت تھی جو ہم لوگوں کی تھی۔

اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور حافظ ملت ایک مخصوص فرقہ کے صرف مذہبی رہنما ہی نہ تھے بلکہ ایک ہر دل عزیز مصلح، انسان دوست سماج سدھارک، بہترین قائد اور ایک سچے محبّ وطن تھے جن کی ذات سے ہر خاص وعام، مسلم و غیر مسلم سبھی کو یکساں فائدہ اور یکساں دلچسپی تھی اور سبھی آپ سے خوش تھے۔

۸ ر بج کر ۵ ر منٹ پر جنازہ الجامعۃ الاشرفیہ کے برآمدہ (پورٹیکو) میں رکھا گیا۔ اسی وقت مراد آباد سے حضرت

حافظ ملت قبلہ علیہ الرحمہ کے دونوں بھائی حکیم عبد الغفور حافظ عبدالرشید صاحبان چھوٹے صاحبزادے حافظ عبدالقادر صاحب وغیرہم کی کار پہونچی ۔ ان کے پہونچتے ہی ایک کہرام برپا ہوگیا۔ عجیب رقت انگیز منظر تھا کسی طرح ان لوگوں نے دل پر قابو رکھ کر زیارت کا شرف حاصل کیا۔

حسب وعدہ آخری مرحلۂ زیارت کا آغاز ہوا۔مجمع کنٹرول سے باہر ہوگیا۔ ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہ رہا تھا۔ کئی حضرات شدت غم سے نڈھال ہوکر بے ہوش ہوگئے ۔اس لیے منتظمین نے فیصلہ کیا کہ زیارت کا سلسلہ بند کردیا جائے ورنہ شام تک لوگ زیارت ہی میں مصروف رہیں گے اور وقت یوں ہی نکلتا جائے گا۔

چنانچہ کسی طرح بدقت تمام جنازہ اٹھا کر مجوزہ مسجد الجامعہ کے پاس رکھا گیا۔ وہاں صاحب سجادہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف، شاہزادہ مولانا اظہار میاں کچھوچھوی ، مولانا سید مجتبیٰ اشرف صاحب کچھوچھوی مولانا وجود القادری جبل پوری، رشتہ دارانِ حافظ ملت ، رؤسائے قصبہ اور حاضر شدگان ٹاٹا نگر وغیرہم نماز جنازہ کی صف لگ جانے کے بعد زیارت سے مشرف ہوئے ۔

حضرت کی نعش کو برف میں رکھنے کا مسئلہ جب درپیش ہوا تھا اس وقت مفتی صاحب نے فرمایا تھا مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اگر آپ کی نعش کو برف میں نہ بھی رکھا جائے تو بھی کوئی فرق نہیں ہوگا ویسے لوگوں کی رائے ہے تو برف وغیرہ منگوالیا جائے۔

## ۳۰ ر گھنٹے بعد:

بہر کیف ٹھیک ۳۰ ر گھنٹہ کے بعد، وصال کے فوراً بعد والی کیفیت مجھے محسوس ہو رہی تھی ۔ چہرۂ پاک بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ شعاعیں پھوٹی پڑ رہی ہیں اور چہرۂ انور کا سکون ووقار زبان حال سے فرمارہا تھا کہ میرے شیدائیو! گھبراؤ نہیں جس طرح میں ظاہری زندگی میں تمہاری رہنمائی کرتا رہا موت کا جام پینے کے بعد بھی میری رہنمائی برقرار رہے گی ، بلکہ اب تو اور زیادہ تم لوگ فائدہ حاصل کروگے۔ جسم کی کثیف منزلوں سے گزر کر روحانیت کی لطیف دنیا میں داخل ہو چکا ہوں ۔ عقیدت ومحبت والفت کی جیسی جوت جگاؤگے اسی انداز سے فیضان حاصل کروگے۔

## نماز جنازہ عزیز ملت نے پڑھائی:

شہزادۂ حافظ ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر تشریف لائے تو میں بھی لپک کر صف میں شامل ہوگیا۔ ٹھیک آٹھ بج کر ۲۹ ر منٹ پر نماز جنازہ کی نیت باندھی گئی اور ۸ ر بج کر ۳۳ ر منٹ پر اختتام پذیر ہوئی اخباری رپورٹ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ دسوں ہزار اشخاص کی نماز جنازہ چھوٹ گئی۔

بعد نماز جنازہ صرف علما ومشائخ نے ہی کاندھا دے کر جنازہ کو قبر تک لے جانے کا شرف حاصل کیا۔ ٹھیک پونے نو بجے قبر میں جنازہ اتارا گیا ۔قبر میں جنازہ اتارنے سے قبل حضرت مفتی صاحب نے قبر میں عرق گلاب کیوڑا

اورعطر ڈالا۔ تدفین کے فرائض انجام دینے والوں میں بروایت قمر الحق صاحب مندرجہ ذیل افراد شامل تھے۔
شہزادۂ حافظ ملت، برادر گرامی حکیم عبدالغفور صاحب، برادر گرامی حافظ عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا سید مجتبیٰ اشرف صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی اور حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری۔
لگ بھگ گیارہ بجے تدفین سے فراغت ہوئی۔ فاتحہ خوانی اور تعزیت کی رسم کے بعد مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے جس وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ماحول انتہائی رقت آمیز ہوگیا۔ روتے روتے لوگوں کا برا حال تھا۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ سسکیاں تھیں کہ بند ہی نہیں ہو رہی تھیں، اضطراب تھا کہ سکون ہی نہیں پا رہا تھا اور ضبط کو یارا ہی نہ تھا۔ بہت دیر کے بعد لوگ اس لائق ہوئے کہ اٹھ کر اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوسکیں۔
حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے جلوس جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال جناب سالکؔ گورکھپوری اس طرح بیان کرتے ہیں:

## منزل آخر

اک پیر با صفات کی رحلت کا ذکر ہے
یعنی وصال حافظ ملت کا ذکر ہے

موصوف کا جنازہ چلے لے کے جس گھڑی
بوئے گل ارم سے مہک اٹھی ہر گلی

ہر اک زباں پہ کلمۂ طیب کا ورد تھا
پروانوں کا ہجوم جنازہ کے گرد تھا

شیدائیوں کا حد نظر تک تھا اک ہجوم
جیسے کہ گرد چاند کے ہوں عرش پہ نجوم

صف بستہ ان میں اہل طریق ورضا بھی تھے
حفاظ ومولوی بھی تھے اہل صفا بھی تھے

دنیا سے جانے والے کا اللہ رے مقام
بے انتہا تھا اہل عقیدت کا ازدحام

بے چین ہر نظر تھی ہر اک روح بے قرار
ہر آنکھ اشک بار تھی ہر دل تھا سوگوار

اس طرح قافلہ سوئے منزل ہوا رواں
برسا رہا تھا پھول محبت کے آسماں!

جھکتی تھی ہر قدم پہ جبیں کج کلاہ کی
ہوتی تھی تب بلند صدا لا الٰہ کی

میدان جامعہ میں سراپا نیاز تھے
ستر ہزار لوگ شریک نماز تھے

جس جامعہ کے غم میں سراپا تھے اضطراب
آخر اسی کی گود میں ہیں آج محو خواب

دنیا کرے گی ہند کی تاریخ میں بیاں
سالکؔ مرے حوالہ سے تدفین کا سماں

### مدفن مبارک:

تنکا تنکا چن کر آشیاں سازی کا حوصلہ اور وہ بھی برق وباد وباراں کی زد پر سن کہ مرقد سے کہہ رہا ہے کوئی۔

بال و پر کی شکستگی ہی نہ دیکھ ذوق پرواز کو بھی دیکھ ذرا
میرا انجام دیکھنے والے میرے آغاز کو بھی دیکھ ذرا
سنتے ہیں ہر شخص دفن وہیں ہوتا ہے جہاں کی مٹی سے اس کا خمیر ہوتا ہے

حافظ ملت! آج جس باغ فردوس کے گہوارے میں لیٹے ہوئے ہیں۔ یقیناً اس کی خاک میں بڑی کیمیا اثری ہے۔ وہ ایک مشت خاک اٹھی تو مشرق ومغرب میں کردار وعمل کے کارواں رواں دواں نظر آرہے ہیں۔ خاک اپنے مقام پر پہونچ گئی ایک عالم کو عزم وحوصلہ، جرأت وبصالت، تفکر وتعقل، ایمان اور جانِ ایمان کا تعلق بخش کر۔

آخر گل اپنی صرف در مے کدہ ہوئی
پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

## جلوس جنازہ کے اہم شرکا:

شریک جنازہ ہونے والی غیر مقامی شخصیات میں چند مشاہیر کے اسما حسب ذیل ہیں:

سرکار کلاں مولانا شاہ سید مختار اشرف صاحب قبلہ کچھوچھوی، مولانا سید ظفر الدین اشرف صاحب قبلہ بسکھاری، مولانا سید مجتبیٰ اشرف صاحب، مولانا سید موصوف اشرف صاحب، مولانا سید وجود القادری صاحب، علامہ مفتی شریف الحق امجدی، بیکل اتساہی، مولانا مجیب الاسلام صاحب اعظمی، مولانا جہاں گیر صاحب فتح پوری، مولانا سبحان اللہ صاحب بنارسی، مولانا صوفی نظام الدین صاحب بستوی، مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب گیاوی، مولانا باقر علی صاحب گیاوی، مولانا کامل سہسرامی، مولانا امام الدین صاحب بسکھاری، مولانا عبید الرحمٰن صاحب پورنوی، مولانا خادم رسول صاحب گیاوی، مولانا لقمان صاحب بنارسی، مولانا نعیم الدین صاحب گورکھپوری، مولانا تجمل ہدیٰ صاحب گیاوی، مولانا اسلم صاحب بستوی، مولانا غلام محمد صاحب عزیزی بلرام پور، مولانا ابوالمحمود صاحب بنارسی وغیرہ۔

مندرجہ ذیل علما وقت پر اطلاع نہ پہونچنے کے سبب یا کسی اور وجہ سے نماز جنازہ میں نہ پہونچ سکے تو بعد میں تشریف لائے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ ارشد القادری، مولانا سید اسرار الحق، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، مولانا صوفی محمد صدیق صاحب براؤں شریف، مولانا صوفی غلام محمد آسی صاحب بلیاوی، پیر طریقت شاہ عبد الحق صاحب رانچی، مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی، مولانا محمد احمد شاہدی کانپوری، مولانا سید رکن الدین اصدق پٹنہ مولانا عبد الرشید بھاگل پوری، مولانا کاظم علی صاحب بستوی، پیر عبد الغفور مرشد ممبئی، وغیرہ۔





# چوبیسواں باب

## حافظ ملت نگاہ علم و دانش میں

قریہ قریہ بستی بستی
بکھری ہوئی حکایت ان کی
اہلِ علم و فضل ہی جانیں
شان و جاہ و حشمت ان کی

(بدر)

# حافظ ملت نگاہ علم و دانش میں

نام ونمود اور صلہ وستائش سے بے پرواہ رضائے الٰہی اور رضائے رسالت پناہی کی خاطر غلبۂ اسلام کا فریضہ انجام دینے والوں کو ان کا رب عظمت و وقار وشہرت کی ایسی بلندیوں پر فائز کردیتا ہے کہ بغیر کسی پبلی سٹی اور تشہیر کے دلوں میں ان کی عظمت وعقیدت خود بخود گھر کرتی چلی جاتی ہیں ۔اپنے تو اپنے اغیار بھی ان کی بڑائی اور بلندی کے سامنے عقیدت کی پیشانیاں خم کردیتے ہیں ۔

حضرت حافظ ملت قدس اللہ روحہ نے نام نمود اور دولت و اقتدار کی تمنا کے بغیر صرف اپنے رب اور اپنے آقا حضور ﷺ کی رضا وخوشنودی کی خاطر علم دین کے فروغ ،مصطفوی سنت ومحبت کی اشاعت ،امت مسلمہ کی فلاح وصلاح و نجات کے لئے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ صرف کردیا انہوں نے درس وتدریس شخصیت سازی مناظرہ وتقریر،تصنیف وتحریر اور الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر، ہرزاویے سے غلبۂ اسلام کے لئے مساعی کیں، ہندوستان سے لے کر پاکستان و بنگال،عرب وعجم یہاں تک کہ یورپ و امریکہ و افریقہ کے جامعات اور دانش کدوں میں ان کے نام اور کام کی دھوم مچ گئی۔آج مذہبی حلقوں کے ساتھ ساتھ جدید حلقوں میں بھی ان کی مقبولیت کا آفتاب اجالا بر پا کئے ہوئے ہے۔

تقسیم ہند کے بعد جن چند اعاظم نے عالم اسلام اور عالم انسانیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور اپنی عظمت کے نقوش ثبت کئے ہیں ان میں حافظ ملت ایک معتبر اور مستند نام ہے۔

سادگی کے اس عظیم پیکر بے لوث مبلغ اسلام اور مرد مجاہد کی حیات ظاہری میں اس کے باطن کی نورانیت اور کارناموں کی جگمگاہٹ سے متاثر ہو کر اکابر علما و مشائخ کے دلوں سے دعائیں اور ہونٹوں سے تحسین کے کلمات مچل پڑے۔

ہم پیشہ افراد اور ہم فکر وعمل معاشرہ میں عام طور پر لوگ اپنی بڑائی میں اس قدر مست اور مگن رہتے ہیں کہ معاصرین کی عظمتوں کا اعتراف تو درکنار وہ ان کے کارناموں کو ہیچ اور ان کی قد آوری کو کوتاہ قامتی ثابت کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور ان کی عظمتیں دیکھ دیکھ کر ان کا دم گھٹنے لگتا ہے مگر سبحان اللہ حضرت حافظ ملت کی وسیع القلبی ،خلوص و تواضع ،خوش خلقی اور عالی ظرفی نے حسد کے شراروں کو لودیتی ہوئی شمعوں اور معاصرانہ چشمک کے کانٹوں کو پھول کی پنکھڑیوں میں اس طرح تبدیل کردیا کہ ان سے اعترافِ عظمتِ حافظِ ملت کی روشنی اور خوشبو بکھرنے لگی ۔ان کے ہم عصر ان کی عظمتوں کے معترف اور فضل وکمال کی ثنا خوانی میں رطب اللسان نظر آتے ہیں ۔حافظ ملت کے اصاغر کے لئے تو ان کا سایہ تجلی اور نقش پا چراغ تھا بلکہ آج بھی ان کے لئے حافظ ملت کے نقوش قدم مشعل راہ ہیں ۔ان اصاغر نے دل کھول کر ان کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے اور ان کی جلالت علمی نیز عظیم دینی خدمات کے سامنے اپنی عقیدت کی جبیں خم کردی ہے۔

حق تو سر پر چڑھ کر بولتا ہے ۔اغیار اور غیر مسلمین نے بھی سرکار حافظ ملت کی فضیلت و بزرگی اور کارناموں کا

اعتراف کیا ہے اور انکی توصیف میں رطب اللسان ہیں ۔جدید طبقہ اور حلقۂ دانش وران بمشکل ہی کسی مذہبی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے مگر یہ طبقے اور حلقے بھی سیدنا حافظ ملت کے کارناموں کے معترف ہیں ۔رسائل و جرائد نے بھی آپ کی بڑائی اور بلندی کا آئینہ دکھایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے سچ ہی فرمایا ہے :۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں　　　　مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

حافظ ملت کبھی بے نام ونشان نہیں تھے البتہ انہوں نے خود کو بے نام و بے نشان بنا رکھا تھا اور آج جب ان کے نام اور کام کی دھوم مچی تو ہر طرف حافظ ملت اور ان کی عظیم یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی عظمتوں کے چرچے ہیں ۔صبح کی ہر سفیدی کے ساتھ ان کے اجلے کارناموں اور ان کے عظیم نام کا شہرہ پھیلتا بڑھتا چلا جا رہا ہے ۔تاثرات کے دفتر کھلتے چلے جا رہے ہیں جن کا سمیٹ پانا مشکل ہے۔

زیر نظر باب میں حافظ ملت کے اکابر، معاصر، اصاغر، اغیار غیر مسلمین اور رسائل و جرائد کے تاثرات پیش کئے جارہے ہیں۔

## حافظ ملت مشائخ کی نظر میں

(۱) حضرت مفتی اعظم ہند مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز۔

’’دارالعلوم اشرفیہ کو ایک عظیم یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولا تعالیٰ انہیں اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب فرمائے اور حضرات اہل سنت کو توفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔‘‘

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ۱۹۹۰ء بابت ماہ اگست)

حضرت حافظ ملت کے وصال کی خبر پڑھ کر سیدنا مفتی اعظم ہند کی کیا کیفیت ہوئی اسے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (بریلی شریف) سے سنئے :۔

’’جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر مفتی اعظم ہند تک پہنچی تو چاند سا چمکتا ہوا نورانی چہرہ ماند پڑ گیا اور تیرہ نصیبوں کی تقدیر سنوارنے والی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار پھوٹ نکلی ،سرکار بلک بلک کر رو رہے تھے ۔خدمت اقدس میں حاضر خدام کے دل اس منظر سے پاش پاش ہوئے جا رہے تھے اور حضرت کی شفقت ان کی عظمت و برتری کے ساتھ حضور حافظ ملت کی بزرگی وعقیدت ان کے دلوں میں اور زیادہ ہوگئی ۔کافی دیر آنسوؤں کے موتی لٹانے کے بعد حضرت حالت اضطراب سے عالم سکون میں آئے تو دیر تک حافظ ملت علیہ الرحمہ کی پیاری باتیں کرتے رہے ۔ان کی

جلالت علمی زہد وتقوی اور تقدس و بزرگی کے گن گاتے رہے اور اخیر میں فرمایا۔اس دنیا سے جو لوگ چلے جاتے ہیں ان کی جگہ خالی رہتی ہے۔خصوصاً مولوی عبد العزیز علیہ الرحمہ جیسے جلیل القدر عالم ،مرد مومن ،مجاہد، عظیم المرتبت شخصیت اور ولی کی جگہ پر ہونا بہت مشکل ہے۔

حافظ ملت کے وصال کے بعد آپ نے شہزادۂ حافظ ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ کو کرم خاص سے نوازا اور اپنے سلسلے کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور دعا فرمائی کہ سلسلہ عزیزی کا یہ سرسبز وشادات چمن بزرگان سلاسل اور اولیائے اکابر کے طفیل اپنی بہاروں سے ہمیشہ عالم روحانیت کو معطر ومعنبر بنائے رکھے۔آمین۔(کتاب ''مفتی اعظم ہند'' از عبد النعیم عزیزی)

اشرفیہ کی یہ ساری بہار اسی (حافظ ملت) کے وجود مسعود کے دم سے ہے،اسی کے فیض قدم سے ہے، یہ روشنی اسی کے جلوے کی ہے'' (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔حافظ ملت نمبر)

## (۲) خلیفہ اعلیٰ حضرت۔برہان ملت حضرت مفتی شاہ برہان الحق علیہ الرحمہ جبل پوری

حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ایسے صاحب علم عالم تھے گویا عالَم تھے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ذات دنیائے درس وتدریس وعلم وحکمت کے لئے نعمت عظمی تھی اور

ع قدر نعمت می شود بعد زوال

(ماہنامہ اشرفیہ۔حافظ ملت نمبر ص ۴۸۷)

عزیز العلما نبیل الفضلا حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار اور ان کے ذکر خیر کے حامل ان کے علمی وعملی شاہکار اولاً تو ان کے شاگرد اور تلامذہ ہیں جن کے ذہن وقلب ظاہر و باطن حافظ ملت کی تعلیمات اور ان کے ارشادات اور ان کی ہدایات کا مظہر ہیں۔دوسرا وہ مرکز علم ،معدن علم، منبع علم ہے جو بصورت عمارت عظیمہ دار العلوم قائم ہے جسے حال کے محاورے میں ''یونیورسٹی کہا جاتا ہے۔''

اگر چہ حافظ ملت قدس سرہ واصل رحمتِ الٰہی ہوئے اور ظاہری اعمال سے مستغنی لیکن حسب ارشاد قرآن مجید و يَحْيٰى مَنْ حَىّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔جس کی تفسیر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں فرمائی حَىَّ عَن بَيِّنَةٍ فَكَيْفَ يَمُوت۔وہ اپنی اس کھلی نشانی کے ساتھ زندۂ جاوید ہیں اور حسب ارشاد حدیث شریف۔اِذامَاتَ اْلاِنْسَان اِنقَطع عَمله اِلّا مِن ثَلٰثٍ۔صَدقةٍ جَارِيَة اَوعلم يُنْتَفعُ بِه اَووَلَدٍ صَالِحٍ يدْ عُو لَه بِالْخَيْر۔

حافظ ملت کا صدقہ جاریہ دار العلوم اشرفیہ کی دیدہ زیب دلکش تعمیر ہے اور علم ینتفع بہ دار العلوم میں علوم دین و شرع متین کی تعلیم اور ولد صالح یدعولہ بالخیر حافظ ملت کے صاحبزادے خصوصاً علامہ مولانا عبد الحفیظ صاحب جانشین حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اور اولاد علمی و روحانی شاگرد وتلامذہ ہیں۔رب العزت تبارک وتعالیٰ ان تمام مبارک یادگاروں کو دین متین وشرع مبین، اشاعت اسلام اور ترقی مسلمین کے لیے بقا ودوام عطا فرمائے۔آمین! وصلی اللہ علی مظہر

لطفه وقاسم نعمته سیدنا ومولانامحمد وآله واصحابه وعلماء ملته اجمعین ۔(ماہنامہ اشرفیہ بابت جون ۱۹۷۸ء)

## (۳) حضرت صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ:

''میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے ۔ ایک مولوی سردار احمد (ابو الفضل محدث اعظم پاکستان) اوردوسرے حافظ عبدالعزیز (حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور) (المصباح میگزین)

## (۴) حضرت مفتی اجمل شاہ صاحب سنبھلی:

۷رشعبان ۱۳۷۶ھ میں جامعہ اشرفیہ کے طلبہ کا امتحان لیا۔آپ کے تاثر کا ایک حصہ ذیل میں پڑھئے ۔

''بحمدہ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد پایا۔ اور خصوصاً بعض کو بے نظیر اور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا۔ اور یہ کیوں کر نہ ہو ۔ اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اورعرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں۔خصوصا صدرالمدرسین بدرالمعلمین فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حضرت مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب دام فیضہ قابل صد تحسین ہیں۔ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے۔اوراس چمن مصطفوی کی بہار انہیں کی ذات پر موقوف ہے''۔(اشرفیہ کا ماضی اور حال ص ۴۷)

## (۵) حضرت مولانا محمد شریف مصطفےٰ بادی:

موصوف معقولات ومنقولات میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے ۔ الافاضۃ القدسیۃ اورمعقولات میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رامپوری کے شاگرد ہیں۔آپ اپنے ۱۹۴۸ء کے ایک معائنہ میں رقم طراز ہیں۔

''عرصہ ہوا میں نے اس مدرسہ کا معائنہ کیا تھا اس وقت اس کی ابتدائی حالت تھی ۔موجودہ صدر مدرس (حافظ ملت) جب سے تشریف لائے مدرسہ نے بہت ترقی کی ہے اور دارالعلوم کی صورت اختیار کرلی ہے ۔ جملہ اساتذہ اپنے فرائض کونہایت محنت سے انجام دیتے ہیں'' (اشرفیہ کا ماضی اور حال ص ۶۹)

## (۶) حضرت علامہ فضل حق رامپوری:

موصوف نے اجمیر میں حافظ ملت کا امتحان لیا پہلی ہی کتاب میں بہت سے داخلی اورخارجی سوالات کیے جوابات سے مطمئن ہوکر کتاب بند کرکے ارشاد فرمایا۔

''اب ہم ان کی کسی کتاب کا امتحان نہیں لیں گے، ان کی قابلیت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے'' (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ)

## (۷) حضرت مولانا عبدالعزیز خاں فتح پوری:

موصوف مراد آباد میں حافظ ملت کے دور طالب علمی کی ابتدائی کتابوں کے استاذ ہیں۔ لکھتے ہیں:

''حافظ ملت مراد آباد پہنچ کر جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوکر روز وشب پڑھنے میں مشغول ہوئے اور یوماً فیوماً ترقی کرنے لگے ..... پھر حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے مراد آباد سے اجمیر شریف کا قصد کیا، میری رائے اور اجازت سے جامعہ نعیمیہ سے رخصت ہوکر اجمیر شریف پہنچے اور وہاں تحصیل علوم میں جب تک رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چاہا مشغول رہے بالآخر اسی کے فضل وکرم سے عالم باعمل فاضل بے بدل ہوئے''۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ)

## معاصرین کا خراج تحسین:

حضرت حافظ ملت کے معاصرین علما ومشائخ میں آپ کے ہم درس علما اور اس وقت کے مشائخ وعلماے اکابرین شامل ہیں۔

### (۱) سید شاہ حسن میاں مارہرہ مطہرہ:

حافظ ملت ایسی ذات گرامی ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چین حکمت ودانش علم ومعرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔ کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے۔ یاد آئی ۳۷ء کی وہ صبح جب مارہرہ کی برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زیارت ہوئی تھی۔ اندازِ گفتگو میں نوجوانوں کی سی گھن گرج تھی۔ جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطارِ ہند وبیرون ہند منور، جس کی شعائیں دور دور تک بکھری ہوئیں جو یقیناً کھانے کے دستر خوان سے لے کر محراب ومنبر اور مسند درس وافتا سے تخت مشیخت تک حافظ ملت تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

### (۲) امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم کانپور:

''حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کو مجاہد ومتحرک اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلا کر اور نمایاں ملی خدمات انجام دے کر مسلمانوں کو موجودہ دور میں دینی خدمات کا جو اسلوب عطا کیا ہے وہ قابل تحسین اور قابل تقلید ہے''۔ (حافظ ملت نمبر)

### (۳) مولانا سید شاہ عزیز احمد سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہمہ گیر بلیغ اور ٹھوس شخصیت کو عظیم تسلیم کرنے میں مجھے کبھی تکلف نہیں رہا جب جب ملاقات ہوئی ہے بے پناہ متاثر ہوا ہوں اپنے ہم عصر علما اور رفقا کے درمیان ان کی شخصیت ہمیشہ اجاگر رہی وہ بیک وقت درس وتدریس کے بادشاہ بھی رہے اور وادیٔ پرخار کے بے خوف مسافر بھی۔ آج حافظ ملت کو ''المجاہد'' کہنے میں مجھے

کوئی تکلف نہیں ۔ پائدار مجاہدانہ رفتار کی رمق کو میں نے حافظ ملت کی پیشانی پر نمایاں طور پر دیکھا ہے ۔ اس کے علاوہ ان کا حسن اخلاق سلوک وفا اور دلکش وضع داری کی جامعیت بھی اپنا الگ معیار رکھتی تھی ۔ منکسر المزاجی اور عاجزی فطرت میں شامل تھی ۔ آپ کی حلیم الطبعی نے ہر طبقہ کے افراد کو متاثر کیا ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

## (۴) مولانا سید غلام مصطفیٰ حضرت القادری دربار شریف قادریہ کلکتہ:۔

حافظ ملت آسمان علم وفن کے وہ نیر تاباں تھے جس کی ضیا باریوں سے ملک وبیرون ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا ہے آپ عالم باعمل، درویش بے بدل اہل دل اور صاحب حال تھے ۔ عاشق رسول شیدائے اہل بیت اطہار اور فدائے غوث الابرار تھے ۔ آپ کی ہر ادا اخلاق نبوی کی تصویر تھی عجز وانکساری، تواضع وخاکساری آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا ۔ (حافظ ملت نمبر)

## (۶) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری:

حضرت حافظ ملت محنت کرنے والے بھی تھے، عمر بھر دینی خدمات میں اوقات گزارا ۔ تقویٰ وطہارت بھی مکمل تھی ۔ (حافظ ملت نمبر)

## حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی:

مولانا (حافظ ملت) مخلص ایثار پسند ہمدرد تھے ان کی خوبیاں تحریر سے باہر ہیں ۔ (حافظ ملت نمبر)

## (۷) علامہ عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی:

یہ شرف میرے لیے باعث فخر ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور کے بانی فضیلت مآب استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ مرادآبادی اعلی اللہ مقامہ میرے استاذ بھائی تھے لیکن وہ علوم واعمال اور زہد وتقویٰ کے فضل وکمال میں مجھ سے بدرجہا بالاتر، بلند مرتبہ اور عظیم الشان عالم نبیل وفاضل جلیل تھے ...... میری نگاہ نقد ونظر میں حافظ ملت کا فضل وکمال میراثی فضل وکمال نہیں ۔ بلکہ یہ بالکل ذاتی فضل وکمال ہے جس کو انہوں نے اپنی دلدوز اور دماغ سوز محنتوں اور اپنی قوت بازو کے بل پر حاصل کیا ۔ اور یہ حافظ ملت کی وہ خصوصیت ہے جو انہیں ان کے ہم عصر مشاہیر سے اس طرح ممتاز کر رہی ہے جس طرح چاند سورج کی روشنی ایک دوسرے سے ممتاز ہے کہ چاند دنیا میں سورج کی بخشی ہوئی روشنی کے بل پر چمک رہا ہے اور سورج خود اپنی روشنی سے عالم کو منور کر رہا ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

## (۸) علامہ نظام الدین صاحب الہ آبادی:

حافظ ملت یوں تو تمام علوم مروجہ کی تمام کتابوں پر قابو یافتہ ہیں مگر فن تفسیر وحدیث میں ان کو کاملیت حاصل ہے ۔
(حافظ ملت نمبر)

## مولانا سید افضل الدین حیدر صاحب درگ ایم، پی:

اس حقیقت کو پیش کرتے ہوئے ہر کس وناکس پر ہویدا ہے کہ مدرسہ اشرفیہ اپنی ابتدائی منزل وموجودہ منازل علیا ومراتب عظمیٰ میں تفہیم کے لیے محمود وایاز کی شان رکھتا ہے فتدبر بالتدبیر العمیق اور پھر ظاہر کہ یہ عروج وکمال حسب تمہید مذکورہ متعلق بہ وثاق تعلق حضرت حافظ ملت حامل لواء شریعت ہادی طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے (حافظ ملت نمبر ص ۸۲)

## (۹) علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (کراچی، پاکستان) علیہ الرحمہ:

''حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی چند خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے اساتذہ اوراپنے تمام مشائخ اوران کے متعلقین کا پورا پورا ادب کرتے تھے۔ کسی فعل یا قول سے یا ترکیب سے وہ ایسا ظاہر نہیں کرتے تھے کہ کسی بزرگ سے تعلق میں کوئی کمی ظاہر کریں'' (حافظ ملت نمبر)

## (۱۰) علامہ سید محمد قتیل داناپوری پٹنہ:

(الف) ''سند المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سید المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہما دین کے دو آہنی بازو تھے'' (حافظ ملت نمبر)

(ب) ''شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بانی جامعہ اشرفیہ اپنے وقت کے حضرت ابوہریرہ تھے'' (ایضا)

## دیگر مشائخ علما اور دانش وروں کی نظر میں:

زیر نظر عنوان کے تحت ان علما ومشائخ کے تاثرات رقم کیے جارہے ہیں جن کا شمار حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے تلامذہ، معاصر اور اصاغر میں ہوتا ہے۔

## مولانا سید ظفر الدین اشرف سجادہ نشین آستانۂ حضور مخدوم سمناں علیہ الرحمہ کچھوچھہ شریف:

''حافظ ملت کا نعرۂ مستانہ حدود ہند سے باہر نکلا تو پورے ایشیا پر محیط ہوگیا اور بادتند وسیلِ رواں کے مانند ایشیا سے نکل کر افریقہ ویورپ پہونچا تو جرأت مندوں نے صدائے لبیک بلند کی'' (حافظ ملت نمبر ص ۸۶)

## مولانا شاہ عبدالعلیم بقائی:

لاریب کہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اب بظاہر ہمارے درمیان میں نہیں ہیں مگر ان کا نام نامی اسم گرامی ان کے عشق خداوندی ومحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بقول حافظ شیرازی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کا حامل ہے اور رہے گا۔ بیشک حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بظاہر ہم میں موجود نہیں ہیں مگر جو یادگار عظیم الشان عربی یونیورسٹی کی شکل میں وہ چھوڑ گئے ہیں وہ قائم رہے گی اور ان کی روحانی طاقت اس کو اس مقام پر پہنچائے گی جہاں وہ لیجانا چاہتے تھے۔

اگر گیتی سراسر باز گردد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد
(حافظ ملت نمبر)

## علامہ سید ظہیر احمد زیدی، علی گڑھ:

(ا) حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تقریبا ۵۰ر سالہ مسلسل جدو جہد نے گمنام و ناقابل ذکر مبارکپور کو ایک مشہور و عظیم مرکز علم میں تبدیل کردیا۔ یہاں سے بلند ہونے والی اس درویش کی آواز حق اب افریقہ، یورپ اور ایشیا کے ریگستانوں اور مرغزاروں میں سنی جاسکتی ہے" (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۳)

(ب) صاحب صدق وصفا و حامی دین مصطفیٰ علیہ الوف التحیۃ والثنا حافظ ملت حضرت مولانا الحاج حافظ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی، بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو صاحب فضل وکمال بنایا تھا۔ آپ نہایت درجہ متبع شریعت تھے۔ اخلاص واحسان اور تقویٰ آپ کا شعار تھا۔عزم و استقلال اور توکل وقناعت کی عظیم دولت سے آپ سرفراز کیے گئے، جن مشکل حالات میں آپ نے دین حق کی خدمت انجام دی وہ ہم سب کے لیے نمونۂ تقلید ہے۔ (ایضا ص ۱۰۲)

## حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب بیت الانوار، گیا (بہار):

"ایک بے آب وگیاہ ویرانہ، تاحد نظر علوم ومعارف کے شاداب گلشن میں یوں ہی نہیں تبدیل ہوگیا ہے بلکہ اس کے مسکراتے ہوئے لالہ زاروں اور مہکتے ہوئے غنچوں کے پیچھے جہاں حافظ ملت کے پسینے کی خوشبو اور ان کے خون جگر کی سرخی کارفرما ہے وہیں ان کا بے مثال ایثار واخلاص ناقابل تسخیر عزم واستقلال اور قلوب کو پگھلا دینے والا ان کا زہد وتقویٰ اور سفر وحضر میں خلوت میں جلوت میں، اندھیرے میں، اجالے میں، دیس میں، پردیس میں، صحرا میں، آبادی میں ملکوتیوں کی طرح ان کے کردار کا تقدس مبارکپور کی عظیم تاریخ کا نقطۂ اول بھی ہے" (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۳)

(ب) "حافظ ملت نے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کا ایک عظیم تصور دیا" (ایضا)

## مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی سابق ایم پی:

جہاں تک قوم کے اندر نئی زندگی، نئی روح پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ تو انہوں نے کردکھایا۔اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس زندگی کو باقی رکھیں ان کی یادگاروں کو پروان چڑھائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیائے سنیت کے جتنے قلعے انہوں نے تعمیر کیے شاید اتنے قلعے کسی نے نہیں تعمیر کیے۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ)

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آندھیوں میں چراغ جلانا اور طوفان میں کشتی چلانا سکھایا (اشرفیہ فروری ۸۸ء)

## عظیم ملت حضرت سید شاہ عظیم الدین علیہ الرحمہ بڑودہ:

''دنیائے سنیت کا ایک عظیم تر قائد، علوم وفنون کا ہمالیہ'' (اشرفیہ فروری ۱۹۷۷ء)

## حضرت مولانا مجتبیٰ اشرف کچھوچھوی:

''حافظ ملت کسی شخص کا نہیں بلکہ ایک زندۂ جاوید تحریک کا نام ہے'' (ایضا)

## رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ:

ا۔''حافظ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں جوہر اپنے تلامذہ کی پرسوز تربیت اور ان کی شخصیتوں کی تعمیر ہے۔ اپنے اس وصف خاص میں وہ اتنے منفرد ہیں کہ دور دور تک کوئی ان کا شریک وسہیم نظر نہیں آتا''۔ (حافظ ملت نمبر)

ب۔''تاج محل کی تعمیر آسان ہے لیکن شخصیتوں کی تعمیر کا کام بہت مشکل ہے۔ حافظ ملت کو اس کام سے عشق کی حد تک تعلق تھا۔ سفر میں، حضر میں، حلقۂ درس میں، مجلس خاص میں، جلسۂ عام میں کہیں بھی وہ ایک لمحے کے لیے اپنے فریضۂ عشق سے غافل نہیں رہتے''۔ (ایضا)

## حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب باندہ:

''ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں کا گروہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی دنیائے سنیت میں مرکزیت وافادیت بذات خود ان کا مکمل تعارف ہے۔ کیوں کہ ہر درخت کے برگ وبار سے درخت کی اصلیت وحقیقت معلوم ہوتی ہے۔

پھل پھول پتیوں پہ ہے تیری نظر نثار
جڑ پر نظر نہیں ہے کہ جس کی ہے سب بہار

آج حافظ ملت کے ہزاروں شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد، ہندو بیرون ہند میں درس وتدریس تصنیف وتالیف، افتا وقضا، ہدایت وارشاد، خطابت وقیادت کے منصب پر فائز ہوکر، ہر طرف علم وحکمت کی جو روشنی پھیلا رہے ہیں یہ حافظ ملت کے علمی وروحانی فیضان کا ناقابل تردید شاہکار ہے۔

''فقیر نے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی حافظ ملت کی خاموش علمی وروحانی اعلیٰ تربیت کے نمونے جابجا دیکھے ہیں'' (حافظ ملت، افکار اور کارنامے)

## نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضان خاں رحمانی میاں بریلوی علیہ الرحمہ:

''حضور حافظ ملت ایک مرد مومن اور ایک عالم حق ہی نہیں وہ ولیٔ کامل تھے۔ ان کی زندگی کا گواہ ان کا علم، ان کی پاکیزگی، ان کا تقدس، تقویٰ وطہارت اور ان کی ولایت ہے اور گیتی کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے مسلک سنیت کی ترویج واشاعت میں مشغول تلامذہ ومریدین ہیں اور اس ذات عظیم کی زندہ کرامت از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ ہے جو جاہ وجلال

کے ساتھ مبارکپور کی وسیع و عریض زمین پر کھڑا ہوا ہے"۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا قاری محمد عثمان اعظمی علیہ الرحمہ:۔

(ا) حضور حافظ ملت "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہ مِنْ عِبادِہِ العُلَمَاء" کے سچے مصداق تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

(ب) حضور حافظ ملت "اَلْحُبُّ فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ" کی عملی تصویر تھے۔ (ایضا)

(ج) یہ در حقیقت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی وہ تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ وبالرسول کی قوت تھی جو لوگوں کو ظاہری ساز و سازمان کے بغیر ان کی طرف جھکنے پر مجبور کرتی تھی۔ (ایضا)

## حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ:۔

(ا) حافظ ملت نے تن تنہا اپنے کاندھوں پر قوم وملت کا جو بار عظیم اٹھا رکھا تھا، اب اٹھانے کے لیے ایک پوری جماعت درکار ہے۔ (ایضا)

(ب) موجودہ صدی میں مسند علم ودانش سے کتاب وسنت کی نقیب ایک ایسی شخصیت ابھری جو ابھرتی ہی گئی یہاں تک کہ آسمان سنیت پر چھا گئی پھر وہ وقت آیا کہ اس ہستی کی عبقری شان دن کے اجالے کی طرح دنیا کے سامنے اجاگر ہوگئی اور قوم نے حافظ دین وملت کا موقر خطاب دے کر اعتراف حقیقت کیا۔ آپ کی فیض بخش ذات بابرکات اگرچہ مجموعۂ کمالات تھی لیکن ان تمام کمالات کا تجزیہ کیا جائے تو دین کے فروغ کے لیے تمام تر جدو جہد اور اتباع سنت آپ کا مرکزی کردار ٹھہرے گا اور سارے کمالات اسی محور پر گردش کریں گے۔ (حافظ ملت نمبر)

## حضرت مولانا قاضی محمد شفیع صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ:

ا۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے زندگی وقف کرنے والے نے موت کے بعد اپنے جسد خاکی کا آخری سرمایہ بھی اسی کو سونپ دیا۔ (حافظ ملت نمبر)

ب۔ دارالعلوم اشرفیہ کی صدر مدرسی سے لے کر سربراہ اعلیٰ کے منصب پر فائز ہونے تک آپ کی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز آئے اور آزمائش کی راہ سے گزرنا پڑا لیکن ہر منزل میں وہی کیا جسے حق سمجھا اور اسی موقف پر ہمالیہ کی طرح جمے رہے۔ (ایضا)

## بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی:۔

ا۔ حافظ ملت میری نگاہ میں بہت عظیم عالم، بہت عظیم بزرگ اور بہت عظیم قائد ورہنما تھے اس لیے کہ ان تمام میدانوں میں ان کے کارنامے اظہر من الشّمس ہیں۔ (حافظ ملت نمبر)

ب۔ حضور حافظ ملت سراپا عملی انسان تھے۔ آپ نے دن رات کے چوبیس گھنٹے میں ایک ساتھ اتنے کام کیے

ہیں کہ آج سوچ کر آدمی کی عقل حیران ہو جائے۔

## شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ:

ا۔''حضور حافظ ملت قدس سرہ کی تفسیر میں مہارت کا جو سرمایہ مل سکتا ہے وہ درس ہی سے مل سکتا ہے تو اگر میں یہ کہدوں کہ حافظ ملت ان کتب تفسیر کو بہت عمدہ پڑھاتے تھے تو اہل علم اس کے کھوکھلے پن پر ہنس دیں گے اس لیے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حافظ ملت قدس سرہ ان کتابوں کو خوب بہت خوب عمدہ اور بہت عمدہ تو پڑھاتے ہی تھے حافظ ملت کا کمال یہ تھا کہ ایک ذی استعداد طالب علم کو یہی کتابیں پڑھا کر مفسر بنا دیتے تھے'' (حافظ ملت نمبر)

ب۔''حافظ ملت قدس سرہ کے تلامذہ میں ایسے ایسے باکمال ہیں کہ آج اہل سنت کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں'' (ایضا)

ج۔ حافظ ملت قدس سرہ العزیز ایک تاریخی ہی نہیں تاریخ ساز انقلاب آفریں شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دنیائے سنیت میں نئی روح پھونک کر انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے اور اہل سنت کے مردہ جسم میں نئی جان ڈالدی ہے''۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے)

## علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمہ:

حافظ ملت جسم ضعیف و ناتواں مگر عزم واستقلال کا کوہِ گراں یہ ان نفوسِ قدسی میں ہیں جن کے نقش پا آنے والی نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ سچ ہے یہ اپنے لیے نہیں بلکہ دنیا کی ہدایت کے لیے جیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق میں اکثر یہ کہتا ہوں کہ یہ دیندار ہی نہیں بلکہ چلتا پھرتا دین ہیں جنہیں دیکھ کر اور ان کی اتباع کر کے لوگ دیندار بنتے ہیں۔

ایک ایسا عابد شب زندہ دار کہ زہد وتقویٰ و پارسائی جس کے دامن کی حسین جھالر ہیں زمین پر آنکھیں بچھائے اس طرح گذر جائیں کہ عرش وفرش کی کائنات انہیں دیکھے لیکن ان کی خدا شناس نگاہوں کو کوئی کچھ نہ کہہ سکے۔ لباس میں ایسی سادگی جس سے عالمانہ وقار پھوٹ پھوٹ کر برستا ہو! گفتار میں ایسی نرمی اور مٹھاس گویا ہونٹوں سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ ایسے کریم وشفیق کہ بچے انہیں پاکر ماں کی گود بھول جائیں۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ)

ہم ایسے انسان کو مردہ کیسے کہہ سکتے ہیں جس نے ملت کے مردہ ضمیر کو زندگی عطا کی ہو۔ آج حافظ ملت خاموش ہیں مگر ہزاروں زبانوں کو قوت حق گوئی عطا کر کے

ع     ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حافظ ملت کا فیضان، ابر کرم کی طرح عام تھا جس سے ہر طالب علم نے حسب صلاحیت استفادہ کیا''۔
(حافظ ملت نمبر)

## مولانا سید الزماں حمدوی پوکھریروی:

فوج درفوج شاگردوں کا کارواں، حفاظ، علما، واعظین، مدرسین کا لشکر بیکراں پھر ایک مذہبی قلعہ کی تعمیر محکم جس کا نام ''اشرفیہ عربی یونیورسٹی'' ہے جس سے رہتی دنیا تک جنود اللہ، حزب اللہ، تربیت پاکر رزم گاہ حق وباطل میں حمایت حق کی خاطر تقریراً، تحریراً، تدریساً، اسلام و مذہب اہل سنت وجماعت کا پھریرا لہراتے رہیں گے۔ (ایضا)

## مولانا قاری رضاء المصطفیٰ کراچی پاکستان:

سیدی واستاذی حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز اپنے تلامذہ کے لیے کرم بالائے کرم تھے۔ (ایضا)

## علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، گھوسی:

''حضرت حافظ ملت کی دینی وعلمی خدمات کا مرکز اشرفیہ ہی تھا۔ آپ نے تقریبا ۴۴؍سال تک یہاں تعلیم وتدریس کی بزم قائم رکھی اور وہ بھی اس شان سے کہ ہر دور میں اشرفیہ ہزار انجمن علم وفن پر بھاری رہا۔ حضرت صدرالشریعہ کے بعد حافظ ملت ہی کے لیے یہ خصوصیت مقدر ہوئی کہ آپ نے سب سے زیادہ بہتر اور کثیر التعداد علما پیدا فرمائے۔

حافظ ملت نے مبارکپور میں رہ کر پچاس سال خدمت کی مگر کسی زمانے میں بھی آپ کا مشاہرہ دوسو پچاس روپے نہیں پہونچا، آپ نے کبھی بھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہیں دی۔ آپ کو دوسرے مدارس سے ۶؍سو روپئے ماہانہ مشاہرہ پر، اور کہیں سے اس سے زائد تنخواہ پر بھی مدعو کیا گیا مگر آپ نے کبھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ حافظ ملت ایک طرف اشرفیہ کے لیے مالی فراہمی میں پوری کوشش کرتے تھے تو دوسری طرف اپنے لیے اقل قلیل مشاہرہ لے کر باندازِ دیگر ادارہ کی مالیات کو مضبوط فرماتے تھے وفات سے چند روز قبل علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری سے اسی رخ پر گفتگو کے دوران فرمایا۔

''ایک لمحہ کے لیے ایک اجمالی تخمینہ کی طرف توجہ کی۔ تو (اشرفیہ کا) یہ فائدہ لاکھ روپئے سے متجاوز نظر آیا''

حافظ ملت کا زہد وتقویٰ ایسا تھا کہ کسی نے آپ کو خلاف سنت روش پر کبھی نہ دیکھا۔ (اشرفیہ، فروری ۱۹۸۸ء)

## علامہ عبداللہ خاں صاحب عزیزی:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضون اس عالم رنگ وبو میں مینارۂ نور تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

وہ اعلیٰ درجہ کے ایسے محدث تھے جنہوں نے طویل مدت تک درس حدیث دیا اور اس کے نکات وباریکیوں سے اپنے سینکڑوں تلامذہ کو مستفیض فرمایا۔ وہ قرآن حکیم کے معارف وحقائق کے ایسے محرم اسرار تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اس کی تلاوت وتفسیر وبیان میں صرف کیا۔

ان کی (حافظ ملت کی) کتاب زندگی میں رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کی تحریریں مرقوم تھیں۔ (حافظ ملت نمبر)

## مفتی رجب علی، نانپاروی علیہ الرحمہ:

ا۔ ''حافظ ملت کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے کردار واعمال کا سنگ میل ہے'' (حافظ ملت نمبر)

ب۔ ''حافظ ملت کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے منارۂ رشد و ہدایت اور نمونہ عمل تھی''۔ (ایضا)

## مولانا عبدالشکور اعظمی علیہ الرحمہ:

حضرت علیہ الرحمہ (حافظ ملت) علم وعمل کے وہ سر چشمہ تھے جن کے فیضان نے ہزاروں قطروں کو سمندر کا سا فروغ اور ہزاروں ذروں کو پہاڑ کی سی بلندی عطا کی ہے۔ (ایضا)

## مولانا عبدالشکور گیاوی:

حافظ ملت کے انتقال سے صرف مولانا عبدالحفیظ صاحب ہی نہیں بلکہ علما کا ایک طبقہ یتیم ہوگیا۔ (ایضا)

## مولانا صابر القادری نسیم بستوی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ملت ایک وضعدار با اصول اور عبادات ومعاملات میں بہت پابند عالم بزرگ ہیں۔ (اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

## مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی:

اگر سنیت کی تاریخ سے حافظ ملت کے کارناموں کو نکال دیا جائے تو یہ قوم نصف صدی پیچھے چلی جائے گی۔
(حافظ ملت نمبر)

## مولانا سید مثنیٰ انور کچھوچھوی:

حافظ ملت ایک عظیم عالم ایک پاک طینت شخص اور دینی تعلیم کے روح رواں اور بے غرض مصلح تھے۔ آپ جماعت کے لیے روشنی کے مینارہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## حضرت سید موصوف اشرف، بسکھاری:

حافظ ملت کے حضور سب سے بہتر خراج تحسین یہ ہے کہ ان کے مشن کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی جائے۔ (ایضا)

## مولانا صوفی نظام الدین، بستوی:

حضور حافظ ملت کا ہر عمل قرآن وسنت کا ترجمان تھا۔ (اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

## مولانا غلام علی، بہرائچی:

آپ نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا اور جتنا بھی کیا سب اسلام کی فلاح وبہود کے لیے اور رضائے الٰہی کے لیے۔ (اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

## حضرت سید آل رسول حسنین برکاتی مارہروی شہزادۂ سید العلما علیہ الرحمہ:

وہ نحیف الجثہ مگر بڑے قوی الایمان تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی:

ملت کا حافظ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا، جس نے ملت کی حفاظت فرمائی تقریر سے، تحریر سے، تدریس سے، مناظروں کے ذریعہ، احقاق حق وابطال باطل سے اپنی زندگی کو اسوۂ نبی میں ڈھال کر، اپنی درسگاہ علم وادب سے جلیل القدر علما، اساتذہ، خطبا، اصحاب قلم، مناظرین، متکلمین، مفسرین، محدثین، اور اصحاب افتا پر مشتمل ایک دنیا بنا کر، خانقاہوں میں بیٹھ کر، جامعہ اشرفیہ کے لیے زندگی وقف کر کے، اسٹیج پر رونق افروز ہوکر، اپنی درسگاہ علم وادب میں پلنے والے کو اپنے فیض نگاہ سے اس منزل تک پہنچا کر کہ وہ عالمی شہرت کے مالک ہوجائیں۔

ملت کے حافظ نے ملت کی حفاظت کی، ہر ان مؤثر ذرائع کو استعمال فرما کر جو ملت کی حفاظت کے لازمی وسائل تھے۔ (اشرفیہ مبارکپور ۱۹۷۶ء)

حافظ ملت ایک فرد نہ تھے بلکہ علم وادب کا ایک عظیم ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فروغ وارتقا کی تابناک علامت تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا توکل حسین:

آپ (حافظ ملت) اخلاق ودیانت کے پیکر مجسم، مروت اور محبت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ مردم شناسی اور خُردہ نوازی میں یکتا وتنہا تھے۔ آپ کی ذات والا صفات خلوت اور جلوت ہر طرح سے مجموعۂ کمالات تھی۔ حافظ ملت وقت کے امام بخاری تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا کاظم علی عزیزی بستوی:

حافظ ملت بڑے ہی بلند اخلاق اور عالی ظرف انسان تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

انہوں (حافظ ملت) نے الجامعۃ الاشرفیہ (اس کے وسیع تر مفہوم کے ساتھ) کے ذریعہ ایک ایسا عالمگیر مذہبی انقلاب برپا کرنے کا تصور سامنے رکھا کہ جو دینی تعلیم کو آج کی دنیاوی ضروریات سے بھی ہم آہنگ کردے۔

دارالعلوم اشرفیہ کی جدید تعمیر کا کام مکمل کرنے کے بعد حضو حافظ ملت نے اس دینی درس گاہ ودانش گاہ کے تقاضے کو یوں پورا فرمایا کہ وہاں سے وقت کے جلیل القدر علما، فضلا، مفتیان، مفسرین، محدثین، مفکرین، مدبرین اور دانش ور فوج در فوج نکل کر پورے ایشیا، یورپ اور افریقہ کے آفاق پر چھا گئے۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے)

## مولانا محمد ظل الرحمٰن ضیائی سہسرام:

سچ تو یہ ہے کہ فقیہ اعظم صدر الشریعہ نے جو جگہ خالی فرمائی تھی حافظ ملت کی بے نظیر شخصیت نے اسے پُر کیا تھا۔

مستقبل کا مورخ جب مبارکپور کی تاریخ لکھے گا تو یہ ناممکن ہے کہ جلالۃ العلم والعلما حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی ہمہ گیر شخصیت کے تذکرے کے بغیر اس کا قلم آگے بڑھ جائے۔ (ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جولائی ۱۹۷۶ء)

## مولانا نصیر الدین پلاموی:

حضور حافظ ملت صحیح یادگار سلف تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا کامل صاحب سہسرامی:

حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ جیسی اولوالعزم ہستیاں فرش گیتی پر شاذ ونادر ہی نظر آتی ہیں۔ حافظ ملت کتنی اہم خصوصیتوں کے مالک تھے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بس یوں کہا جائے تو بجا ہے کہ خصائص عالیہ کے آپ مرقع تھے، علم وعمل کے سنگم تھے۔ معارف وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ایک کوزے میں سمٹ آیا تھا۔

وَلَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَر　　اَن یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِی وَاحِد

(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

## مولانا افتخار احمد قادری:

آپ کا وصف اخلاق اتنا بلند تھا کہ ہر شخص خود کو آپ کا سب سے قریبی محسوس کرتا تھا۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا محمد عمر، بہرائچی:۔

حضرت حافظ ملت کی ذات گرامی "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ" کا آئینہ تھی۔ (ایضا)

## مولانا منصور علی خاں، ممبئی:

سب عمدہ خصائل، خلوص واستغنا دین میں انہماک اور للّٰہیت ان کی ذات میں جمع تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا حبیب الزماں امجدی گھوسی:

۱۔ آپ (حافظ ملت) کے اندر جو خدا داد قوتیں اور عملی صلاحیتیں کارفرما تھیں وہ اپنی ذات کی مفاد کے لیے نہ تھیں بلکہ آپ کے کارخانۂ حیات میں جو کچھ تھا وہ الجامعۃ الاشرفیہ کے تمام ترتعمیری پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تھا تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے یہ عظیم علمی درسگاہ مشعلِ علوم وفنون ثابت ہوسکے۔ (ایضا)

## مولانا سید رکن الدین اصدق صاحب، پٹنہ:

حافظ ملت نے مخالف طوفانوں کا رخ پھیر دینے کی کون سی ترکیب فرمائی۔ وہی اور یقیناً وہی ترکیب جس کی تعلیم مجھے اس طرح پر دی۔ دین کے خادموں کو ہمیشہ صبر وضبط سے کام لینا چاہیے۔ (ایضا)

## مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی گورکھپوری:

ا۔ حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا جس طرح اپنے تمام اوصاف میں باکمال تھے اور ایسے باکمال کہ حضرت کے کمال کا ادنیٰ حصہ بھی کسی کو مل گیا تو صاحب کمال ہوگیا، علم کے باب میں میرا یقین بولتا ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان علم در سینہ کے مظہر کامل تھے، اس وصف کا جلوہ حافظ ملت کے تدریس، تقریر، تحریر اور مناظرہ کے میدانوں میں نمایاں طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ (معارف حافظ ملت ص۲۲)

ب۔ حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی ذات والا صفات ان شخصیت ساز انسانوں میں ہے جن کی زندگی کے لمحات کا ہر گوشہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ (ایضا ص۴۴)

## مولانا مبین الہدیٰ نورانی، گیا (بہار):

حافظ ملت قوم وملت کے ایک ایسے محسن ہیں کہ جو مدتوں کے بعد کہیں پیدا ہوتے ہیں۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا قاضی ابراہیم مقبولی، کرناٹک:

حافظ ملت اس ذات گرامی کا نام ہے جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا جس نے تقریر سے، تحریر سے، تدریس سے، مناظرے کے ذریعہ، احقاق حق اور ابطال باطل سے اور اپنی زندگی کو اسوۂ نبی میں ڈھال کر ملت کی حفاظت فرمائی۔

آپ اخلاق کریمانہ کے پیکر، مروت ومحبت کی چلتی پھرتی تصویر تھے آپ کی ذات والا صفات خلوت اور جلوت ہر طرح سے مجموعۂ کمالات تھی، آپ کے اخلاص، جوش عمل، اور استقامت وعزیمت اور جہد مسلسل کا لازمی نتیجہ جامعہ کی عظیم عمارت اور یہ ہوسٹل اور دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی قلعہ نما عمارت ہے (جو قصبہ مبارکپور میں موجود ہے، اور اسی سے ملحق جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اور اشرفیہ مارکیٹ بھی ہے۔)

## مولانا محمد یامین اشرفی صاحب مرادآباد:

حافظ ملت۔ دنیائے سنیت کا اہم قافلہ سالار (حافظ ملت نمبر)

## مولانا محمد عاصم اعظمی:

حافظ ملت حضرت صدر الشریعہ کے صحیح جانشین اور علمی یادگار تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا قمر الدین اعظمی:

حضور حافظ ملت مستجاب الدعوات ولی تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا محمد احمد صاحب مصباحی، بھیروی:

حافظ ملت کی زندگی ہمارے لیے مشعل ہدایت اور منارۂ نور ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

حافظ ملت نے پوری زندگی درس وتدریس اور تقریر وتبلیغ کا شغل رکھا۔(ایضا)

## مولانا قاری عبدالحکیم عزیزی:

حافظ ملت علمائے متقدمین اور سلف صالحین کے سچے جانشین ومظہر، مثالی بندۂ رحمٰن، اور عظیم انسان تھے۔ حضرت کی پوری زندگی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق گزری ہے۔ وہ عظیم انسانی اخلاق واقدار کا مبارک پیکر تھے۔

(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

## مولانا غلام محمد بھیروی:

یوں تو دنیا میں بے شمار شخصیتیں گزری ہیں اور ایک سے ایک باکمال ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی انوکھی زندگی صبح قیامت تک کے لیے مشعل راہ ہے۔ انہیں برگزیدہ ہستیوں میں مرشد برحق، آفتاب علم وفضل، شیخ الاسلام والمسلمین حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں جن کی پوری زندگی سراپا نمونہ تھی اور ظاہر وباطن کی یکسانیت کے ساتھ ایسے تقویٰ شعار، نگاہوں کے سامنے خال ہی خال نظر آتے ہیں۔(ایضا)

## مولانا یٰسں اختر مصباحی:۔

''تاریخ میں ایسی بے شمار شخصیتیں محفوظ ہیں کہ اپنے دوراقبال میں ان کے فضل وکمال عزت عظمت قوت وشجاعت، شہرت ونا موری کے ترانے گائے گئے اور بہت سے قیمتی افراد ان کی مدح وستائش میں رطب اللسان بھی رہے۔ لیکن بڑی عظیم ہے وہ شخصیت اور بڑا صاحب فضل وکمال ہے وہ انسان جو اپنے دل ودماغ اپنی محنت وکاوش اپنی قوت بازو سے علم وفضل کی شاخوں پہ آشیانہ بنائے۔ اپنے علم وہنر کا فیض بانٹے۔ اور خود اعتمادی وخدا اعتمادی کے ساتھ اپنی تاریخ کی دھرتی پر ایک عہد آفریں انقلاب برپا کرے۔ اپنے گوناگوں کارناموں سے شہر درشہر اپنی برکت تقسیم کرے اور اپنی زبان وقلم کردار وعمل اور اپنے ناقابل شکست عزم وحوصلہ تدبر وذہانت اور قوت ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ میدان میں اترے ۔ اور اس شان سے کہ اپنے دور کی تاریخ میں ایسا پرشکوہ اور بلند وبالا قصر عظیم تعمیر کر ڈالے جس کے سربہ فلک میناروں کی روشنی شرق وغرب تک پھیل جائے''۔(حافظ ملت نمبر)

## مولانا عبدالمبین نعمانی، چریاکوٹ:

حافظ ملت اپنی کنیت ابوالفیض کے صحیح مصداق ہیں، آج ان کے دم سے علوم اسلامیہ زندہ ہیں۔(حافظ ملت نمبر)

چودھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہندوستان کے سپہر علم وفضل پر جن عظیم شخصیتوں نے مہر وماہ بن کر اپنی روشنی بکھیری ان میں استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ ابوالفیض عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ والرضوان کا نام نامی ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک عظیم باب کا عنوان اور آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

حافظ ملت کی نہایت سادہ اور سرتاپا دین میں ڈوبی ہوئی ذات ایک ایسا ابر کرم تھی جس کی فیض بخشیوں نے

صرف مبارکپور ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں کشت زار علم کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب بنا دیا۔مبارکپور میں علم کا ایک ایسا دریا جاری فرمایا جس کی مبارک نہریں اس ملک کے بیشتر تشنگان علم کی پیاس بجھا رہی ہیں اور جس کا دائرہ اب صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی اس کا فیضان علم عام ہوتا جا رہا ہے۔

حافظ ملت کی شخصیت ایک مرکزی شخصیت تھی۔آپ نے اپنے مشن کا اصلی نشانہ ایسی چیزوں کو بنایا جو مرکزی اور اصولی حیثیت کی حامل ہیں۔آپ صرف ہزاروں پر قانع نہ تھے بلکہ دریا اور سمندر کو بھی اپنے کمند عمل کا نخچیر بنانا مقصد حیات تصور فرماتے تھے۔تا کہ سیرابی و شادابی کا سلسلہ عام سے عام تر ہو سکے۔(حافظ ملت نمبر ص ۴۰۸)

## مولانا مرغوب حسن قادری ،ادروی:

اگر کسی کی ذات اعتماد و یقین ،فکر و شعور ،علم و آگہی ،قوت عمل ،خلوص و لگن اور ایثار و قربانی کی آئینہ دار نظر آتی ہے تو وہ حافظ ملت کی ذات گرامی ہے۔(حافظ ملت نمبر)

## مولانا نورالحق قادری غازی پور:

حافظ ملت اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے (حافظ ملت نمبر)

## مولانا رضوان احمد قادری گوسی:

ہندوستانی مسلمانوں پر اس دور اخیر میں حافظ ملت کے سب سے زیادہ احسانات ہیں (ایضا)

## مولانا رضوان احمد شریفی گھوسی:

حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان نے زہرہ گذار منزلوں سے گزرتے ہوئے اپنی متاع حیات کو تعمیر انسانیت کے لئے وقف کر کے انسانوں کو حقیقت کی شعور افزا کرنوں اور اخلاق کی لازوالی قدروں سے مالا مال فرمادیا۔

(حافظ ملت افکار اور کارنامہ)

## مولانا عبدالمنان کلیمی:

حضور حافظ ملت عجز و انکسار کے پیکر تھے۔حضور حافظ ملت حضرت صدرالشریعہ کے صحیح جانشین اور علمی یادگار تھے حضور حافظ ملت مقام تصوف کے تینوں زینے فنا فی الشیخ ،فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کو طے کر چکے تھے۔حضور حافظ ملت مستجاب الدعوات ولی تھے۔

حضور حافظ ملت اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہ مِنْ عِبَادِہِ العُلَمٰٓؤُا کے سچے مصداق تھے۔حضور حافظ ملت اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالبُغْضُ فِی اللّٰہ کی عملی تصویر تھے۔حضور حافظ ملت کی خلوت و جلوت اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ کی عکاس تھی۔

## مولانا حافظ احمد القادری بھیروی (امریکہ):

حافظ ملت اس درد مندِ قوم کا نام ہے جس نے اپنی زندگی کی ساری توانائیاں قومِ مسلم کے لئے وقف فرمادیں۔حافظ ملت علم وشعور کے اس عاشق صادق کا نام ہے جس نے علم وفن کے حصول اوراس کی ترویج واشاعت میں اپنا تن من دھن سب قربان کردیا۔حافظ ملت اس محبّ رسول کا نام ہے جو اپنے رسول کی ہر ہر ادا پر جان قربان کرنے کے لئے ہمیشہ سرگرداں رہا۔حافظ ملت اس رہنمائے قوم کا نام ہے جس نے اپنی قوم کوسر بلند دیکھنے کے لئے مخلصانہ جد وجہد میں عمرعزیز صرف کردی۔(حافظ ملت افکاراور کارنامے)

## مولانا تجمل ہدیٰ قادری گیاوی:

استاذ العلما حضور حافظ ملت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا تمام تر حصہ دین کی خدمت علوم نقلیہ وعقلیہ کی اشاعت ،اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی،سنیت کوفروغ دینے میں گزرا۔(حافظ ملت نمبر)

## مولانا محمد معراج القادری استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبا کپور:

حافظ ملت کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ قائم کرکے ایک راہ متعین کردی اوراپنے مطمح نظر سے یہ واضح کردیا کہ ہم اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب فارغین انگریزی وعربی زبان میں صاحب قلم ولسان ہوں۔(حافظ ملت افکاراور کارنامے)

## مولانا رضاء الحق مصباحی:

کشور علم وفضل کے تاجور میدان تحقیق و تدقیق کے شہسوار ،دین متین کے عظیم مبلغ و رہنما استاذ العلماء جلالۃ العلم،حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کی دینی علمی اور ملی خدمات نصف صدی کے عرصہ میں جس وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہیں وہ ضبط تحریر سے باہر ہیں ۔(ایضا)

## مولانا شمس الہدیٰ مصباحی بستوی:

حافظ ملت میدان تقریر وتحریر،تبلیغ وارشاد،تنظیم وتدبر اور خاص کر تعلیم وتدریس اور مناظرہ ومباحثہ ہرایک میں شہسوارنظر آتے ہیں۔

ع      جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھا دئے ہیں

## مولانا محمد علی قاضی کرناٹک:

حافظ ملت کا عزم محکم اخلاص عمل اور جہد مسلسل ایک ایسی انمٹ داستان ہے جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔
(حافظ ملت اور افکاراور کانامے)

## مولانا مبارک حسین مصباحی مدیر اشرفیہ:

آپ (حضرت حافظ ملت) نے ایک عظیم قافلہ کی علمی وفکری قیادت کی اور تعمیری و اصلاحی خدمت انجام دی ہے کیوں کہ آپ بذات خود کردار وعمل کے پیکر، دین ودانش کے مرقع ،تقویٰ وپرہیز گاری کے خوگر اور تعمیری واصلاحی ذہن و فکر کے مالک تھے۔آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور جسم و جان کے ایک ایک قطرہ کو دین پروری علمی فروغ ،وطن نوازی اصلاح ملی اور شخصیت سازی کی راہ میں نچوڑ دیا۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۵)

## حافظ ملت اہل علم و دانش کی نظر میں:

اس عنوان کے تحت ان حضرات کے تاثرات پیش ہیں جن میں کچھ عالم بھی ہیں اور دنیوی علوم کے ماہر بھی یعنی جن کا شمار اہل دانش میں ہوتا ہے۔

## پدم شری بیکل اتساہی عزیزی:

آقائی، ملجائی ،جلالۃ العلم حضو حافظ ملت علیہ الرحمہ کی فقط ایک ذات ہے جو محبت واخوت ،امن وآشتی کی علامت اور کاروان قوم وملت کا نشان منزل تھی۔(انوار حافظ ملت ص ۱۰۰)

میری زندگی کی تمام کامیابیاں حضور حافظ ملت کی رہین منت ہیں۔(حافظ ملت نمبر اشرفیہ مبارکپور)

## ڈاکٹر نسیم قریشی شعبۂ اردو مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ:

حضرت حافظ ملت ایک زبر دست معلم تھے ،بڑا منصوبہ بنانے والا ذہن رکھتے تھے ،عزم کار سے بہرہ مند تھے،اور قوت وصلاحیت کے آخری ذرے کو بھی داؤ پر لگانے کا حوصلہ رکھتے تھے ،انہوں نے لاکھوں انسانوں کے تصور کو پیکر حقیقت بخش دیا۔اور اتنے بڑے کام کا سلسلہ ڈال دیا کہ نسلیں اس سے لگی لپٹی رہیں گی اور خیر جاریہ کا اجر جنت الفردوس کی نورانی دنیا میں انہیں برابر ملتا رہے گا۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانا ئے راز آید بروں
(حافظ ملت نمبر)

## ڈاکٹر اختر بستوی ریڈر گورکھپور یونیورسٹی:

حافظ ملت کی ذات ایک انجمن تھی اور انجمن بھی ایسی جس میں علم و یقین کے چراغ بھی روشن تھے اور سعی وعمل کی شمعیں بھی فروزاں تھیں اس انجمن کا اجالا سرزمین ہند کے ہر گوشے میں پہنچا اور وطن عزیز کے لاتعداد افراد کے ذہنوں اور دلوں کو عرفان وآگہی کی تابانیاں بخشیں۔موصوف کی زندگی زاہدانہ طرز بود وباش اور مجاہدانہ عمل پسندی سے مرکب تھی۔
(حافظ ملت نمبر)

## مولانا عبیداللہ خاں صاحب اعظمی مصباحی ممبر راجیہ سبھا:

حافظ ملت کی شخصیت ایک ایسی شخصیت تھی جسے دور قدیم و جدید کا سنگم کہا جائے ۔ان کی شخصیت میں دین و دنیا، مذہب اور عقل یعنی دوسرے لفظوں میں جام شریعت اور سندانِ عشق کا ایک ایسا خوشگوار امتزاج پیدا ہو گیا تھا جو اس زمانے میں خال خال اشخاص کے یہاں ملتا ہے ۔(حافظ ملت نمبر)

## مولانا طیش صدیقی کانپور (صحافی):

حضرت جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ و الرضوان عالموں کے عالم، فاضلوں کے فاضل، حافظ قرآن ومحافظ ملت ۔(حافظ ملت نمبر)

## مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر صاحب الہ آباد:

شہنشاہ علم وحکمت، محافظ نورسنت، پاسبان لالہ ونکہت اور محبّ اہل مملکت یعنی حضور حافظ ملت کی ممتاز اور ہمہ گیر شخصیت زمانہ پر منکشف ہے ۔قیمتی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا قرض چکا دینے والا ہی وہ بے لوث مجاہد تھا کہ جس کے قدم ناز ویرانے میں پڑ گئے تو شہر تمنا آباد ہو گیا ۔(حافظ ملت نمبر)

## ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبۂ اردو شبلی کالج اعظم گڈھ:۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتاہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ ملت کی ذات باصفات ایسے ہی دیدہ ور کی مثال تھی جو ہزاروں سال بعد اس دنیا میں آتی ہے ۔انہوں نے اپنی پوری زندگی، ایک بڑے نصب العین کے لیے وقف کردی، ان کا سونا اور جاگنا، جینا، اور مرنا سب اسی نصب العین کے لیے تھا۔ انہوں نے سوز یقین سے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا عزم پیدا کیا۔ انہوں نے اپنی سعی وکوشش سے مبارکپور جیسے معمولی قصبہ کو ایک علمی مرکز بنا دیا۔ واقعی اہل مبارکپور ان کو جتنا یاد کریں ان کی جتنی عزت وتوقیر کریں کم ہے۔

مولانا کی تعلیم وتربیت پرانے طریقوں پرانے استادوں اور بزرگوں کے سایۂ شفقت اور پرانی فضاؤں میں ہوئی تھی ۔ جدید علوم وفنون میں براہ راست انہوں نے کسی سے استفادہ نہیں کیا تھا، مگر کہیں وہ اجنبی نہیں معلوم ہوتے تھے ۔ چاہے وہ اہل علم کا حلقہ ہو چاہے ارباب سیاست کی مجلس خواہ طالب علموں کی جماعت ہو خواہ عامۃ الناس کا اجتماع جدید افکار اور رجحانات سے کوئی کتنا آشنا کیوں نہ ہوتا۔ مولانا سے تبادۂ خیال کرنے میں اسے کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے شخص سے گفتگو کر رہا ہے جس کی معلومات روایتی ہے یا جس کا ذہن بندھے ٹکے خانوں میں اسیر ہے یا جس کے فکر ونظر کا دائرہ تنگ ہے۔(حافظ ملت نمبر ص ۹۷)

## ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی، طبیہ کالج دہلی:

اہل مبارکپور حافظ صاحب (حافظ ملت) کو اپنی جان کا مسیحا سمجھتے تھے اور آج بھی انہیں کے تصرفات روحانی کے سائے میں خود کو ہر بلا سے محفوظ کہتے ہیں۔ (حافظ ملت حیات اور کارنامے)

## ایڈوکیٹ مظفر حسین صدیقی ایم اے ایل ایل بی:

تقسیم ملک کے بعد ملک کے معاشی، سماجی اور سیاسی حالات یکسر بدل چکے تھے اور آزادی اپنی عمر کے پچیس سال پورے کر لینے کے بعد کڑیل جوان ہو چکی تھی۔ اس وقت اس کے تیور کچھ اور ہو چکے تھے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہونے لگا تھا کہ ان بدلے ہوئے حالات میں مسلم دانشگاہوں، اداروں اور مدارس سے متوقع امیدیں اب پوری نہیں ہوسکتیں۔ سب سے پہلے بر وقت اس کا احساس جس شخص نے کیا وہ ایک مسلم رہنما، دیندار بزرگ، صوفی منش دینی درسگاہ کا معلم تھا۔ یعنی حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (حافظ ملت نمبر)

## ڈاکٹر عبدالمجید خاں مرحوم عزیزی، بلرامپور:

حضور حافظ ملت ایک ایسے انسان تھے کہ جن کو بہت سی انسانی خوبیوں کا جامع کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ (ایضا)

## ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بلرامپوری، رضا اسلامک اکیڈمی، بریلی شریف:

آپ (حضرت حافظ ملت) کے مبارک قدموں نے مبارک پور کو لائق مبارک باد بنا دیا۔ یہاں الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں علم و فضل کا وہ شہرستان جمیل آباد ہے جس کو گنبد خضرا سے سرسبزی و شادابی اور سنہری جالی سے نور عطا ہوا ہے۔ جہاں طیبہ سے اٹھنے والی گھٹائیں برس برس کر علوم شریعت کی فصلیں اگاتی ہیں، جس کے ہر طاق میں بریلی کی شمع جلتی ہے، جہاں بلالی خوشبو پھیلی ہوئی ہے، اویسی رنگ چھایا ہوا ہے، بخاری و مسلم کی محفلیں آراستہ ہیں اور رازی وغزالی کے علمی نکات کی تازہ ہوائیں چل رہی ہیں۔

حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی و سربراہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور بلاشبہہ ملت کے محافظ و نگراں و پاسبان تھے۔

حافظ ملت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مسلک و مشرب کی اشاعت اور تحفظ کی خاطر اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ صرف کردیا۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کے تجدیدی کارناموں کا تحفظ کیا۔ یقیناً حافظ ملت! شہرستان علم و فضل اور شہرستان رضویت کے ایک بلند و بالا مینار تھے۔ (ماہنامہ جہان رضا، لاہور)

حافظ ملت وہ خوش نصیب اور بیدار بخت انسان مرد مسلمان ہیں جنہیں ہند کے راجہ حضرت خواجہ کی راجدھانی اجمیر اور امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا کے شہر مرکز اہل سنت بریلی کی مقدس سرزمین پر شب و روز گزار کر

دین مصطفیٰ کے علم اور اس کی معرفت حاصل کرنے کی سعادت ملی ہے اور جو ان دونوں بارگاہوں سے نوازے ہوئے اور اشرف و رضا کی نسبتوں سے جڑے ہوئے علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاق و کردار، حلم و مروت اور عزم و استقلال سے آراستہ و پیراستہ ۱۹۳۴ء میں حضرت صدرالشریعہ کے حکم پر مشرقی اتر پردیش کی ایک گمنام بستی مبارکپور کے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی مسند درس و تدریس پر فائز ہوتے ہیں تو علم کے چراغ جل اٹھتے ہیں اور روشنی پھیلنے بڑھنے لگتی ہے۔

حافظ ملت باغ فردوس کے گل بوٹوں کو ایک نئی رعنائی، البیلا رنگ اور مستانی نکہت عطا کرتے ہوئے نہ صرف سینوں کی جنتوں کو مہکا دیتے ہیں بلکہ کائناتِ علم فضل بھی معطر و شاداب ہو جاتی ہے۔حافظ ملت کے خون جگر سے ویرانوں میں دین کے گلشن لہلہا اٹھتے ہیں۔(ماہنامہ اشرفیہ۔حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۲۹)

## مولانا محمد علی فاروقی سابق لکچرار، آر، ایس یونیورسٹی رائے پور:

''امام احمد رضا نے اسلامی عشق و عقیدت کے جن موتیوں کو سطروں میں پرویا۔حافظ ملت نے انہیں قلوب میں میں بسایا۔امام احمد رضا نے اسلامی فکر کو نقوش کا پیکر عطا کیا۔حافظ ملت نے انہیں بولنے والی زبان دے کر برعظیم ایشیا و یورپ میں، ان کا ایسا غلغلہ بلند کروایا کہ دہریت زدوں کو بھی اسلامی عظمت کا معترف بنا دیا۔''

## ڈاکٹر مولانا غلام یحییٰ انجم صاحب۔ہمدر یونیورسٹی نئی دہلی:

بھوج پور مراد آباد کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں حافظ ملت پیدا ہوئے جس ماحول میں انہوں نے آنکھیں کھولیں وہ زیادہ صاحب علم نہ تھا اور نہ ہی ملکی سیاست میں وہ لوگ دخیل تھے البتہ تقویٰ و طہارت اور دینداری کی ان کے والدین سچی تصویر تھے حافظ ملت بھی اپنے والدین کے نقش قدم پر چلے۔ارباب علم و فضل میں ان کی انفرادیت مسلم ہوئی اور وہ ضرب المثل بنے سچ تو یہ ہے کہ صرف تقویٰ و طہارت ہی میں نہیں بلکہ علم و فضل، فکر و فن، حلم و بردباری، دور بینی و دور اندیشی، صداقت و حقانیت زہد و ریاضت رشد و ہدایت اور سیاسی شعور و آگہی میں ان کی قیادت و سیادت یکساں تسلیم کی گئی۔

(حافظ ملت افکار و کارنامے)

## ڈاکٹر محب الحق قادری گھوسی:

اسلام کی فطرت سلیمہ کے مانند اس بندۂ مومن میں رب کائنات نے اتنی لچک دی تھی کہ اس کے عزم و حوصلہ کو جتنا دبایا گیا وہ اتنا ہی ابھرتا گیا اور اس قدر ابھرا کہ خاکدان گیتی پر ایک ایسا مبارک گوشہ بنا گیا جو رشک جہاں ہے، ایسا جہان رنگین کہ اس کے شب و روز اور شام و سحر کا ہر لحظہ قَالَ اللّٰہ وَ قَالَ الرَّسُول کی صدائے دلنواز سے گونج رہا ہے اور دیدۂ کور کے لئے وہاں کا ذرہ ذرہ سرمہء بصارت ہے کہ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد، خویش و اقربا کے لئے کچھ نہیں کیا بلکہ اس سچے شیدائی اسلام نے عمر عزیز اور عزیز اولاد کو اس قلعہء معلیٰ کی بھینٹ چڑھا دیا۔اس مرکز میں مہمانان رسول کی انجمن صد ابہار، وارثین انبیا کا ہجوم اور اس کے طاقوں میں طاق حرم ملیؔ کی روشن شمع، وہ محراب جس سے نور اور کتاب مبین کی قندیل نورانی شعاعیں بکھر رہی ہیں۔وہ منبر معلیٰ جس سے رحمۃ للعالمین کا آفاقی پیغام بلند ہو رہا ہے وہ منار

عظمت جہاں سے اذان بلالی کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

وہ درسگاہ جس سے تلقین غزالی اور درس حنفی کا رس گھلتا ہوا نظر آتا ہے۔اور کیوں نہ ہو؟

ولایت ، بادشاہی ،علم اشیا کی جہانگیری — یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

## ڈاکٹر مصطفیٰ ایم ،اے۔ایل ،ایل ،بی ۔ایڈیٹر نظام سلطنت مرادآباد:

پیکر دین وملت ،شاہکار علم وعمل، حافظ ملت حضرت مولانا الحاج حافظ شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) مبارکپور ضلع اعظم گڑھ نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ جس طرح یاد الٰہی میں اتباع رسول پاک میں سنت دین میں گذارا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے آپ کو اگر اس دور کا مجاہد اعظم کہا جائے تو غلط نہ ہوگا میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ خدمت دین کا یہ سچا جذبہ کہ نہ اپنی صحت وتندرستی کی کوئی فکر ہو نہ آرام وراحت کی کوئی پرواہ میں نے اپنے آقا ومولا حضرت صدر الافاضل استاذ العلما قدس سرہ العزیز کے بعد صرف حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز میں بدرجہ اتم دیکھا ہے۔

ضعیف العمری اور شدید علالت میں جب کہ عام طور پر لوگ چلنا پھرنا تو درکنار اٹھنے بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے آپ نے آخر وقت تک پوری مستعدی کامل تندہی کے ساتھ دین کی خدمات انجام دیں اور شدید بیماری انتہائی کمزوری میں بھی آپ نے کبھی رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔نہ کوئی فرض نماز بیٹھ کر پڑھی۔

یہاں تک کہ عمر کی آخری نماز عشا بھی آپ نے کھڑے ہو کر ہی ادا کی۔(حافظ ملت نمبر)

## ماسٹر آفتاب احمد خاں عزیزی ۔استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور:

آپ (حافظ ملت) ایک اعلیٰ درجہ کے باعمل عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ٹیچر، تھنکر ، ریفارمر اور ایجوکیشنسٹ تھے۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

# حافظ ملت بیرون ملک کے علما ومشائخ کی نظر میں

## مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کراچی پاکستان:

آپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین تھے۔(ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور جولائی ۱۹۷۶ء)

## حکیم محمد موسیٰ امرتسری (رحمۃ اللہ علیہ) صدر مرکزی مجلس رضا۔لاہور (پاکستان):

استاذ العلما حضرت علامہ الحاج شاہ عبد العزیز صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔حضرت والا کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ایسے عالم ربانی وحقانی روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ان کی جدائی سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا مشکل ہے۔(ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء)

## پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ کراچی (پاکستان):

علامۂ جلیل حضرت حافظ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز روحانی علمی اور اخلاقی کمالات کے حامل تھے۔ کیوں نہ ہوتے کہ ان کے استاذ، حضرت استاذ الاساتذہ مولانا امجد علی اعظمی اور ان کے شیخ شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی رحمہما اللہ تعالیٰ۔ حضرت حافظ ملت کی بے مثال سیرت کا جوہر ''استغناء قلب'' تھا۔ انہوں نے غیر کی بندگی قبول نہ کی کہ وہ تذلیل بندگی ہے۔ اور مولیٰ کی بندگی، وقار بندگی غربت وافلاس میں مولیٰ کی رزاقیت پر اعتماد کامل کوئی معمولی بات نہیں۔ بہت بڑی بات ہے۔ اور بہت بڑی کرامت۔ بندوں پر بھروسہ کیا جائے تو انسان نامراد ہوسکتا ہے مگر جو مولا پر بھروسہ کرتا ہے نامراد نہیں رہ سکتا۔ جب مولیٰ کفالت فرماتا ہے تو بندے کی اٹھان دیدنی ہوتی ہے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اسی اٹھان کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

وہ مدرسہ اشرفیہ آئے اور فیضان تربیت سے اس مدرسہ کو جامعہ بنا دیا۔ گویا ذرہ کو آفتاب بنا دیا مردہ لوگ اپنے لیے کرتے ہیں۔ دوسروں کے لئے نہیں مگر زندہ لوگ سب کے لئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خود جئیں، دیدۂ اغیار کو بینا کردیں

وہ شیرازہ بند حیات تھے وہ آفتاب و ماہتاب کی چمک تھے وہ ستاروں کی دمک تھے، وہ پھولوں کی نکہت تھے۔ وہ روح بن کر جسموں میں دوڑ گئے اور ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

ہاں وہ آفتاب غروب ہوگیا مگر شب فراق تاروں بھری رات ہے اندھیری رات نہیں ہزاروں تلامذہ آسمان علم کے درخشندہ ستارے۔ کوئی ان میں آفتاب و ماہتاب بھی ہوگا۔ ہمیں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی موت سے جو موت نہیں تمہید زندگی تھی زندگی حاصل کرنی چاہیے۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی، جون ۱۹۷۷ء)

## علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ۔ لاہور (پاکستان):

حضرت حافظ ملت قدس سرہ دنیائے سنیت میں ایک انجمن تھے۔ ایک تحریک تھے جنہوں نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں علما میں سنیت کا وہ درد اور نور پھونک دیا کہ ان میں سے ہر ایک مسلک حق کا ترجمان اور مبلغ بن گیا۔
(حافظ ملت نمبر ص ۱۶)

## مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ پاکستان:

المصباح الجدید ایسی بلند تصنیف نے مجھے حافظ ملت کا گرویدہ بنا یا۔ اسی کتاب سے عقائد میں پختگی ہوئی ''مناظرانہ انداز اور مضبوط گرفت اللہ اکبر! فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں'' حافظ ملت کا گراں قدر مختصر مگر جامع مقالہ ''مجدد دین وملت علیہ الرحمہ'' پر جب پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی اس عدیم المثال واقعہ کا تعارف بھی حافظ الملت کا ہی کارنامہ ہے جس نے آج اعلیٰ حضرت پر لکھے جانے والے بیسوں مضامین اور متعدد کتب میں جگہ بنالی ہے۔

ان دونوں باتوں کے علاوہ حافظ الملت کے سنی رسائل و جرائد میں مطبوعہ رشحات قلم معارف القرآن معارف الحدیث وغیرہما نے بھی میرے قلب سیاہ کو جلا بخشی اور آپ کی غائبانہ محبت بڑھتی چلی گئی۔

جب آپ جیسے بلند کردار کے حامل علما کے کارنامے ،مضامین مسلک کے تحفظ وترقی کے لئے مفید تجاویز باصرہ افروز ہوتی ہیں تو دل چاہتا ہے کاش کہ سرحدیں ختم ہوں دائرہ وسیع ہو اور بغیر روک ٹوک ان اکابر کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو۔(ماہنامہ اشرفیہ اگست ۱۹۷۶ء)

حافظ ملت وقت کی عظیم شخصیت ،سنیت کی عظمت کا بلند مینار تھی ۔(ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

## مولانا جلال الدین نوری (الازہر۔قاہرہ)

جب ہم آپ کی تحریر (حافظ ملت کی تحریر) پر غور کرتے ہیں تو ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔آپ ہی کی تحریر مبارک سے ہم مسلمانان اہل سنت متعارف ہوئے کہ حضور ﷺ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا شاندار استقبال فرمایا اور وہ بارگاہ رسالت سے نوازے گئے اور "والصالحین حسن اولئك رفيقا کے مصداق بنے۔"

(حافظ ملت نمبر ۴۸۵)

## علامہ قمر الزماں اعظمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن ،مانچسٹر (برطانیہ)

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس شریعت اسلامیہ کی تجدید فرمائی حافظ ملت نے اسے عمل کے سانچے میں دھال دیا "(حافظ ملت نمبر)

اگر عشق رسول اور درد ملت دونوں یکجا متشکل ہوں تو انہیں حافظ ملت کہنا غلط نہ ہوگا" (ایضا)

آپ اگر ہندوستان کے دینی ماحول کا جائزہ لیں گے تو یہ ماننا پڑے گا کہ حافظ ملت کی ذات وہ ذات تھی جس نے ہندوستان بھر کے دلوں کی سرزمین کو زندگی بخشی" (ایضا)

استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے ایک عظیم معمار تھے ،جنہوں نے کم وبیش نصف صدی تک اسلامیان ہند کو باطل کے مسلسل حملوں سے بچائے رکھا۔اور وصال سے قبل ملت کے گرد ایک ایسا حصار قائم فرماگئے جو رہتی دنیا تک نا قابل شکست رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

حوادث انقلابات ،تغیرات عالم کی ناگزیر قدریں ہیں جو عالم اور اہل عالم کو ہمیشہ درپیش آئیں گی ملک ٹوٹتے اور متحد ہوتے رہیں گے ۔قومیں ابھرتی اور مٹتی رہیں گی تہذیبیں پست وبالا ہوتی رہیں گی صفحہ زمین پر سیاسی معاشی اور ثقافتی اعتبار سے نئے نئے جغرافیائی نقشے ابھرتے رہیں گے مگر دلوں کی دنیا میں حضور حافظ ملت کی ذات نے جو نقوش ثبت فرمائے ہیں ۔وہ نا قابل شکست وریخت ہیں۔

وہ اپنے سوز دروں کے پیش نظر قوم مسلم کی صلاح وفلاح کے لیے دعائیں کرتے اور جب سپیدۂ سحری نمودار ہوتا

تو ایک آہ سحر گاہی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے تا کہ قوم وملت کی تعمیر کرسکیں۔ ان کی مؤمنانہ بصیرت نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ قوم وملت کو سب سے زیادہ نقصان تعلیم وتربیت کی راہ سے پہونچایا جارہا ہے۔ اب باطل کے حملوں کا انداز بدل گیا ہے۔ پہلے باطل شمشیر بکف آتا تھا اس لیے اس کے مقابلہ میں شمشیر بکف مجاہدین کی ضرورت تھی مگر اب زیور فکروفن سے آراستہ ہوکر نظریات اسلامی کی سرحدوں پر تاخت وتاراج کے لیے بڑھ رہا ہے اب ضرورت ہے ایسے بیدار مغز اور پختہ کار علما اور مصلحین کی جو اسلامی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرسکیں۔ اور باہر سے ہونے والے ہر حملے کا جواب دے سکیں۔ خواہ وہ حملہ سوشلزم اور کمیونزم کی جانب سے ہو یا الحادو بے دینی کی طرف سے، خواہ مادہ پرستوں کی جانب سے ہو خواہ مغرب زدہ انسانوں کی جانب سے، داخلی محاذ ہو یا خارجی محاذ ہو ہر محاذ پر باطل کا مقابلہ کرسکیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کو پورے عالم اسلامی کی ایک مثالی درسگاہ بنانے کے لیے اپنی زندگی وقف فرمادی"

"قوم کو تعمیری راہ پر لگانے کے لیے زبان وقلم کی توانائیاں صرف کیں۔ ان کے اندر عشق رسول کی شمع روشن کرنے کے لیے جسمانی مشقتیں جھیلیں، باطل کے مقابلے میں صبر واستقلال ثبات و وقار عطا فرمانے کے لیے اپنے وجود مقدس کو ہر طرح سے ہر محاذ پر سب سے آگے رکھا۔ قوم کے اندر باطل قوتوں کے خلاف مدافعانہ جذبات بیدار کرنے کے لیے مصائب وآلام کے مقابلے میں سینہ سپر رہے۔ غریب قوم کو ایثار وقربانی پر مائل کرنے کے لیے فاقہ کشی کی زحمتیں برداشت کیں۔ اساتذہ کے اندر دنیاوی مطالبات سے بلند ہوکر دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے خود زندگی کے جملہ معاشی مطالبات سے دستبردار رہے طلبہ کے اندر زہد واتقا پیدا کرنے کے لیے آپ اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق ہمیشہ پابند شریعت وسنت مصطفیٰ رہے۔ لوگ آداب شریعت کتابوں میں پڑھ کر جانتے ہیں مگر حضور حافظ ملت کی حیات مقدس شریعت مطہرہ کی ایک روشن کتاب تھی جسے دیکھ کر لوگ قانون زندگی سیکھتے تھے" (حافظ ملت نمبر ص ۳۳۴)

"اس تاریخ ساز شخصیت اور انقلاب انگیز ذات نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعین کردہ خطوط عمل کے مطابق ایک علمی اور اصلاحی معاشرہ تشکیل فرمایا۔ اور ایک ایسی قوم منظر عام پر آئی جو حسن عقیدت کے ساتھ ساتھ حسن استدلال کی دولت سے بھی مالامال تھی، کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت سے قبل امت مسلمہ ایک ایسے دور سے گزررہی تھی کہ اس کے پاس روایات کو باقی رکھنے کے لیے صرف حسن عقیدت کا سہارا رہ گیا تھا۔ اور دلائل وبراہین قدما کی کتابوں میں پوشیدہ ہوگئے تھے۔ جن کو پڑھنے والے دن بدن ناپید ہوتے جارہے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اسلاف کی کتب سے دلائل وبراہین تلاش فرمائے۔ اور انہیں کم وبیش ایک ہزار کتابوں میں محفوظ فرمایا۔ تا کہ مرور ایام کی دست برد سے محفوظ ہوجائیں۔ مگر حضور حافظ ملت نے ان دلائل وبراہین سے آراستہ ایک ایسی قوم تشکیل فرمادی جو ہر دور میں امت مسلمہ کے بنیادی نظریات کو اصولوں کی روشنی عطا کرتی رہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی ہندوستان کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں کوئی فرد کامل نہیں ملتا جس نے اپنی زندگی میں ایک درسگاہ قائم کی ہو اور اس کی حیات ہی میں اس درسگاہ کے طلبہ اور فارغ التحصیل علما نے غیر منقسم ہندوستان کے طول وعرض میں ہزاروں درسگاہیں قائم کردی ہوں اور اس اولین درسگاہ کا بانی اپنے مولائے حقیقی کے حضور اس وقت پہونچا ہو جب کہ ملک کا گوشہ گوشہ اس کی تعلیمات کا امین اور اس کے

دینی نظریات کا علمبردار ہو۔ (ایضاص ۳۳۸)

## قاری محمد اسماعیل خاں مصباحی، راچڈیل، برطانیہ:

''علوم نبوی کا سچا وارث، دنیائے سنیت کا بے لوث خادم، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب، ملت اسلامیہ کا مخلص مربی، اساتذہ وتلامذہ کا شفیق رہنما، علم وحکمت کا گنجینہ'' (ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء)

## مولانا صفی احمد رضوی برمنگھم، برطانیہ:

''دنیائے اسلام میں حافظ ملت کی شخصیت علمی مرکزیت کی حامل تھی ۔ وہ آفتاب علم وفضل اور مہتاب سنیت تھے، دارالعلوم اشرفیہ کے روح رواں تھے ۔ موصوف کے مبارک ہاتھوں نے بے شمار علما اور حفاظ کے سروں پر فضل وکمال کی دستار باندھی ہے اور ہندوستان کے کونے کونے میں علم کے چراغ روشن کیے ہیں'' ۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، اگست ۱۹۷۶ء)

## حسن آدم، سکریٹری انجمن رضا کاران رضا، لنکا شایر، برطانیہ:

''حضرت موصوف ملت کا انمول سرمایہ تھے۔ آپ کی رحلت سے ایک عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۸۹)

## مولانا محمد ابراہیم خوشتر، ماریشش:

''دریائے معانی، مرشد کامل، سردار نامدار، جلالۃ العلم مولانا عبد العزیز نور اللہ مرقدہ''

(ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء)

## علامہ ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی، جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشکن، یو، کے:

''استاذ العلما جلالۃ العلم، رئیس المحدثین، تاجدار کشور علم وفضل، پیکر ہدایت وولایت حضور حافظ ملت نے علما کو کردار وعمل کا ایک ٹھوس پیغام دیا ہے ۔ وہ ظلم وستم کو سہہ کر مسکرانے کا ہنر جانتے تھے ۔ آلام ومصائب کی شدتوں کو سہہ لینا ان کا مزاج تھا۔ (حافظ ملت نمبر)

## مولانا ممتاز اشرف القادری مبارکپوری، لندن، برطانیہ:

ہمارا جو کچھ ہے حضور ہی کا صدقہ اور انہیں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

## قاری عبد المجید رضوی، افریقہ:

جب ہم دنیائے ہست بود کی انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو عظیم شخصیتوں کے عظیم کارناموں سے متاثر ہوتے ہیں اور اپنے دل کو ان کی محبت سے وارفتہ پاتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ ہستیاں بلند ہمتی وعزم محکم کا درس دے گئی ہیں اور ان کی موت کو موت آ گئی، ان قابل قدر ومعزز ہستیوں میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا اسم گرامی بھی آتا ہے۔ انہوں نے ایک پر آشوب و پرخطر دور میں اسلام وسنیت کے قلعہ الجامعۃ الاشرفیہ کے قیام کی آواز بلند فرمائی ۔ (حافظ ملت نمبر)

**مولانا قمر الحسن بستوی، ہیوسٹن امریکہ:**

قوم وملت کا درد ہر فرد کا حصہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تو رب کی بارگاہ کا عطیہ ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ حافظ ملت کو قوم وملت کا درد دے کر نہیں بلکہ درد بنا کر پیدا کیا گیا تھا۔ کروٹ کروٹ اپنی قوم کی ترقی، اپنے مذہب کے ارتقا کا درد بے آرام کیے رہتا۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے)

**حکیم اشہد حسن، مبارکپور:**

حافظ ملت پوری زندگی اچھائیوں کی تلقین کرتے رہے۔صوم وصلوٰۃ کے خود پابند رہے اور لوگوں کو تاکید فرمائی۔ الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کا مشن لے کر اٹھے۔ایسی صورت میں ہماری سعادت مندی اور ان سے محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

# حافظ ملت اوروں کی نگاہ میں

**علامہ کوثر ندوی، بنارسی:**

مولانا حافظ ملت کی علمیت، اخلاص، جوش عمل، اور استقامت وعزیمت بے نظیر تھی، عربی یونیورسٹی مولانا کے عزم کامل اور اخلاص عمل کا زندہ ثبوت ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر)

**قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم، دیوبند:**

حافظ ملت نے جب عربی یونیورسٹی کا عظیم الشان پروگرام بنایا تو لوگوں نے قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم سے بطور استہزا، حافظ ملت کے اس پروگرام کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ اپنے محدود ترین وسائل کے باوجود اتنا اونچا خواب دیکھ رہے ہیں۔ان کا تبصرہ سن کر قاری طیب صاحب نے کہا۔

"میں حافظ عبدالعزیز صاحب کی شخصیت سے واقف ہوں ان کے غیر معمولی تدبر اور تفکر اور جوش عمل سے آگاہ ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے مقصد میں ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوجائیں گے"۔(المصباح میگزین مبارکپور)

**مولوی عبدالباری ابوعلی اعظمی دارالمصنفین اعظم گڑھ:**

"جامعہ اشرفیہ کو زندگی نوبخشنے والے مولانا عبدالعزیز صاحب مرادآبادی مرحوم اگرچہ صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی کے شاگرد تھے۔لیکن اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کے بہت ہی معتقد تھے، انہوں نے مبارکپور میں دینی تعلیم کے فروغ اور جامعہ اشرفیہ کی ترقی میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔حق یہ ہے کہ اس کی بنا پر ان کو محسن ملت، عزیز ملت، حافظ ملت قائد ملت، امین ملت، ناصر ملت، آبروئے ملت، حامیٔ ملت، جس لفظ سے بھی یاد کیا جائے وہ ان کے لیے موزوں ہے۔(اشرفیہ جنوری ۱۹۸۹ء)

## مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلما و معاون ایڈیٹر ماہنامہ معارف اعظم گڈھ:۔

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے سربراہ اعلیٰ مولانا عبدالعزیز کی وفات کی اطلاع ملی، ان کی عمر ۸۰ر سال سے متجاوز تھی۔ مگر ابھی یہ خیال نہ تھا کہ وقت موعود اتنا قریب آچکا ہے۔ وہ فقہ حنفی کے بریلوی مدرسۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے، مزاج میں اعتدال اور توازن تھا علمی و تدریسی مشاغل کے ساتھ عبادت و ریاضت سے بھی شغل تھا۔ راقم الحروف نے مکہ معظمہ میں ۱۹۷۶ء کے حج کے زمانہ میں ہندوستانی سفارت خانہ کی ایک تقریب میں پہلی بار انہیں دیکھا تھا۔ اور ان کی سادگی، احتیاط، زاہدانہ و مرتاضانہ زندگی سے متاثر ہوا تھا''۔ (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۷۶ء)

## مکہ میں ہندوستانی سفیر:

(حضور حافظ ملت کے سفر حجاز میں مکہ مکرمہ کے ہندوستانی سفارت خانہ میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ استقبالیہ میں سفیر نے تمام حاضرین و مدعوبین کے سامنے یہ بیان دیا۔)

''حضرات آج ہمارا سر فخر سے بلند ہے اس لیے کہ آج ہمارے ملک کو جو مذہبی برتری حاصل ہوئی ہے۔ وہ اس حیثیت سے شاید دنیا کے کسی ملک کو نہیں حاصل ہے۔ اس لیے کہ مذہب بیزاری کے دور میں جب کہ تصویر کھنچوانا ایک فیشن بن چکا ہے۔ ایک ایسا خدا ترس اور دیندار بزرگ بھی موجود ہے جس نے پاس شرع کو اس احتیاط کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھا کہ حج کے لیے بھی تصویر نہیں کھنچوائی اور جس کے لیے بین الاقوامی بندھن کو بھی ڈھیلا ہونا پڑا وہ ہیں حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب جو آپ کے درمیان ہیں اور خوش بختی سے ہمارے ہی ملک کے باشندہ''۔

(المصباح میگزین، مبارکپور ص ۱۳)

## سابق وزیر اعظم ہند، مسز اندرا گاندھی:

''ان (حافظ ملت) جیسی شخصیت کا ملک میں ہونا ہمارے لیے باعث فخر ہے''

(استقامت ڈائجسٹ کانپور، جون ۱۹۷۶ء ص ۶۵)

## جنگ بہادر عرف جنگی بابو:

''آپ کی عملی زندگی انسانیت کے لیے مشعل راہ تھی۔ میں نے جو کچھ اپنی زندگی میں سدھار پیدا کیا ہے وہ آپ ہی کی ذات سے سبق لے کر۔ ایسے انسان دوست اور سماج سدھارک (Social Reformer) کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہمارا اخلاقی فریضہ ہے'' (ماہنامہ اشرفیہ۔ انوار حافظ ملت)

## ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی۔ پی، ایچ، ڈی، بلیا، یوپی:

''حضرت حافظ ملت نے قصبہ مبارکپور میں جو تعمیری کام انجام دیا وہ فی زمانہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت حافظ

ملت مسلمانوں کے اس وقت کے تعلیمی معیار کو دیکھ کر بہت ہی فکر مند تھے خاص طور سے دینی تعلیم میں ان کی غفلت اورزیادہ پریشان کن تھی۔ ان کے ذہن میں شروع سے ہی ایک عربی یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ موجود تھا۔ آخر میں انہوں نے ایک منصوبہ تیار کیا اور ناسازگار حالات کے باوجود اس عظیم کام کی ابتدا کی ۔ مئی ۱۹۷۲ء میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے دست مبارک سے الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس کی تعمیر کے لیے کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ ہی بہت جانفشانی اور جدو جہد درکار تھی ۔ کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت بھی کی لیکن حضرت حافظ ملت نے کبھی حوصلہ نہیں ہارا دل وجان سے اس مشن میں لگے رہے ۔ آپ کی بے پناہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اس عظیم الشان ادارے کو دیکھ رہے ہیں جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے طلبہ آکر علم کے اس سر چشمہ سے سیراب ہورہے ہیں۔ یہاں کے فارغ طلبہ دنیا کے ہر گوشے میں جا کر علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں اور ساتھ ہی حافظ ملت کے مشن کو فروغ دے رہے ہیں۔

حضرت حافظ ملت اپنے اصول کے پکے تھے ۔ آپ کے دل میں ایک مدت سے یہ تمنا تھی کہ آپ زیارت حرم شریف سے مشرف ہوں لیکن اس کے لیے پاسپورٹ کی ضرورت تھی اور پاسپورٹ بنوانے کے لیے فوٹو کا ہونا ضروری تھا۔ دنیاوی آئین کے مطابق تو پاسپورٹ میں فوٹو کا ہونا ضروری ہے لیکن دینی آئین کے لحاظ سے فوٹو کا کھینچوانا حرام قرار دیا گیا ہے ۔ آپ کا خیال تھا کہ کسی فرض، واجب یا سنت کی ادائیگی کے لیے حرام کام کرنا ٹھیک نہیں ہے لیکن آپ کو اس بات کا بھی پورا بھروسہ تھا کہ اگر ہمارے دل میں خدا اور اس کے رسول کے لیے سچی محبت ہے تو کبھی نہ کبھی بارگاہ خداوندی اور دربار نبوی سے حاضری کا پروانہ ضرور ملے گا۔ وقت کٹتا گیا آخر کار وہ مبارک سال ۱۹۶۷ء آ ہی گیا جب آپ کو بنا فوٹو کے ہی حج کے لیے سعودی اور ہندوستان کی گورنمنٹ نے منظوری دے دی اور آپ کی تمنا پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ اس طرح آپ نے دنیا کے سامنے ایک مثال پیش کر دی کہ اللہ اور رسول پر بھروسہ رکھنے والوں کے لیے دنیا میں کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس طرح حافظ ملت ہمارے لیے ایک مشعل راہ ہیں ۔

## حافظ ملت اہل صحافت کی نظر میں:

یوں تو حضور حافظ ملت کی حیات ہی سے ان پر رسائل وجرائد میں مضامین ومقالات کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا مگر ان کے وصال کے بعد سے تو ان کی حیات وشخصیت اور دینی، تبلیغی، روحانی، قومی وملی، علمی، تدریسی اور مصلحانہ کارناموں پر مزید تیزی آ گئی ۔

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور میں تو ان کی حیات اور کارناموں کے کسی نہ کسی پہلو پر مضمون چھپتا ہی رہتا ہے دوسرے رسائل میں بھی اکثر وبیشتر ان پر مضامین ومقالات شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ راشٹریہ سہارا نے تو ان پر اسپیشل نمبر بھی نکالا ہے ۔ علما وخطبا ان کی شخصیت پر تقاریر بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ان کے وصال کے موقع پر چند رسائل وجرائد کے

تأثرات پیش کیے جارہے ہیں ۔ مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی لکھتے ہیں ۔ ''ملک وبیرون ملک کے اخبارات ورسائل نے بھی اپنے اپنے شماروں میں آپ کی رحلت پر بھرپور اظہارغم کیا۔ بدقسمتی اور غفلت سے تمام اخبارات ورسائل کو بروقت محفوظ نہ کیا جاسکا کہ ان کے تمام احساسات کو پیش کیا جاسکے''۔ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ۱۹۷۹ء)

**پندرہ روزہ ''حنفی'' سری نگر کشمیر:**

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) مبارکپور، یوپی، آج کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کی زبردست کوششوں نے اسے اس مقام سے نکال لیا ہے جہاں سے یہ ایک عام درس گاہ سمجھی جاتی تھی۔

**نمائندہ الہ آباد:**

ایسے انسان دنیا میں کم جنم لیتے ہیں جو مرجانے کے بعد بھی زندہ ہی رہتے ہیں۔ زندگی کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انصاف پروری کا ثبوت پیش کرنے والا وہ تاریخ ساز مجاہد اسلام، عالم واستاذ، خطیب ومناظر اور محسن انسانیت جس کی پیشانی کی شکنوں میں فکر ونظر کی ایک دنیا آباد تھی۔

تبلیغ اسلام کی خاطر حافظ ملت نے ایک دونہیں بیشار کارنامے انجام دیئے جن میں خصوصیت کے ساتھ تدریسی خدمات کا طویل سلسلہ بھی شامل ہے اور میدان عمل کی بے خوف شہنشاہی بھی۔

مبارکپور کی سرزمین کا ایک مختصر ساٹکڑا جہاں کل تک ویرانیوں کے سائے رینگا کرتے تھے جذبہء حافظی کی بنیاد پر آج درسگاہ عالم بن گیا جس کی آغوش میں پناہ لینے والے فرزندوں کا نام شمار کرنا مشکل ہے۔ مجاہدانہ کردار کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے۔ (مدیر نمائندہ ڈاکٹر سید شمیم گوہر ۱۹۷۶ء)

**ہفت روزہ تاجور گورکھپور:**

حضرت حافظ ملت اسلامیات کے زبردست عالم ہی نہیں بلکہ عالم گر بھی تھے، آپ کے ہونہار اور لائق شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے اور جو دنیا کے مختلف مما لک میں تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔

(ایڈیٹر عاصم گونڈوی، ۸؍جون ۱۹۷۷)

**روزنامہ سیاست جدید کانپور:**

حضرت حافظ ملت کی ذات گرامی بلا مبالغہ علم ودانش، عرفان وآگہی، تقویٰ وطہارت اور خوش خلقی وخداترسی کے آسمان کے ایک آفتاب کی حیثیت رکھتی تھی۔ (۳؍جون ۱۹۷۶)

**ترجمان اہل سنت کراچی دربارفرنگ سے مولانا مصطفیٰ انوار امجدی (نمائندہ برطانیہ)**

علم وفضل وعشق وعرفاں کا وہ آفتاب جہاں تاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا جو نصف صدی تک ذہن وفکر اورقلب وروح کی دنیا پر چمکتا رہا اور جس کے عملی فیضان کا اجالا عرب وعجم، ایشیا وافریقہ اور یورپ وامریکہ کے درودیوار

تک پھیلا ہوا ہے اور جس کی پوری زندگی صلاح وفلاح اور ملت کی حیات کے لیے وقف تھی۔

حضور حافظ ملت کی ذات اُن نفوس قدسیہ میں سے ایک ہے جنہوں نے برصغیر میں اسلام کی سربلندی اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا۔ ان کے کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے، ہر ایک کارنامہ کو فرداً فرداً صفحات قرطاس پر پیش کرنا محال ہے لیکن ان کا سب سے عظیم کارنامہ مبارک پور (انڈیا) میں الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام ہے۔

آج سرزمین مبارکپور کا ذرہ ذرہ وہاں کے در و دیوار اس بات کے شاہد ہیں کہ مبارک پور میں مرکز اہل سنت کی اگر کسی نے بنیاد ڈالی ہے تو صرف اور صرف حافظ ملت کی ذات ہے۔

حافظ ملت کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے اور آج ان کی محنتیں، ان کی کاوشیں، اور قربانیاں اہل سنت کی ایک عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ کی صورت میں عوام کے سامنے موجود ہیں۔ یہ وہ درسگاہ ہے جس نے ہزاروں علماے کرام پیدا کیے جو آج دنیا کے کونے کونے میں دین حق کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اس درسگاہ میں ولی بھی بنائے جاتے ہیں۔ تشنگان علم وفضل یہاں آکر فیضیاب بھی ہوتے ہیں۔

## ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف:

حافظ ملت صرف بھوجپور یا مبارکپور والوں کے لیے ہی محسن نہ تھے بلکہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے تاج جبیں تھے۔ ان کے نمایاں احسانات کو انسانیت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

لوگ کہنا جانتے ہیں مگر کرنا نہیں چاہتے لیکن حافظ ملت کی ایسی مسلم الثبوت شخصیت تھی کہ ان کے قول وفعل میں یکسانیت تھی۔ زبان کے دھنی اور ارادے کے پختہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ حافظ ملت اپنے عزائم میں ایسے مستحکم دیکھے گئے ہیں کہ پہاڑوں کا استحکام بھی ان کے سامنے ہیچ تھا۔ (مولانا محمد نور الدین نظامی جولائی ۱۹۷۶ء)

## ماہنامہ المیزان، ممبئی:

حافظ ملت، استاذ العلما علامہ شاہ عبدالعزیز سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی دینی، علمی، قومی اور ملکی خدمات پر زعمائے ملت نے اپنے اپنے انداز میں خراج عقیدت پیش کیا مگر میں حافظ ملت کی قدآور شخصیت کے ان اوصاف کو خراج پیش کرتا ہوں جسے عزم واستقلال کہا جاتا ہے۔

ہمالیہ صفت لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ جو ہوتے ہیں وہ ہزاروں پر بھاری ہوتے ہیں۔ حافظ ملت بھی انہی ہمالیہ صفت لوگوں میں سے تھے۔ ایسے ہی بھاری بھرکم وجود کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(مولانا سید محامد جیلانی ایڈیٹر المیزان ممبئی جولائی، ستمبر ۱۹۷۶ء)

## ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف:

حضور حافظ ملت اخلاق وکردار اور علم وفضل کے جس عظیم وبلند منصب پر فائز تھے وہ آپ کی رحلت کے ساتھ ختم ہوگیا۔ آپ کی ہمہ گیر وجامع شخصیت کے پردہ فرمالینے سے اخلاص وروحانیت کی جو آراستہ محفل ویران ہوچکی ہے اب اس کی آرائش ورونق اپنے حال پر واپس نہیں آسکتی۔ ع

اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

عربی یونیورسٹی مبارک پور جو اسلامیان ہند کی قومی وملی عزت وآبرو کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان کے لیے باعث نازو افتخار ہے۔ (مولانا نسیم بستوی)

## ماہنامہ معارف اعظم گڑھ:۔

انہیں علمی مشاغل کے ساتھ عبادت وریاضت سے بھی خاص شغف تھا۔ میں ان کی سادگی، احتیاط اور زاہدانہ زندگی سے متأثر ہوا تھا۔ (عبدالسلام قدوائی ندوی)




2019/10/14 08:49

## پچیسواں باب

# تعزیت اور تاریخ وفات

آہ عبدالعزیز نیک صفات

سالک راہ و عارف باللہ

داخل خلد ہے محبّ نبی

داخل خلد ہے ولی اللہ

۱۳۹۶ھ

(برق اعظمی)

## وصال حافظ ملت کی خبر:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر ایک ہلچل سی مچ گئی۔ مبارک پور کے ہر محلّہ اور اس سے متصل ہر موضع میں اطلاع کے لیے آدمی دوڑا دیے گئے۔ اسکوٹروں اور موٹر سائیکلوں سے لیس جوانوں کا ایک جتھا راتوں رات اعظم گڑھ، خالص پور، عظمت گڑھ، جین پور، گھوسی، ادری، مئو، محمد آباد، خیر آباد، چریا کوٹ، شاہ گنج، اکبر پور، بسکھاری، کچھوچھہ شریف وغیرہ تک اس سانحہ عظیم کی خبر پہونچا آیا۔

مولانا احمد رضا مصباحی اور اقبال متولی وغیرہ کو بنارس بھیج کر بھوجپور (مرادآباد) اور اہم مدارس وخانقاہوں میں بھی ٹیلی گرام کے ذریعہ اطلاع بھیجوادی گئی۔ آل انڈیا ریڈیو بنارس سے بھی اس خبر کو نشر کیا گیا۔

## وصال کی خبریں اخبارات ورسائل میں:

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے سانحۂ ارتحال کی خبر اردو، ہندی اور انگریزی، اخبارات میں بھی شائع ہوئی اور رسائل میں بھی چند اخبارات ورسائل یہ ہیں:

آزاد ہند کلکتہ، ہندوستان، پانیر، قومی آواز لکھنؤ سیاست جدید کانپورہ نمائندہ، الہ آباد ہفت روزہ، تاجور، گورکھپور، پندرہ روزہ 'حنفی' سری نگر کشمیر، ترجمان اہل سنت کراچی، قومی مورچہ بنارس، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ماہنامہ المیزان ممبئی، ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ماہنامہ استقامت کانپور وغیرہ۔

## فاتحہ سوئم:

حافظ ملت کے وصال پر ملال نے مسلمانوں میں غم کی ایسی فضا پیدا کردی تھی کہ ہر شخص بجائے خود تصویر ملال بنا ہوا تھا۔ مبارکپور کے سنی مسلمانوں کا ہر گھر ماتم کدہ تھا، محلوں کی مسجدوں اور انجمنوں میں ایصال ثواب کے اہتمام کیے گئے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں نے قرآن کی تلاوت کی، تسبیحات پڑھیں، کلمہ خوانی کی۔ اشرفیہ کے تمام شعبوں سے حافظ ملت کے حضور گلہائے عقیدت ومحبت پیش کیے گئے اور ایصال ثواب ہوا۔ مبارکپور ہی کی طرح اطراف وجوانب کے مدارس اہل سنت، مساجد اور خانقاہوں میں حضور حافظ ملت کے لیے فاتحہ سوئم کی گئی۔ قرآن خوانی ہوئی۔ بعض اہل عقیدت نے شخصی طور پر بھی اپنے حلقے میں فاتحہ سوئم کرائی اور اپنے اعزہ واقربا نیز مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دی۔

## تعزیتی اجلاس:

حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر عام ہوتے ہی مبارکپور، گھوسی، اور اعظم گڑھ کے دیگر قصبات کے علاوہ ملک وبیرون ملک سنی اداروں، انجمنوں، خانقاہوں میں مجالس ایصال ثواب اور تعزیتی اجلاس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ملک سے باہر، بنگلہ دیش، پاکستان، نیپال، لنکا، ماریشش، کینیا، زمبابوے، نیدر لینڈ، برطانیہ، سری نام، بلجیم، وغیرہ نیز متحدہ ریاست

ہائے امریکہ میں مساجد ومدارس اور سوسائٹیوں و اکاڈمیوں میں قرآن خوانی، ایصال ثواب اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے ان سب کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے یہاں چند تعزیتی اجلاس کی روداد پیش کی جاتی ہے۔

## سنی جمعیۃ العلما ممبئی:

۳؍جون ۱۹۷۶ء شب میں ساڑھے نو بجے اراکین آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما وعمائدین شہر کی ایک میٹنگ زیر صدارت حضرت مولانا مقصود علی خان صاحب انجم محبوبی دفتر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ممبئی میں منعقد ہوئی۔

مولانا سید محمد قاسم علوی، مولانا مقصود علی خان اور عبد الرحیم انصاری سکریٹری جنرل سنی جمعیۃ العلما نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات اور کارناموں پر روشنی ڈالی اور انہیں خراج ہائے عقیدت پیش کیے۔

## بلرام پور گونڈہ:۔

۶؍جون ۱۹۷۶ء جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک سے لے کر ۶؍جون ۱۹۷۶ء تک مسلسل قرآن خوانی ہوتی رہی۔ ۶۹؍ختم قرآن، ۲۳؍ختم دلائل الخیرات کے بعد ایصال ثواب کیا گیا۔

تعزیتی جلسہ میں شہر کے مدارس کے اساتذہ، مساجد کے ائمہ نیز معززین شہر اور عوام اہل سنت نے شرکت کی۔

مولانا اسلم بستوی، مفتی محمد زین العابدین، مولانا غلام محمد عزیزی، مظفر حسین ایڈوکیٹ وغیرہم نے حضور حافظ ملت کے کارنامے بیان کرتے ہوئے انہیں خراج ہائے عقیدت پیش کیے۔

## دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس:۔

دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اساتذہ دار العلوم نے حضرت حافظ ملت کو خراج عقیدت پیش کیا۔

## دار العلوم فیض العلوم جمشید پور:۔

یکم جون ۱۹۷۶ء کو ٹرنک کال کے ذریعہ حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر ملتے ہی پورا شہر رنج وغم میں ڈوب گیا، ادارے اور دوکانیں مقفل ہوگئیں۔ دار العلوم کی چہار دیواری تلاوت قرآن مجید کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ یہ سلسلہ ۳؍جون تک جاری رہا۔ صبح نو بجے کے قریب دار العلوم کے ہال میں ایک جلسۂ تعزیت منعقد کیا گیا جس میں علمائے کرام، ائمۂ مساجد اور طلباء مدارس کے علاوہ شہر کے معززین ومعتقدین بھی شریک ہوئے۔ علما وائمہ نے حضرت کے دینی، ملی اور علمی کارناموں پر روشنی ڈالی بعدہ ایصال ثواب کیا گیا۔ چند مخیّرین نے لنگر جاری کیے۔ علاوہ دار العلوم فیض العلوم شہر کی مختلف انجمنوں اور سوسائٹیوں نے بھی ایصال ثواب کی مجلسیں منعقد کیں۔ ناگپور (مہاراشٹر)، تھانہ (مہاراشٹر)، میسور

(کرناٹک) اورملک کے متعدد شہروں میں تعزیتی اجلاس ہوئے۔

## مسلم یونیورسٹی علی گڑھ:

امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب برکاتی (موجودہ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ) کی صدارت میں ایک خصوصی تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔قاری عتیق الرحمٰن،سید محی الدین اظہر،مولانا محبّ الحق گھوسوی حکیم خلیل احمد استاذ طبیہ کالج،مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی استاذ شعبۂ دینیات،عبد الحفیظ کاردار استاذ شعبۂ حیاتیات،ڈاکٹرنسیم قریشی ریڈرشعبۂ اردو وغیرہم نے سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فضائل وکمالات پر سیر حاصل گفتگو کی اوراخیر میں حضرت کو ایصال ثواب کیا گیا۔حضورامین ملت نے دعا فرمائی۔

## افریقہ و یورپ میں تعزیتی اجلاس:

انگلینڈ کے کئی شہروں نیز ڈربن اور کینیا میں بھی تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے اور حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے انہیں عقیدت ومحبت کے پھول پیش کئے۔

## مبارکپور کے تعزیتی اجلاس:

یوں تو مبارکپور اور اس سے متصل قصبات میں حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے عرس چہلم تک تعزیتی اجلاس کے انعقاد کا برابر سلسلہ چلتا ہی رہا صرف فاتحہ سوئم تک مبارکپور میں ساڑھے تین سو سے زائد ختم کلام مجید ہو چکا تھا۔لیکن چند خصوصی تعزیتی اجلاس کی مختصر روداد یں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

## محلّہ نوادہ،۴؍جون ۱۹۷٦ء:

جناب عزیز احمد صاحب گرہست اور مسلمانان محلّہ نوادہ کی جانب سے ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل خصوصیات پر اہمیت کے ساتھ روشنی ڈالی۔

ا۔حافظ ملت نے لوگوں کو دوران قرآن خوانی بلند آواز کی بجائے خاموشی کے ساتھ قرآن پڑھنے کی تلقین کی اور بے شک یہی حکم قرآن ہے۔

ب۔حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ بالعموم دوران سفر آبادی تک تو سلام اور مصافحہ میں مصروف رہتے اور آبادی کے باہر تلاوت کلام پاک میں منہمک ہوجاتے۔

## مبارکپور ٹاؤن ہال میں جلسۂ تعزیت:۔

۴؍جون ۱۹۷٦ء مبارکپور ٹاؤن ہال میں سیاسی قائدین کا ایک جلسۂ تعزیت منعقد ہوا۔

## جلسۂ تعزیت اور عزیز ملت کی جانشینی کا اعلان

۴؍جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ ۳؍جون ۱۹۷۶ء کو محلّہ پرانی بستی مبارک پور میں زیر اہتمام نوجوانان محلّہ پرانی بستی ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، جس میں تلاوت کلام اور منظوم خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد تقریریں ہوئیں۔

اس جلسۂ تعزیت میں علامہ قمر الزماں اعظمی (برطانیہ)، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، مفتی عبد المنان اعظمی نے حضرت حافظ ملت کے عشق نبوی، خدمت دین، تعمیر ملت محد ثانہ شان، اور تعلیمی نظریہ پر بھرپور روشنی ڈالی۔

۴؍جمادی الآخرہ، جلسہ تعزیت کے اختتام پر حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب، حضرت مولانا سراج الہدیٰ صاحب گیاوی حضرت مولانا موصوف اشرف صاحب وغیرہم مشائخ وعلما نے حضرت صدرالشریعہ کا خرقہ اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا جبہ و دستار حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب کو پہنایا۔ حسان الہند بیکل اتساہی اور ڈاکٹر عبد المجید بلرامپوری نے ان کی گل پوشی کی۔ اس طرح شہزادۂ حافظ ملت کو ان کا مکمل جانشین نامزد کردیا گیا۔ اور ایک مرد مجاہد کے پروردۂ آغوش کو ان کے باپ کی ذمہ داریاں سپرد کرکے میدان عمل میں اتار دیا گیا۔ الحمدللہ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد مطمئن ہیں کہ ہم نے قیادت کی زمام ایسے ہاتھوں میں دی ہے جن کی رگوں میں حافظ ملت کا لہو گردش کر رہا ہے۔ خدا کرے ان کے مبارک ہاتھ سے اس شہرستان علم و دانش کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ آمین یا رب العالمین۔

## تعزیتی خطوط:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر ملک وبیرون ملک سے عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ اور راقم الحروف کے نام سیکڑوں تعزیتی خطوط آئے۔ ان میں سے چند اہم خطوط کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں:۔

### (۱) برہان ملت حضرت مولانا مفتی شاہ محمد برہان الحق صاحب قبلہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت

(دارالسلام جبل پور، مدھیہ پردیش)

حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت عالمِ علم عالم سنیت، عالم درس حدیث وحکمت کی موت ہے۔ موت العالم موت العالم۔ ایسے مرجع عالم، مقبول عالم، منبع علم وکمال، افضل العلما، استاذ الافاضل کی موت۔ موت نہیں، حیات ابدی اور دار فنا سے دار بقا کی طرف ارتحال ہے۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ۱۹۷۷ء)

### (۲) مولانا ریحان رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف

فقیر کو دیوریا میں حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے وصال کی خبر ملی۔ اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اسی کا ہے جو اس نے لیا اور ہر شئی کی اجل مقدر ہے جو آیا ہے اسے جانا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیائے سنیت عظیم رہنما سے محروم ہوگئی۔ (ملخصا۔ ایضا)

## ۳۔ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی:

اچانک حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے سانحہ ارتحال کی اندوہناک خبر ملی ۔ پھر کچھ نہ پوچھیے اس دور افتادہ پر کیا بنی بے اختیاری کے عالم میں بار بار کلمہ استرجاع زبان سے نکلنے لگا۔ ملت کا حافظ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا۔

میرے استاذ اور اکثر اساتذہ اور میرے اکثر اساتذہ کے استاذ!

میرا اذعان و یقین بولتا ہے کہ نہ خدا کی نشانی مٹ سکتی ہے اور نہ نبی کا معجزہ فنا ہوسکتا ہے اور نہ ہی بزرگوں کی کرامت کو زوال ہے لہذا حافظ ملت زندہ تھے اور آج بھی زندہ ہیں ہاں وہ ہماری ظاہری نگاہوں سے دور ہو گئے مگر آج بھی وہ ہم میں ہیں۔

(ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء نزیل لنکاسٹر، یو۔کے)

## (۴) حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری جونپوری۔ (از بنارس)

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر جانکاہ و روح فرسا سے جس قدر صدمہ و حزن ہوا وہ قابل بیاں نہیں۔ اس کے علاوہ کہ قوم و ملت کو ان کے اٹھ جانے سے کیا نقصان پہونچا۔ ہم اپنے قدیم مہربان دوست اور کرم فرما ساتھی سے محروم ہوگئے۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۵) حضرت بابا سید شاہ عظیم الدین خانقاہ اہلسنت بڑودہ۔

۲۰ رجون کو فقیر نے یہ خبر کتنی دردناک، الم ناک غم ناک سنی کہ دنیائے سنیت ایک عظیم قائد، علوم وفنون کے ہمالہ سے محروم ہوگئی کسے خبر تھی کہ علوم نبوی کا سچا وارث دنیائے سنیت کا بے لوث خادم، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب ہزاروں تلامذہ و معتقدین کو داغ مفارقت دے کر روپوش ہوجائے گا۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۷۷ء)

## (۶) مولانا سید ظہیر احمد زیدی علی گڑھ

اخی الکریم الاکرم حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی کو اپنے رب رحیم سے وصل دوام حاصل ہوا اور اپنے اصحاب واحباب، مخلصین و متوسلین، معتقدین و مستفیدین سے ہجر و فراق، آپ کو روحانی سکون حاصل ہوا اور پسماندگان کو کرب و اضطراب۔ بہر حال یہ واقعہ کتنا المناک ہے نہ معلوم کتنے چاہنے والوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مولائے کریم ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین! (ملخصا۔ ایضا)

## (۷) حضرت مفتی رجب علی صاحب نان پاروی۔

لکھنؤ میں حادثۂ دل دوز کا علم ہوا۔ جب سے اب تک برابر غموں میں چور ہوں۔

حضرت مخدومنا الکریم سیدی حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس دور قحط الرجال میں ہم سے رخصت ہوجانا آیات قیامت میں سے ایک آیت کبریٰ ہے۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۸) نواسۂ مفتی اعظم مولانا محمد خالد علی خاں صاحب و مفتی محمد اعظم صاحب ٹانڈوی، رضوی

دارالافتا محلہ سوداگران بریلی شریف

آپ کا ٹیلی گرام حافظ ملت حضرت مولانا شاہ حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سے متعلق موصول ہوا۔ ہم لوگوں کو بھی بہت صدمہ وغم ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جس دن ٹیلیگرام آیا اسی دن دارالعلوم مظہر اسلام میں قرآن خوانی و ایصال ثواب کر کے اس دن کے لیئے اس غم کے سبب دارالعلوم مظہر اسلام میں چھٹی کر دی گئی (ملخصا۔ ایضا)

## (۹) مولانا سید شمیم گوہر صاحب، مدیر نمائندہ الہ آباد

حضور حافظ ملت کے وصال نے دل و دماغ کی سنجیدگی کو یتیم کر کے رکھ دیا۔ اتنا عظیم مبلغ اسلام محسن انسانیت اور باعمل جو اپنے کردار کی روشنی سے تمام عمر ایک کرن میں سیکڑوں آفتاب پیدا کرتا رہا آج اس تقدس مآب مرد مجاہد کی مفارقت کا احساس کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے بھی دریا جاری ہو گئے جن میں کبھی قطرہ ٹپکانے کا بھی شعور موجود نہیں تھا۔

(ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۱۰) ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی، دہلی

میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ کا ولی جب پردہ فرما جاتا ہے تو اسکی روحانیت درجۂ کمال کو پہونچ جاتی ہے۔ کل تک حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور جامعہ کا الگ الگ مشخص وجود تھا مگر اب ایسا نہیں ہے بلکہ جامعہ کو حافظ ملت علیہ الرحمہ کے دل ودماغ کی کوکھ نے جنم دیا تھا۔ آج اسی چمن زار علم و ہنر میں سپرد خاک ہو کر دونوں ایک ہو گئے ہیں۔ (ایضا)

## (۱۱) ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب۔ دانا پور پٹنہ

اس حادثۂ جانکاہ میں میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں میرے والد ماجد حضرت علامہ قتیل مدظلہ پر بھی بہت گہرا اثر ہے۔

انہوں نے فرمایا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز بانی جامعہ اشرفیہ اپنے وقت کے ابو ہریرہ تھے۔ (ایضا)

## (۱۲) مولانا محمد حبیب الحلیم صاحب فرنگی محل لکھنؤ

اس دور میں مسلک حق ویسے ہی ابتلا وآزمائش کا شکار ہے اور اکابرین کا رفتہ رفتہ درمیان سے اٹھ جانا مزید بدقسمتی۔ (ایضا)

## (۱۳) حبیب الرحمٰن نعمانی وزیر مملکت دیہی ترقیات اتر پردیش

جناب حاجی حافظ مولانا عبدالعزیز صاحب کی وفات حسرت آیات سے مجھے گہرا صدمہ پہونچا۔ ان کی وفات

سے علمی دنیا کو بڑا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی آسانی کے ساتھ ممکن نہیں۔(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۱۴) عبدالسلام قدوائی ناظم تعلیمات ندوۃ العلما لکھنؤ

میں نے ان کو (مولانا حافظ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو) سب سے پہلے ۱۹۶۸ء کے موسم حج میں ہندوستانی سفارت خانے کی ایک تقریب میں دیکھا تھا اوران کی سادگی ،زہد واحتیاط پسندی سے متاثر ہوا تھا۔(ایضا)

## (۱۵) مولانا محمد ظل الرحمٰن ضیائی۔مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام

حضور حافظ ملت کی موت صرف ان کی موت نہیں یہ ایک تہذیب ،ایک تمدن ،ایک انجمن،ایک بزم کی موت ہے۔علم وفضل کا آفتاب ڈوب گیا ،اسلامی تہذیب کا چاند گہنا گیا،علم کی انجمن سونی ہوگئی ،صلحا وصوفیا کی بزم بے نور ہوگئی،تصوف کی دنیا اجڑ گئی ۔ایک فقید المثال محدث ،خطابت کا بے تخت وتاج بادشاہ ،اسلاف کرام کی بے مثال یادگار ہمیشہ کے لئے آسودہ خاک ہوگئی۔

ان کی ہر ادا، ہر انداز ایک یادگار ہی نہیں بلکہ زندگی کے لیے مشعل راہ ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جو ہم سب کے لیے صبر وسکون کا باعث بنیں گی۔(ایضا)

## (۱۶) مولانا محمد علی فاروقی رائے پور (مدھیہ پردیش)

ماضی قریب میں جس طرح علما کی صف سے نوارنی صورتیں حجلۂ لحد میں روپوش ہوئی ہیں ان کا غم ہی ابھی ناقابل برداشت تھا کہ آج حافظ ملت نے بھی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

مبارک پور ہی کیا پوری ملت اسلامیہ ایک عظیم قائد سے محروم ہوگئی۔(ملخصا ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

## (۱۷) مولانا افضل الدین حیدر صاحب۔درگ (ایم۔پی)

جمعہ مبارکہ کو دن گزار کر شب کو بوقت عشا ایک دردناک وحشت ناک خبر بذریعہ رائے پور ملی کہ حضرت حافظ ملت نے دار فانی کو ترک فرما کر منزل جاودانی کو اختیار فرمایا۔مولیٰ سبحانہ تعالیٰ موصوف کو اپنی آغوش رحمت میں متمکن فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل وعطائے جزیل سے نوازے اور نعم البدل عطا فرمائے۔آمین !(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۱۸) مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی ،بھاگل پوری۔

حضرت حافظ ملت محنت کرنے والے ساتھی تھے۔عمر بھر دینی خدمات میں اوقات گزارا۔اپنی سعی بلیغ وخدمات دین کی قوت لے کر اس عمر میں ایک یونیورسٹی کی بنا رکھی اور قریب تکمیل کو پہونچا کر محبوب حقیقی سے جا ملے۔صدمہ ایسا ہوا کہ جو احاطۂ بیان سے خارج ہے۔دنیائے سنیت میں بڑا خلا پیدا ہوگیا۔(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۱۹) مولانا سید غازی ربانی دارالعلوم ربانیہ باندہ۔

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال پوری امت مسلمہ کا مشترکہ غم ہے مگر ہم اور آپ صدمہ میں عموم وخصوص کی نسبت رکھتے ہیں۔خدا ہم سب کو صبر جمیل اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

**(۲۰) مولانا حافظ محمد ظہیر الدین صاحب** مدیر استقامت، ڈائجسٹ کانپور۔

کان پور میں اطلاع ملی کہ کوہ استقامت محسن سنیت حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز وصال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون !دل دہلا دینے والی یہ روح فرسا خبر سن کر مجھ پر بجلی سی گر گئی۔دل ودماغ ماؤف ہو گیا۔تھوڑی دیر کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے قیامت نازل ہو گئی۔(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

**(۲۱) مولانا محمد یامین نعیمی اشرفی** مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد

دنیائے سنیت کا ایک اہم قافلہ سالار ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ابھی اشرفیہ کو خصوصا اور عالم اسلام کو عموما ان کی شدید ضرورت تھی۔(ایضا)

**(۲۲) مولانا محمد اختصاص الدین، اجملی** ناظم اعلیٰ مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کی خبر بذریعہ تار دریافت کر کے انتہائی ملال ہوا۔مولیٰ تعالیٰ اپنے قرب خاص فردوس اعلیٰ میں حضرت کو جگہ مرحمت فرمائے۔(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

**(۲۳) مولانا عبدالحی نسیم القادری، شکیل احمد واداره دارالعلوم حنفیہ سنیہ** مالیگاؤں، ناسک (مہاراشٹر)

جلالۃ العلم، استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اچانک انتقال پر ملال سے سنیت میں وہ عظیم خلا پیدا ہو گیا جس کا پر ہونا مشکل ہے۔حافظ ملت اپنے وقت کے ایک ولی کامل تھے،علم کا دریا تھے،فن حدیث کے ایک پہاڑ تھے آپ نے قوم پر جو عظیم احسان فرمایا وہ ناقابل فراموش ہے۔(ایضا)

**(۲۴) مولانا اسلم بیگ حشمتی** جنرل سکریٹری چمن حشمتی کان پور۔

استاذ الاساتذہ حافظ ملت شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر کانپور کے روز نامہ سیاست جدید میں پڑھی تو گویا پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور ہر سنی سوگوار ہو گیا۔(ملخصا۔ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

**(۲۵) جناب محمد وارث بقائی** جنرل سکریٹری یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج گونڈہ

حضرت حافظ ملت صاحب علیہ الرحمہ کی ذات گرامی سے ہم لوگوں کو خصوصی تعلق تھا۔حضرت بڑا کرم فرماتے تھے۔دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ اور اس کے بانی شاہ سید عبدالعلیم صاحب بقائی سے گہرا تعلق تھا۔حضرت کی رحلت سے پوری دنیائے سنیت یتیم ہو گئی۔(ملخصا ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

**(۲۶) جناب عبدالمجید صاحب نوری** انجمن عاشقان رسول بنگلور

حضور حافظ ملت سرمایہ اہل سنت کے اچانک سانحۂ ارتحال کی خبر مسلمانان بنگلور کے لئے ایک عظیم حادثہ سے کم نہیں تھی حافظ ملت کی شخصیت میں سمجھتا ہوں کہ بین الاقوامی شخصیت تھی (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

**(۲۷) مولانا مفتی محمد صفی اللہ قادری** واراکین تنظیم اہل سنت بنارس

شفقت ومحبت کے آسمان کا سایہ ہم سے اٹھ گیا صدر الشریعہ کا سچا جانشین ہم سے رخصت ہوگیا۔ ملت کا پاسبان جاتا رہا علم ومعرفت کا تاجدار اپنی مسند سے اٹھ گیا۔ ہند وپاک کے سنی مسلمانوں کی آنکھیں اس نمونہ ٔ سلف کو دیکھنے کے لیے ہمیشہ ترسا کریں گی ۔ (ایضا)

## (۲۸) ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسی

سیدی وسندی استاذ العلما فخر الاتقیا حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تجہیز وتکفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد گھوسی کے لئے روانہ ہوا۔ دوران سفر مسلسل ایک دل گداز ورقت انگیز کیفیت طاری رہی ۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات حسرت آیات کے بعد حضور حافظ ملت کو مرشد واستاذ کے ساتھ ساتھ اپنے شفیق باپ کا ہی درجہ دیتا رہا ہوں اوران کے طرز عمل میں ہمیشہ اپنے لئے پدرانہ شفقتیں محسوس کرتا رہا ہوں ۔ آج صحیح معنوں میں یتیمی کا احساس ہورہا ہے۔

میں اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں کہ حضور حافظ ملت مرحوم ومغفور مجھے عمر بھر کیسی شفقتوں اور دعاؤں سے نوازتے رہے۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۲۹) جناب شمیم مظفر پوری دارالعلوم اہل سنت علیمیہ انوارالعلوم داموور پور مظفر پور

ساڑھے نو بجے شب ٹیلی گرام ملا، زمین پاؤں سے نکل گئی، ایک بھیانک اور مہیب سناٹا طاری ہوگیا۔

حضور حافظ ملت کا وصال صرف ہم ہی لوگوں کے لیے نہیں ساری دنیائے سنیت کے لیے ایک سانحۂ عظیم ہے۔ (ایضا)

## (۳۰) اراکین مدرسہ ندائے حق جلال پور فیض آباد

استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت علامہ حافظ ملت الحاج جناب حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ دامت فیوضہم سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کوسدھارے ۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

موصوف مرد مجاہد ملت کی روح مبارکہ کو ایصال ثواب کے لیے ایک تعزیتی جلسہ بھی ہوا۔ (ایضا)

## (۳۱) مولانا عبدالرحیم خاں عزیزی صدرالمدرسین دارالعلوم فیض رحمانیہ پچپڑوا ضلع گونڈہ (یوپی)

آہ! اسلام کا عظیم رہنما اور دنیائے سنیت کا آفتاب درخشندہ ہمیشہ کے لیے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اسی سانحۂ عظیم پر ہماری نگاہیں نم ناک اور قلوب محزون ہیں کہ حضور حافظ ملت ہمیشہ کے لیے ہمیں داغ مفارقت دے گئے ۔ (ملخصا ماہ نامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

## (۳۲) مولانا محمد صفی اللہ سرور القادری صدر مدرس مدرسہ مجیدیہ بنارس

کل بعد نماز عشا حضور فردوس مکانی قدس سرہ النورانی کی شفقتوں کے تصور میں گم تھا کہ اچانک زبان پر غفراللہ

لک وارد ہوا۔ پھر جی میں آیا کہ جوڑ گھٹا کر اس کو کیوں نہ مادہ تاریخ بناؤں۔ پھر میں نے بے انتہا خوشی محسوس کی بلکہ حضرت کے روحانی تصرف پر محمول کیا جب کہ بے کم وکاست انہیں الفاظ سے تاریخ وصال برآمد ہوگئی یعنی ۱۳۹۶ھ سعادت جان کر جناب والا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ (ایضا)

## (۳۳) مولانا محمد قیس خاں گیا (بہار)

آپ (حافظ ملت) کے ولی کامل ہونے میں کوئی شک نہیں کہ ''گفتہ او گفتہ اللہ بود'' کے مصداق کئی بار دیکھا گیا کہ دوران تقریر آپ نے فرمایا: ''اگر کنکشن (Conection) کٹ جائے، تو مائک نے آواز چھوڑ دی''۔ فرمایا: ''ایسا ہی ہوا کرتا ہے'' پھر فرمایا ''اور اگر کنکشن جٹ جائے تو پھر آواز علیٰ حالہ موجود'' فرمایا: ''یہی ہوتا ہے'' (ایضا)

## (۳۴) سید قیصر وارثی صاحب لکھنؤ

مسلمانان لکھنؤ کا ایک جلسہ تعزیت مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محل میں منعقد ہوا۔ جس میں مفتی نان پارہ حضرت مفتی محمد رجب علی صاحب نے حافظ ملت کو ان الفاظ کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا۔ ''حافظ ملت کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے منارۂ رشد و ہدایت اور نمونۂ عمل تھی۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی کا قیام ہے''۔ (ملخصا، ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۳۵) مولانا شاہد رضا نعیمی جامعہ نعیمیہ مراد آباد

استاذ العلما، جلالۃ العلم، رئیس المحدثین، تاج دار کشور علم و فضل، پیکر ہدایت و ولایت حضور حافظ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچانک وصال سے بیکراں صدمہ ہوا۔ میں اسے لفظوں میں کیسے بیان کروں۔ چند احساسات ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ میں نہیں ڈھالا جاسکتا اور اگر انہیں الفاظ میں سمو دیا جائے تو صحیح ترجمانی پر حجاب پڑ جاتا ہے۔

یہ وہ غم ہے جو اقرار کے بغیر بھی سب کا غم ہے (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۹۷۶ء)

## (۳۶) جناب مولانا عزیز الحق کوثر ندوی ضیاء العلوم، پچی باغ، وارانسی

عالم جلیل، پیکر اخلاص و عزیمت حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارتحال دنیائے علم و عمل کا اندوہ عظیم ہے۔ (ایضا)

## (۳۷) مولانا سید حسنین برکاتی، مگہر، بستی

وہ حافظ ملت نحیف الجثہ مگر بڑے قوی الایمان تھے۔ یہ انہی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا ثمرہ ہے کہ کل کا خس پوش مکتب آج بحمدہ تعالیٰ ہماری تمام تر امیدوں کا مرکز عظیم یونیورسٹی کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ (ایضا)

## غیر ملکی تعزیت نامے:

## (۳۸) سراج العلوم مالدہ (نیپال)

معلوم ہوا کہ استاذ محترم حضور حافظ ملت کا انتقال ہوگیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

## (۳۹) حکیم محمد موسیٰ صاحب مرکزی مجلس رضا لاہور (پاکستان)

حضرت والا کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ ایسے عالم ربانی وحقانی روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ ان کی جدائی سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا مشکل ہے۔ (ایضا)

## (۴۰) مولانا محمد منشا تابش قصوری، شیخ پورہ پاکستان

وقت کی عظیم شخصیت، سنیت کی عظمت کا بلند مینار۔ آہ! حافظ الملۃ والدین بھی داغ جدائی دے گئے۔ ''المصباح الجدید'' ایسی بلند تصنیف نے مجھے حافظ الملۃ کا گرویدہ بنایا۔ اسی کتاب سے عقائد میں پختگی ہوئی۔ مناظرانہ انداز اور پھر مضبوط گرفت، اللہ اکبر!

''فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں'' حافظ ملت کا گران قدر مختصر مگر جامع مقالہ مجدد دین وملت علیہ الرحمہ پر جب پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ اس عدیم المثال واقعہ کا تعارف بھی حافظ الملۃ کا ہی کارنامہ ہے جس نے آج اعلیٰ حضرت پر لکھے جانے والے بیسوں مضامین اور متعدد کتب میں جگہ بنالی ہے۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۴۱) ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

معروض کہ حضرت العلام رفیع الشمام مولانا حافظ الملۃ حافظ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کی خبر سنتے ہی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں طلبہ کو رخصت کردی گئی اور تعزیتی اجلاس منعقد کرکے آپ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔ ایصال ثواب میں علما وطلبہ کی کثیر تعداد شامل تھی۔

آپ کا وصال جہاں جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے وہاں اہل سنت وجماعت کے لیے بھی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ (ایضا)

## (۴۲) مولانا عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

حضرت حافظ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا مبالغہ جلال علم وفضیلت اور جمال فقر ومعرفت تھے۔ پاکستان میں فیض رضوی وامجدی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ سے اور ہندوستان بلکہ دیار غیر میں حضرت حافظ ملت قدس سرہ سے خوب خوب پھیلا۔ حضرت حافظ ملت قدس سرہ دنیائے سنیت میں ایک انجمن تھے، ایک تحریک تھے، جنہوں نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں علما میں سنیت کا وہ درد اور نور پھونک دیا کہ ان میں سے ہر ایک مسلک کا ترجمان اور مبلغ بن گیا۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۴۳) حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صاحب، مسجد کھوری گارڈن کراچی

۲؍جون کی رات کو ۱۱؍ بجے حضرت استاذی الکریم علیہ الرحمۃ والرضوان کی رحلت کی خبر ملی۔ جس سے رنج وغم کے بادل چھاگئے، آنکھوں میں اندھیرا آگیا۔ افسوس صد افسوس کہ ہمارے سر سے سرپرست کا سایہ اٹھ گیا۔ دنیائے سنیت میں ایک کہرام مچ گیا۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین تھے، دنیا سے رخصت ہوئے۔

علم وفضل کا وہ آفتاب جو ۴۵؍ برس سے نہ صرف مبارک پور بلکہ سارے ہندوستان کو اپنی ضیا باریوں سے منور وفیضیاب کررہا تھا غروب ہوگیا۔ ہم دیرینہ خدام وکفش برداران ان کی رحلت سے یتیم ہوگئے۔

(ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۴۴) مولانا ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری، لندن

حضرت مولانا قمرالزماں صاحب قبلہ اعظمی کے ذریعہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی دل خراش خبر ملی، پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

آہ حافظ ملت! آج دنیائے سنیت ایک محبوب قائد اور عظیم رہنما سے محروم ہوگئی۔

آج ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے سر سے ایک شفیق باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے۔ آج پوری دنیائے سنیت میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔

آہ حافظ ملت! مبارک پور کی تو زندگی تھے، مسلمانان مبارک پور کے دلوں کی دھڑکن تھے۔

## (۴۵) مولانا محمد بشیر آزاد کشمیری، راچڈیل (برطانیہ)

ہمارے خطیب مولوی محمد اسمٰعیل خاں مصباحی نے اطلاع دی کہ حضرت حافظ ملت کا ۳۱؍مئی ۱۹۷۶ء کو سانحۂ ارتحال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ وحشت ناک خبر سن کر جملہ اہل سنت مغموم وشکستہ خاطر ہیں، اپنے عظیم قائد کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ (ایضا)

## (۴۶) مولانا محمد اسمعیل خاں مصباحی، راچڈیل (برطانیہ)

محبّ گرامی علامہ قمر الزماں خاں اعظمی ومولانا اسرار اشرفی خطیب ممبئی کا الم نامہ ملا۔ یہ خبر کتنی دردناک، الم ناک، غم ناک ہے کہ دنیائے سنیت کے ایک عظیم قائد، علوم وفنون کے ہمالہ سے ہم محروم ہوگئے۔ کسے خبر تھی کہ علوم نبوی کا سچا وارث، دنیائے سنیت کا بے لوث خادم، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب، علمائے ملت اسلامیہ کا مخلص ساتھی، اساتذہ وتلامذہ کا شفیق رہنما، علم وحکمت کا گنجینہ، ہزاروں تلامذہ ومریدین ومعتقدین کو داغ مفارقت دے کر

روپوش ہوجائے گا۔ (ایضا)

## (۴۷) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب، لنکا شائر (برطانیہ)

آہ! بزم امجدی ویران ہے، محفل تدریس خموش ہے، محدث اعظم پاکستان کا رفیق، عازم خلد ہوا۔ برطانیہ کے غلام حافظ ملت کا نعرہ بلند کررہے ہیں، بزم ایصال ثواب قائم ہے، درود وسلام کا نذرانہ بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثنا میں پیش ہے۔ شہزادۂ گرامی! صرف آپ کے والد ماجد نے وصال نہیں فرمایا۔ آہ! ہمارے سر سے بھی مربی روحانی کا سایہ اٹھ گیا۔
(ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

نوٹ:۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب کا ایک اور تعزیتی خط نیلسن (برطانیہ) سے بھی آیا جس میں آپ نے برطانیہ، کینیا، سیلون، (لنکا) ماریشش وغیرہ کے رضوی حضرات اور اپنے تلامذہ ومریدین کی جانب سے تعزیت پیش کی ہے۔

## (۴۸) مولانا عبدالجبار خان رہبر اعظمی

خالص پور سے آمدہ ایک خط سیدی الکریم حافظ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی وفات حسرت آیات سے متعلق خبر لایا۔ نگاہ وذہن نے ایک زبردست عجیب دھچکا محسوس کیا اور روح ودل پر جیسے ایک قیامت سی گزر گئی کہ یہ سب ابھی اس المیہ کے لیے تیار نہ تھے۔

یوں تو یہ سانحہ پوری ملت کے لیے اپنے آپ میں عظیم ہے مگر میرے محترم! جب سوچتا ہوں کہ ارباب اشرفیہ اوراحباب مبارک پور پر یہ قیامت کیسے کیسے بیتی اور کیا کچھ گزری ہوگی تو بس دل سے یہی آواز آتی ہے کہ اے اشرفیہ اوراے اہل مبارک پور تمہارا خدا حافظ وناصر اورنگہبان ---کہ وہی صبر کی توفیق دینے والا، موت وزندگی کا مالک اورتمہارے مینار محبت کو دوام بخشنے والا ہے۔ (ملخصا، ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

## (۴۹) مولانا صفی احمد رضوی خطیب مسجد نور العلوم سمال ہیتھ برمنگھ (برطانیہ)

حضرت مولوی عبدالقادر صاحب رحمانی مدظلہ العالی کا گرامی نامہ اس خبر پر مشتمل موصول ہوا کہ حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ رحمت باری کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

دنیائے اسلام میں حافظ ملت کی شخصیت علمی مرکزیت کی حامل تھی۔ وہ آفتاب علم وفضل اورمہتاب سنیت تھے، دارالعلوم اشرفیہ کے روح رواں تھے۔ موصوف کے مبارک ہاتھوں نے بے شمار علما اور حفاظ کے سروں پر فضل وکمال کی دستار باندھی ہے اور ہندوستان کے کونے کونے میں علم کے چراغ روشن کیے ہیں۔

ہم حافظ ملت کی وفات کو ''موت العالم موت العالم'' کا مصداق قرار دے سکتے ہیں۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

## چند مشاہیر کے قلبی تاثرات:

یوں تو ہر تعزیت نامہ سے مکتوب نگار کے رنج وغم اور اس کے قلبی تاثرات کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہاں حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے موقع پر ان کے جانشین اور خلف اکبر عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ اور سرکار حافظ ملت کے خصوصی نیاز کیشوں اور چاہنے والوں کے تاثرات پیش کیے جارہے ہیں۔

اسے ان حضرات کی عقیدت کا بارگاہ عزیزی میں خراج بھی کہہ سکتے ہیں:۔

### ۱۔عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(ا) میرے لیے یہ فیصلہ مشکل ہے کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی رحلت کا غم مجھے زیادہ ہے یا قوم کو۔

(ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۷۶ء)

(ب) حافظ ملت نے جس مقصد کے لیے جان دے دی اگر اس کے حصول کے لیے کچھ کر سکا تو اسے اپنی زندگی کی معراج تصور کروں گا (ایضا)

### ۲۔حضرت مولانا شاہ عبدالحق چشتی (گجہڑا)

حافظ ملت کے کارناموں کو سمیٹنا آسان کام نہیں!(ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۷۶ء)

### ۳۔حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ازہری (کراچی۔پاکستان)

زبان چاہے منصف نہ ہو انسان کا دل بہر حال منصف ہوتا ہے۔حافظ ملت سے اختلاف رائے رکھنے والے بھی دل سے ان کے مداح ومعترف ہیں۔(ایضا)

### ۴۔حضرت مولانا سید وجود القادری (جبل پور)

حافظ ملت کا انتقال دنیائے سنیت کا عظیم سانحہ ہے جس کی تلافی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

### ۵۔حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی

حافظ ملت قبلہ نے آندھیوں میں چراغ جلانا اور طوفانوں میں کشتی چلانا سکھایا۔(ایضا)

۶۔حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی

حضرت صدر الشریعہ کے وصال کے بعد حافظ ملت ہی ہمارے ماویٰ و ملجا تھے۔افسوس!آج ہم دوبارہ یتیم ہوگئے۔(ایضا)

### ۷۔پدم شری بیکل اتساہی

میری زندگی کی تمام کامیابیاں حضور حافظ ملت کی رہین منت ہیں۔

### ۸۔حضرت علامہ ارشد القادری (جمشید پور)

(ا) ہم ایسے انسان کو کیسے مردہ کہہ سکتے ہیں جس نے ملت کے مردہ ضمیر کو زندگی عطا کی ہو۔آج حافظ ملت خاموش ہیں مگر ہزاروں زبانوں کو قوت حق گوئی عطا کر کے۔ ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کے مصداق بن گئے ہیں۔

(ب) حافظ ملت کے بعد ہم میں ان کی تین نشانیاں باقی ہیں۔حضرت کا مزار مبارک، الجامعۃ الاشرفیہ اور حضرت کے فرزندان گرامی۔ان تمام سے ہماری وابستگی ہی سچی محبت وعقیدت کا ثبوت ہے۔(ایضا)

## ۹۔مولانا سید شاہ اسرار الحق (کوٹہ، راجستھان)

حضرت حافظ ملت کی ایک ذات نے برصغیر ہند کی تمام درسگاہوں کو اپنی علمی ضوفشانیوں سے منور کر دیا۔(ایضا)

## ۱۰۔حضرت مولانا کاظم علی بستوی

حافظ ملت وقت کے امام بخاری تھے۔(ایضا)

## ۱۱۔حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی

حافظ ملت قبلہ میری نگاہ میں بہت عظیم عالم، بہت عظیم بزرگ اور بہت عظیم قائد و رہنما تھے اس لئے کہ ان تمام میدانوں میں ان کے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔(ایضا)

## ۱۲۔حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ (مبارک پور)

حافظ ملت نے تنہا اپنے کاندھوں پہ قوم وملت کا جو بار اٹھا رکھا تھا اب اٹھانے کے لئے ایک پوری جماعت درکار ہے۔(ایضا)

## ۱۳۔حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی (مبارک پور)

الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے زندگی وقف کرنے والے نے موت کے بعد اپنے جسد خاکی کا آخری سرمایہ بھی اسی کو سونپ دیا۔(ایضا)

## ۱۴۔حضرت مولانا سید موصوف اشرف صاحب، (بسکھاری)

حافظ ملت کے حضور سب سے بہتر خراج تحسین یہ ہے کہ ان کے مشن کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی جائے۔(ایضا)

## ۱۵۔حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب، (گیا، بہار)

حافظ ملت نے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کا ایک عظیم تصور دیا۔(ایضا)

## ۱۶۔حضرت مولانا سید مجتبیٰ اشرف کچھوچھوی

حافظ ملت کسی شخص کا نہیں بلکہ ایک زندہ جاوید تحریک کا نام ہے۔(ایضا)

## ۱۷۔محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ

(ا) حافظ ملت قبلہ میں متعدد ایسے کمالات موجود تھے جن میں کا کوئی ایک کسی انسان کو با کمال بنانے کے لئے کافی ہے۔(ایضا)

(ب) حافظ ملت کا نعم البدل تو کیا بدل ناممکن ہے۔(ایضا)

## ۱۸۔حضرت مولانا عبد الشکور گیاوی (بہار)

حافظ ملت کے انتقال سے صرف مولانا عبد الحفیظ صاحب نہیں بلکہ علما کا ایک طبقہ یتیم ہوگیا۔(ایضا)

## ۱۹۔حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی

(ا) امام احمد رضا قدس سرہ نے جس شریعت اسلامیہ کی تجدید فرمائی حافظ ملت نے اسے عمل کے سانچہ میں ڈھال دیا۔(ایضا)

(ب) اگر عشق رسول اور درد ملت دونوں یکجا متشکل ہوتے تو انہیں حافظ ملت کہنا غلط نہ ہوتا۔(ایضا)

## ۲۰۔حضرت مولانا نصیر الدین پلاموی

حضور حافظ ملت صحیح یادگار سلف تھے۔(ایضا)

## ۲۱۔مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی

اگر سنیت کی تاریخ سے حافظ ملت کے کارناموں کو نکال دیا جائے تو یہ قوم نصف صدی پیچھے چلی جائے گی۔(ایضا)

## ۲۲۔مولانا یٰس اختر مصباحی

حافظ ملت ہمیں ایک ایسی درس گاہ دے گئے جس کے فضلا پوری انسانیت کو حقیقی شعور زندگی اور اخروی سعادت کا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔(ایضا)

## ۲۳۔مولانا اسلم بستوی

حافظ ملت بڑے ہی بلند اخلاق اور عالی ظرف انسان تھے۔(ایضا)

## ۲۴۔مولانا رضوان احمد قادری

ہندوستانی مسلمانوں پر اس دور اخیر میں حافظ ملت کے سب سے زیادہ احسانات ہیں۔

۲۵۔حافظ ملت اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے۔(ایضا)

۲۶۔حافظ ملت اپنی کنیت ابوالفیض کے صحیح مصداق ہیں۔ان کے دم سے علوم اسلامیہ زندہ ہیں۔(مولانا عبدالمبین نعمانی)

۲۷۔آپ کا اخلاق اتنا بلند تھا کہ ہر شخص خود کو آپ کا سب سے قریبی محسوس کرتا۔(مولانا افتخار احمد قادری)

۲۸۔ یہ حافظ ملت کا نہیں بلکہ علم وحکمت کا جنازہ ہے۔(مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)
۲۹۔حافظ ملت کی زندگی ہمارے لیے مشعل ہدایت اور منارۂ نور ہے۔(مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری ابن بحرالعلوم)
۳۰۔حافظ ملت کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ ہند کا ایک عظیم اور بظاہر نا قابل تلافی نقصان ہے۔(مولانا عاصم اعظمی)

## شکریہ نامہ

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کے انتقال پر ملال پر آپ کے جانشین عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ کے پاس ملک و بیرون ملک سے اس قدر تعزیتی خطوط آئے کہ ہر ایک کا جواب دینا اور شکریہ ادا کرنا امر دشوار تھا لہٰذا انہوں نے ماہنامہ اشرفیہ کے ذریعہ تمامی شرکائے غم کا شکریہ ادا کیا تھا۔اس کی نقل پیش ہے۔

مکرم ومحترم حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ و برکاتہ

والد گرامی حضور حافظ ملت قدس سرہ کی رحلت پہ آپ لوگوں نے ملک اور بیرون ملک سے ہزار ہا کی تعداد میں تعزیتی خطوط اور ٹیلی گرام ارسال فرمائے اور مجھے تسلی و تشفی دی جن سے میرے اور ارباب اشرفیہ کے دلوں کو مرہم ملا۔

فردا فردا ہر شخص کا شکریہ ادا کرنا میرے لیے دشوار تھا۔اس لیے ماہنامہ اشرفیہ کے ذریعہ آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب کریم و عزیز حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تمام دینی و ملی تعمیری خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہونچائے۔الجامعۃ الاشرفیہ کو شب و روز ترقی سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کو اپنی رحمت سے نوازے۔

فقط
عبد الحفیظ عفی عنہ

## مادہ ہائے تاریخ وفات

### ا۔ برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق علیہ الرحمہ

جنت وعیون ن ا دخلو ھا بسلام طیب
حافظ ملت رحمہ الحق العزیز

۱۹ء ۷۶

(ب) آہ! زیب اسلام مولانا شیخ عبدالعزیز (ج) حافظ ملت قدس سرہ المجید

۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء

(د) خبر موت حافظ ملت باعث رنج وغم ہے یہ فرقت
آہ شیخ الحدیث عبدالعزیز ہے الم ناک آپ کی رحلت
سب تھے آہ و بکا میں رنجیدہ ہوگئے آپ واصل رحمت
موتِ عالِم وفاتِ عالم ہے دے خدا ہم کو صبر کی ہمت

حــی عــن بینـــة فــکیف یـــمــوت ‏ ‏ اشرفیہ نشان پر عظمت

علم و فضل و کمال و تقویٰ اور ‏ ‏ ان کے درس حدیث کی شہرت

فکر تاریخ کی جو برہان نے ‏ ‏ ہوا القا بجانب قدرت

حافظ الملۃ طالع النعم (۱۳۹۶ھ)

واسع عیش حافظ ملت (۱۹۷۶ء)

## ۲۔حضرت علامہ قتیل دانا پوری:

افضل محدث، اکمل مفسر ‏ ‏ عبد العزیز آں شیخ زمانہ

گفتہ قتیل از سال وفاتش ‏ ‏ آمد بہ جنت مقصود خانہ

۱۳۹۶ھ

ولــہ

حافظ ملت و پیر ہمہ ‏ ‏ صاحب خوبی و مسند نشیں

گفت تاریخ و فاتش قتیل ‏ ‏ جوہر فرد بہ خلد بریں

۱۳۹۶ھ

## ۳۔حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

رضی اللہ الملیک عنہ دائما ابدا۔۱۳۹۶ھ

## ۴۔مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی،موریشش:

(ا)گر گیا دفعتا کوہ علم و عمل ‏ ‏ ہوش گم کردہ ہیں سارے اہل تمیز

کتنا برحق ہے یہ مصرع تاریخ کا ‏ ‏ قبلۂ دوجہاں حافظ عبدالعزیز

۱۳۹۶ھ

(ب)راہی خلد جاں بحق تسلیم ‏ ‏ چھوٹے غم ہائے حافظ ملت

غم کو غم ہے کہ آج ہر غم سے ‏ ‏ ہائے باز آئے حافظ ملت

۱۳۹۶ھ

## ۵۔اعجاز غالبی،برہان پور:

(ج)رخصت ہوا جہاں سے یہ کون با کمال ‏ ‏ بوجھل ہوئی زمیں تو فلک غم سے ہے نڈھال

عقبیٰ کی فکردین کا جس کو رہا خیال ''اے عاقبت بخیر'' ہے اس کا سن وصال

۱۳۹۶ھ

(د) ہادی خلائق مرشد کامل سردار نام دار جلالۃ العلم

۷۶۱ ۶۳۵ ۱۳۹۶ھ

۱۳۹۶ھ

(ہ) دریائے معانی مولانا عبدالعزیز نوراللہ مرقدہ

۱۳۹۶ھ

(و) خدام دین علمائے اہل سنت مرثیہ خواں ہیں۔قبلۂ دوجہاں حافظ عبدالعزیز

۱۳۹۶ھ

ارباب طریقت ''اے عاقبت بخیر'' کا نذرانہ پیش کررہے ہیں۔

۱۳۹۶ھ

(ز) خوشتر قادری فقیرغلام دامن گیر تواریخ ایام وصل کا کتبہ

۱۳۹۶ھ ۱۳۹۶ھ

لے کر۔۔۔۔۔سنگ قبر جلالۃ العلم مولانا عبدالعزیز پہ حاضر ہے

۱۳۹۶ھ

(ح) موت العالم موت العالم ناطق ہے۔ وائے زاہد مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری

۱۳۹۶ھ ۱۳۹۶ھ

## ۶۔حضرت مولانا محمد لقمان بنارسی:۔

رئیس المحدثین تاج المحققین معلم کامل امجد — ۱۹۷۶ء

کامل الاولیاء وشیخ برحق — ۱۳۹۶ھ

عالم فضیلت مآب کبیر العلماء جاہ امجدی — ۱۹۷۶ء

جلالۃ العلم محدث فخیم دیم — ۱۹۷۶ء

حلیم حافظ ملت علیہ الرحمہ — ۱۹۷۶ء

مالک بمعزز الجامعۃ الاشرفیہ — ۱۳۹۶ھ

ادخلہ بجنۃ النعیم — ۱۳۹۶ھ

باحیات غزالی وقت — ۱۳۹۶ھ

غفراللہ لک — ۱۹۷۶ء

## ۷۔مولانا صفی اللہ سرور القادری

## ۸۔حضرت برق اعظمی

(ا) اٹھ گئے جب حضرت عبدالعزیز
لوح تربت پہ ادب سے برق نے

عارف کامل امام الاتقیاء
آستانۂ حافظ ملت لکھا

| ۱۴۵۹ | ۵۱۷ |
|---|---|

۱۹۷۶ء

(ب) سنتے ہیں زندوں سے بڑھ کر حضرت عبدالعزیز
احمد برقی نے یہ تاریخ ہجری میں لکھی

بڑھ گئی بعد فنا کچھ اور حس سامعہ
جامعہ کی گود میں سویا وہ شیخ جامعہ
۱۳۹۶ھ

(ج) بزم جہاں عشرت فانی کو چھوڑ کر
سنگ لحد پہ برق نے تاریخ یہ لکھی

پہونچے عزیز رحمت حق کے جوار میں
محو محبّ ہیں حافظ ملت مزار میں
۱۹۷۶ء

## دیگر

(د) بانی اشرفیہ کو حق نے اٹھا لیا
تاریخ لکھی برق نے لوح مزار پر

لازم لواحقین کو تلقین صبر ہے
عبد عزیز حافظ ملت کی قبر ہے
۱۹۷۶ء

(ہ) حافظ ملت جسے کہتے ہیں لوگ
نام نامی جس کا ہے عبد العزیز
صدق دل سے فاتحہ پڑھیے کہ یہ
مصرع تاریخ ہے یہ حسب حال

برق یہ اس کا مزار پاک ہے
یہ وہی ذی علم و ذی ادراک ہے
عاشق زار شہ لولاک ہے
باعمل عارف سپرد خاک ہے
۱۳۹۶ھ

☆☆☆

آہ عبد العزیز نیک صفات
وارث علم احمد مُرسل
صابر وشاکر وحلیم وغیور
پیکر علم وحلم وزہد وورع
اٹھ گئے آج دار فانی سے
آپ سچ مچ تھے حافظ ملت
مرگ عالم ہے مرگ یک عالم

سالک راہ وعارف باللہ
پیکر خلق ومرد حق آگاہ
عارف کامل وعمیق نگاہ
محو حق عاشق رسول اللہ
سونی سونی ہے بزم ملت آہ
ذی شرف ذی وقار وعالی جاہ
کیوں نہ ہو سب کو صدمہ جانکاہ

یاد حق دل میں تھی دم آخر
لب پہ تھا لا الہ الا اللہ
خامۂ برق نے لکھی تاریخ
دونوں مصرعے ہیں جس کے صاف گواہ
داخل خُلد ہے محبّ نبی
داخل خلد ہے ولی اللہ

۱۳۹۶ھ ۱۳۹۶ھ

دونوں فقرے ہیں ہم عدد یعنی
ہے محبّ نبی، ولی اللہ
دونوں جملوں کا ایک ہے مفہوم
اس میں کوئی بھی شک نہیں واللہ
یہ ہے تفسیر آیۂ قرآں
خوب اس کو سمجھ کے ہو آگاہ

## ۹۔ رومی دوراں

حضرت مولانا سید ابوالکمال برق نوشاہی سجادہ نشین دربار نوشاہی، گجرات، پاکستان

دریغا کہ علام عبد العزیز
بجاں آفریں داد جان عزیز
بعلم وعمل بود ممتاز آں
بسلکِ فنا صاحبِ راز داں
جہاں از فیوضات معمور بود
مبارک پور بقعۂ نور بود
مکرمِ معظم، فقیہ ذی جمال
مفسر محدث فقید المثال
جہانے زفیضش شدہ فیضیاب
بعالَم کرم ہائے او بے حساب
چوں آں مرد ذی جاہ محدث عظیم
برفت از جہاں سوئے جنت نعیم
بسالش چنیں برق در بسفت
محدث زمن از جہاں رفت گفت

۱۳۹۶ھ

## ۱۰۔ مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی

مے کدہ ویراں ہوا خالی سبو
چشم اہل دل سے ٹپکے ہے لہو
بادہ نوشانِ طریقت میں ہے شور
کان شمس الاتقیا فارقوا

۱۳۹۶ھ

اشک گریہ میں پیرہن ڈوبا
شب تاریک میں چمن ڈوبا
شرق تا غرب جس سے روشن تھا
وہی خورشید علم وفن ڈوبا

۱۳۹۶ھ

بھر کے جھولی لگادے راہ پہ جو
نہ رہا آج وہ راشد فیاض

۱۳۹۶ھ

بزم علم وفضل کا مسند نشیں
ملک کی روشن رہی جس سے جبیں
آج وہ خلد بریں میں جا بسا
جو کہ تھا صدرشریعت کا امیں

۴۳۹۶ھ

کیا جس نے احیا علم نبی
اسی پر چلا حیف تیرِ اجل
زمانے سے بھر کر سوئے خلد زار
ترا وارث الانبیاء قد رحل

۱۳۹۶ھ

اہل دنیا کے لیے بھاری ہے خود اپنا وجود
جو فنائے حق ہو اس پر مسخر کائنات
حیف دنیا سے گیا وہ حافظ دین متین
حفظ آداب شریعت میں کٹی جس کی حیات

گرد غم سے چھپ گیا روئے طرب
سب گل رنگیں قبا مرجھاگئے
حافظ دیں چھوڑ کر ہم کو اداس
قربت صدرشریعت پا گئے

۱۹۷۶ء

## ۱۱۔ سالک گورکھپوری

سالارِ کاروانِ شریعت نہیں رہے
یعنی جناب حافظ ملت نہیں رہے
دونوں جہاں میں جن کے ترانوں کی گونج ہے
وہ خوش نوائے باغ رسالت نہیں رہے
سالک عزیز رکھنا متاع عزیز کو
مت سوچنا کہ پیر طریقت نہیں رہے
فکر سنِ وفات پہ دل نے یہ دی صدا
اب ہم میں دیکھ حافظ ملت نہیں رہے

۱ ۹ ۷ ۶ ء

## ۱۲۔ ایڈوکیٹ احمد مصطفےٰ مرادآبادی

جادوئے مرگ چل گیا افسوس
سایہ مرشد کا اٹھ گیا افسوس

کس کو اب رہنما بنائیں گے حافظ قوم نہ رہا افسوس

۱ ۳ ۹ ۶ ھ

## ۱۳۔ ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ مہر و ماہ لاہور

گئے دہر سے شاہ عبد العزیز ہوا ان کی رحلت پہ عالم ملول

وہ تھے حافظ ملت وفخر دیں نہاں ان کے دل میں تھا عشق رسول

وہ تھے پیکر علم وفضل وکمال ضیا تھی انہیں نور حق کی حصول

تھے صدیق وفاروق وعثماں کے عاشق فداکارِ شان علی وبتول

نچھاور کریں کیوں نہ ہر آن ان پر ملائک بھی حسن عقیدت کے پھول

فروزاں رہے گی سدا ان کی تربت کہ ہے رحمت حق کا ان پر نزول

سن وصل ان کا پکارا یہ ملہم کہو اے فدا! بحرِ فیض رسول

۱ ۳ ۹ ۶ ھ

## ۱۴۔ احمد کمال جمشید پوری

حسن عمل تفسیر محبت حامی سنت قائد صلحاء

آج ہوئے روپوش نظر سے ہادی ما استاذ العلماء

۱۳۹۶ھ

وہ مرد حق مرد خدا خورشید فن ماہِ یقیں

صد حیف رخصت ہوگیا صدرشریعت کا امیں

۱ ۳ ۹ ۶ ھ

## تقریبات عرس چہلم ۱۲؍رجب المرجب ۱۳۹۶ھ۔

یکم جمادی الاخرہ ۱۳۹۶ھ رات گئے عرفان وانسانیت کا جو چراغ گل ہوا تھا۔ ۱۲؍رجب المرجب کو مشیت ایزدی نے اس کی لو اکسائی اور جریدۂ عالم پر اس کا دوامی نقش ثبت کرنے کے لیے عالم کو متوجہ کردیا۔ گویا کسی خاموش منادی نے گھر گھر اور شہر شہر اعلان کردیا۔

ہر کہ مست عالم عرفان گشت برہمہ خلق وجہاں سلطان گشت

ایک مرد درویش کے آستانے کی بھیک لینے کے لیے ۱۱؍رجب المرجب ہی سے آنے والوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس شمع علم وعرفان کے پروانے ناگالینڈ، آسام، سکّم، اڑیسہ، بنگال، بہار، مدراس، اترپردیش کے چھوٹے بڑے

شہروں کے علاوہ نیپال سے بھی کشاں کشاں چلے آئے۔

عقیدت کیشان حافظ ملت کا ایک ایسا امنڈتا ہوا سیلاب مبارک پور کی سرزمین پر ابل پڑا کہ قصبہ مبارک پور میں ایک نیا مبارک پور شہر آباد ہوگیا۔ ۱۲ر رجب المرجب تک الجامعۃ الاشرفیہ کے وسیع وعریض خطۂ زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ درس گاہ کی پوری عمارت، چھپن کمروں کا ہاسٹل، دارالعلوم کی دومنزلہ عمارت، مدرسہ قدیم، اور مبارکپور کا تقریباً ہر گھر مہمان خانہ بنا ہوا تھا۔ ۱۲ر رجب المرجب کی صبح سے عزیزی لنگر خانہ جاری ہوا اور ۱۳ر رجب المرجب ۱۲ ربجے رات تک برابر چلتا رہا۔

قرآن خوانی سے جلسۂ عام تک تمام تقریبات اپنے اپنے وقت پر نہایت حسن وخوبی سے انجام پذیر ہوئیں۔ خانقاہوں، تنظیموں، جماعتوں، انجمنوں نیز مدرسوں نے اس تقریب میں حصہ لے کر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہمہ گیر شخصیت کو خراج تحسین وعقیدت پیش کیا۔

خانقاہوں میں، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ، خانقاہ رضویہ بریلی شریف، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف، وبھیونڈی، خانقاہ دارالسلام جبل پور، خانقاہ ابوالعلائیہ الہ آباد ورام پور خانقاہ، بیت الانوار گیا، خانقاہ اصدقیہ پٹنہ بہار شریف، خانقاہ قادریہ امجھر شریف، خانقاہ ربانیہ باندہ وغیرہ تمام خانقاہوں کے مشائخ نے شرکت کی۔

تنظیموں میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، آل انڈیا سنی لیگ، کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ، تنظیم اہل سنت وغیرہ تنظیموں کے وفود یا نمائندے شریک ہوئے مقامی اور غیر مقامی سیکڑوں انجمنوں اور مدارس کے نمائندوں کے علاوہ فرزندان اشرفیہ مریدان حافظ ملت اور عام زائرین کا تو شمار نہیں!

اس موقع پر عوام وخواص کے ہجوم نے حضرت حافظ ملت کی ہمہ گیر فیض رساں مقبولیت کا برملا اعلان کردیا۔

## ابنائے قدیم:۔

۱۳ر رجب المرجب صبح ۱۰ ربجے جامعہ ہال میں فرزندان اشرفیہ اور علما کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس کا مقصد حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل، الجامعۃ الاشرفیہ کی گوناگوں ضروریات کے تحت علمائے کرام کی ذمہ داریاں، فرزندان اشرفیہ (Old Boys) کی ایک تنظیم کی تشکیل، سرمایہ کی فراہمی کے لیے طریقہ عمل پر غور خوض وغیرہ وغیرہ پیش آمدہ امور پر مندرجہ ذیل علمائے اعلام۔

مفتی اعظم کان پور حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب اشرفی مظفر پوری، حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت مولانا سید اسرار الحق صاحب کوٹہ، حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی، حضرت سید حسن مثنیٰ صاحب کچھوچھوی، حضرت مولانا سید مظہر ربانی باندوی، حضرت قاری محمد عثمان صاحب اعظمی، حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب بستوی، حضرت مولانا کامل میاں سہسرامی، حضرت مولانا قمر الزماں

صاحب اعظمی وغیرہ نے اپنی اپنی مفید آرا پیش فرمائیں جن کی روشنی میں تمام لوگوں نے ''انجمن ابنائے قدیم'' کی تاسیس کی اور اتفاق رائے سے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کو اس کا صدر نیز حضرت مولانا اسلم صاحب بستوی کو جنرل سکریٹری نامزد کیا۔ علامہ ارشد القادری قبلہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھے مگر تمام لوگوں کے شدید اصرار اور انسب انتخاب پر ایک شرط کے ساتھ قبولیت کا اعلان کیا۔

فرمایا: ''یہ کام نہایت ایثار وقربانی چاہتا ہے تنہا مجھ سے نہیں ہوسکتا لہٰذا آپ حضرات مجھے مجبور کرتے ہیں تو پہلے خود اس بات کا عہد کیجئے کہ ہر ضرورت پر میرا ساتھ دیں گے۔ یاد رکھیے کہ اس کام کے لیے آپ کو اکثر اپنا نقصان کرنا ہوگا، کاروبار وقت اور مال ان تمام کا نقصان ممکن ہے۔ ان سب کے باوجود اگر آپ میں کا ہر شخص میرا ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں ورنہ نہیں۔

پورے مجمع العلما نے علامہ سے اپنی ہر طرح کی اعانت وامداد کا وعدہ کیا اور یقین دلایا کہ یقیناً ہم آپ کے ساتھ ہیں اور نقصان وپریشانی کی فکر کیے بغیر اس کام کے لیے آمادہ ہیں۔ علامہ نے ذمہ داری قبول کرلی۔ کابینہ کی تفصیل اور دیگر معلومات بعد میں فراہم ہوں گی۔ طریقۂ کار ابنائے اشرفیہ کی مجلس مرتب کرے گی۔ جس کی کوششیں جاری وساری ہیں۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

## حلقۂ عزیزی:۔

اسی شام بعد مغرب جامعہ ہال میں حضور حافظ ملت کے مریدین کی ایک مشاورتی میٹنگ ہوئی۔ اس مشاورتی مجلس میں تمام وابستگان سلسلہ عزیزیہ نے اپنی ایک تنظیم مرتب کی۔ جس کے تحت تمام حلقوں میں باقاعدہ معمولات اور حلقۂ درس کے لیے مجالس ہوا کریں اور سلسلہ کے تمام کام نظم وضبط سے انجام پذیر ہوں۔ اس بزم میں حضرت کے چہیتے مرید حسان الہند جناب بیکل بلرام پوری نے حضرت کی زندگی پر روشنی ڈالی۔ اہل بزم نے اتفاق رائے سے جناب بیکل صاحب کو اس تنظیم کا صدر منتخب کیا۔ اس تنظیم نے اپنا اہم مقصد حضرت کی عظیم یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر واستحکام میں ہر ممکن کوشش کرنا قرار دیا۔

## عزیز ملت کے لیے خلافت کا اعلان:۔

تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان نوری بریلوی قبلہ نے جانشین حافظ ملت، عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ کو بریلی شریف سے خلافت نامہ بھجوایا۔ حضرت نے انہیں تمامی سلاسل کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت کا خلافت نامہ حضرت برہان الحق علامہ شاہ محمد برہان الحق قبلہ جبل پوری خلیفۂ اعلیٰ حضرت نے پڑھ کر سنایا۔ تقریبات عرس کے موقع پر حضرت برہان ملت نے سر اسٹیج حضرت عزیز ملت کو تمام سلاسل کی

خلافت واجازت تفویض فرمائی نیز شہزادۂ صدرالشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اور خلیفۂ حافظ ملت حضرت حافظ محمد حنیف صاحب بلرام پوری نے بھی خلافت عطا کی۔

## جلسہء عام اور دستار بندی:۔

۱۲/۱۳/ رجب المرجب شب میں اجلاس عام ہوئے۔ حضور برہان ملت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ریحان رضا خان صاحب ایم۔ایل۔سی، حضرت مولانا سید اسرار الحق صاحب، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب، حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کچھوچھوی حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب، حضرت مولانا قمرالزماں صاحب اعظمی، حضرت مولانا شاہد رضا صاحب نعیمی، حضرت مولانا عبدالجبار خان اعظمی، سید محی الدین اظہر (علیگ) وغیرہ علمائے کرام اور دانشوروں کی تقریریں ہوئیں۔ سب نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات اوران کے علمی، دینی، روحانی، ملی اور تعمیری کارناموں پر اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے معمار قوم سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا اوران کے کارنامہء عظیم الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل وتوسیع میں اپنی بھرپور مدد اور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے حضرت عزیز ملت قبلہ کے بازوؤں کو مضبوط کرنے اوران کی سرپرستی کا وعدہ کیا۔

آخری اجلاس عام میں ۵۹/ فارغین اشرفیہ کی دستار بندی ہوئی جن میں فاضل درس نظامیہ کے ۲۳، تجوید وقراءت کے ۱۸، درجۂ حفظ کے ۱۸ شرکاے تھے۔

## پہلے عرس حافظ ملت کی ایک جھلک:۔

۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ، یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۷ھ

۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ کے سورج کی پہلی کرن نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے وصال کا ایک سال پورا کردیا۔ زیر سرپرستی عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب جانشین حافظ ملت، حضرت کا پہلا عرس نہایت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔

مروجہ اعراس وخرافاتی رسوم کے برخلاف حافظ ملت کا عرس پاک تلاوت، نعت خوانی اور تقاریر علمائے کرام کے ساتھ ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ کے عظیم تعمیری منصوبوں کی طرف پیش رفت پہ مبنی ہوتا ہے۔ عرس چہلم اوراس عرس مبارک کے موقع پر عرس کمیٹی نے جو شایان شان پوسٹر شائع کیے۔ اس کی تنبیہ اہل دانش وبینش کے لیے لمحۂ فکریہ اور اسلام وسنیت نیز اعلیٰ حضرت کے موقف پر عملی اقدامات کا زندہ ثبوت ہے۔

تنبیہ یہ ہے:۔

”عرس کی تقریبات میں ڈھول باجا اور مزار مبارک پر عورتوں کی حاضری اورکسی بھی غیر شرعی امر کو برداشت نہیں

کیا جائے گا"۔

نظام الاوقات کے مطابق پنجشنبہ ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۹۷ھ عشا کے بعد علماے کرام کی تقریریں ہوئیں۔ یکم جمادی الآخرہ کو بعد فجر قرآن خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جلوس چادر کا سماں عجیب رقت انگیز تھا۔ نماز عصر کے بعد پرانی بستی سے جلوس کی روانگی ہوئی اور بڑی ایجنسی تک آتے آتے ہر طرف سے آنے والی جماعتیں متحد ہوگئیں۔ نعت خوانی کا پرکیف سماں حافظ ملت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے ایک مرد درویش کی حیات جاودانی کا ثبوت دے رہے تھے۔ سیکڑوں علما وصوفیہ نم ناک آنکوں کے ساتھ تسبیح وتہلیل اور درود پاک کا ورد کرتے ہوئے مزار مبارک تک آئے۔ مغرب کے وقت تک چادر پوشی اور گل پوشی کا یہ سلسلہ رہا۔ مغرب کی نماز کے بعد کل ہند بزم عزیزیہ امجدیہ کی مجلس مشاورت الحاج بیکل اتساہی عزیزی کی صدارت میں ہوئی۔ عشا کی نماز کے بعد علما کی تقاریر اور جلسۂ عام کا پروگرام شروع ہوا۔ ۱۱ر بج کر ۵۵ر منٹ پر وہ ساعت مخصوص آئی جب حافظ ملت کی روح پرفتوح اپنے مالک حقیقی کے وصال سے لذت آشنا ہوئی تھی۔ وہ وقت آتے ہی سارے حاضرین پر سکون واطمینان کی کیفیت طاری ہوگئی۔ قرا نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور قل ہوا۔

قل کے بعد پھر تقریریں شروع ہوئیں۔ اسی دوران آندھی چلنے لگی۔ تھوڑی دیر کے لیے الکٹرک کی لائن بھی غائب ہوگئی مگر مقرر شعلہ بیان مولانا حافظ عبید اللہ خاں اسی آندھی میں حافظ ملت کی طوفان شکن زندگی کی اوراق گردانی کرتے رہے۔ فضا نعرۂ تکبیر ورسالت سے لرزہ براندام تھی بالآخر آندھی کا زور کم ہوا محفل میں بھرپور روشنی پھیلی۔ اندھیروں اور اجالوں کی آویزش دراصل حافظ ملت کی زندگی کی ترجمان تھی۔ جنہوں نے مخالفتوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں اپنے عزم محکم سے خدمت اسلام کے دیپ جلائے آپ کی خاموش تربت آج بھی صدا دے رہی ہے۔

نشان منزل مقصود ہے مری تربت　　　نشاں یہ چھوڑ دیا اہل کارواں کے لیے

ملک کے تمام صوبوں سے اہل عقیدت ومحبت عوام کے علاوہ تشریف لانے والے مشہور علماے کرام اور شعرا عظام کے اسما یہ ہیں۔

علامہ ارشد القادری، مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی، مولانا غلام آسی صاحب رام پور، مولانا سید ظہیر احمد زیدی علی گڈھ، مولانا عبید الرحمٰن صاحب پورنوی، مولانا انتخاب قدیری مرادآباد، مولانا اسلم بستوی، مولانا نعمان صاحب روناہی، مولانا اعجاز خاں بسڈیلہ، مولانا توکل حسین صاحب، مولانا قمرالدین صاحب گھوسی، مولانا عبدالولی صاحب گورکھپور، قاری رحمت اللہ صاحب جمشید پور، مولانا فضل حق صاحب جمشید پور، مولانا باقر علی خاں صاحب بنارس، مولانا خادم رسول صاحب بنارس، مولانا محمد حنیف صاحب براؤں، مولانا محمد احمد صاحب بھیرہ، مولانا ثناء المصطفےٰ صاحب کلکتہ، مولانا کوثر امجدی بلیا، مولانا محمد المظہری بنارس، مولانا محمد حشمت، مولانا عبد السلام کٹھمنڈو، مولانا غلام حسین مولانا عبد القادر بستوی، الحاج بیکل اتساہی، عزیز الہ آبادی، اسرار الہ آبادی، شمس ضیائی، واصف بھوج پوری، مولانا اقبال عزیزی ممبئی،

ان تمام علما، ومشائخ کی موجودگی میں اس مبارک عرس اور جلسۂ دستار فضیلت کے جملہ مراسم نہایت خیر وخوبی سے انجام پذیر ہوئے۔ وابستگان سلسلۂ عزیزیہ اور فدا کاران حافظ ملت نے ہمیشہ کی طرح اس موقع پر بھی اپنی فدائیت کا ثبوت دیا۔

تاحشر سلامت رکھ یا رب اس میکدۂ روحانی کو
سیراب ہوں میکش پی پی کر گردش میں ہمیشہ جام رہے

(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور جولائی ۱۹۷۷ء)

## اولا دامجاد:۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا پہلا عقد آپ کی ماموں زاد بہن سے ہوا تھا۔ ان سے چار بچے ہوئے۔ دولڑکیاں اور دولڑکے۔ لڑکیاں بچپن ہی میں انتقال کر گئیں، لڑکے مردہ پیدا ہوئے۔ آپ کی یہ اہلیہ محترمہ بقول آپ کے ولیہ تھیں، نہایت ہی دین دار، اطاعت شعار اور فرماں بردار تھیں، ان کے انتقال کے بعد آپ کا دوسرا عقد ہوا۔ دوسری اہلیہ محترمہ سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔

(۱) صاحبزادی، آپ کا انتقال ہوگیا۔

(۲) صاحبزادی، آپ کے شوہر حضرت ممتاز واصف بھوج پوری اچھے نعت گو ہیں۔

(۳) عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۴) صاحبزادی۔

(۵) جناب قاری عبدالقادر جیلانی صاحب۔ آپ بھوج پور میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔

## تذکرہ حضرت عزیز ملت قبلہ:۔

**ولادت:۔** ۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء بروز چہارشنبہ بمقام بھوج پور ضلع مراد آباد (یوپی)

**نام:۔** حضرت صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی قبلہ علیہ الرحمہ (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) نے آپ کا نام عبدالحفیظ رکھا۔

**رسم تسمیہ خوانی:۔** چار سال چار ماہ چار دن (باعتبار ہجری سال) حضور مفتی اعظم ہند علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلفِ اصغر) رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ خوانی کرائی۔

**بیعت:۔** آپ کے بقول بہت کم عمری میں آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت کرادیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں جب حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ العزیز بھوج پور تشریف لائے تو ان سے بیعت ہونے والوں کے ساتھ آپ بھی بیٹھ گئے اور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کو بھی بیعت فرمالیا۔

**تعلیم:۔** آپ نے ابدائی تعلیم مبارک پور اشرفیہ سے حاصل کی، بھوجپور میں رہ کر جونیر ہائی اسکول پاس کیا۔ فارسی، گلستاں، بوستاں اور عربی گرامر مبارک پور میں پڑھی۔ اس کے بعد شبلی کالج اعظم گڑھ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ انٹرمیڈیٹ کے سال اول (فرسٹ ایئر) کے ساتھ ساتھ الہ آباد عربی فارسی بورڈ سے مولوی کا امتحان بھی پاس کیا۔

بی۔ایس۔سی سال اول مرادآباد ڈگری کالج سے کرنے کے بعد فائنل علی گڈھ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا پھر میرٹ کی بنیاد پر آپ کو بی،ایس،سی انجینئرنگ(Engineering) میں وہیں داخلہ مل گیا۔ انجینئرنگ کرنے کے بعد چند ماہ تک ممبئی میں سروس کی لیکن اس ملازمت میں دل نہیں لگا اور نہ ہی سکون ملا لہذا سروس چھوڑ کر بھوج پور آگئے ۔ پھر والد ماجد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم سے الجامعۃ الاشرفیہ میں داخل ہوگئے ۔اہم کتابیں خود حضور حافظ ملت نے پڑھائیں ۔آپ کے اساتذہ میں شمس العلماء حضرت علامہ مولانا شمس الدین جعفری رحمۃ اللہ علیہ، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی ،محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری اور حضرت علامہ مولانا عبداللہ خاں عزیزی کے اسما قابل ذکر ہیں ۔

خلافت واجازت: حضرت عزیز ملت کو حضور مفتی اعظم ہند، برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری اور مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم ،محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری شہزادۂ صدرالشریعہ اور جناب حافظ محمد حنیف صاحب عزیزی بلرام پوری سے خلافت واجازت حاصل ہے ۔

جانشینی وسربراہی:۔ حضور حافظ ملت کے وصال کے بعد آپ ان کے جانشیں اورالجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ منتخب کیے گئے ۔

حج وزیارت: ۱۹۹۲ء میں آپ نے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔اس کے بعد متعدد بارشرف یاب ہوئے ۔

غیرملکی اسفار: آپ جنوبی افریقہ، زمبابوے اور لیڈی اسمتھ وغیرہ کا تبلیغی دورے کر چکے ہیں۔

اولاد: آپ کی تین صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہیں ۔آپ کے بڑے داماد مولانا مبارک حسین صاحب الجامعۃ الاشرفیہ کے ترجمان ''ماہنامہ اشرفیہ'' کے مدیر اعلیٰ ہیں۔کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا نعیم الدین صاحب الجامعۃ الاشرفیہ سے وابستہ ہیں۔صاحبزادہ محمد فہیم میاں اور صاحبزادہ محمد عظیم میاں زیر تعلیم ہیں۔

حافظ ملت کے صحیح جانشین: حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علم وفضل وتقویٰ کے وارث وامین اور صحیح معنی میں جانشین ہیں۔آپ کی سربراہی میں الحمدللہ الجامعۃ الاشرفیہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔





## چھبیسواں باب

# حافظ ملت کی بارگاہ میں شعرا کا نذرانۂ عقیدت

جراء ت وہمت کی جب تاریخ لکھے گا جہاں
آب زریں سے وہ لکھے گا کہانی آپ کی
ساری دنیا تا قیامت جس سے ہو گی فیضیاب
جامعہ ہے زندہ و تاباں نشانی آپکی
(شمامہ اعظمی)

پدم شری حضرت بیکل اتساہی بلرام پور

# سلسلہ ٹوٹے نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ میں منقبت حافظ ملت لکھوں
ان سے جو خاص رہا ربط و عقیدت لکھوں
ان کا جو مجھ پہ رہا لطف و عنایت لکھوں
اور کچھ کشف و کرامت لکھوں
سنیت کا حسیں کردار، کہ اسلام کی عظمت لکھوں
پر کشش رنگ گلستان شریعت لکھوں
سیرت حسن طریقت لکھوں
کچھ سراپائے شرافت لکھوں
عاشق سرور کونین کی عادت لکھوں
قوم وملت کے دھڑکتے ہوئے دل کی کوئی حسرت لکھوں
اور کچھ حرف و حکایت لکھوں
اور کچھ اپنی بھی حالت لکھوں

کیا لکھوں؟
تھا جو مری زیست کا ساماں نہ رہا
جس کے دم سے تھا مرے گھر میں چراغاں نہ رہا
شوکت غنچہ وگل، حسن گلستاں نہ رہا
ناز تفسیر وفقہ، حافظ قرآں نہ رہا
وہ حدیثوں کا امیں، مصلح دوراں نہ رہا
فکر واحساس کا اعزاز بہاراں نہ رہا
ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی امکاں نہ رہا

کیا لکھوں؟

کچھ بھی سوجھائی نہیں دیتا مجھ کو
وہ اندھیرا ہے کہ اب کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا مجھ کو
دل مگر کہتا ہے کچھ خود کو سنبھالوں تو لکھوں

وہ دُھن کا دھنی ،باتوں کا غنی وہ عزم کا اب حاصل ہی نہیں
ماضی کی تجلی ،حال کی ضو،وہ مشعل مستقبل ہی نہیں
وہ جہد مسلسل کا غازی وہ فاتح شہر دل ہی ....نہیں ....
کس راہ چلوں کس ٹھور رکوں اب جیسے کوئی منزل ہی نہیں

پھر بھی اس رہبر تدبیر و تخیل کا ہر اک نقش قدم ماہ و خورشید کی تابانی لیے
منزل زیست کی پیشانی مقصد کو ضرور
اک حسیں داغ محبت کی چمک بخشے گا
پھر بھی رہ رہ کے دل سوگوار پوچھے ہے
ہر اک سے یوں ہی ہر اک بیقرار پوچھے ہے
دور حاضر کا یہ اترا ہوا چہرہ کیوں ہے
آج ہر آنکھ پہ اشکوں ہی کا پہرہ کیوں ہے
اپنے گلشن سے یہ مالی بھلا روٹھا کیوں ہے
چہرۂ غنچہ و گل پر یہ دھند لکا کیوں ہے
آج تقدیر کے ماتھے پہ پسینہ کیوں ہے
آج روٹھی ہوئی تقدیر منا لوں تو لکھوں

قناعت جس پہ کرتی ناز تقویٰ جس کا شیدائی
ہزاروں محفلوں پر بھاری جس کی ایک تنہائی
چلن سادہ مزاجی ،سادگی کو بانکپن دیکھے
لباس ایسا کہ جس کی خوبی کو ہر پیرہن دیکھے۔

وہ گفتگو کہ ہر اک لہجہ آگہی کی طرح
وہ خامشی کہ ہر اک لمحہ زندگی کی طرح
نظر کسی پہ پڑی ہے تو روشنی کی طرح
جو لب کھلے تو گلابوں کی تازگی کی طرح
جبیں پہ نور کا تڑکا حسیں سویرا تھا
بہ زیرِ مژگاں،تدبر کا بھی بسیرا تھا
وہ فقر جس کو شہنشاہیت سلام کرے
وہ شخصیت کہ حکومت بھی احترام کرے

آسمان اشرفی کا مسکراتا ماہتاب
یعنی باغ حضرت صدر شریعہ کا گلاب
وہ کہ شہر قادریت کے لیے انمول باب
یعنی بزم اعلیٰ حضرت کا چراغ لاجواب

اپنے ہاتھوں کے لگائے باغ میں سویا ہے وہ
کہنے کو چپ ہے مگر کچھ اس طرح گویا ہے وہ
ہر غنچہ یہاں پر پھول بنے ،ہر پنچھی یہاں ہو نغمہ سرا
رکھوالا جو ہو رکھوالا ہو، للہ کوئی صیاد نہ ہو
ہر سانس سے ٹھنڈک دی میں نے ہر قطرۂ خوں سے سینچا ہے
تم شاد رہو اے فرزندو! پر میرا چمن برباد نہ ہو

پہلے اس صحن گلستاں کو سجالوں تو لکھوں
دل مگر کہتا ہے کچھ خود کو سنبھالوں تو لکھوں
سلسلہ ٹوٹے نہیں !!!!

یہ گلستاں قوم و ملت کی بہاروں کی حیات
اس گلستاں کا تقدس عاشقوں کی کائنات

اس چمن کو مرے آقا کا مشن کہتے ہیں
پیار کی دھرتی تو شفقت کا گگن کہتے ہیں
اس کو اخلاق و محبت کا وطن کہتے ہیں
علم ہے روح اسے اس کا بدن کہتے ہیں
اس کو سب حافظ ملت کا چمن کہتے ہیں

تشنگان علم دین کی پیاس بجھتی ہے یہاں
عشق مصطفوی کا چلتا ہے یہیں سے کارواں
وقت کے آنگن میں جب اتری ہے غم کی تیز دھوپ
اس کے سائے میں رہا انسانیت کا رنگ و روپ

سرزمین ہند پر جمہوریت کا یہ جمال
ایکتا، حق و صداقت اس کے کردار و کمال
ارتقائے قوم و ملت پر رہی جس کی نگاہ
اس مجاہد کی یہ گلشن آخری آرام گاہ

اپنا سب کچھ اسی گلشن کو بنا لوں تو لکھوں

☆☆☆

## حضور حافظ ملت، گیارہ حروف میں

حسان الہند جناب بیکل صاحب اتساہی عزیزی کی یہ منقبت ان کے کمال فن پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اس منقبت میں انہوں نے ''حضور حافظ ملت'' کے حروف سے ہر مصرع کی ابتدا کی ہے جو آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ والہانہ عقیدت کی آئینہ ہیں۔

| ح | حافظ قرآن، احادیث و شریعت آشنا | حاجی الحرمین، انوار طریقت آشنا |
|---|---|---|
| ض | ضیغم غوث الوریٰ، شان رسالت آشنا | ضامن ضبط و ضوابط ناز فطرت آشنا |
| و | واصل صد جلوہ، توقیر محبت آشنا | وارث صدر الشریعہ، علم و حکمت آشنا |
| ر | رازی دوراں، حجابات معیشت آشنا | ربط بزم بوحنیفہ، بادشاہت آشنا |

| | | |
|---|---|---|
| ح | حق شناس و حق نگر ،حق گو حقیقت آشنا | حامل صبر و رضا، فقر و قناعت آشنا |
| ا | اہل دل، اہل وفا، اہل نظر اہل شعور | ایک دیوانہ کہ دانا، آدمیت آشنا |
| ف | فضل رب، فیض مجسم، فخر بستان رضا | فاضل فقہ و ادب، حسن فضیلت آشنا |
| ظ | ظاہر و باطن میں اک عالم بہ حسن اتقا | ظرف صالح، قلب پاکیزہ طبیعت آشنا |
| م | محترم، محسن، مکرم، مہرباں ،مونس معین | معتبر، مخلص، مزاج ملک و ملت آشنا |
| ل | لازوالی علم جسکا، لامثالی جس کی ذات | لایق صد جاہ، کردار و لیاقت آشنا |
| ت | تابشِ تعمیر، تاجِ سنیت، تحریک نو | تارک عیش وطرب، تسکین وعشرت آشنا |



## حافظ ملت مکین جنت

☆ قاری محمد عثمان اعظمی

حافظ ملت پہ رحمت ہو خدا کی صبح و شام
اہلسنت کی بنادی شام کو صبح مدام

مرحبا اے راہی ملک بقا جنت مکیں
ہے تمہارا آج بھی فیضان وقف خاص و عام

علم و دانش کی قسم ،رشد و ہدایت کی قسم
آج تم کو یاد کرتے ہیں اماموں کے امام

مرکز دین نبی ''الجامعہ''پھولے پھلے
ہر زباں پر ہے دعا تیرے لیے اے نیک نام

تو نے مئے ایسی پلائی ساقی جام نبی!
نام تیرا آگیا تو جھک گئے مینا و جام

قبر انور پر تری عثمان چڑھائے صد چمن
تو یقیناً گلشن جنت میں ہے محو خرام

ہے غلامان نبی کی جب غلامی وجہ ناز
حافظ ملت کا عثمان بن گیا ادنی غلام



## خلوص و پیار کی دنیا تھے حافظ ملت

☆ عالی جناب عزیز الہ آبادی

دل و نگاہ کے ملجا تھے حافظ ملت
مقدروں کا منارہ تھے حافظ ملت

سکون قلب میسر تھا ان کی قربت میں
غموں کی دھوپ میں سایہ تھے حافظ ملت

سراپا فکر تھے الفاظ کے سمندر تھے
ہر ایک علم کے دریا تھے حافظ ملت

جسے حضور نے چاہا اسے نواز دیا
سخاوتوں کا خزانہ تھے حافظ ملت

ہزار ہا مہ و خورشید ان کی کرنیں تھیں
شب الم میں اجالا تھے حافظ ملت

ہمارے پیر کی عظمت ارے سبحان اللہ
کہ اپنے طرز میں یکتا تھے حافظ ملت

قدم قدم پہ رہی التفات کی بارش
خلوص و پیار کی دنیا تھے حافظ ملت

ہر ایک دل کی نگاہیں تلاش کرتی ہیں
ہر ایک دل کی تمنا تھے حافظ ملت

مجھے عزیز عزیزی بنا کے چمکا یا
تجلی مہ طیبہ تھے حافظ ملت

## مولانا طیش صدیقی کانپور

نظر ہے جلوہ گہہ آئینہ رخاں کے لیے
زباں ہے تذکرۂ حسن اہل جاں کے لیے

جبین شوق کا ہر ایک نقش روشن ہے
حضور حافظ ملت کے آستاں کے لیے

# آبروئے ملت

☆حضرت مولانا حکیم نذیر الاکرم صاحب نعیمی مرادآبادی علیہ الرحمہ

آبروئے قوم و ملت،پیکر صدق و صفا
یاد کرکے تم کو ساری قوم روئے گی سدا

کیا خبر تھی تم چلے جاؤ گے سب کو چھوڑ کر
چار سو ڈھونڈا کرے گی تم کو ہر اک کی نظر

ہے جدائی میں تمہاری قوم ساری سوگو ار
دیکھیے جسکو بھی آتا ہے نظر وہ اشکبار

حافظ ملت حقیقت میں تمہاری ذات تھی
دین پاک مصطفیٰ کی شرح تھی جو بات تھی

کون ہے جو ہر قدم پر قوم کے کا م آئے گا
کون پیچیدہ مسائل ۔ان کے حل فرمائے گا

ہم تمہارا اب کہا ں سے لائیں گے نعم البدل
یہ ہے ایسا مسئلہ جس کا نہیں ہے کوئی حل

جامعہ کا نام روشن تھا تمہاری ذات سے
مشکلیں آسان ہوتی تھیں تمہاری بات سے

قوم سے پوچھو کہ اس کا مدعا جاتا رہا
اہل سنت کے دلوں کا آسرا جاتا رہا

لے کے چھوٹے سے بڑے تک سب کے دل رنجور ہیں
کیا کریں تقدیر کے ہاتھوں سبھی مجبور ہیں

ہے یہ اکرم بھی جدائی میں تمہاری اشکبار
قلب مضطر کو کسی پہلو نہیں ملتا قرار

## از: مولانا زماں امجدی قادری

وہ اک فقیر کی صورت بنا کے رہتا تھا!
غرور و فخر و انا کو مٹا کے رہتا تھا!

ہر ایک میں سے وہ دامن بچا کے رہتا تھا
بڑے ہنر سے وہ خود کو چھپا کے رہتا تھا

وہ اک عظیم تھا اک صاحب وقار تھا وہ
قسم خدا کی شرافت کا شاہکار تھا وہ!

وہ جس کا علم اندھیروں کو روشنی بخشے وہ جس کی فکر ارادوں کو پختگی بخشے
وہ جس کا خامہ عبارت کو زندگی بخشے وہ جس کا لفظ خطابت کو چاشنی بخشے

وہ جس کو حسن طہارت کا بانکپن کہیے!
وہ جس کو مطلع انوار علم و فن کہیے!

وہ جس کے ہاتھ میں مہر و وفا کا دامن تھا! وہ جس کا سینہ عطا و کرم کا مخزن تھا!
وہ جس کی زلف میں جود و سخا کا ساون تھا وہ جس کا قد ہی فیوض و کرم کا چندن تھا

وہ جس کی عظمت کردار کی مثال نہیں
نظیر اس کی کوئی لائے یہ مجال نہیں!!

وہ جس کو حسن طہارت کا شاہکار کہو وہ جس کو ملک طریقت کا تاجدار کہو
وہ جس کو عشق حقیقی کا راز دار کہو وہ جس کو شمع رسالت کا جاں نثار کہو

وہ شخص سیرت و کردار کا خزانہ تھا
اکیلا تھا وہ مگر ساتھ اک زمانہ تھا

وہ جس کا جلوۂ تعمیر دیکھتے رہیے وہ جس کے خواب کی تعبیر دیکھتے رہیے
وہ جس کے فیض کی جاگیر دیکھتے رہیے وہ جس کے علم کی تنویر دیکھتے رہیے

وہ جس کی زیست کی اتنی حسیں کمائی ہے
بہار جیسے جناں سے اتر کے آئی ہے

وہ شخص آج بھی اونچا ہے آسماں کی طرح وہ شخص آج بھی روشن ہے کہکشاں کی طرح
وہ شخص آج بھی سر پر ہے سائباں کی طرح وہ شخص آج بھی ہے بحر بیکراں کی طرح

وہ جس کی منزل رفعت نہ پاسکا کوئی
نظیر اس کی ابھی تک نہ لا سکا کوئی

وہ ذات محفل عالم پہ سایہ افگن ہے وہ ذات زندۂ جاوید جس کا ہر فن ہے
وہ ذات شمع کے مانند آج روشن ہے وہ جس کے رہنے سے ویرانہ آج گلشن ہے

قسم خدا کی اسی کی تو حکمرانی ہے
حیات اس کی حقیقت میں جاودانی ہے

سلام حافظ ملت کی اس جلالت پر سلام حافظ ملت کی اس قیادت پر

سلام حافظ ملت کی اس رفاقت پر　　سلام حافظ ملت کی اس صداقت پر

زماں بھی ذکر اسی کا مدام کرتا ہے
زمانہ جس کو ادب سے سلام کرتا ہے

## نذر خلوص

☆مولانا ابراہیم خوشتر (علیہ الرحمہ) موریشش، افریقہ

حافظ دین و ملت کو نیند آگئی　　قائد اہل سنت کو نیند آگئی

جاں نثار شریعت کو نیند آگئی　　راز دار طریقت کو نیند آگئی

مخزن علم و حکمت کو نید آگئی　　معدن خیر و برکت کو نیند آگئی

فضل صدر الافاضل بھی رخصت ہوا　　بدر صدر شریعت کو نیند آگئی

فرش مغموم ہے عرش پہ دھوم ہے　　فیضیاب نبوت کو نیند آگئی

نیچی آنکھوں سے جو محو عقبیٰ رہا　　آج اس کوہ رفعت کو نیند آگئی

جامعہ تیرے دیوارو در کی قسم　　پیکر استقامت کو نیند آگئی

اک مجسم عمل آہ رخصت ہوا　　اک سراپا کرامت کو نیند آگئی

مژدۂ وصل نے مطمئن کردیا　　شاد کام زیارت کو نیند آگئی

سال رحلت ملا جن کا ''مغفور'' سے　　ایسے مغفور حضرت کو نیند آگئی

۱۳۹۶ھ

بجھ گیا آہ خوشترؔ چراغ سحر
میرے آقائے نعمت کو نیند آگئی

## نذر عقیدت (ببارگاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ)

☆مولانا کامل سہسرامی علیہ الرحمہ

مظہر ذات امام احمد رضا کہیے جسے　　حجۃ الاسلام کی حسن ادا کہیے جسے

حضرت صدر شریعت کی دعا کہیے جسے　　مفتیِ اعظم کے دل کا مدعا کہیے جسے

جانشین بو حنیفہ قبر میں خاموش ہے
قسمت تربت تو دیکھو خاک بھی گل پوش ہے

معرفت کی بزم کا مسند نشیں جاتا رہا　　علم رازی اور غزالی کا امیں جاتا رہا

وارث علم شہ دنیا و دیں جاتا رہا اس صدی میں فضل حق کا جانشیں جاتا رہا
کیا خبر تھی موت کا یوں حادثہ ہو جائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سو جائے گا
حافظ ملت محدث وہ امیر کارواں مرشد و پیر طریقت سنیت کا پاسباں
عزم و استقلال و ہمت کی مسلسل داستاں اس زمین کی پستیوں میں رفعت ہفت آسماں
سا غرچشم ان کی فرقت میں چھلکتا جائے ہے
دھوپ ہی میں ہر طرف ساون برستا جائے ہے
قصبۂ گمنام کو انمول شہرت دے گیا علم کا اک شہر اک قصرِ پُر عظمت دے گیا
زندگی بھر کی کمائی اور دولت دے گیا جانے والا ہم سبھوں کو اک امانت دے گیا
جذبۂ اخلاص کی کامل شہادت چاہیے
اشرفیہ کے تحفظ کی ضمانت چاہیے

## مرد جاں باز حافظ ملت

از: مولانا نسیم بستوی

شان اسلام حافظ ملت ایک پیغام حافظ ملت
نیک انجام حافظ ملت جاوداں نام حافظ ملت
رحمت عام حافظ ملت
بادہ جام حافظ ملت
کشور علم و فضل کے سلطاں عالم دین ،حافظ قرآں
صاحب دل خطیب سحر بیاں بزم فکر و عمل کی روح رواں
بایزید و غزالی امت
شیخ الاسلام حافظ ملت
اہل سنت کے قافلہ سالار حامیِ دین احمد مختار
صاحب تاج مجد و عز وقار ہند میں قصر علم کے معمار
ضوفشاں مہر و ماہ کی صورت
زندہ پائندہ حافظ ملت

شمع منزل ہے رہبری جس کی
سب کو تسلیم بر تری جس کی

حق نما عقل و آگہی جس کی
پر ضیا پاک زندگی جس کی

چشمۂ علم و دانش و حکمت
روح اخلاص حافظ ملت

چشم و دل میں جلائے شمع حرم
عشق ومستی کا ہے عجب عالم

توڑ ڈالا غرور اہل صنم
سب پہ جاری صدائے حق پیہم

عہد ماضی کی شوکت و عظمت
مرد جانباز حافظ ملت

☆☆☆

## مشعل راہ

☆ مولانا اسلم بستوی

نازش دہر تھے باعث فخر تھے، حافظ دین وملت خدا کی قسم
گرچہ چلتی رہیں سازشی آندھیاں گرچہ تھیں گھات میں ہر طرف بجلیاں
چارہ گر اٹھ گیا کوئی چارہ نہیں بے سہاروں کا کوئی سہارا نہیں
اپنا ملجا تھا جو اپنا ماوی تھا جو ہر غم و درد کا اک مداوا تھا جو
یہ چمن رہ گیا باغباں نہ رہا یہ زمیں رہ گئی آسماں نہ رہا
جب بھی چھپتا ہے خورشید زیر زمیں چاند تاروں میں آجاتی ہے روشنی
ایسے مالی پہ قربان ہے جان وتن خون سے عمر بھر جس نے سینچا چمن
غم سے آتش فشاں ہے دل ناتواں، گفتگو کیا کرے اسلم نیم جاں

وہ چلے تو گئے سوئے جنت مگر، مشعل راہ ہے ان کا نقش قدم
پھر بھی تعمیر ہوتا رہا آشیاں، شامل حال تھا رب کا لطف وکرم
شمع بجھنے لگی سانس گھٹنے لگی، بڑھ گئے راہ کے اور بھی پیچ وخم
زیر تربت وہ آسودہ خاطر ہوا ہم ہیں اور دور تک ایک دشت الم
گل ہیں بکھرے ہوئے تارے ٹوٹے ہوئے صبح ہے پر الم شام ہے شام غم
ہم ستاروں میں مایوسیاں کیوں رہیں ہم کو اب بھی ہے ان سے امید کرم
آخری قطرۂ خون دل دے کے بھی فاصلہ نہ گوارہ کیا دو قدم
دست بے دست ہے اور چپ ہے زباں جدائی میں ان کی سخن بے قلم

## لوح وقلم سے پوچھو

☆ مولانا اسلم بستوی

ریزہ ریزہ ہے جگر تیشۂ غم سے پوچھو
ہجر میں کیسے گزرتی ہے یہ ہم سے پوچھو

پوچھنا ہی ہے اگر نقطۂ غم کی وسعت
کرۂ ارض سے کیا لوح و قلم سے پوچھو

حاصل عشق نبی حافظ ملت کا پتہ
حوض کوثر سے کبھی باغ ارم سے پوچھو

کس طرح اس نے گزارے ہیں شب و روز یہاں　　حجرۂ خاص سے کیا شہر الم سے پوچھو
جادۂ حق کے طلبگار کی منزل کا نشاں　　چل کے دو گام ذرا نقش قدم سے پوچھو

کس سے کس سے کہیں غرقابیٔ کشتی کا سبب
حادثہ کون سا ہے سیل الم سے پوچھو

دل کے ہر چاک سے رہ رہ کے لہو رستا ہے　　شورش درد نہاں موج الم سے پوچھو
جوئے خوں اب بھی مری آنکھوں سے اسلم ہے رواں　　گوشۂ چشم سے یا دامن نم سے پوچھو

## ملت اسلامیہ کا پاسباں جاتا رہا

☆مولانا یٰس اختر مصباحی

علم و دانش کا امین و راز داں جاتا رہا　　ملت اسلامیہ کا پاسباں جاتا رہا
علم و فضل و زہد و تقویٰ جس کے پیکر کا خمیر　　بزم اہل عشق کا روح رواں جاتا رہا
وارث علم نبی وہ عابد شب زندہ دار　　خلوت عرفاں کا تھا اک راز داں جاتا رہا
سرِ خمیدہ تھے جہاں پر کج کلاہان جہاں　　صاحب جبروت وہ عرش آستاں جاتا رہا
جس کے تیور پر بدل جاتا تھا قانون جہاں　　وہ مجاہد پیکر عزم جواں جاتا رہا
ہوگی جب آراستہ علم و ادب کی انجمن　　سب کہیں گے نازش ہندوستاں جاتا رہا
گلستانِ جامعہ پر چھاگئی پژمردگی　　خون دل سے سینچنے والا کہاں جاتا رہا
جامعہ کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے یہ سوال　　ہائے اخترؔ! میرا وہ محسن کہاں جاتا رہا
حشر تک مرقد پہ تیرے رحمت باری رہے　　فیض تیرا عالم اسلام پہ جاری رہے

## منقبت بزبان فارسی

☆جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکچرار طبیہ کالج، دہلی

حافظ ملت توآں کار نمایاں کردہ　　گردن مارا بزیر بار احساں کردۂ
گہ بیاباں راحریف سنبلستان کردۂ　　گہ شب تاریک راصبح فروزاں کردۂ
گہ زمینے را بہ اوج آسماں بگذاشتی　　گہ فلک را پائے بوس تہ نشیناں کردۂ
اول اول جمع کردی بوئے بے ترتیب را　　آخر آخر آں شمیمے را پریشاں کردۂ
اول اول بودۂ تو یک چراغ دود ماں　　آخر آخر خود بنائے انجمستاں کردۂ
اول اول قطرہ بودی تو زدریاے علوم　　آخر آخر خود ظہور جوش طوفاں کردۂ

مکتبے را تو رسانیدی بشکل جامعہ غنچہ را تو سراپا یک گلستاں کردۂ
ایں قدر بخشودۂ تو دولت علم و ہنر ماگدایاں را تو سلطاں ابن سلطاں کردۂ
گلستاں ازخون دل سیراب کردی تا حیات
نعش خود را بعد مردن وقف بستاں کردۂ

# رحلت حافظ ملت

☆حضرت اختر بستوی، ایم،اے لکچرار خیر کالج گاندھی نگر بستی

۳۱مئی ۱۹۷۶ء کو حضور حافظ ملت مولانا شاہ محدث عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، کی رحلت سے متأثر ہوکر

حافظ ملت کی رحلت سے ہوا گل وہ چراغ پارہے تھے جس سے نور علم حق صد ہا دماغ
اٹھ گیا وہ شخص جس کے قلب روشن کا نکھار کررہا تھا جہل کی ظلمت کا دامن تار تار
عمر بھر دیکھا کیا یہ خواب وہ جنت مکیں ہند کو سب سے بڑا دے مرکز تعلیم دیں
خواب کو یوں اس نے پہنچایا حقیقت کے قریب رکھ گیا بنیاد "اشرفیہ" وہ ملت کا حبیب
اس کے ہاتھوں سے ہوئی تھی ابتدا جس کام کی اب ضرورت ہے اسے جوش و خروش عام کی
آؤ مل کر اس ادھورے کام کو پورا کریں جانے والے کی فضیلت کا علم اونچا کریں

# مجاہد کی اذاں اور

☆پروفیسر ڈاکٹر اختر بستوی

ویسے تو نہیں کوئی بشر نطق سے محروم پائی تھی مگر حافظ ملت نے زباں اور
ہم ہوگئے بیدار پکارا جو انہوں نے یہ سچ ہے کہ ہوتی ہے مجاہد کی اذاں اور

# ڈاکٹر شکیل اعظمی

ناگہاں کون ہوا بزم جہاں سے رخصت کیوں سیہ پوش ہوئی محفل علم و حکمت
اشک آنکھوں میں تو چہروں پہ ہے چھائی وحشت ہر طرف غم کا سماں آہ و فغاں کی شدت
جس سے ملتا تھا سکوں دل کو وہ ساماں نہ رہا
ہائے افسوس کہ اب درد کا درماں نہ رہا

جس کے سینے میں تھی ایماں کی حرارت نہ رہا جس کے دل میں تھی عزائم کی صلابت نہ رہا
اب وہ سرشار مئے حب رسالت نہ رہا تھا جو سر تا بہ قدم لطف و عنایت نہ رہا
اب کہاں ایسا کوئی اہل نظر پائیں گے
ڈھونڈنے پر بھی نہ ہم ایسا بشر پائیں گے

جس کے ہاتھوں نے کیا دیں کا ستوں مستحکم یہ نہ دیکھا کہ مساعد ہے فضا یا برہم
کرگیا رزم گہہ زیست میں وہ کار اہم جس سے پڑ جائے گا حیرت میں مورخ کا قلم
اٹھ گیا دہر سے وہ مرد مجاہد افسوس
ہم سے رخصت ہوا وہ عابد و زاہد افسوس

جادۂ حق سے نہ ہٹتا تھا کبھی جس کا قدم جس کی رفتار سے قائم تھا متانت کا بھرم
جس کا نقش کف پا مطمح اہل عالم جس کے ہاتھوں میں رہا صدق و صفا کا پرچم
حیف صد حیف کہ وہ صاحب کردار گیا
آہ اسرار حقیقت کا نگہدار گیا

آہ اے حافظ ملت تری شفقت پہ نثار نرم گفتاری پہ لہجہ کی عذوبت پہ نثار
تری طینت تری پاکیزہ طبیعت پہ نثار تری سیرت ترے اخلاق و مروت پہ نثار
میں ثنا خواں ہوں ترا تیرا ہی شیدائی ہوں
آج بھی چشم عنایت کا تمنائی ہوں

ہے دعا بارگہ حق میں کہ اے رب کریم ترے محبوب کا صدقہ زرہ لطف عمیم
کرعطا حافظ ملت کوتو فردوس نعیم رحمتیں تیری رہیں ہر جگہ غمخوار وندیم
ترے انوار کا ہو مرقد اطہر پہ نزول
مرے اللہ دعاؤں کو مری کرلے قبول

## حافظ ملت کی یاد

☆مولانا بدرالقادری مصباحی اڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

آنکھ یوں خون بہاتی ہے تری فرقت میں
آبلے وقت کی چھاتی پہ ابھر آتے ہیں
آبلہ جن سے جھلکتا ہے مرا خون نیاز
ماہ و پرویں بھی جنھیں دیکھ کے شرماتے ہیں

یاد عرفان محبت کو جلادیتی ہے
یاد ظلمت کے بسیروں کو ضیا دیتی ہے
جب بھٹکتا ہوں کبھی وحشت رنجوری میں
یاد ہی تیری مجھے راہ دکھا دیتی ہے

رگ احساس پہ نشتر ہیں یہ تیری یادیں
یا تخیل پہ برستے ہوئے انگارے ہیں
یاس و حرماں کے سکوں سوز اندھیروں میں مگر
تیری یادیں ہیں کہ افلاک کے سیارے ہیں

دوستو! آؤ ذرا مل کے اسے یاد کریں
آؤ پیمان محبت کا فسانہ چھیڑیں
رگ ملت میں وہ پر جوش لہو پھر دوڑے
بدرؔ تعمیر نشیمن کا ترانہ چھیڑیں

# مسند علمی اداس ہے

☆بدرالقادری

علم حدیث میں وہ بخاری کا جانشیں بخشی تھی جسکو صدر شریعت نے فقہ دیں
جو تھا علوم مذہب اسلام کا امیں دنیا سے جا چکا وہ ہمیں چھوڑ کر حزیں
چالیس سال بعد فضا محو یاس ہے
صد حیف! آج مسند علمی اداس ہے

قصہ غم و الم کا سنایا نہ جائے گا بگڑا ہے کام وہ کہ بنایا نہ جائے گا
یہ صدمۂ عظیم اٹھایا نہ جائے گا وہ کھو چکے ہیں ہم جسے پا یا نہ جا ئے گا
ایثار و عزم خلق و محبت کے واسطے
روئے گی قوم حافظ ملت کے واسطے

پامال ہوگیا ہے امیدوں کا اب چمن غنچے اداس اداس ہیں گل مائل محن
انسانیت کے کون سکھائے بھلا چلن سویا ہے مرد حق وہ یہاں اوڑھ کر کفن
کوئی نہیں جو اب اسے آکر جگا سکے
غم ہائے روز گار کا قصہ سنا سکے

# حافظ ملت

☆بدر القادری

یہ کون اٹھا ہند شمالی کی زمین سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدر نے اک راز
ہونے کو ہے اب آرزوئے شوق کی تکمیل

ایثار کی پا پوش ہے اخلاص کا جامہ
بے نفسیِ کردار کا ہاتھوں میں عصا ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں
کہتی ہے صداقت کہ کوئی مرد خدا ہے

لپٹی ہوئی سر سے کوئی دستار نہیں ہے
ناداں! سراحساس پہ اک کوہ گراں ہے
اے سر تری لمعانیِ فیضان کے صدقے
اس ملک کے ہر گوشے میں تو نور فشاں ہے

یہ کان جو سنتے ہیں ہر اک صبح ہر اک شام
اس ملت بیضا کی تباہی کا فسانہ
ہر لمحہ ہے نقارۂ احساس کی اک ضرب
ہر سانس ہے موج غم فردا کا دہانہ

اخلاص کی کشتی کا سہارا ہیں یہ بازو
یہ ہاتھ نہیں قصر تمدن کا ستوں ہے
حسن رخ انجم بنے اس قوم کا سیندور
یہ حوصلہ یہ عزم مصمم یہ جنوں ہے

معبود کی درگاہ میں کٹتی ہوئی راتیں
مخلوق کی خدمت میں گزرتے ہوئے ایام
کردار کے غازی کو ہیں دن رات برابر
نخچیر ہیں فتراک میں اس کے سحر و شام

پابندیِ اخلاق میں چہرہ متبسم
خوں ناب ہے دل امت مرحومہ کے غم میں
اللہ رے پابندیِ سنت کا توازن
جھڑتے ہیں تبسم کے گہر شدت غم میں

جلوت ہے تو ہے گرم کوئی مسند ارشاد
خلوت ہے تو انوار حقیقت میں نہاں ہے
پنہاں ہے خموشی میں تکلم کی حلاوت
گفتار کے ہر بول میں حکمت کا جہاں ہے

کرتی ہے مجاہد کے عزائم کی صلابت
پتھر کی چٹانوں کو بھی جوں موجۂ سیال
پیشانی خمیدہ ہے یہیں، زور حوادث
ہے ذروۂ اشرار، انہی پاؤں سے پامال

قانون حکومت ہو کہ دستور زمانہ
مذہب کا مخالف ہو تو مومن نہیں پابند
اس دور میں کس مرد مجاہد نے کیا فاش
اوہام سے آزاد ہے مذہب کا گلو بند

ساکت ہے جہاں آج ہر اک شور عمل سے
ملت کا ہر اک بازوئے فعال ہے مفلوج
اٹھا ہے کمر باندھ کے اک مرد سکندر
پھر ملک بدر ہونے کو ہے امت یا جوج

ہر قطرۂ خوں میں ہے امنگو ں کا تلاطم
جذ بات کا سینے میں سمیٹے ہوئے طوفاں
سیل غم واندوہ سے ہنس ہنس کے گزرنا
اسلام کی تو قیر پہ مر مٹنے کا ارماں

ہے عالم ملکوت میں اک رشک کا عالم
کس پیکر خاکی کی فرشتوں میں ہے شہرت

اے اہل زمیں دید و خبر اہل فلک کو
کہتے ہیں اسی ذات کو ہم حافظ ملت

## دو شعر

افتخار ملل کے شیشہ وسنگ فکر جرأت اثر میں ڈھلتے ہیں
تونے دنیا پہ کردیا ثابت آندھیوں میں بھی دیپ جلتے ہیں
(بدرالقادری)

## یادگار ان کی

☆حکیم محمد یوسف مصطفیٰ آبادی

بہار بے خزاں ہر سو بحمد اللہ چھائی ہے ۔ کہ سعی حافظ ملت بروے کارآئی ہے
یہ کوشش در حقیقت کامراں معلوم ہوتی ہے ۔ جو علم و فن کے گلشن میں نئی تنظیم لائی ہے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
چمن اندر چمن ایثار ان کا ہے بہار ان کی

مکمل ایک منصوبہ میں ہمت کا بھی ساماں ہے ۔ انہی کے سایۂ تدبیر میں نظم گلستاں ہے
انہی سے رونقیں سب ہیں انہی سے سبزہ وگل ہیں ۔ انہی سے سنیت کے باغ میں شان بہاراں ہے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
کہ تھی تو قیر دین مصطفیٰ پر جاں نثار ان کی

کچھوچھہ سے جو آئی ذات اقدس اشرفی ہوکر ۔ لگایا علم کا پودا فضیلت کے دھنی ہوکر
مگر اک باغبان قوم نے رخ ہی بدل ڈالا ۔ کبھی سرِّ جلی ہو کر کبھی سر خفی ہوکر
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ جڑ اگ کر بڑھی ،بڑھکر ہوئی ہے شاخسار ان کی

ترقی کرہا ہے اشرفیہ جامعہ دیکھو ۔ جہاں ہے دانش و حکمت کا جاری سلسلہ دیکھو
مبارکپور کی یہ سر زمیں تقدیر والی ہے ۔ اسی مرکز پہ قائم دین کا ہے دائرہ دیکھو
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہیں پر اک طرف رکھی ہے بنیاد مزار ان کی

یہ کیا دلکش سماں ہے اور کیا پر کیف منظر ہے ۔ جہاں میدان ہی میدان تھا دیوار ہے در ہے
کسی کی یاد تازہ کرتی رہتی ہے زمانے میں ۔ یہی اک قبر جو اوڑھے ہوئے پھولوں کی چادر ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کہ اک اک کاوش فکر و عمل ہے روبکار ان کی

یہ بہر فاتحہ خوانی یہاں پر عرس چہلم ہے	اُمڈ آئے ہیں انساں جیسے دریا کا تلاطم ہے
پئے نذر عقیدت آج خاص وعام آئے ہیں	غم دل لب پہ گویا لفظ و معنی کا تلازم ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
جہاں روح قیادت ہم نے دیکھی جلوہ بار ان کی

کوئی مقصد نہیں ،مقصد ہے ایصال ثواب ان کو	عطا کردے خدا آسانیاں یوم الحساب ان کو
کوئی نغمہ سرائی ہے نہ کوئی ڈھول باجہ ہے	کہ بخشی جائے گی پڑھ پڑھ کے پاکیزہ کتاب ان کو

نہیں ہیں حافظ ملت مگرہے یادگار ان کی
وہ دیکھو نیکیاں پھیلی ہوئی ہیں بے شمار ان کی

یہاں ترویج سیئات ہر گز ہو نہیں سکتی	یہاں تاریکِ ظلمات ہر گز ہو نہیں سکتی
کوئی عورت نہ آنے پائے اس پر سخت بندش ہے	خلاف شرع کوئی بات ہرگز ہو نہیں سکتی

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
عمل میں تھی ہمیشہ صاف نیت برقرار ان کی

حضور حافظ ملت کا غم بھی ہے گراں نمایہ	ہمیشہ جن کے اوپر رحمت حق کا رہا سایہ
دعاؤں میں عجب مقبولیت کی شان دیکھی ہے	کہ جیسے حق سے مانگیں وہ پکڑ کر عرش کا پایہ

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ قصبہ ہی نہیں ہے ایک دنیا سوگوار ان کی

خدا خود جس کا طوفان حوادث میں نگہباں ہے	تو اسکے واسطے پایابِ ساحل بھی درماں ہے
یہی الجامعہ آگے بڑھا ہے صدق نیت سے	نہ طغیانی سے واقف ہے نہ موجوں سے ہراساں ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ کشتی بچ بچا کر ہوگئی دریا سے پار ان کی

رکے گا کام کیوں ہے قوم میں زندہ دلی باقی	بکار خیر صرف زر یہ ہے آمادگی باقی
نمونہ پیش کرکے رکھدیا فیاضیِ دل کا	کسی گوشہ میں رہ سکتی نہیں کوئی کمی باقی

نہیں ہیں حافظ ملت مگرہے یادگار ان کی
سنائی دے گی اہل ہوش کو پیہم پکار ان کی

خدا کا فضل ہے شامل تو کوئی امتحاں کیوں ہو ہمارے راستہ کے بیچ میں کوہ گراں کیوں ہو
پہنچ جائیں گے ہم جادہ بہ جادہ اپنی منزل تک نبی کا جب وسیلہ ہے تو دشواری یہاں کیوں ہو

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہی تعمیر نو آخر بنی ہے شاہکار ان کی

یہ کس کی ہے ضیا جو ذرے ذرے مسکرا اٹھے ہواؤں سے چمن کے غنچے غنچے لہلہا اٹھے
ارادہ کوئی پورا کیوں نہ ہو تعمیر منزل کا فلک پر آج خوش ہو کر ستارے جگمگا اٹھے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
کہ ہر جد و جہد اطراف میں ہے جلوہ بار ان کی

اک عالیشان مسجد کی بنا رکھی یہاں پر ہے مگر تکمیل اس کی قوم کے عزم جواں پر ہے
اسے قرأت رکوع و سجدہ سے آباد کرنا ہے عبادت کی کشش موقوف تکبیر و اذاں پر ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ جائے بندگی بن کر رہے گی زرنگار ان کی

بلالی شان سے دیتا یہاں آکر اذاں کوئی عزیزی طرز کا ہوتا خطیب خوش بیاں کوئی
تمنائیں ہوئیں یہ جلوہ گر آئینۂ دل میں سنبھالے عزم محکم سے نظام گلستاں کوئی

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کہ با ہم بات ہوتی رہتی ہے لیل و نہار ان کی

یہ تعلیمات کا مرکز مقام علم و عرفاں ہے زمانے میں یہ دانش گاہ روشن ہے درخشاں ہے
عزیزی حوصلوں کی دیکھیے یہ کار فرمائی مخالف ہر ہواماحول کے رخ سے گریزاں ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
خیاباں در خیاباں ہے ہوائے خوشگوار ان کی

یہ دورہ چل رہا ہے اک طرف درس بخاری کا ہے چرچا اک طرف مدح نبی کا حمد باری کا
کہیں فقہی مسائل ہیں ،کہیں تفسیر قرآنی کرشمہ ہے یہ سارا آپ ہی کے فیض جاری کا

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
یہی سب درس اور تدریس ہیں آئینہ دار ان کی

مبارک ہوچمن والو گلوں کا راز داں ہونا جہاں سیکھا ہے تم نے عندلیب خوش بیاں ہونا
مقام سنیت کی یہ بلندی دیکھتے جاؤ جہاں سمجھا ہے ہم نے بھی زمیں کا آسماں ہونا

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
خطابت دین کے ہر موڑ پر تھی جاندار ان کی

بڑھی رونق چمن کی آج کے دن آنے والوں سے اجالا ہوگیا ہے رحمت حق کے اجالوں سے
جہاں پر علم کی ہے روشنی پھیلی ہوئی ہر سو خیالوں میں بلندی آگئی ان کے خیالوں سے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کہ ہر تنظیم نو گلزار میں ہے پائیدار ان کی

یہ جلسہ ہو رہا ہے آج دستار فضیلت کا جہاں پر ہر طرف سایہ ہے فیضان نبوت کا
نکلنے والے ہیں طلبہ یہاں سے کامراں ہوکر لیے ہیں ہاتھ میں جھنڈا طریقت کا شریعت کا

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
مدد کرتا رہا ہر گام پر پرور دگار ان کی

عروج سنیت کا اک پیام دل نشیں لے کر گمان بے یقیں کو چھوڑ کر عین الیقیں لے کر
چلے ہیں نونہالان چمن تبلیغ حق کرنے سروں پہ اپنے ظل رحمۃ للعالمین لے کر

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
نگاہوں میں بسی ہے زندگیِ شاندار ان کی

کوئی قاری یہاں پر ہے تو کوئی حافظ قرآں کوئی واعظ یہاں پر ہے کوئی علامہ دوراں
انھی کا فیض ہے جن کے فداکاروں کا ہے مجمع جدھر دیکھو دلوں میں موجزن ہے جذبۂ ایماں

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ تنویر علوم دیں ہوئی ہے آشکار ان کی

دعا یہ ہے پھلے پھولے چمن اسلام کا ہر سو رہے چرچا جہاں میں اشرفیہ نام کا ہر سو
کہاں تھی ابتدا اس کی کہاں ہے انتہا اس کی یہ ڈنکا بج رہا ہے آج کس کے کام کا ہر سو

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
نظر کے سامنے گلکاریاں ہیں بے شمار ان کی

سرِ بزم اپنا اپنا سب غم دل لے کے آئے ہیں خلوصِ قلب کو منزل بہ منزل لے کے آئے ہیں
سفینہ زندگی کا ڈوب کر کس شان سے نکلا یہ کیا ہے جس کو ہم نزدیک ساحل لے کے آئے ہیں

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
ہجوم اتنا کہ کام آئی کشش بے اختیار ان کی

ملے ہیں یوسفؔ ان کے بعد اک شہزادۂ ملت ہوئی تفویض جن کو ساری ذمہ داریِ خدمت

چنا ہے قوم نے جب اتفاق رائے سے ان کو کسے اس حال میں اب معترض ہونے کی ہے جرأت

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی

کریں گے پیروی عبدالحفیظِ باوقار ان کی

## حافظ ملت کی ذات

☆راجا رشید محمود۔ایم۔اے(لاہور،پاکستان)

رہنمائے اہل سنت حافظ ملت کی ذات تھی عزیز ملک وملت حافظ ملت کی ذات

حضرت صدر الشریعہ کے تدبر کے امیں صدر ارباب بصیرت حافظ ملت کی ذات

مقتدائے اہل استغنا مہ و مہر و وفا پیکر خلق و مروت حافظ ملت کی ذات

ہے حکیم امت مرحوم ،نباض حیات وجہ استیصال بدعت حافظ ملت کی ذات

رہبر راہ شریعت ،سالک راہ وفا محو درس آدمیت حافظ ملت کی ذات

ہے امین علم و دانش ،راز دار معرفت واقف سر محبت حافظ ملت کی ذات

حضرت احمد رضا خاں کے تلطف سے ہوئی دشمنان دیں پہ شدت حافظ ملت کی ذات

شہر یار کشور ذوق ویقین و معرفت تاجدار علم و حکمت حافظ ملت کی ذات

پیشوا و مقتدائے اہل دیں عبد العزیز تھی نگہبان شریعت حافظ ملت کی ذات

رازدار عصر حاضر مخزن علم و یقیں عامل قرآن و سنت حافظ ملت کی ذات

تشنگان معرفت کی پیاس بجھتی تھی یہاں تھی سراپائے طریقت حافظ ملت کی ذات

زندگی احقاق حق ،ابطال باطل کا نشاں راہیِ راہ صداقت حافظ ملت کی ذات

مدح گو محمودؔ آخر کیوں نہ ہو ان کا کہ ہے مرکز حسن عقیدت حافظ ملت کی ذات

## خضر راہ

☆پرفیسر انجم عرفانی گورکھپوری

تھا نقش لوح دل پہ ہر اک حرف دلبری ورد زباں صحیفۂ اول تھا روزو شب

ملت کا پاسباں و محافظ و نگہباں گم کردہ رہروان سفر کا وہ خضر راہ

بیمار قوم کے لیے اکسیر جس کی آہ خیرہ نگاہ کے لیے بیضا جبیں تھا وہ

ٹوٹے ہوئے دلوں کے لئے مرہم شفا تاریکیِ فضا میں منارہ تھا نور کا

اس دور گمرہی میں صراط الذیں صفت — اس عہد جہل میں تھا وہ الضالیں حریف
وہ بندہ ٔ خدا تھا غلام رسول تھا — اجڑے ہوئے چمن میں وہ اک تازہ پھول تھا

☆☆☆

بالشتیوں کو دیو قد آور بنا گیا — کم مایہ کو وہ بحر شنا ور بنا گیا
ذرہ کو اپنے اشک سے گوہر بنا گیا — اک کوزہ آب کو وہ سمندر بنا گیا

## جان چمن نازش بہار گیا

☆سید قیصر وارثی (لکھنؤ)

علوم ظاہر و باطن کا راز دار گیا — امام اہل سنن فخر روز گار گیا
رفیق و مونس و ہمدرد وغمگسار گیا — دلوں کا چین گیا روح کا قرار گیا
وہ علم و فضل کا مخزن وہ رہبر کامل — ہرایک قلب کو وہ کرکے سوگوار گیا
پڑھایا جس نے زمانے کو درس پاک حدیث — وہی رموز حقیقت کا رازدار گیا
بلند کرکے زمانے میں نام شاہ رضا — جناب صدر شریعت کی یادگار گیا
بنائے جامعۃ الاشرفیہ کہیے جسے — وہ شہر علم و فضیلت کا تاجدار گیا
خزاں کا دور نہ آئے گا اس چمن میں کبھی — کچھ اس طرح سے وہ اس باغ کو سنوار گیا
نہ اپنے دل میں سمجھ لے یہ کوئی بد باطن — کہ جس پہ نازتھا وہ دور خوش گوار گیا
پس وصال بھی جاری رہے گا فیض اس کا — وہ اپنے بعد بھی اک چھوڑ کر بہار گیا
بنام حافظ ملت رسول کا نائب — بنا کے دین کے گلشن کو لالہ زار گیا
دریدہ دامن گل ہے کلی کلی ہے اداس — یہ کون جان چمن نازش بہار گیا
وہ آج بھی ہیں ہمارے قریب اے قیصر — خدا کا شکر قیامت کا انتظار گیا

## قطعہ

☆مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی کلکتہ

حضرت ہم کوچھوڑ کے بیکل کر گئے آہ یتیم — اس صدمے سے ہم دکھیو ں کا قلب ہوا دونیم
قلب ہوا دو نیم نہیں کچھ پھر بھی خوف و بیم — حضرت کی تو پیاس بجھاتے ہیں کوثرتسنیم

## عالم کی موت

☆محمد زین العابدین نازاں۔ بیت الانوار، گیا

آنکھوں میں آنسوؤں کی قطاریں کھڑی ہیں آج — صدمے سے اشکبار بہاریں کھڑی ہیں آج

مت پوچھ دل پہ چوٹ لگی ہے کہاں کہاں ۔۔۔ نظروں میں لگ رہی ہے ہر اک شے دھواں دھواں
انسانیت کے محسن اکرم کی موت ہے ۔۔۔ عالم کی موت واقعی عالم کی موت ہے
ملت کا پاسباں تھا شریعت کا بھی امیں ۔۔۔ لرزاں تھی جس کے خوف سے کفار کی زمیں
جودین کی پناہ اور حامل تھا عزم کا ۔۔۔ بے شک وہ نگہبان تھا ملت کی بزم کا
اس کے الم میں آج فضا سوگوار ہے ۔۔۔ چہرہ اداس اداس نظر اشکبار ہے

## ”چلے گئے“

☆جناب ممتاز واصف بھوجپوری

نور نگاہ صدر شریعت چلے گئے ۔۔۔ اک آفتاب دین رسالت چلے گئے
دنیائے سنیت کی حفاظت کرے گا کون ۔۔۔ دنیا سے آہ!حافظ ملت چلے گئے
الجامعہ کے باغ کو خون جگر دیا ۔۔۔ دونوں جہاں کی بخش کے دولت چلے گئے
پتھر کی اک لکیر تھی جن کی زباں کی بات ۔۔۔ وہ صاحب عظیم حکومت چلے گئے
مسلک تھا جن کا پیار محبت سلوک تھا ۔۔۔ دے کر ہمیں وہ درس اخوت چلے گئے
پیارے تھے جو جہان میں رب عزیز کو ۔۔۔ ہر دلعزیز صاحب عزت چلے گئے
باطل پرست قوتیں تھیں جن سے تار تار ۔۔۔ اس دور کے وہ غازی ملت چلے گئے
دنیائے سنیت کو ہمیشہ کے واسطے ۔۔۔ اک بے نظیر دے کے امانت چلے گئے
تنہائی میں جنھوں نے عمل کے چراغ سے ۔۔۔ تابندہ کی جبین عقیدت چلے گئے
قانون و ضابطے بھی عقیدت سے جھک گئے ۔۔۔ کیا کیا دکھا کے اپنی کرامت چلے گئے
دیوانگان عشق شہ دیں میں شور ہے ۔۔۔ اک عاشق جناب رسالت چلے گئے
علم و عمل کی مشعل تابندہ چھوڑ کر ۔۔۔ نظریں بچا کے جانب خلوت چلے گئے
نقش رسول پاک پہ جن کی کٹی حیات ۔۔۔ وہ حق پرست حامی سنت چلے گئے
واصفؔ ہمارے واسطے یہ فیض کم نہیں ۔۔۔ ہم سب کو دے کے دولت نسبت چلے گئے

## حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

☆عبدالعلی عزیزی کرلا بمبئی

خدمت دین میں جس نے کی ہو گزر ۔۔۔ عاشق مصطفیٰ عالم حق نگر
ذکر حق مشغلہ جس کا شام و سحر ۔۔۔ باغ فردوس میں اب ہوا جلوہ گر
جس نے پیدا کیے کتنے لعل و گہر
حافظ دین ملت پہ لاکھوں سلام

مسلک اعلیٰحضرت کا اک گلستاں علم صدر الشریعہ کا بحر رواں
علم سے جس کے سیراب سارا جہاں کہکشاں کہکشاں گلستاں گلستاں
جس طرف دیکھیے اس قدم کے نشاں
حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

حافظ دین وملت کے دل کی لگن مفتیِ اعظم ہند کا یہ چمن
اک مجاہد کے ارمان جس کی پھبن جس کو سید نے اپنا دیا ہو وچن
تا قیامت رہے یہ مہکتا چمن
جامعہ تیری شوکت پہ لاکھوں سلام

راہ حب نبی میں یہ عزت ملی رشک جس پہ کرے شاہوں کی سروری
ضابطوں کی نظر دیکھتی رہ گئی محو حیرت زمانے کی چارہ گری
جب مدینے سے ان کی پکار آگئی
حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

قوم کے رہنما ہیں یہ ہر دلعزیز جان الجامعہ عکس عبد العزیز
دین کے پاسباں سنیت کے حفیظ ہیں بہار گلستان عبد العزیز
سیدی مرشدی شاہ عبدالحفیظ
میرے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

عاشق حافظ دین کا ظم علی جن کی میراث میں ہے یہ نسبت ملی
کیوں نہ قربان جاؤں ترے مرشدی رشک کرتے ہیں قسمت پہ میری سبھی
فیض بوالفیض سے ہوں میں عبدالعلی
میرے آقا کی تربت پہ لاکھوں سلام

جب نکیرین پوچھیں گے فیضیؔ بتا کون ہے تیرا رب دین ہے تیرا کیا
جلوہ افروز ہونگے مرے مصطفیٰ بندہ اللہ کا امتی آپ کا
بعد ہ لب پہ آئے گا پھر بر ملا
حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

# حق شعار و حق نما

☆جناب مولانا محمد اسلام اللہ ساحل عزیزی (بمبئی)

حافظ ملت وہ دین مصطفیٰ کا جاں نثار
غم میں جس کے اہل سنت کی ہیں آنکھیں اشک بار

حافظ ملت لقب تھا نام پاک عبد العزیز
بانی قصر ہدایت با وجاہت، باوقار

عزم محکم راہ حق میں جس کا تھا مثل جبل
ہر قدم تھی ساتھ جس کے نصرت پروردگار

مرد حق گو حق شناش و حق شعار و حق نما
رحمت حق علم جس کا بحر نا پیدا کنار

کانپتے تھے جس کی ہیبت سے عدوے دین حق
خُلق اس کا عجز تھا اور وہ سرا پا انکسار

اہل سنت کا تھا وہ مرد مجا ہد باخدا
جو شہید ناز ہوکر پاگیا ابدی قرار

میرے مرشد حافظ ملت کی قبر پاک پر
بارش انوار و رحمت کر مرے پروردگار

آج بھی ساحل پہ ہے وہ چشم الطاف و کرم
عالم رویا میں ہے اس کو نوازا کتنی بار

# حافظ ملت زندہ باد

☆جناب سالک گورکھپوری

زندہ باد اے رہبر راہ طریقت زندہ باد
زندہ باد اے مشعل رشد و ہدایت زندہ باد

زندہ باد اے صاحب صد جاہ و حشمت زندہ باد
زندہ باد اے عامل قرآن و سنت زندہ باد

زندہ باد اے مظہر حق و صداقت زندہ باد
زندہ باد اے رہنمائے علم و حکمت زندہ باد

تیرے علم و فضل کی ممنون ہے انسانیت
اے سریر آرائے بز م آدمیت زندہ باد

گونجتی ہے تیرے نغموں سے فضائے کائنات
زندہ باد اے بلبل باغ رسالت زندہ باد

اہل علم و فضل کہتے ہیں تجھے شیخ الحدیث
اے اتالیق احادیث نبوت زندہ باد

عالم دین متیں بھی حافظ قرآں بھی تو
رازدار و محرم اسرار فطرت زندہ باد

مصلح انسانیت بھی رہبر کامل بھی تو
اے ضیائے مشعل بزم ہدایت زندہ باد

گلستان دو جہاں ہے تیرا ممنون کرم
اے گل و گلزار دیں کے رنگ و نکہت زندہ باد

شمع ایماں سے ہر اک دل کو منور کردیا
اے فروغ بارگاہ اہل سنت زندہ باد

حافظ ناموس ملت پاسبان دین حق
اے حدی خوان وقار دین و ملت زندہ باد

بخش دی بیعت کی دولت سالک بے مایہ کو
زندہ باد اے محترم پیر طریقت زندہ باد

## الگ ہے آج بھی دیکھو نشان حافظ ملت!

☆کامل حافظی بنارسی

نہ سمجھے آج تک جو بھی زبان حافظ ملت
وہی پھرتے ہیں بن کر بد گمان حافظ ملت

کسی صورت نہ ہو پائے شکار خارجیت وہ
ہوئے جو صدق دل سے قدر دان حافظ ملت

بھلا سکتا نہیں ان کو زمانہ رہتی دنیا تک
ہیں دینی سب ادارے پاسبان حافظ ملت

خدا کے فضل سے ہر گام پر ثابت قدم پایا
لیا دنیا نے جب بھی امتحان حافظ ملت

بنایا حق نے ان کو پاسبان قصر علم دیں
جنھیں کہتی تھی دنیا طالبان حافظ

خدا وندا ترے فضل و کرم سے اس زمانے میں
ترقی کررہے ہیں مدح خوان حافظ ملت

فروغ دین حق کی فکر کردار شہ بطحا
رہے تا عمر دونوں بن کے جان حافظ ملت

چھپائے لاکھ یہ دنیا مگر وہ چھپ نہیں سکتے
نرالی شان کے ہیں عاشقان حافظ ملت

کسی جانب نگاہیں کیوں اٹھاتے ہو تم اے کامل
الگ ہے آج بھی دیکھو نشان حافظ ملت

## وقار قوم

☆فراز مبارک پوری

حافظ ملت !فدائے صاحب ام الکتاب
آسمان زہد و تقویٰ کے درخشاں آفتاب

جاں نثار سید الکونین و ختم المرسلیں
نکتہ دان دین بر حق ،پاک طینت ،پاک بیں

قوم کا غم جس کو رہتا تھا مسلسل مستقل
جس کے سینے میں دھڑکتا تھا سدا ملت کا دل

جس کے دم سے آج دنیا میں ہے ملت سرخرو
جس نے نبض قوم میں دوڑا دیا تازہ لہو

جس نے مستقبل کو دیکھا تھا نگاہ حال سے
منزلیں لپٹی تھیں جس کے پائے استقلال سے

منفرد تھا جو ہمیشہ محفل تقدیس میں
جس نے صد ہا گل کھلائے گلشن تدریس میں

اہل دانش کی بصیرت اہل دل کے سر کا تاج
آشنائے رمز قرآں ،بزم ملت کا سراج

سوز و ساز عشق کے دربار کا روشن چراغ
سادہ دل ،صالح نظر ،ثابت قدم ،حاضر دماغ

گلشن ملت کو جس نے کی ہے شادابی عطا　　اس کے حق میں قوم کے دل سے یہی نکلی صدا

اے وقار قوم اے پیر طریقت زندہ باد

زندہ باد اے حافظ تنظیم ملت زندہ باد

# کہاں سے لاؤں

☆از منیر دیوگانوی

آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں
بزم انجم سے شبستان جہاں سے لاؤں
کوہ سے دشت و بیاباں سے مکاں سے لاؤں
بحر ذخار سے دریائے رواں سے لاؤں
لا مکاں دور ہے کس طرح وہاں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

عہد پیری میں بھی وہ عزم مصمم کا امام
جس کو اللہ نے بخشی تھی زبان الہام
ان کی گفتار کا کردار کا اونچا تھا مقام
ایسا کس کو میں زمیں اور زماں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

یومیہ ہوتا تھا اک دور کلام حق کا
ذکر مذکور رہا کرتا تھا نام حق کا
چمن آراستہ ہوتا تھا پیام حق کا
وہ بہار ابدی فصل خزاں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

ایسے انداز سے تقریر وہ فرماتے تھے
دل میں مضمون گہربار اتر آتے تھے
راہ دشوار سے وہ ہنس کے گزر جاتے تھے
اس کی تمثیل میں کس ذکر و بیاں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

خم عرفاں کے بھرے جام لنڈھائے گا کون
تشنگیِ قلب پریشاں کی بجھائے گا کون
وہ تو آتے نہیں پھر بزم میں آئے گا کون
میں منیرؔ ان کو بھلا باغ جناں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

## ہر آنکھ نم

☆فقیر اللہ اسعد مبارکپوری

حافظ ملت کے غم سے کیوں نہ ہو ہر آنکھ نم
روشنی کا ایک مینارا تھا جن کا ہر قدم
اس کی شہرت اس کی عظمت کو گھٹا سکتا ہے کون
جس کے اوپر ہو گیا اللہ کا فضل و کرم
آپ کے جانے سے ہر جانب اندھیرا ہوگیا
آج تک دیکھی نہ کوئی ایسی ہم نے شام غم
آنے والے دور سے لاکھوں کی تھے تعداد میں
جیسے ہو لشکر کسی سلطاں کا باخیل و خدم
کیوں نہ گل پاشی کریں ان کی لحد پر شوق سے
مستحق اس بات کی ہے ان کی ذات محترم
ہوگیا دل شاد اس کا ،آپ سے جو بھی ملا
سچ تو ہے خلق مجسم آپ تھے سر تا قدم
فضل ربی ہوگیا،پائی شفا بیمار نے
آیت قرآں جو پڑھ کر ،آپ نے کی اس پہ دم
خدمت دینی کا جذبہ ،اہل قصبہ میں بڑھا
آگئے جب سے مبارک پور میں ان کے قدم
سچ تو ہے اہل نظر میں کوئی بھی ایسا نہیں
جس کی آنکھیں ہوں نہ اسعدؔ آپ کی فرقت میں نم

## کہانی آپ کی

☆شامہ اعظمی

نازش لوح و قلم ہے مدح خوانی آپ کی
اک مثالی آئینہ ہے زندگانی آپ کی
جرأت و ہمت کی جب تاریخ لکھے گا جہاں
آب زریں سے لکھے گا وہ کہانی آپ کی
عہد پیری کا وہ جوش و جذبہ و عزم جواں
اللہ اللہ کیا رہی ہوگی جوانی آپ کی
مجلس علم و ادب میں چھا گئی ہے خامشی
کس میں ہے وہ قدرت نکتہ بیانی آپ کی
ساری دنیا تا قیامت جس سے ہوگی فیض یاب
جامعہ ہے زندہ و تاباں نشانی آپ کی
ہند ہی کیا عالم اسلام تک پہونچی نگاہ
شخصیت کوئی نظر آئی نہ ثانی آپ کی

حافظ ملت اسے رکھے گا اس عالم میں یاد
اک شمامہ خستہ پا بھی ہے دوانی آپ کی

# حافظ ملت زندہ باد

☆قیصر مصباحی ،اشرفی بہرائچی

زندہ باد اے ماہ طریقت — زندہ باد اے مہر شریعت
زندہ باد اے بدر حقیقت — زندہ باد اے شمع ہدایت

پر تو رحمت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

نطق حسیں سے موتی ٹپکے — بلبل حق ہو دل میں چہکے
علم کا گلشن لہکے مہکے — سن کے بیاں کیا کوئی بہکے

شان خطابت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

لا تمش فی الارض مرحا — سبک خرامی ماشاء اللہ
جن کا سرا سبحان اللہ — یاد کرائے اللہ ،اللہ

پرتو قدرت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

جب تو مبارک پور میں آیا — دیں کا دیا ہر گھر میں جلایا
پرچم اہل حق لہرایا — علم دیں کا شہر بسایا

صاحب عظمت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

چشم کرم جس پر بھی ڈالے — تو وہ راہ صداقت پالے
اپنے قیصر کو بھی بچالے — اپنا گدا اس کو بھی بنا لے

قاسم نعمت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

☆☆☆

# منقبت درشان حافظ ملت علیہ الرحمہ

از: (مولانا ڈاکٹر) شکیل احمد مصباحی اعظمی،

جہاں نے حافظ ملت کے در سے فیض پایا ہے
خوشا نور ولایت آپ کا ہر دل پہ چھایا ہے

وہ تو نے شہر ایسا علم وحکمت کا بسایا ہے
کہ تری عظمتوں کا معترف اپنا پرایا ہے

بڑی شی ہے ترے علمی جلالت کا تقدس بھی
زمانے کے سکندر نے یہاں سر کو جھکایا ہے

ہوا وہ رازدار علم وحکمت صاحب رفعت
عزیزی آستاں پر جس نے قسمت کو بنایا ہے

یقیناً ملت بیضاء کے میر کارواں تم ہو
علوم ومعرفت کا اک جہاں تجھ میں سمایا ہے

ہے فیض علم کا دریا بہر سو آج بھی جاری
وقار علم وحکمت آپ کا ہر دل پہ چھایا ہے

دل اخلاص لے کر حاضری دے آستانے پر
یہاں سے بالیقیں جس نے بھی جو مانگا ہے پایا ہے

بہرسو جامعہ کے بام ودر کی تابشیں دیکھو
یقیناً محنتوں کا ان کی ثمرہ رنگ لایا ہے

"زمیں پر کام اور زیر زمیں آرام" ہے لوگو!
سبق یہ حافظ ملت نے دنیا کو پڑھایا ہے

سہارا ڈھونڈھتا ہے ہر پریشاں حال ایسوں کا
خدا کی یاد سے دل کو جنہوں نے جگمگایا ہے

عزیزی فیض کے صدقے ملی شہرت زمانے میں
شکیل احمد پہ تیرا یہ کرم بے حد خدایا ہے



# منقبت درشان جلالۃ العلم

از: وفا رضوی، بھیروی

ہیں شیدائے نبی محبوب یزداں حافظ ملت
نگہبان شریعت شاہ مرداں حافظ ملت

محدث تھے مفسر مفتی وحافظ مناظر بھی
سپہر علم کے ماہ درخشاں حافظ ملت

خدا کی ذات سے ان کا بڑا گہرا تعلق تھا
رہا کرتے تھے اکثر شب میں گریاں حافظ ملت

زمانے بھر میں اہل علم ودانش کے حوالے سے
تری شان جلالت ہے نمایاں حافظ ملت

بنا فوٹو گئے حج کے لیے پاس شریعت میں
رہا باطل مگر ناکام وحیران حافظ ملت

تھے پابند شریعت پیکر خلق ومروت بھی
نبی کے نام پر بھی دل سے قرباں حافظ ملت

بفیض امجدی عالم میں ہے مرکز یہی اپنا
بسایا علم کا وہ شہر ذیشاں حافظ ملت

شعور و آگئی فکر غزالی روح رازی بھی
تھے ان سب خوبیوں کے آپ سلطاں حافظ ملت
حقیقت میں تھے کردار و عمل کے تاجور لیکن
بظاہر ایک معمولی تھے انساں حافظ ملت
بڑی تاثیر تھی خلقِ خدا بھی سیر ہوتی تھی
سناتے وعظ میں تفسیر قرآں حافظ ملت
ہے جاری مرقد انور سے اب بھی فیض کا دریا
کھنچی آتی ہے جو مخلوق یزداں حافظ ملت
بلاؤں سے نپٹنے کے لیے اب بھی زمانے میں
ادب سے نام لیتے ہیں مسلماں حافظ ملت

دعا فرمائیے اس کے لیے بھی حق تعالیٰ سے
وفا رضوی کی ہر مشکل ہو آساں حافظ ملت

# منقبت درشان حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان

## ازمحمدعثمان اوج اعظمی رائپور چریا کوٹ مئو

فروغِ علمِ دیں ، وجہِ قرارِ حافظ ملت
یہی شغل وہی لیل ونہارِ حافظ ملت
یہ صدرشکِ گلستاں لالہ زارِ حافظ ملت
وجودِ اشرفیہ یادگار حافظ ملت
مکمل زندگی الفقروفخری کا نمونہ تھی
خدا ترسی پہ مبنی تھا شِعارِ حافظ ملت
محدث ہیں مفسر ہیں محقق ہیں مُناظر ہیں
رہے قسمت سے جو خدمت گذار حافظ ملت
سفرفرمایا بے تصویر حرمین مقدس کا
جہاں والوں نے دیکھا ! اختیارِ حافظ ملت
لئے دامن میں گُل جو گلشنِ صدرالشریعہ سے
تو پھیلی سارے عالم میں بہارِ حافظ ملت
بحمد اللہ جو حضرت نے بنائے جامعہ ڈالی
بڑھایا اوربھی حق نے وقارِ حافظ ملت
نہ کیسے تذکرہ ہو انجمن درانجمن اُن کا
خدا والوں میں ہوتا ہے شمارِ حافظ ملت
حدودِ جامعہ میں آپ اب آرام فرما ہیں
مبارکپور ہی ٹھہرا دیارِ حافظ ملت
نگاہیں جس طرف بھی کیجئے اطرافِ عالم میں
نظر آئیں گے ہر سو پاسدارِ حافظ ملت
عقیدت مندآتے ہیں برائے فاتحہ خوانی
ادب سے روز وشب سوئے مزار حافظ ملت
مکمل جامعہ کی سربراہی جن کو حاصل ہے
وہی ہیں جانشین ورازدارِ حافظ ملت
موافق حافظ ملت کے جو ہیں اُن کو کیا کہئے
مخالف بھی ہیں اکثر زیرِ بارِ حافظ ملت
ادب سے تمکنت قربان تھی جس خاکساری پر
کچھ اس انداز کا تھا انکسارِ حافظ ملت
ہزاروں جاں نثاروں کی طرح اے اوجؔ! میں بھی ہوں
خدا کے فضل سے مدحت نگارِ حافظ ملت

## منقبت درشانِ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

## بزبان فارسی

از: محمد عثمان اوجؔ اعظمی دارالعلوم اہلسنت اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد۔ مئو یوپی

نحیف وناتواں بودی ولے کارِ جواں کردی
تمنائے کہ در دل بود بر عالم عیاں کردی

چنیں کردن چہ مشکل بود اے محسن! چناں کردی
مبارکپور رامشہور تنہا درجہاں کردی

نہ باشد تشنہ کامی طالبانِ علم وحکمت را
بشکل جامعہ جاری چناں جوئے رواں کردی

بگفتی قدرِ ماضی ہم دلیلِ قدرِ مستقبل
جہدِ خود عیاں ایں را ز را بر عامیاں کردی

ہمہ دن ساختی حامیِ خود تائیدِ غیبی را
طفیلِ مصطفیٰ ہرگز نہ فکرِ دیگراں کردی

برائے علمِ دیں کردی فدا عمرِ گراں مایہ
زمین شور راہم رتبہ صدگلستاں کردی

مجالِ دم زدن باشد نہ طوفانِ حوادث را
بنائے اشرفیہ رابہ عالم جاوداں کردی

میانِ حق وباطل حدِ فاصل بود ذات تو
کہ جملہ دشمنانِ دین حق را بے زباں کردی

شعورِ علم وفن اوجؔ تہی دامن نمی دارد
بشارت حافظ ملت! کہ اورا خوش بیاں کردی

## معمارِقوم، حافظ ملت

ازنتیجہ فکر:۔ عبدالغفار اعظمی مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد، مئو

معمارِ قوم، حافظِ ملت! تمہی تو ہو
اہل سنن کی آن ہو، راحت تمہی تو ہو

تم جامعہ کی شان ہو، شوکت تمہی تو ہو
بخشی ہے رب نے جس کو یہ عظمت تمہی تو ہو

کسب علوم وفضل کیے جس نے باادب
وہ جانشینِ صدرِ شریعت تمہی تو ہو

حق بین وحق نگرہو، حقیقت شناس بھی
بے شک امینِ حق وصداقت تمہی تو ہو

گومنحنی تھا جسم مگر عزم تھا قوی
جس کا نہیں حریف، وہ طاقت تمہی تو ہو

دیکھا نہ سوئے اہلِ امارت تمام عمر
غربت کی شان، صاحب ہمت تمہی تو ہو

بے فوٹو کرکے حج، جو رہا حق پہ گامزن
حق ہے وہ پاسبانِ شریعت تمہی تو ہو

پایا گیا نہ قول و عمل میں کوئی تضاد
آئینہ دار خلوت وجلوت تمہی تو ہو

طوفاں بھی آکے جس کے قدم چومتے رہے
حاصل جسے ہے ایسی عزیمت تمہی تو ہو

پیچھے ہٹے نہ جادۂ حق سے کبھی قدم
وہ حق پرست پیرِ طریقت تمہی تو ہو

کیوں اعظمی نہ ناز کرے اپنے بخت پر
اُس پر ہے جس کی چشمِ عنایت تمہی تو ہو



# الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں

بتاریخ
۳۰ جمادی الاولیٰ
و یکم جمادی الآخرہ

مطابق
۲۶، ۲۷ جنوری ۲۰۲۰ء
بروز اتوار، پیر

# ۴۵ واں عرس

## حضور حافظ ملت

جلالۃ العلم ابو الفیض علامہ شاہ

عبد العزیز محدث مرادآبادی

بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ولادت ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء — وصال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

26th, 27th
JANUARY
2020
SUNDAY & MONDAY

45th URS-E-
HUZOOR HAFIZ-E-MILLAT
AL-JAMIATUL ASHRAFIA
MUBARAKPUR, AZAMGARH

### حافظ ملت: ایک مختصر تعارف

● حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء بروز دوشنبہ قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔

● پرائمری کی تعلیم اسکول میں، حفظ قرآن مجید گھر پر والد ماجد حافظ غلام نور علیہ الرحمہ سے، عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے، متوسطات جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں اور اعلیٰ تعلیم صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ و دیگر اساتذہ سے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حاصل کی اور ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں صدر الشریعہ کے ساتھ منظر اسلام بریلی شریف آگئے اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

● ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں صدر الشریعہ کے حکم سے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور بحیثیت صدر مدرس تشریف لائے۔ آپ نے اپنے اخلاص و محنت سے ایک سال کے اندر ہی مدرسہ اشرفیہ کو دار العلوم اشرفیہ اور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں دار العلوم اشرفیہ کو الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل دے کر علم و فن کا ایک شہر بسا دیا جس کا فیضان پوری دنیا پر جاری ہے، جو مسلمانان عالم کی نیک تمناؤں کا مرکز ہے۔

● آپ کے پاس دنیوی دولت تو نہ تھی لیکن زہد و تقویٰ اور بے نیازی و خودداری کی عظیم دولت سے مالا مال تھے۔ ذکر الٰہی میں خاص لذت پاتے، سفر میں بھی تہجد کی پابندی کرتے، شریعت کی طرف سے رخصت کی حالتوں میں بھی عزیمت پر عمل کرتے، قرآن مجید سے اتنا شغف تھا کہ ہر خالی وقت کو اس کی تلاوت سے معمور رکھتے۔

● یہ آفتاب علم و عرفان ایک عالم کو منور کر کے یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱ مئی ۱۹۷۶ء شب دوشنبہ ۱۱ بجکر ۵۵ منٹ پر غروب ہو گیا۔

### نظام الاوقات

**پہلا دن**

بعد نماز فجر — قرآن خوانی بر قیام گاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ

بعد نماز ظہر — جلوس چادر از قیام گاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ

بعد نماز عشا — **اجلاس عام**

**دوسرا دن**

بعد نماز فجر — قرآن خوانی و فاتحہ شریف ۸ بجے صبح بر روضہ حافظ ملت علیہ الرحمہ

بعد نماز عصر — چادر پوشی و گل پوشی مزار پاک

بعد نماز عشا — اجلاس و دستار بندی فارغین

قل شریف — رات گیارہ بج کر ۵۵ منٹ پر

اور

# جلسۂ دستار فضیلت

زیر صدارت

حضرت عزیز ملت علامہ شاہ **عبد الحفیظ** صاحب قبلہ

جانشین حضور حافظ ملت و سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ



عرس حافظ ملت کا پیغام نماز با جماعت کا اہتمام



تنبیہ

شائع کردہ

ارکان حافظ ملت عرس کمیٹی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)


05462
250149
250092

۴۵ پینتالیس واں

ان شاء اللہ تعالیٰ

# عرس

علیہ الرحمۃ والرضوان

## حضور حافظِ ملت



تقریبات

یکم جمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ

26, 27 JANUARY 2020

الداعی الی الخیر:

شہزادۂ حضور حافظ ملت
حضرت علامہ و مولانا
عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ
مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)


مصباحی لائبریری
M
Team of Misbahi Library
Date 10_08_2019
Md Khubaib Raza Misbahi
Md Asjad Raza Misbahi
Md Abdur Rahman Misbahi
Md Ahmad Ali Misbahi
Creator
Md Saif Khan Misbahi
Misbahilibrary@gmail.com

786

# Team of Misbahi Library

| Names | Contact N |
| --- | --- |
| Md Khubaib Raza Misbahi | 9984903158 |
| Md Asjad Raza Misbahi | 8948518993 |
| Md Ahmad Ali Misbahi | 9920278913 |
| Md Abdur Rahman Misbahi | 8009186120 |

## Creator :

Md Saif Khan Misbahi
8081414883

Date

